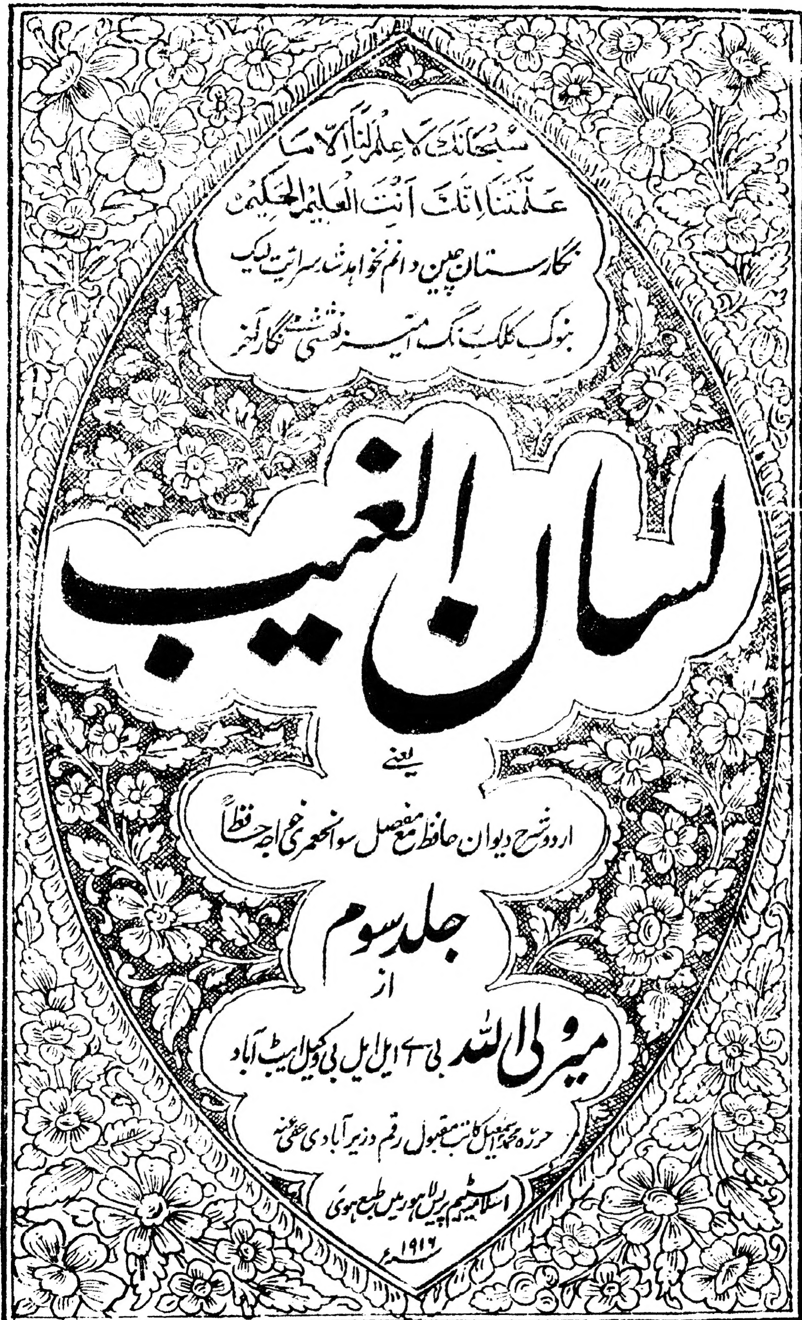


سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا
عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

نگارستان چین دانم نخواہد شد سرائیت لیک
بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می نگارم آخر

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانحعمری خواجہ حافظؒ

جلد سوم

از

میر ولی اللہ بی۔ اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد

حررہ محمد اسمعیل کاتب مقبول رقم وزیر آبادی عفی عنہ

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوئی

۱۹۱۶ء

بار اول مصنف نے ایبٹ آباد سے شایع کی تعداد جلد ایک ہزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ معہ مفصل سوانح عمری

جلد سوم

از

میر ولی اللہ ۔ بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی وکیل ایبٹ آباد

سنہ ۱۹۱۶ء

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب مینیجر طبع ہوئی ۔



غزل ۶۰

درازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد	۱	عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت	۲	عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد
مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز	۳	دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد
عقل میخواست کزاں شعلہ چراغ افروزد	۴	برق غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
جان علوی ہوس چاہ زنخداں تو داشت	۵	دست در حلقۂ آں زلف خم اندر خم زد
دیگراں قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند	۶	دل غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد
نظری کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش	۷	خیمہ در آب و گل مزرعۂ آدم زد

(۸) حافظ آں روز طربنامۂ عشق تو نوشت
کہ قلم بر سر اسباب و دل خرم زد (۸)

(۱) ترجمہ۔ ازل میں تیرے حسن کے پرتو نے تجلی کا دم مارا عشق پیدا ہو گیا اور تمام جہاں میں آگ لگادی۔

یعنی معشوقِ مطلق کے حسن نے اپنا جلوہ دکھایا اور تمام جہاں میں عشق کی آگ لگادی تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵۹/۴

(۲) ترجمہ۔ اس کے چہرہ نے جلوہ نمائی کی۔ دیکھا کہ فرشتے عشق نہیں رکھتے اس غیرت سے عینِ آتش ہو گیا

اور (یہ آگ) آدم پر آگری۔

مطلب یہ ہے کہ حسن معشوق مطلق نے جلوہ نمائی کی۔ دیکھا کہ فرشتے اس کے رخسار کا عشق نہیں رکھتے اس غیرت سے وہ جلوہ بجلی بن کر خرمن آدم پر آگرا۔ فرشتے اگرچہ ہر وقت تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں۔ مگر رابطۂ عاشق و معشوق انسان اور خدا کے درمیان ہے۔ وہ خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں صبح میثاق کا ایجاب و قبول صرف خدا اور انسان کے درمیان ہے۔ بار امانت بھی صرف انسان کے کندھے پر رکھا گیا۔ وضاحت کے لئے دیکھو شعر د ۵۴/۵ الف ۱/۱ الف ۱۵/۱

(۳) ترجمہ۔ مدعی چاہتا تھا۔ کہ راز کے تماشا گاہ میں آئے۔ غیب کا ہاتھ آیا اور نامحرم کے سینہ پر پڑا۔

مدعی اور **نامحرم** سے مراد شیطان۔ **تماشا گاہِ راز** یعنے عالم بالا۔ ملا الاعلیٰ فرشتوں کا عالم۔ **دستِ غیب** سے مراد شہاب ثاقب۔

قرآن شریف سورہ والصّٰفّٰت میں آیا ہے۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ یعنی ہم نے آسمانوں کو ہر سرکش اور نافرمان شیطان کے نزدیک آنے سے محفوظ کر دیا ہے۔ گروہ بالا یعنے اشراف ملائکہ جو لوح محفوظ کے اسرار سے واقف ہیں اور ایک دوسرے سے ان اسرار کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ شیاطین انکی باتوں کو نہیں سن سکتے اور ان شیطانوں پر ہر طرف سے شہاب گرائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ آسمانوں کے نزدیک نہ آسکیں اور بڑی خواری سے ہٹائے جاتے ہیں۔ انکے لئے عذاب سخت ہے۔ اور وہ ملائکہ کے کلام پر اسرار کو نہیں سن سکتے۔ سوائے اسکے کہ وہ فرشتوں سے کوئی کلمہ چوری سے اڑا لیجائیں۔ اس پر انکے پیچھے شہاب ثاقب لگا دئے جاتے ہیں۔ جو انکو ہٹاتے اور جلاتے ہیں تاکہ پھر آسمانوں کی طرف رخ نہ کریں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ شیطان لوح محفوظ کے اسرار کو معلوم کرنے کے لئے آسمانوں کی نزدیک آنا چاہتا ہے مگر شہاب یعنی جلا دینے والا شعلہ اسکے سینہ پر لگتا ہے اور اسے ہٹا دیتا ہے

(۴) ترجمہ۔ عقل چاہتی تھی کہ اس شعلہ سے چراغ روشن کرے۔ غیرت کی بجلی چمکی اور جہان کو درہم برہم کر دیا

یعنی عقل چاہتی تھی کہ وہ بھی شعلۂ عشق سے اپنا چراغ روشن کرے۔ مگر محبوب کی غیرت نے یہ نہ چاہا۔ اور تمام جہان کو برہم کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ عقل بھی کار دبار عشق میں دخل حاصل کرنا چاہتی تھی۔ مگر سلطانِ عشق

نے تمام جہاں کو دیوانگیٔ عشق سے درہم برہم کردیا اور عقل کی مداخلت کی گنجائش نہ چھوڑی تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ ت ۶/۷ د ۵/۶

عشق آمد و عقل ہمچو بادے	رفت از من ہزار فرسنگ

(۵) ترجمہ۔ علوی جان تیرے چاہِ زنخداں کی آرزو رکھتی تھی۔ اسلئے اس زلفِ پیچ در پیچ کے حلقہ میں ہاتھ مارا۔

عُلوی بضم اول و سکون لام یا بکسر اول و سکون لام۔ بمعنے ملک فرشتہ۔ کوکب۔ آسمانی۔ بلند مرتبہ جان کو علوی اسواسطے کہا ہے کہ جان و روح کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ جسم عالم ارضی سے متعلق ہے اور جان عالم ملکوت سے ہے۔

جسطرح انسان کنوئیں میں اترنے کے لئے رسی کا محتاج ہوتا ہے اور کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے بھی رسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جان کو محبوب مطلق کی چاہ زنخدان کے لئے بھی کسی رسن کی ضرورت تھی۔ پس اس نے محبوب کی زلف پیچدار کی زنجیر کو ہی پکڑ لیا اور اس سے رسی کا کام لیا۔ ظاہر ہے کہ انسان محبوب مطلق کا مشاہدہ مرآتِ تعینات کے ذریعہ کرتا ہے۔ یعنی عالم کثرت سے ہی عالم وحدت کا علم حاصل کرتا ہے۔ زلف سے مراد عالم تعینات ہے۔ پہلے کئی جگہ بوضاحت تمام لکھا جا چکا ہے کہ عالم کثرت ایک ذریعہ ہے واحدِ مطلق کی معرفت کا۔ پس شعر کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کے چاہ زنخداں تک پہنچنے کے لئے رسنِ زلف کی ضرورت ہے یعنے معرفت الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے عالم کثرت ایک ذریعہ ہے۔

دیدم جمالِ دوست بہر ذرہ آشکار	ذراتِ کون مرآتِ آن یار شد مرا

(۶) ترجمہ۔ دوسروں نے قسمت کا قرعہ عیش پر ڈالا۔ ہمارا غمگین دل ہی تھا جس نے غم پر ہی ڈالا مطلب یہ ہے کہ اور سب نے عیش پسند کی۔ ہمارے غم دیدہ دل نے غم ہی اختیار کیا۔ دیگراں اور ما کا مقابلہ یا تو دیگر کائنات اور حضرت انسان کا مقابلہ ہے یا دوسرے انسانوں اور خواجہ صاحب کا

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

(۷) ترجمہ۔ نظر کی کہ جہاں میں اپنی صورت دیکھے (اسلئے) آدم کی کھیتی کے آب و گل میں خیمہ لگا دیا مطلب یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی صورت کو دیکھے تو آدم کو اپنی صورت پر پیدا

کیا۔ کہ اُسے دیکھ کر اپنی صورت دیکھ سکے۔

حدیث قدسی "کنت کنزاً مخفی الخ" کی طرف اشارہ ہے دیکھو شعر الف ۱۔

اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰے صُوْرَتِہٖ یعنی خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یعنی اپنی عظیم الشان مملکت اور بادشاہی کا ایک مختصر سا نسخہ حضرتِ انسان کو بھی عطا کیا۔ انسان کا وجود بذات خود ایک نمونہ ہے اس محیطِ کل سلطنت کا جسکے ماتحت وہ پیدا ہوتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیدا است		این صورت آنکس ست کاں نقش آراست

(۸) ترجمہ۔ حافظ نے اس روز تیرے عشق کا طربنامہ لکھا جب کہ اسباب اور دلِ خرم پر قلم پھیر دیا یعنی جس روز سے حافظ نے اسباب کو چھوڑ کر مسبب الاسباب کا خیال کیا ہے اور اپنے خوشحال دل کی خوشی پر قلم پھیر دیا ہے۔ اسی روز سے خوش ہے۔ زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵۸/۶

غزل ۹۱

(۴۰)

دوش می آمد و رخسارہ برافروختہ بود	۱	تا کجا باز دل غمزدۂ سوختہ بود
رسم عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی	۲	جامۂ بود کہ بر قامت او دوختہ بود
کفر زلفش رہ دین میزد و آن سنگین دل	۳	در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود
دل بسی خون بکف آورد ولی دیدہ بریخت	۴	اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود
یار مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد	۵	آنکہ یوسف بزر ناسرہ بفروختہ بود
جان عشاق سپند رخ خود میدانست	۶	و آتش چہرہ برین کار برافروختہ بود
گرچہ میگفت کہ زارت بکشم میدیدم	۷	کہ نہانش نظری با من دلسوختہ بود

(۸) گفت و خوش گفت برو خرقہ بسوزان حافظ
یارب این قلب شناسی کہ آموختہ بود (۸)

(۱) ترجمہ ۔ کل آرہا تھا اور اپنے چہرہ کو روشن کیا ہوا تھا۔ تاکہ دیکھے) کہ جلا ہوا غمزدہ دل کہاں ہے باز ۔ زاید ہے برائے ضرورت شعری اور زینت کلام ۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے چہرہ کو افروختہ کرکے معشوق اس تلاش میں آرہا تھا کہ کوئی غمزدہ اور سوختہ دل ملے ۔ جسے وہ اور جلائے ۔

(۲) ترجمہ ۔ عاشق کشی کی رسم اور شہر آشوبی کا شیوہ ایک جامہ تھا جو اسکے قدپر (موزون) سیا ہوا تھا ۔

یعنی عاشق کشی اور شہر آشوبی اسکے قد بالا کا ایک شیوہ تھا ۔

(۳) ترجمہ ۔ اس کی زلف کافر دین کی رہزنی کرتا تھا ۔ اور اس سنگین دل نے اسکے راستہ پر چہرہ کی مشعل روشن کر رکھی تھی ۔

یعنی اسکی زلف رہزنی کرتی تھی اور اسکا چہرہ اس رہزن کو مشعل کا کام دیتا تھا زلف کو کفر سی ہمیشہ تشبیہ دیتے ہیں ۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۵/۵۵

(۴) ترجمہ ۔ دل نے بہت سا خون جمع کیا لیکن آنکھوں نے گرادیا ۔ اللہ اللہ کس نے ضائع کیا اور کس نے جمع کیا

یعنی دل نے بہت خون جمع کیا ہوا تھا لیکن میں اسقدر خون رویا کہ سب خون آنکھوں کے رستے سے نکل گیا ۔ دیکھئے جمع کس نے کیا ۔ اور ضائع کس نے ۔ یعنی جمع دل نے کیا ۔ اور برباد آنکھوں نے ۔

(۵) ترجمہ ۔ دوست کو دنیا کے عوض نہ بیچ کیونکہ بہت نفع حاصل نہ کیا اس شخص نے جس نے یوسف کو زرِ ناخالص کے عوض فروخت کیا ۔

مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا پر قربان نہیں کرنا چاہیئے یعنی معشوق حقیقی کو دنیا کے عوض نہیں بیچنا چاہیئے اس اصول کی تائید میں مثال بھی پیش کی ہے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپکے بھائیوں نے مالک (سوداگر کا نام) کے ہاتھ چند ناسرہ درموں کے عوض بیچ دیا تھا ۔ ایسی بیش بہا اور قیمتی چیز کو فروخت کرکے انکے ہاتھ کیا آیا ۔ دنیا کو زرِ ناسرہ اور دوست کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے ۔ سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زرِ ناسرہ کے عوض فروخت ہونے کے متعلق یہ آیت ہے جسکی طرف خواجہ صاحب نے اشارہ کیا ہے ۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ آپکے بھائیوں نے دعوے کیا کہ یہ ہمارا غلام ہے ۔ نافرمان ہے خدمت نہیں کرتا اور بھاگ آیا ہے ہم اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں مالک نے کہا کہ میرے پاس جسقدر زرنقد تھا وہ میں نے مختلف

اسباب متاع کے خریدنے میں صرف کردیا ہی۔ میرے پاس صرف چند درم ناسرہ رہ گئے ہیں۔ آپکے بھائیوں نے یہی قیمت قبول کرلی اور انکو اس بہائے بے اعتبار پر فروخت کردیا۔ مالک نے سترہ کھوٹے درم ان کو دیئے۔ انہوں نے لے لئے کیونکہ انکو آپسے کوئی رغبت نہ تھی۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

گرفتندش کہ مارا بندہ ایست ایں	سر از طوق وفا تابندہ ایست ایں
بکار و خدمت آمد سست پیوند	رہ بگریختن گیرد بہر چند
در اصلاحش ازیں پس می نکوشیم	بہر قیمت کہ باشد میفروشیم
جوانمردے کہ از چہ برکشیدش	بانداک قیمتے زلیشاں خریدش
بہ مالک بود مشہور آں جواں مرد	بفلس چند مملوک خودش کرد
زیانکاراں کہ جنس جاں فروشند	چناں جنسے چنیں ارزاں فروشند
دہد گنج سعادت ناخردمند	ستانند زو کشیدہ درہمی چند

شعر کا مطلب یہ ہی کہ دین کو دنیا کے عوض بیچنے سے کچھہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ دین ایک بیش بہا چیز ہے اور دنیا کھوٹا سکہ ہی۔

اسی مضمون پر ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ (سورہ بقرہ۔ یعنے وہ لوگ جنہوں نے زندگانی دنیا کو بعوض عاقبت کے خریدا ہے۔ اُنپر عذاب سبک نہیں کیا جائیگا اور نہ انکو کوئی مدد دی جائیگی۔

(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کی جان کو اپنے رخسار کا سپند جانتا تھا۔ اور چہرہ کی آگ کو اسی کام کے لئے افروختہ کیا تھا

سپند (ایک باریک سیاہ بیج۔ کالا دانہ) رفع نظر بد کے لئے جلاتے ہیں۔ آگ پر گرنے سے بڑے زور سے آواز کرکے جل جاتا ہی۔ مطلب یہ ہی کہ معشوق جانتا ہی کہ عاشقوں کی جان اُسکے چہرہ کا سپند ہی۔ اسی لئے چہرہ کو افروختہ کیا ہوا ہی کہ اس آگ پر سپند کیطرح عاشقوں کی جان جل جائے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ معشوق کہتا تھا کہ میں تجھ کو بُری طرح قتل کرونگا لیکن میں دیکھتا تھا کہ وہ پوشیدہ پوشیدہ

مجھ دل جلے ہوئے پر نظر (عنایت) رکھتا تھا۔

یعنی اگرچہ بظاہر معشوق مجھ کہتا تھا کہ میں تجھ قتل کرونگا اور بہت بُری طرح قتل کرونگا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا کہ حقیقت میں وہ مجھ دلسوختہ پر مہربان ہی۔ اسی طرح خداوندکریم نے اگرچہ اپنے بندوں کو ہزارہا طرح کے مختلف عذابوں کا خوف دلایا ہی مگر حقیقت میں وہ انسان پر ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہی اور اور اسکی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہی۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر		لکھیوں وہ دیکھے بھالے گیا (امیر)

(۸) ترجمہ۔ کہا اور کیا اچھا کہا کہ اے حافظ جا اور خرقہ کو جلا دے۔ یارب یہ قلب شناسی اس کس سے سیکھی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ خرقہ لباسِ ریا ہی۔ مجھے معشوق نے یا سالک نے کہا کہ جا کر خرقہ کو پھونک دے۔ یعنی اس قلب یا ناخالص دھات کو جلا دے۔ حیراں ہوں کہ اس نے قلب شناسی یعنی صرافی کہاں سے سیکھی ہی۔ قلب اور سوزاں کی رعایت ظاہر۔ کیونکہ ناخالص دھاتوں کی حقیقت کو آگ ظاہر کرتی ہی۔

غزل (۶۲)

دوش آگہی زیار سفر کردہ داد باد	۱	من نیز دل بباد دہم ہر چہ باد باد
در چین طرہ تو دل بے حفاظ من	۲	ہرگز نگفت مسکن مالوف یاد باد
دل غش شدم بیاد تو ہر گہ کہ در چمن	۳	بند قبای غنچہ گل می کشاد باد
طرف کلاہ شاہیت آمد بخاطرم	۴	آنجا کہ تاج بر سر نرگس نہاد باد
کارم بداں رسید کہ ہمراہ خود کنم	۵	ہر شام برق لامع و ہر بامداد باد
از دست رفتہ بود وجود ضعیف من	۶	صبحم ببوی وصل تو جان باز داد باد
امروز قدر پند عزیزاں شناختم	۷	یارب روان ناصح ما از تو شاد باد
تاریخ عیش ما شب بیدار دوست بود	۸	عہد شباب و صحبت احباب یاد باد

(۹)　**حافظ نہاد نیک تو کامت بر آورد**
جانہا فدای مردم نیکو نہاد باد　(۹)

(۱) ترجمہ - کل ہوا نے معشوق سفر کردہ کی خبر دی - میں بھی دل ہوا کو دیتا ہوں (یا برباد کرتا ہوں) جو کچھ ہو سو ہو -

بادِ صبا دیارِ معشوق سے خبر و پیام لائی ہے - عاشق اس پر اپنا دل قاصدِ صبا پر قربان کرنا چاہتا ہے - گویا خبر کے عوض دل دیتا ہے - اور نتائج کی مطلق کوئی پرواہ نہیں کرتا -

(۲) ترجمہ - تیری زلف کے خم میں میرے بے حمیت دل نے کبھی یہ نہ کہا کہ وطن مالوف یاد ہو -

حفاظ - یکبارگی - عار حمیت - مروت نگہبانی - **مالوف** - خو گرفتہ شدہ - دوستی کردہ شدہ - جس چیز سے محبت اور الفت ہو -

مطلب یہ ہے کہ جب سے میرا دل میرے پہلو سے نکل تیری زلف کے خم میں جا کر گرفتار ہوا ہے اس بے حمیت نے کبھی بھی وطن مالوف کو یاد تک نہیں کیا - کبھی اپنے وطن کا ذکر تک نہیں کیا - اپنے مسکن کے متعلق کبھی "یاد ش بخیر" بھی نہیں کہا - یعنی میرا دل تیری زلف میں اتنا خوش ہے کہ کبھی میرے پہلو میں واپس آنے کا خیال تک نہیں کیا دیکھو شعر الف ۴

(۳) **ترجمہ** - تیری یاد میں میرا دل خوش ہو گیا جب کہ باغ میں غنچہ گل کی قبا کے بند کو ہوا کھولتی تھی -

یعنے جب ہوا نے باغ میں غنچہ کو شگفتہ کر کے پھول بنایا تو مجھے تیرے بند قبا کا کھلنا یاد آیا معشوق کے بند قبا کا کھلنا گویا غنچہ کا شگفتہ ہو کر پھول ہو جاتا ہے -

(۴) ترجمہ - تیری کلاہ شاہی کا گوشہ مجھے یاد آیا جب کہ ہوا نے سر نرگس پر تاج رکھا -

نرگس کے قلم پر گل نرگس کو دیکھ کر قد معشوق اور کلاہ کا نقشہ نظر کے سامنے آ گیا -

(۵) **ترجمہ** - میری حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ اپنی ہمراہ کر لی ہر شام چمکتی ہوئی بجلی کو اور ہر صبح ہوا کو -

لامع - روشن، درخشاں - برق لامع سے مراد آہ پر سوز - **دود دل** - دل کی آگ - دل جلوں کی آہ کو برق سے عموماً تشبیہ دیتے ہیں مثلاً -

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے　(ذوق)　داغ بھی ہو تو ان کی چلموں پہ آگ رکھے

باد - معنے آہ -

شعر کا مطلب یہ ہے کہ صبح و شام آہ و فغاں کر رہا ہوں -

(۶) ترجمہ - میرا ضعیف وجود ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ صبح کے وقت ہوا نے تیرے وصل کی خوشبو سے از سر نو جان بخشی۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں میرا اسقدر ناتواں ہو گیا تھا کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ مگر تیرے وصل کی امید نے دوبارہ جان بخشی۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۶۵/۴

(۷) ترجمہ - آج میں نے عزیزوں کی نصیحت کی قدر پہچانی۔ اے خدا ہمارے ناصح کی جان تجھ سے خوش ہو یعنی تو اسکی جان کو خوش رکھے۔

(۸) ترجمہ - ہماری عیش کی تاریخ معشوق کے دیدار کی رات تھی۔ جوانی کے زمانہ اور احباب کی صحبت کی یاد بخیر ہو۔

(۹) ترجمہ - ای حافظ تیری نیک طبیعت تیری مراد پوری کرے گی۔ نیک نہاد انساں پر جانیں فدا ہوں نیک نہادی کی ترغیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیک نہاد آدمی پر لوگ جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ای حافظ تو بھی نیک نہاد بن کہ تیری نیک نہادی تیری مقصد برآری کریگی۔

غزل (۶۳)

در آں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد	۱	گر خرمنی بسوزد چنداں عجب نباشد
مرغی کہ با غم دل شد الفتیش حاصل	۲	بر شاخسار عمرش برگ طرب نباشد
در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است	۳	آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد
در کیش جان فروشاں فضل و ہنر نزیبد	۴	اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد
در محفلی کہ خورشید اندر شمار ذرہ است	۵	خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد
می خور کہ عمر سرمد گر در جہاں تواں یافت	۶	جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد

(۷) حافظ وصال جاناں با چوں تو تنگدستی
روزی شود کہ با او پیوند شب نباشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ جس آرزو میں سوائے برق کے اور کوئی چیز طلب میں ہی نہ ہو۔ اگر کوئی خرمن جل جائے۔ تو چنداں تعجب کی بات نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس آرزو میں مطلوب ہی برق ہو وہاں خرمن ہستی کا جل جانا عجیب بات نہیں۔ آرزوئے عشق بذاتِ خود آرزوئے برق ہے۔ عشق طبعاً خانماں سوز ہے۔ پھر خرمن ہستی کا جل جانا ایک معمولی بات ہے عشق ایک بجلی ہے جسنے عشق اختیار کیا اپنی خرمن ہستی کو گویا خود برباد کیا۔ برق و ہوا کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ وہ پرند جسکو غم دل کے ساتھ الفت حاصل ہو گئی۔ اسکی عمر کی شاخ پر خوشی کا پتا نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ جس دل میں غم عشق ہو۔ اسکو خوشی کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ کارخانۂ عشق میں کفر ضروری ہے۔ اگر بولہب نہ ہو۔ تو آگ کس کو جلائے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو عشق کا کارخانہ ہے۔ اسلام کے ساتھ کفر بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دوزخ کی آگ کے لئے بھی تو کوئی ایندھن ہونا چاہیئے۔ اگر بولہب اور اسکے ہم خیال نہ ہوں۔ تو دوزخ میں خدا اسکو ڈالے گا قران شریف سورہ اعراف میں ہے۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ یعنی ہم نے پیدا کئے ہیں جہنم کے لئے بہت سے دیو اور آدمی جنکے دل ایسے ہیں۔ جن سے وہ نہیں سمجھتے۔ اور انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں جن سے وہ نہیں سنتے۔

اس آیۂ کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے بہت سے آدمیوں کو دوزخ کے لئے ہی پیدا کیا ہے جو ضرور دوزخ میں جائینگے۔ سورہ ہود میں ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار تو بنا دیتا آدمیوں کو ایک امت اور ہمیشہ مختلف ہوا کرینگے وہ مگر جس شخص پر رحم کرے تیرا پروردگار اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے اور تمام ہوا کلمہ تیرے رب کا کہ البتہ بھر دونگا دوزخ کو جنوں سے اور آدمیوں سے یکجا۔

(۴) ترجمہ۔ جان فروشوں کے مذہب میں فضل و ہنر زیب نہیں دیتے۔ اس جگہ نسب کی گنجائش نہیں اس جگہ حسب نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مذہب عشق میں فضل و ہنر بے کار ہیں اور حسب نسب بے سود یہاں صرف دلِ دردمند چاہیئے

متاعی بجز نقص در کار نیست		کمال تراکس خریدار نیست	(بیدل)
زجنس شکست آنچه پیدا شود		برین آستان قیمتش وا شود	

(۵) ترجمہ ۔ جس محفل میں سورج بھی ذرہ شمار ہوتا ہو۔ وہاں اپنے تئیں بزرگ سمجھنا شرط ادب نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بارگاہ بے نیاز میں جہاں خورشید بھی ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بزرگ سمجھنا ترک ادب میں داخل ہے۔ خاکی انسان کو خاکساری اختیار کرنی چاہیئے۔

(۶) ترجمہ ۔ شراب پی کیونکہ جہان میں حیات ابدی حاصل ہوسکتی ہے تو سوائے بادہ بہشتی کے اسکا اور کوئی سبب نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ شراب عشق پی کیونکہ اس بہشتی شراب کے سوا حیات ابدی حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ معشوق کا وصال تجھ جیسے تنگدست کو اُس دن حاصل ہوگا جس دن کے ساتھ رات کا اتصال نہ ہوگا۔

قیامت کے دن سے مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجھ جیسے بے بضاعت شخص کو جسکا سرمایہ اعمال بہت کم ہے۔ مشاہدہ ذات دنیا میں نصیب نہیں ہوسکتا۔ قیامت کے دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔

غزل (۶۴)

دلم جز مهر مه‌رویان طریقی بر نمی‌گیرد	۱	ز هر در می‌دهم پندش ولیکن در نمی‌گیرد
خدا را ای نصیحتگو حدیث از مطرب و می گو	۲	که نقشی در خیال ما ازین خوشتر نمی‌گیرد
صراحی میکشم پنهان و مردم دفتر انگارند	۳	عجب گر آتش این زرق در دفتر نمی‌گیرد
از آن رو هست یاران را صفاها با می لعلش	۴	که غیر از راستی نقشی درین جوهر نمی‌گیرد
میان گریه میخندم که چون شمع اندرین مجلس	۵	زبان آتشینم هست اما در نمی‌گیرد
سر و چشمی بدین خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر	۶	برو کاین وعظ بی‌معنی مرا در سر نمی‌گیرد
نصیحتگوی رندان را که با حکم خدا جنگ است	۷	دلش بس تنگ می‌بینم چرا ساغر نمی‌گیرد
چه خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را	۸	که کس آهوی وحشی را ازین خوشتر نمی‌گیرد

سخن در احتیاج ما و استغنای معشوق است	۹	چه سود افسونگری ای دل که در دلبر نمیگیرد
خدا را رحمی ای منعم که درویش سر کویت	۱۰	در دیگر نمیداند ره دیگر نمیگیرد
من از پیر مغان دیدم کرامتهای مردانه	۱۱	که این دلق ریائی را بجامی بر نمیگیرد

(۱۲) بایں شعر تر و شیرین ز شاهنشه عجب دارم
که سر تا پای **حافظ** را چرا در زر نمیگیرد (۱۲)

(۱) ترجمہ - میرا دل حسینوں کی محبت کے سوا اور کوئی طریقہ اختیار نہیں کرتا میں اسکو ہر طرح سے سمجھاتا ہوں مگر وہ (نصیحت) قبول نہیں کرتا۔

مہر و ماہ میں صنعت ایہام اور در و در میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ - خدا کے لئے ناصح مطرب کی باتیں کر کیونکہ کوئی نقش ہمارے خیال میں اس سے زیادہ خوشنما نہیں۔

یعنی ہم پر حدیث مطرب و مے کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور نصیحتیں فضول ہیں

(۴) ترجمہ - میں چھپا کر صراحی لیجاتا ہوں اور لوگ اسے کتاب سمجھتے ہیں تعجب ہے اگر اس ریاکاری سے دفتر میں آگ نہ لگ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ زاہدان ریاکار حقیقت میں شراب کی صراحی بغل میں لئے پھرتے ہیں اور خوش اعتقاد لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت کتاب لئے جاتے ہیں۔ اس مکر اور فریب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انکے نامۂ اعمال کو آگ لگ جائیگی۔ ریاکاروں کی بغل میں کتاب بھی صراحی کا درجہ رکھتی ہے ایسے لوگوں کی نامۂ اعمال اگر سیاہ نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ خواجہ صاحب نے اپنے آپ کو ریاکار ظاہر کر کے یہ شعر کہا ہے مدعا دوسرے ریاکاروں پر حملہ ہے۔ یہ بھی ایک طریق سخن ہے۔ بجائے دوسروں کو برا کہنے کے اپنے تئیں برا کہکر اپنا مطلب ادا کرنا زیادہ موزون ہے۔

واعظ کتاب وعظ لئے ہے تو کیا ہوا	بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے
واقف ہیں زاہدان ریائی سے خوب ہم	کلمہ بتوں کا پڑھتے ہیں قرآں بغل میں ہے

(۴) ترجمہ - یاروں کو اسلئے اسکے مئے لعل سے صفائی حاصل ہے۔ کہ اس جوہر میں راستی کے بغیر کسی نقش کی گنجائش ہی نہیں

ازاں رہ - ازیں راہ - زیں رہ - زیرا - اس لئے - اس سبب سے -

جوہر مے کا خاصہ ہے کہ صفائی اور راستی پیدا کرتا ہے۔ زرق و ریا اور منافقت اس میں نہیں ہوتی۔

(۵) ترجمہ۔ میں روتے ہوئے ہنستا بھی ہوں کہ شمع کی طرح اس مجلس میں زبان آتشین تو مجھے حاصل ہے مگر اثر نہیں کرتی

شمع کا خندہ و گریہ مشہور۔ شمع کی زبان بھی آتشین ہوتی ہے اور تمام رات وہ آتش بیانی کرتی رہتی ہے مگر اہل مجلس پر اسکا کچھہ اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشق بھی اگرچہ فصیح و بلیغ ہے اور آتش زبان ہے مگر اس کی باتوں کا معشوق پر کچھہ اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ شمع کی طرح اس غیر معمولی بات پر عین رونے کی حالت میں بھی ہنسا کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ (معشوق کے) سرو چشم ایسے خوبصورت (ہیں) اور تو کہتا ہے کہ اس سے آنکھہ پھیر لے (اے واعظ) حالانکہ یہ بیہودہ وعظ میرے دماغ میں اثر نہیں کرتا۔

یعنی تو مجھے ایسے حسین معشوق کے عشق سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ جا اپنا کام کر۔

(۷) ترجمہ۔ رندوں کو نصیحت کرنیوالا جسکو خدا کے حکم سے لڑائی ہے اسکا دل میں بہت تنگ دیکھتا ہوں۔ وہ ساغر مے کیوں نہیں لیتا۔

مطلب یہ ہے کہ رندوں کو خدا نے اسی حالت میں کر دیا ہے جس میں وہ ہیں پس انکو نصیحت کرنے والا گویا خدا سے جنگ کرتا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۲ ... جو بہت تنگ خیال ہے سب کو اپنے خیال اور اپنے مشرب پر دیکھنا چاہتا ہے۔ اسکو چاہیے کہ اس تنگ خیالی کو دور کرنے کے ... شراب پئے کیونکہ شراب فراخ دل بنا دیگی۔

(۸) ترجمہ۔ تو نے میرے دل کو کیا اچھی طرح شکار کیا ہے۔ مجھے تیری چشم مست پر ناز ہے کیونکہ کوئی شخص وحشی ہرن کو اس سے اچھی طرح نہیں پکڑتا

یعنے میرا دل آہوی وحشی کی طرح تھا کسی کے قابو نہ آتا تھا تیری چشم مست پر میں ناز کرتا ہوں جس نے اسکو اسیر کر لیا۔ چشم و آہو کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ بات ہماری نیازمندی اور معشوق کی بے نیازی کی ہے ... اے دل افسوس کرنے کا کیا فائدہ جب اسکا اثر دلبر پر نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نیازمند ہیں اور معشوق بے نیاز۔ افسوس کرنے سے کیا حاصل ہے اسکا کچھہ اثر نہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے دولتمند خدا کے لئے رحم کر کہ تیرے کوچہ کا درویش۔ کوئی دوسرا دروازہ نہیں جانتا۔ اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ ہم محتاج ہیں اور تو غنی۔ اور تیرے دروازے کو چھوڑ کر ہم جاتے بھی کہیں نہیں۔ پس تو ہی خدارا رحم کر

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جز این کہ بخوانی ام	(بیدل)	در دیگری بنما کہ من بکجا روم چو برانی ام

(۱۱) ترجمہ ۔ میرے پیر مغاں کی مردانہ کرامتیں دیکھی ہیں کیونکہ وہ اس دلق ریائی کو ایک پیالہ کے عوض بھی نہیں لیتا یعنی پیر مغاں کے نزدیک جامۂ ریائی کی اتنی قیمت بھی نہیں جتنی ایک پیالہ شراب کی یہ پیر مغان کی مردانہ کرامت ہے ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ ایسے لطیف اور شیریں کلام کے باوجود تعجب ہے کہ بادشاہ حافظ کو سر تا پا کیوں زر میں نہیں لیتا یعنی حافظ کا کلام ایسا شیریں اور لطیف ہے کہ بادشاہ کو چاہتی کہ حافظ کو سر سے پاؤں تک سونے میں ڈھانپ دے ۔ غالباً صلہ کی درخواست ہے ۔

غزل (۶۵)

دیدم بخواب خوش کہ بدستم پیالہ بود	۱	تعبیر رفت و کار بدولت حوالہ بود
چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت	۲	تدبیر ما بدست شراب دو سالہ بود
آن نافۂ مراد کہ میخواستم ز غیب	۳	در چین زلف آن بت مشکین کلالہ بود
از دست بردہ بود وجودم خمار عشق	۴	دولت مساعد آمد و می در پیالہ بود
نالان و دادخواہ بمیخانہ میروم	۵	کانجا گشاد کار من از آہ و نالہ بود
خون میخورم ولیک نہ جای شکایت است	۶	روزی ما ز خوان کرم این نوالہ بود
بر طرف گلشنم نظر افتاد وقت صبح	۷	آن دم کہ کار مرغ چمن آہ و نالہ بود
ہر کو نکاشت مہر و ز خوبی گلی نچید	۸	در رہگذار باد نگہبان لالہ بود
آتش فگند در دل من غم نسیم باغ	۹	زان داغ سر بمہر کہ در جان لالہ بود
آن شاہ تند حملہ کہ خورشید شیرگیر	۱۰	پیشش بروز معرکہ کمتر غزالہ بود

(۱۱)	دیدم کہ شعر دلکش حافظ بمدح شاہ ہر بیت از آن سفینہ بہ از صد رسالہ بود	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں نے اچھی خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پیالہ ہے۔ تعبیر ہوئی کہ کام دولت کے حوالہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پیالہ ہے۔ یہ بہت مبارک خواب تھی کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہوئی کہ میرا کام اب خوش قسمتی کے حوالہ کیا گیا ہے۔ یعنی خواب میں جام کو ہاتھ میں دیکھا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے شراب ملے گی۔

(۲) ترجمہ۔ چالیس سال تک رنج و غصہ برداشت کیا اور آخر کار ہماری تدبیر شراب دو سالہ کے ہاتھ میں تھی

شراب دو سالہ۔ دو سال کی پرانی شراب عموماً پرانی شراب کو مئے دو سالہ کہتے ہیں مثلاً ع

مئے دو سالہ و معشوق چاردہ سالہ

پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نے اتنی مدت رنج و غصہ میں گذاری کوئی تدبیر نظر نہ آئی آخر کار معلوم ہوا کہ ہماری کشائش کار شراب دو سالہ میں ہے یعنی تمام عمر زہد و تقوی میں گذاری مگر تدبیر کار عشق کے ہاتھ میں تھی۔

شراب دو سالہ سے بعض بزرگوں نے قرآن حکیم مراد لی ہے۔ قرآن شریف کو دو کے عدد سے یہ تعلق ہے کہ دو دفعہ قرآن مجید لوح محفوظ سے نازل ہوا اور دو ہی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر اترا۔ یعنی ایکدفعہ قرآن مجید یکبارگی شب قدر کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بیت المعمور میں نازل ہوا۔ دوسری دفعہ اس جگہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر تئیس سال کی مدت میں اترا۔ اسی طرح ایکدفعہ تو حق سبحانہ و تعالےٰ نے قرآن شریف کا تمام علم یکبار تمام و کمال رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے دل عرش منزل کو عطا فرمایا چنانچہ ابتدائے بعثت میں وحی ادا کرنے سے پہلے تلاوت شروع کر دیتے تھے جس پر حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے حبیب سے خطاب کیا کہ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ یعنی قرآن پڑھنے میں تعجیل نہ کرو پیشتر اسکے کہ اسکی وحی تم پر ادا کی جائے۔ اور دوسری دفعہ قرآن شریف بطریق مذکورہ بالا تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر نازل ہوا۔

اسکے علاوہ **چالیس سال** کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور قرآن شریف سے ایک اہم نسبت ہے وہ یہ ہے کہ آپکے زمانہ نبوت اور نزول وحی کا آغاز چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ گویا چالیس سال کی محنت کے بعد آپکو قرآن حکیم سے کشائش حاصل ہوئی۔

(۳) ترجمہ۔ وہ نافہ مراد جسے میں غیب سے طلب کرتا تھا۔ اس معشوق مشکین کاکل کی زلف کے خم میں تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جو خوشبو میں غیب سے مانگتا تھا۔ وہ معشوق کی زلف عنبریں میں موجود تھی۔ اسی مضمون پر مرزا عبدالقادر بیدل نے کہا ہے۔

پئے نافہ ہائے رمیدہ بو مپسند زحمت جستجو		بخیال حلقۂ زلف او گرہے خور و بختن درآ

(۴) ترجمہ۔ خمارِ عشق میری وجود کو میری ہاتھ سے لے چلا تھا کہ دولت نے مساعدت کی اور شراب پیالہ میں آئی خمار۔ دیکھو شعر د ۵۵/۵۔

مطلب یہ ہے کہ خمارِ عشق کی حالت میں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا کہ بخت نے موافقت کی اور شراب ملی جس سے خمار دور ہوا۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۶۲/۶۔

(۵) ترجمہ۔ میں روتا ہوا اور داد طلب کرتا ہوا شراب خانہ میں جاتا ہوں۔ کیونکہ اس جگہ میری کشائش کا راہ نالہ سے ہو جاتی ہے۔

یعنے مقام عشق میں آہ و نالہ سے کشائش حاصل ہو جاتی ہے۔ دیکھو شعر ت ۳/۹ ت ۱/۱۴ ت ۵/۱۱

(۶) ترجمہ۔ میں غم پیتا ہوں لیکن جائے شکایت نہیں کیونکہ خوانِ کرم سے ہمارے حصہ میں یہی نوالہ آیا تھا

یعنے میں خون جگر پیتا ہوں لیکن شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ کریم مطلق نے اپنے خوانِ کرم سے تیری حصہ میں یہی خوراک مقرر کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نوشتۂ قسمت پر صابر و شاکر رہنا چاہئے

(۷) ترجمہ۔ صبح کے وقت باغ کے گوشہ پر میری نظر پڑی۔ جب کہ مرغِ چمن کا کام آہ و نالہ تھا

یعنے صبح کے وقت میں نے باغ کی طرف دیکھا جب کہ بلبلیں آہ و نالہ میں مصروف تھیں۔

(۸) ترجمہ۔ جس نے محبت کا بیج (تخم) نہ بویا اور حسن کا پھول نہ چنا وہ گویا ہوا کے راستہ میں لالہ کا نگہبان ہوا

گل لالہ کو دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ لالہ کے اندر بھی ایک داغ ہوتا ہے اور دل کے اندر بھی۔ ہوا کی ذرا سی جنبش سے بھی گل لالہ گر پڑتا ہے۔ اسی طرح انسانی دل بھی مختلف واقعات کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مزرعِ دل میں تخم محبت نہ بویا اور نتیجتاً گلشن سے پھول نہ چنا۔ اس نے گویا گل لالہ کو ہوا سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن ظاہر ہے کہ گل لالہ محفوظ نہیں رہ سکتا آخر گر جائیگا۔ اسی طرح اس شخص کا دل بھی آزاد نہیں رہ سکتا۔ اگر اس نے اپنے دل کو غم عشق سے محفوظ رکھا ہے تو وہ کسی اور غم میں گرفتار ہو گیا ہوگا دل ایک ایسی چیز ہے جو کبھی غم سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ مرزا غالب کا شعر ہے۔

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے		غم عشق اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

(۹) ترجمہ ۔ نسیم باغ نے پرندوں کے دل میں آگ لگائی ۔ اس سربمہر داغ سے جو لالہ کی جان میں تھا ۔
گل لالہ کے اندر داغ ہوتا ہے ۔ جو شگفتہ ہونے سے پہلے بند (سربمہر) ہوتا ہے ۔ باد نسیم سے جب پھول کھل جاتا ہے اور وہ داغ ظاہر ہو جاتا ہے ۔ مرغانِ چمن کے دل میں آتشِ عشق تیز ہو جاتی ہے ۔ پھول کے شگفتہ ہونے پر بلبل کا شیدا ہونا ظاہر ۔ دل اور گلِ لالہ کے داغ کی رعایت ظاہر ۔
(۱۰) ترجمہ ۔ وہ تند حملہ بادشاہ کہ شیر گیر آفتاب بھی ۔ اسکے مقابلہ میں لڑائی کے روز ایک حقیر غزالہ تھا ۔
(۱۱) ترجمہ ۔ میں نے دیکھا کہ حافظ کے دلکش شعر اس بادشاہ کی مدح میں (ایسے تھے) کہ اس سفینہ کا ہر ایک شعر سو رسالوں سے اچھا تھا ۔
تند حملہ ۔ سخت حملہ کرنیوالا ۔ **شیر گیر** ۔ خورشید کو شیر گیر برج اسد کی رعایت سے کہا ہے ۔
شیر گیر سے مراد خود دار ۔ مغرور صاحب مرتبہ اور نیم مست بھی ہوتی ہے ۔ **غزالہ** بفتح (۱) بچہ آہو جو مادہ ہو ۔ (۲) آفتاب بکسر اول غلط ۔ **سفینہ** ۔ بیاض اشعار شعروں کی کتاب ۔ دیوان ۔ **رسالہ** (۱) چھوٹی کتاب ۔ نامہ (۲) سوار و نگار ستہ مصدر ہے بمعنے مفعول مستعمل ۔
یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں ۔ مطلب صاف ہے ۔ الفاظ کی رعایت ظاہر ۔

غزل ۶۶

(42)

دمی با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد	۱	بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
بکوی مے فروشانش بجامی بر نمیگیرند	۲	زہی سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج ست	۳	کلاہ دلکش ست اما بدرد سر نمی ارزد
رقیبم سرزنشہا کرد کز این باب رخ برتاب	۴	چہ افتاد این سر ما را کہ خاک در نمی ارزد
ترا آں بہ کہ روی خود ز مشتاقاں بپوشانی	۵	کہ سودای جہانداری غم لشکر نمی ارزد
بشو این نقش دلتنگی کہ در بازار یکرنگی	۶	بنعمتہای گوناگوں می احمر نمی ارزد
دیار یار مردم را مقید میکند ورنہ	۷	چہ جای پارس کاین محنت جہان یکسر نمی ارزد
بس آساں می نمود اول غم دریا ببوی سود	۸	غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

(۲) ترجمہ ۔ پردہ سے مجلس میں آئی ہے اسکا پسینہ پونچھو۔ تاکہ حریف یہ نہ کہیں کہ اس نے کیوں دوری کی۔

اگر ایک پردہ نشین پردہ سے نکل کر مجلس میں آئے تو ضرور بوجہ حیا و حجاب اُسکی جبین پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو جائینگے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دختر رز مستوری چھوڑ کر مجلس میں آئی ہے اس لئے اسکی پیشانی پسینہ سے تر ہوگئی ہے اسکے پسینہ کو پونچھو تاکہ حریف یہ نہ سمجھیں کہ دختر رز ہمیشہ پردہ میں رہی ہے اور آج ہی ہمارے سامنے آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب خم سے جام میں آئی ہے بے تکلف پیو۔

(۳) ترجمہ ۔ اے دل اس خوشخبری کا انعام دے کہ مطرب عشق نے دوبارہ مست سرود گایا ہے اور مخموری کا علاج کیا ہے۔

مژدگانی ۔ جو چیز خوشخبری پہنچانے والے کو خوشخبری کے دی جائے۔ راہ زدن نغمہ سرائی کرنا گانا ۔ سرود کہنا۔

مطلب یہ ہے کہ ہم حالتِ مخموری سے تنگ آئے تھے کہ مطرب عشق نے مست نغمے شروع کئے اور ہم کو از سر نو مست کیا۔

(۴) ترجمہ ۔ مناسب یہ ہے کہ عقدِ وصال میں لے لیں۔ دختر رز کو جسنے خم میں اسقدر مستوری کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دختر رز اتنی مدت خم میں بند رہی ہے اور مستوری کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے اب مناسب یہ ہے کہ اسکو اپنی عقد (نکاح) میں لے لیں۔ یعنی شراب خم سے جام میں آئی ہے اسے پیو۔ قاعدہ ہے کہ کنوارپن کی مستوری کے بعد ہر دختر کو عقد نکاح میں لے لیا جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ سات سمندر نہیں بلکہ سو آگ سے بھی اسکا رنگ نہیں جاتا۔ جو کچھ خرقہ زاہد کے ساتھ شراب انگوری نے کیا ہے

مطلب یہ ہے کہ خرقہ زاہد پر شراب انگوری کے جو داغ ہیں انکو سات پانی سے نہیں بلکہ سو آگ سے بھی دور نہیں کیا جا سکتا یعنی زاہد ریاکار جو شرب لہو و لعب کرتا تھا۔ اسکے خرقہ پر شراب سرخ نے جو نشان کر دئے ہیں وہ دوزخ کی آگ سے بھی دور ہو سکتے۔ گویا ان ریاکار زاہدوں کی ریاکاری جو چھپ کر شراب پیتے ہیں۔ ایسا قبیح گناہ ہے کہ دوزخ میں کئی سال رہنے سے بھی اسکا کفارہ نہیں ہوگا۔ ہر گناہ کچھ مدت کے لئے دوزخ میں رہنے سے بخشا جاتا ہے مگر ریاکار آدمی اگر ابدالآباد تک بھی دوزخ میں رہے۔ تو بھی اسکو گناہوں کا داغ اسکے دامن سے دور نہیں ہوتا۔ ہفت و صد اور آب و آتش کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۶) ترجمہ ۔ میرے وصل کے باغ کا غنچہ اسکی نسیم سے کھلا۔ بلبل نے گلسرخ کی پنکھڑی پر خوشی کی

سوری ایک قسم کے سرخ پھول کا نام۔ ہر ایک قسم کے پھول کو اور گل لالہ کو جو سرخ ہو سوری کہتے ہیں۔

سوُر بمعنے سرخ۔

بلبل پھول کے شگفتہ ہونے پر خوش ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری وصل کا غنچہ معشوق کی نسیم سے شگفتہ ہوکر پھول ہوگیا یعنی انتظار کے بعد معشوق کے آنے پر وصل نصیب ہوا۔ میں بھی مرغ خوشخوان کیطرح گل وصال کے شگفتہ ہونے پر خوش ہوں۔ لفظ سوُر بمعنے طرب وخوشی بھی استعمال ہوتا ہے لہذا طرب وسوری کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ عاجزی نہ چھوڑ کیونکہ حاسد۔ مال دل اور دین کو ننگ وناموس کو مغروری کی وجہ سے برباد کردیا

عرض تکبر۔ ناموس۔ آبرو۔ **در سر کردن** ۔ برباد کرنا (محاورہ ہے) غیاث اللغات

حاسد سے مراد یہاں شیطان ہے جس نے بوجہ حسد حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ نہ کیا اور غرور کی وجہ سے ملعون ہوا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد	بزندان لعنت گرفتار کرد

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْآ اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ ۵ (بقرہ) یعنی جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ کیا۔ اور تکبر کیا اسلئے وہ کافروں کے گروہ میں ہوا۔

غزل (۶۸)

درخت دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد	۱	نہال دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد
چو مہمان خراباتی بعشرت باش بارنداں	۲	کہ دردسرکشی جاناں گرت مستی خمار آرد
شب صحبت غنیمت داں وداد خوشدلی بستاں	۳	بسی گردش کند گردوں بسی لیل ونہار آرد
عماری دار لیلی را کہ مہد ماہ در حکم ست	۴	خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد
بہار عمر خواہ اے دل وگرنہ ایں چمن ہر سال	۵	چو نسرین صد گل آرد بار وچوں بلبل ہزار آرد
خدا را چوں دل ریشم قراری بستہ با زلفت	۶	بفرماں لعل نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد
زکار افتادہ اے دل کہ صد من بار غم داری	۷	برو یک جرعہ می در کشش کہ در حالت بکار آرد

(۸)	در ین باغ از خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ نشیند بر لبِ جوئی و سروی در کنار آرد	(۸)

(۱) ترجمہ۔ دوستی کا درخت لگا کہ دل کا مقصد اسکا پھل ہو۔ دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے کہ یہ بے شمار رنج لاتا ہے
یعنی درختِ دوستی کا پھل مقصدِ دل ہوتا ہے اور دشمنی کا درخت موجبِ رنج ہوتا ہے۔ اس لئے چاہیے کہ تو دوستی کا درخت لگائے اور دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ مطلب یہ ہے کہ دشمنی چھوڑ اور دوستی اختیار کر۔
اخلاق و تمدن کا ایک نہایت قیمتی لعل ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب تو اس خرابات (دنیا) کا مہمان ہے تو رندوں کے ساتھ عیش و عشرت سے وقت بسر کر کیونکہ اے جاناں اگر مستی خمار لائیگی تو تجھے دردِ سر ہوگا (دردِ سر کھینچے گا)
مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک خرابات ہے اور اسکے مہمانوں کو مست زندگی بسر کرنی چاہیے جسطرح شراب کا نشہ دور ہونے پر حالت خمار پیدا ہوتی ہے اور دردِ سر لاحق ہوتا ہے اسی طرح خرابات دنیا میں اگر آدمی رندانہ زندگی بسر نہ کرے اور مستی کو چھوڑ دے تو اسکو تکالیف کا سامنا ہوگا یعنی ہمیشہ مست رہنا چاہیے۔ تاکہ زندگی عیش و عشرت سے گذرے کیونکہ حالت خمار باعثِ سردرد ہوگی دیکھو الف ۱

	ہشیار زیستن نہ ز قانونِ حکمت است		در کار خانہ کہ بنائش ز غفلت است	

اسی مضمون پر ہے

	وہی مزے میں رہے جو یہاں خراب رہے		اس انجمن میں اشارہ ہے چشم ساقی کا	

(۳) ترجمہ۔ صحبت کی رات کو غنیمت جان اور خوشدلی کی داد دے کیونکہ آسمان بہت گردشیں کرتا ہے اور بہت رات دن پیدا کرتا ہے۔
یعنی انقلابات دہر کی وجہ سے دن رات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے صحبت کی رات کو غنیمت سمجھ اور جہاں تک ہوسکے عیش سے رات بسر کر۔ ضروری نہیں کہ دوسری رات بھی شبِ وصل ہو۔

(۴) ترجمہ۔ لیلی کا عماری دار جسکے حکم میں مہر و ماہ ہیں اے خدا اسکے دل میں یہ بات ڈال کہ مجنوں کی طرف سے ہو کر گذرے
عماری محمل شتر منسوب بہ عمار جو اسکا واضع تھا در اصل میم مشدد ہے مگر عموماً بہ تخفیف میم استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بھی میم مشدد نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اے خدا لیلی کی عماری دار یعنی شتربان کے دل میں رحم ڈال کہ وہ مجنوں کیطرف ناقہ کو لے چلے۔ چونکہ عماری کے اندر لیلی ہے اسلئے کہا ہے کہ چاند اور سورج اسکے حکم میں ہیں گویا لیلی کو جدہر چاہے لیجا سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل عمر کی بہار (زمانہ شباب) کو غنیمت جان ورنہ یہ باغ ہر سال نسرین کیطرح سو پھول نکالتا ہے اور بلبل کیطرح ہزار ہا پرندے پیدا کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ باغ میں ہر سال سینکڑوں نئے پھول اور ہزاروں نئی بلبلیں ہوتی ہیں۔ اسلئے چاہیے کہ موسم بہار یعنی زمانہ شباب کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگلے سال بھی نئے پھول ہونگے اور نئی بلبلیں۔ نئے معشوق ہونگے اور نئے عاشق۔ ہمارا شباب ایکدفعہ جا کر پھر نہیں آئیگا۔

یہ چمن یونہی رہیگا اور ہزاروں جانور	اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگے

بلبل اور ہزار میں صنعت ایہام ہے

(۶) ترجمہ۔ خدا کیلئے جب میرے زخمی دل نے تیری زلف سے قرار باندھا ہے تو اپنے لب شیریں کو حکم دے کہ جان کو قرار بخشے یعنی جب میرے دل نے تیری زلف سے عہد و پیمان باندھا ہے اور اسیر رہنے کا وعدہ کیا ہے تو برائے خدا تو بھی اپنے لب شیریں کا بوسہ دیکر میری جان کو قرار اور آرام بخش۔ قرار اور قرار میں صنعت تجنیس ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے دل تو از کار رفتہ ہوگیا ہے کہ غموں کا سو من بوجھ اٹھایا ہے۔ جا اور ایک گھونٹ پی تاکہ ابھی تجھے برقرار کر دے۔

یعنی اے دل تو بیقرار ہوگیا ہے اور غمگین ہے جا شراب پی کہ تجھے قرار و آرام حاصل ہو۔ درحال یعنی ابھی فوراً۔ غم اور شراب کیلئے دیکھو شعر الف $\frac{1}{1}$ الف $\frac{3}{1}$ ت $\frac{22}{2}$ ت $\frac{1}{2}$ ت $\frac{45}{9}$ ت $\frac{45}{11}$ ت $\frac{5}{7}$ ت $\frac{62}{2}$ ب $\frac{82}{5}$ د $\frac{6}{1}$ د $\frac{29}{3}$ د $\frac{58}{1}$

(۸) ترجمہ۔ اس باغ میں حافظ اس پیرانہ سری میں خدا سے چاہتا ہے کہ نہر کے کنارے پر بیٹھے اور کوئی سرو قد معشوق اسکی بغل میں ہو۔

باغ لب جو اور سرو کنار کی رعایت ظاہر ہے پیرانہ سالی اور عشق کے متعلق مولانا جامیؒ فرماتے ہیں

اگرچہ پیر ہستم کنوں چو شیر است	ہنوز آں ذوق شیرم در ضمیر است
بپیری در جوانی نیست چوں عشق	دمد بر من دمادم ایں فسون عشق
ز صہبای جوانی شادی در عاشقی پیر	سبکروحی کن و در عاشقی میر

غزل ۶۹

مصرع اول		مصرع دوم
دوش ازجناب آصف پیک بشارت آمد	۱	کز حضرت سلیمان عشرت اشارت آمد
خاک وجود ما را از آب دیده گل کن	۲	ویران سرای دل را گاه عمارت آمد
این شرح بی نهایت کز حسن یار گفتند	۳	حرفیست از هزاران کاندر عبارت آمد
عیبم بپوش زنهار ای خرقه می آلود	۴	کان پاک دامن اینجا بهر زیارت آمد
امروز جای هرکس پیدا شود ز خوبان	۵	کان ماه مجلس آرا اندر صدارت آمد
بر تخت جم که تاجش محراب آفتاب است	۶	همت نگر که موری با این حقارت آمد
از چشم شوخش ای دل ایمان خود نگهدار	۷	کان جادوی کمانکش بر عزم غارت آمد
دریاست مجلس شاه دریاب وقت و دریاب	۸	هان ای زیان رسیده وقت تجارت آمد
آلوده‌ئی تو حافظ فیضی ز شاه درخواه	(۹)	کان عنصر سماحت بهر طهارت آمد

غزل ہذا کا مضمون مسلسل ہی۔ وعدہ وصال کی خوشخبری بیان کرکے محبوب کی جلوہ آرائی اور مسند صدارت پر تشریف فرمائی کا نقشہ کھینچا ہی اور پھر اپنے دل کو بزم وصال سے مستفیض ہونیکی ہدایت کی ہی۔ آصف حضرت سلیمانؑ کی وزیر کا نام تھا۔ خواجہ صاحبنے اپنی کلام میں سلطان قطب الدین کی وزیر عماد الدین ابن محمود کو جابجا آصف عہد کہا ہی اس غزل کی مطلع میں اگر کسی بادشاہ وقت اور اسکے وزیر سے مراد نہ لی جاے تو سلطان حقیقت اور اسکے وزیر کیطرف اشارہ ہوسکتا ہی۔ خواجہ صاحبنے یہ غزل بھی شرح صدر کی اعلیٰ حالت میں کہی ہی۔

(۱) ترجمہ۔ کل جناب آصف سے خوشخبری کا قاصد آیا (اور کہا) کہ حضرت سلیمان سے عشرت کا اشارہ ہوا ہی۔ وعدہ وصال کی امید دلائی گئی ہی

(۲) ترجمہ۔ ہمارے وجود کی خاک کو شراب کے پانی سے گوندھو۔ دل کے ویران مکان کی تعمیر کا وقت آیا ہی۔ خواجہ صاحب پہلے کئی دفعہ بیان کرچکے ہیں کہ حضرت انسان کی خاک شراب محبت سے گوندھی گئی۔

ظہیر فاریابی نے کہا ہے۔

خاکِ مرا بآب محبت سرشتہ اند	تخم مرا بمزرعہ عشق کشتہ اند

خواجہ صاحب اپنے دل ویران کی عمارت کو شراب محبت پر منحصر سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہماری خاک کو آب بادہ سے گل کرو۔

(۳) ترجمہ۔ حسن یار کی جو بے انتہا شرح لوگ بیان کر چکے ہیں وہ ہزار میں سے ایک حرف ہے جو تحریر و تقریر میں آیا یعنے محبوب مطلق کی تعریف میں اگرچہ ہزار ہا دفتر لکھے گئے لیکن اب تک ہزار میں سے ایک حرف ادا ہوا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر	ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

اسی مضمون پر ہے۔

فضل خدا را کہ تواند شمار کرد	یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

قران شریف سورہ لقمان میں ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ۔ یعنی زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان کو قلم بنائے جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور ان سمندروں پر سات اور سمند بڑھائے جائیں تو بھی کلمات خدا کو تحریر نہیں کر سکتے

(۴) ترجمہ۔ اے خرقہ مے آلود میرے عیب ضرور ڈھانپ کیونکہ وہ پاکدامن اس جگہ زیارت کیلئے آیا ہے خرقہ ایک عیب پوش جامہ ہے زاہدوں کی عیب پوشی پاک وصاف خرقہ سے ہوتی ہے اور رندوں کی عیب پوشی خرقہ مے آلود سے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ پاکدامن تشریف فرما ہوا ہے۔ اے خرقہ مے آلود میری عیب پوشی کر قاعدہ ہے کہ کسی محترم اور معزز شخص کے آنے پر آدمی اپنے جامہ کو پاک صاف کر دیتا ہے اور اپنے ظاہری اور باطنی عیوب پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خواجہ حافظ کے پاس صرف خرقہ مے آلود ہے۔ وہ اسی سے اپنی عیب پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ آج حسینوں میں سے ہر ایک کی جگہ (حیثیت) معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ماہ مجلس آرا صدر نشین ہوا ہے

یعنے ہمارے محبوب سے پہلے ہر ایک حسین اپنے آپ کو صدر نشیں بتاتا تھا آج ہمارا مجلس آرا محبوب محفل میں آگیا ہے اور کرسیٔ صدارت پر بیٹھ گیا ہے۔ باقی حسین علے قدر مراتبہم اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائینگے اور انکی حیثیت معلوم ہوجائے گی۔

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا	صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا
اخترانے کہ بہ شب در نظرِ ما آئند	پیشِ خورشید محال است کہ پیدا آئند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۴/۳

چو سلطانِ عزت علم بر کشد	جہاں سر بہ جیبِ عدم در کشد	سعدی

(۶) ترجمہ۔ سلیمان کے تخت پر کہ جس کا تاج آفتاب کا محراب ہے۔ ہمت دیکھو کہ چیونٹی باوجود اتنی حقیر ہونے کے آگئی۔

جم یا جمشید۔ لفظ جم مطلق بمعنی بادشاہ بھی استعمال ہوتا ہے اور مختلف قراین کے ساتھ مختلف بادشاہوں کے لئے آتا ہے۔ اگر لفظ خاتم و نگین۔ دیو تخت۔ باد و آصف مور و ماہی و طیور وغیرہ کے ساتھ آئے تو مراد حضرت سلیمان علیہ السلام۔ اگر لفظ سد۔ آئینہ اور آب حیات وغیرہ کے ساتھ آئے تو مراد سکندر۔ اگر جام و تیر آن اور بزم و جشن۔ نوروز اور اس قسم کے الفاظ کے ساتھ آئے تو جمشید بادشاہ سے مراد ہوگی۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنکا تاج سورج کا محراب تھا یعنی نہایت عالیقدر اور بلند مرتبہ بادشاہ تھے انکے تخت پر ایک حقیر چیونٹی چڑھ آئی ہے۔ اس چیونٹی کی عالی ہمتی دیکھو۔ مور و سلیمان کی رعایت ظاہر ہے۔ علو ہمت کی ترغیب و تعلیم ہے۔

دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن	شوق طیراں میکشند ارباب ہمم را	(عرفی)

(۷) ترجمہ۔ اے دل اسکی شوخ آنکھ سے اپنے ایمان کو بچا کیونکہ وہ کمان کش جادو گر غارت کے ارادہ پر آیا ہے۔
جادوئے کمان کش سے مراد آنکھ۔ کمان کش بلحاظ کمانِ ابرو کہا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کی مجلس دریا ہے وقت کو غنیمت سمجھ اور موتی حاصل کر ہاں اے نقصان رسیدہ اب تجارت (منافعہ) کا وقت آیا
یعنے بادشاہ کی مجلس دریائے فیض ہے اس سے گوہر ہائے مقصود حاصل کر اور منافعہ حاصل کر کے پچھلے نقصانوں کی تلافی کر
مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں پہلا مصرعہ اسطرح ہے "دریاست مجلس شاہ دریاب و وقت بشناس" ہے
مولف نے جو نسخہ اختیار کیا ہے وہ ایک قلمی دیوان کا ہے

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تو آلودہ ہے بادشاہ سے فیض طلب کر۔ کیونکہ وہ جوانمردی کا عنصر طہارت کے لئے آیا۔
عنصر بضم اول و ثالث بمعنی اصل۔ بنیاد۔ طبیبوں کے نزدیک خاک و باد و آب و آتش مراد ہے

سماحت۔ جوانمردی۔ وجہ تسمیہ یہ کہ سمع بمعنے سہل و آسان ہے۔ سماحت بمعنے سہل گیری۔ جب تک کسی کام کو آسان نہ سمجھیں اسکا پورا کرنا مشکل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ (معشوق یا ممدوح) جوانمردی کا عنصر ہے یعنی اصل و بنیاد جوانمردی ہے وہ طہارت یعنی پاک کرنے کے لئے آیا ہے تو بھی گناہوں سے آلودہ ہے اسکے فیض کی طلب کر کہ تجھے بھی پاک کر دے۔

غزل (۷۰)

در نمازم خم ابروی تو چوں یاد آمد	۱	حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد
از من اکنوں طمع صبر و دل و ہوش مدار	۲	کان تحمل کہ تو دیدی ہمہ برباد آمد
بادہ صافی شد و مرغان چمن مست شدند	۳	موسم عاشقی و کار بہ بنیاد آمد
بوی بہبود ز اوضاع جہاں می شنوم	۴	شادی آورد گل و باد صبا شاد آمد
ای عروس ہنر از بخت شکایت منما	۵	حجلۂ حسن بیارای کہ داماد آمد
برزلیخا ستم ای یوسف مصری مپسند	۶	زانکہ از عشق بر او این ہمہ بیداد آمد
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند	۷	دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد
زیر بارند درختاں کہ تعلق دارند	۸	ای خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

(۹)

مطرب از گفتۂ حافظ غزلی نغز بخواں
تا بگویم کہ ز عہد طربم یاد آمد

(۹)

(۱) ترجمہ۔ نماز میں مجھے جب تیری ابرو کا خم یاد آیا۔ ایسی حالت طاری ہوئی کہ محراب بھی فریاد کرنے لگا۔

عاشقوں کا محراب خم ابروئے جاناں ہوتا ہے۔ نماز میں جب عاشق کو خم ابروئے معشوق یاد آیا یعنی عین حضوری کی حالت ہوئی۔ تو ایک خاص وجد کی کیفیت اس پر طاری ہوئی۔ جسکا اثر محراب پر بھی ہوا۔ وجد کی حالت میں ہر ایک چیز حالت وجد میں نظر آتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اب مجھ سے صبر، دل اور ہوش کی امید نہ رکھ۔ وہ تحمل جو تو نے دیکھا تھا برباد ہو گیا۔

یعنے اب میں شراب عشق پی کر مست ہوگیا ہوں۔ ہوش و حواس اور صبر و سکون جاتے رہے ہیں یہ پہلی سی حالت نہیں جب کہ مجھے تمکنت اور عقلمندی کا دعوے تھا۔

(۳) ترجمہ۔ شراب صاف ہوئی اور مرغان چمن مست ہوگئے۔ عاشقی کا موسم آگیا ہے اور کاروبار عشق مستحکم ہوگئے ہیں یعنے عین شوق اور جذبۂ عشق کا وقت ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جہان کے طور و وضع سے میں بہبودی کی خوشبو سونگھتا ہوں پھول خوشی لایا اور باد صبا خرم و شادانی موسم بہار ہے پھول کھلے ہیں بلبل کو خوش وقتی کی امید ہے مطلب یہ ہے کہ عاشق کو وصل کی امید ہے قرائن خوشگوار ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے ہنر کی عروس زمانہ کی شکایت نہ کر۔ حسن کے حجلہ کو آراستہ کر کہ شوہر آیا۔

حجلہ۔ دلہن کا خاص مکان۔ داماد۔ معنی تو کتخدا تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ۳ ردیف الف۔

ہنر کے قدردان جہان میں کم ہوتے ہیں اس لئے اہل ہنر ہمیشہ زمانہ سے شاکی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے موسم کی خوشگواری اور ایام کی موافقت پر غزل لکھی ہے عروس ہنر کو بھی امید دلاتے ہیں کہ مایوس نہ ہو اور شکایت نہ کر حجلہ آراستہ کر کہ داماد آیا ہے۔ یعنی قدردان پیدا ہوگئے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے یوسف مصر زلیخا پر ظلم روا نہ رکھ۔ کیونکہ یہ تمام ستم اس پر بوجہ عشق کے ہوئے۔

یعنے مظلوم عشق ہے اس پر رحم کر۔

(۷) ترجمہ۔ تمام نباتاتی معشوقوں نے زیور پہنا ہے۔ ہمارا معشوق ہے جو حسن خداداد لے کر آیا ہے۔

یعنے گل و سنبل۔ لالہ و ریحان نرگس و نسترن وغیرہ تمام نباتاتی معشوقوں نے زیور پہن کر اپنے آپ کو خوبصورت بنایا ہے۔ ہمارے معشوق کا حسن البتہ زیور نہیں اسکا حسن خداداد ہے خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کا حسینان چمن سے مقابلہ کیا ہے

بزیورہا بیارایند وقتی خوبرویان را		توسیمین تن چنان خوبی کہ زیورہا بیارائی

(۸) ترجمہ۔ جو درخت تعلق رکھتے ہیں وہ زیر بار ہیں۔ سرو خوش ہے جو بند غم سے آزاد ہے

سرو۔ اس درخت کا پھل نہیں ہوتا رسیدہ ہے اور اونچا چلا جاتا ہے۔ سو کھنے کی قید سے آزاد ہے ہمیشہ تازہ و سرسبز رہتا ہے اس لئے سرو آزاد کہتے۔ سرو آزاد سرو کی ایک خاص قسم کا نام ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ پھل والے درخت ہمیشہ زیر بار رہتے ہیں اور باردار شاخ اسی تعلق کی وجہ سے ہمیشہ جھکی رہتی ہے۔ سرو چونکہ بار دینے کے تعلق سے آزاد ہے اس لئے بند غم سے آزاد ہے اور آزاد کہلاتا ہے۔

شیخ ابراہیم ذوق شاخ پر ثمر کے ساتھ سرو آزاد کو بھی گرفتار بتاتے ہیں۔

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی		دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے
ہے سرو بھی پابندِ غمِ بے ثمری میں		کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

فی الحقیقت نشار تعلق میں قیدِ تعلقات سے پوری آزادی ممکن نہیں۔

از گرفتاران این گلشن چه میپرسی که من		همچو سرو آزادگان را پای در گل دیده ام

(۹) ترجمہ۔ اے مطرب حافظ کے کلام سے کوئی اچھی غزل پڑھ۔ تاکہ میں کہوں کہ مجھے زمانہ طرب یاد آیا۔
یعنے حافظ کی کوئی غزل سنا تاکہ خوشی کا زمانہ یاد آئے۔ حافظ کے کلام میں بیشک یہ اثر موجود ہے۔

غزل (۱۷)

دلی که غیب نمایست جام جم دارد	۱	ز خاتمی که ازو گم شود چه غم دارد
بخط و خال گدایان مده خزینهٔ دل	۲	بدست شاه وشی ده که محترم دارد
نه هر درخت تحمل کند جفای خزان	۳	غلام همت سروم که این قدم دارد
رسید موسم آن که ز طرب چو نرگس مست	۴	نهد بپای قدح هر که شش درم دارد
زر از بهای می اکنون چو گل دریغ مدار	۵	که عقل کل بصدت عیب متهم دارد
ز سر غیب کس آگاه نیست قصه مخوان	۶	کدام محرم دل ره درین حرم دارد
دلم که لاف تجرد زدے کنون صد شغل	۷	ببوی زلف تو با باد صبحدم دارد
مراد دل ز که جویم که نیست دلداری	۸	که جلوهٔ نظر و شیوهٔ کرم دارد

(۹)	ز جیب خسته حافظ چه طرف بتوان بست که ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جو دل غیب نما ہے وہ جام جم رکھتا ہے اس انگشتری کا جو اس سے گم ہو جائے اسے کیا غم ہے۔
جس شخص کا دل محرمِ اسرارِ حقیقت ہو وہ گو یا جام جہاں نما رکھتا ہے وہ کسی انگشتری پر منحصر نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جب صخرہ نام دیو کے قبضہ میں آ گئی۔ تو آپ سلطنت سے محروم ہو گئے اور اربعہ عناصر پر انکی حکومت نہ رہی لیکن جس شخص کا دل ہی خاتم سلیمانی کے اوصاف رکھتا ہو اسکے لئے کسی انگشتری کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہاں جام جم سے مراد جام جہاں نما ہے لفظ جم بلحاظ قرائن مختلف بادشاہوں کے نام کے لئے آ سکتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ گدا اگر دلکے خط و خال کو دل کا خزانہ نہ دے۔ بلکہ کسی شاہ وش محبوب کے ہاتھ میں دے۔ کیونکہ وہ اسے عزت و احترام سے رکھے گا۔

یعنی معشوقان ظاہری کے خط و خال پر دل نہ دے۔ وہ محبوب حقیقی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے شاہ کے مقابلہ میں گدا وہ بیر وہ دل کی قدر نہیں کرینگے سلطان عزت یعنی معشوق حقیقی کو دل دے وہ اسکی عزت کریگا۔

(۳) ترجمہ۔ ہر ایک سخت موسم خزاں کی جفا کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں سرو کی ہمت کا غلام ہوں جس میں یہ طاقت ہے

قدم داشتن۔ ثابت اور پائدار ہونا۔ پاؤں جمائے رکھنا۔ ثابت قدم ہونا۔

سرو پر خزاں و بہار کا کچھ اثر نہیں ہمیشہ سرسبز اور تازہ رہتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص انقلاب دہر کو برداشت نہیں کر سکتا سرو آزاد کیطرح صرف آزاد لوگوں پر ہی دنیا کی رنج و راحت کا اثر نہیں ہوتا اور ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتے ہیں اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر صفحہ ۲

(۴) ترجمہ۔ اب ایسا موسم آیا ہے کہ خوشی سے نرگس مست کی طرح جس شخص کے پاس بھی چھ درم ہونگے پیالہ کے پاؤں پر رکھدیگا۔

یعنے موسم بہار آیا ہے اور ہر ایک میخوار جسکے پاس کم و بیش کچھ نقد ہو گا وہ اس نقد کے عوض جام شراب خریدیگا۔ نرگس مست کی مثال اسواسطے دی ہے کہ نرگس کا پھول پیالہ کی ہمشکل ہوتا ہے اور اسکی پنکھڑیاں گویا درم ہیں جو اس نے پیالہ کے نیچے رکھی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ پھول کیطرح اب شراب کی قیمت میں زر (خرچ کرنے) سے دریغ نہ کر۔ ورنہ عقل کل تجھ سو عیبوں کی تہمت لگا دیگا۔

عقل کل سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے شراب پر زر صرف کرو جسطرح موسم بہار میں پھول صرف زر سے دریغ نہیں کرتا (پھول جب کھل جاتا ہے تو اسکے اندر سے ایک زرد مادہ گرتا ہے۔ جسے زر گل کہتے ہیں) اگر اس موسم میں تو بہا

شراب میں صرف زر سی دریغ کریگا۔ تو عقل کل کے نزدیک تو مجرم ہوگا یا عقل تجھے احمق قرار دیگی۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب شراب عشق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ غیب کا سرار سی کوئی آدمی واقف نہیں باتیں نہ بنا۔ کون ایسا محرم دل ہی جسکو اس حرم میں رستہ ملا ہو۔ خواجہ صاحب مدعی کو مخاطب کرکے فرماتی ہیں کہ تو فضول قصے بیان نہ کر۔ اسرار حقیقت کی حرم میں کسی اہل دل کو دخل نہیں۔

نورِ حیرت در شبِ اندیشۂ اوصاف تو
بس ہمایون مرغِ عقل از آشیان انداختہ

(۷) ترجمہ۔ میرا دل جو آزادی کی لاف زنی کرتا تھا اب تیری زلف کی خوشبو کیلئے باد صبحدم کی ساتھ شغل رکھتا ہی۔ یعنی میرا دل پہلے آزاد تھا اور بے تعلقی کا دعوی کرتا تھا اب تیری عشق میں قاصد صبا کا محتاج ہی کہ شاید کبھی وہ تیری زلف کی خوشبو مجھہ تک پہنچا دے۔ مولانا حالی مرحوم عشق کو مخاطب کرکے فرماتی ہیں۔

اک دسترس سی تیری حالی بچا ہوا تھا۔
اسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کی چھوڑا

(۸) ترجمہ۔ میں اپنے دل کی مراد کس سے ڈھونڈوں کہ کوئی ایسا دلدار نہیں جو جلوۂ نظر اور شیوۂ کرم رکھتا ہو۔ یعنے کوئی معشوق عاشق پر نظر التفات نہیں کرتا اور کسی دلدار میں شیوہ کرم نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی خرقہ کی جیب سے کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہی کہ ہم نے صمد کی طلب کی اور اسکی پاس صنم ہے۔

جیب۔ عرب میں اول سینہ کو اور دل کو بھی کہتی تھے۔ پھر گریبان کو کہنے لگے کہ سینہ پر ہوتا ہی بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ جوب بمعنے قطع ہی گریبان کترا ہوا ہوتا ہی اس لئے اسکا نام جیب رکھا عرب کے لوگ جبہ یا کرتہ کے گریبان میں ایک تھیلی ٹانگ کر اس میں چیز رکھ لیا کرتی تھے۔ مدت کے بعد اسی کا نام جیب ہوگیا۔ فارس میں وہ تھیلی گریبان سے ڈھلک کر کمر کے نیچے آگئی اور نام وہی جیب رہا۔ تماشا یہ کہ اب گھڑی کے شوقینوں نے چھاتی کی بائیں طرف جگہ دی اور کوٹ پتلون والوں نے کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ پھر بھی وہی جیب ہے اور عرب میں جیب وہی گریبان ہی" (سخندان فارس) **صمد**۔ بفتحتین۔ مہتر۔ بے نیاز۔ بلند۔ دائم۔ جسے بھوک پیاس نہ ہو۔ جس کی حاجت روائی کی درخواست کی جائے۔ ایسی ذات کہ جو چاہی کرے۔ جسکی کیفیت کی اطلاع سی عقل ناامید ہو۔ خدا کا نام۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ حافظ کی خرقۂ زہد میں تو صنم رکھے ہوئے ہیں اور ہم خدا کی طالب ہیں۔ وہاں سے

ہمیں کیا حاصل ہو سکتا ہے درحقیقت زاہدانِ ریاکار پر حملہ ہے جو خرقہ پارسائی کے اندر بت چھپا کر رکھتے ہیں یعنی بظاہر پارسا اور حقیقت میں ناسزا ہوتے ہیں۔

واقف ہیں زاہدانِ ریائی سے خوب ہم		کلمہ بتوں کا پڑھتے ہیں قرآں بغل میں ہے

غزل (۴۲)

دست از طلب ندارم تا کام من برآید	۱	یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید
بکشای تربتم را بعد از وفات و بنگر	۲	کز آتش درونم دود از کفن برآید
بنمای رخ که خلقے واله شوند و حیران	۳	بکشای لب کہ فریاد از مرد و زن برآید
جان بر لب است و حسرت در دل کہ از لبانش	۴	نگرفتہ ہیچ کامی جان از بدن برآید
از حسرت دہانش جانم بہ تنگ آمد	۵	خود کام تنگدستاں کی ان دہن برآید
گفتم بنجویش کز وی برگیر دل دلم گفت	۶	کار کسیست ایں کو با خویشتن برآید
ہر یک شکن ز زلفت پنجاہ شست دارد	۷	چوں ایں دل شکستہ با آن شکن برآید
بر بوی آنکہ در باغ آید گلی چو رویت	۸	آید نسیم و ہر دم گرد چمن برآید
ہمدم چو بیوفایاں نتواں گرفت یارے	۹	مائیم و آستانش تا جان ز تن برآید
برخیز تا چمن را از قامت قیامت	۱۰	ہم سرو در برآید ہم نارون برآید

(۱۱) گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازاں
ہر جا کہ نام حافظ در انجمن برآید (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں طلب سے ہاتھ نہیں ہٹاؤنگا جب تک کہ میرا مقصد حاصل نہ ہو۔ یا جان معشوق تک پہنچ جائیگی یا جان تن سے نکل جائیگی۔

جد و جہد اور سعی و استقلال کی تعلیم ہے فرماتے ہیں کہ جبتک میرا مقصد حاصل نہیں ہوگا میں دست طلب کو تاہ نہیں کرونگا اسی طلب میں یا مر جاؤنگا یا محبوب تک پہنچ جاؤنگا۔

(۲) ترجمہ ۔ میرے مرنے کے بعد میری قبر کو کھول اور دیکھ کہ میرے دل کی آگ کا دھواں کفن سے نکلے گا۔

بجھنے کی آگ دل کی نہیں زیرِ خاک بھی	ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

نیاز بے نیاز کا شعر ہے۔

سروسامانِ وجودم شررِ عشق بسوخت	زیرِ خاکستر دل سوزِ نہانم باقیست

(۳) ترجمہ ۔ چہرہ دکھا کہ ایک خلقت شیدا اور حیران ہو جائے۔ لب کھول کہ مرد و زن فریاد کرنے لگیں۔

(۴) ترجمہ ۔ جان لب پر ہے اور دل میں حسرت ہے کہ اسکے لبوں سے ۔ کوئی مقصد حاصل کئے بغیر جان بدن سے نکلجائے۔

یعنی مرتے وقت یہ حسرت ہے کہ تیرے لب لعل کا بوسہ لئے بغیر جا رہا ہوں ۔

(۵) ترجمہ ۔ اسکے دہن کی حسرت سے میری جان تنگ ہوگئی ۔ تنگدستوں کا مقصد اس دہن سے حاصل ہی کب ہو سکتا ہے

معشوق کے تنگ دہن کے بوسہ کی حسرت میں میری جان تنگ ہوگئی ظاہر ہے کہ تنگدست اور نادار شخص کو

دہن معشوق کا بوسہ نصیب نہیں ہو سکتا ۔ دہن کی تنگی سے جان کا تنگ ہونا اور جان کے تنگ ہونے سے اسکا

تنگدست بننا اور اسلئے اسکا محروم ہونا بیان کیا ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس سے دل اٹھا لے میرے دل نے جواب دیا کہ یہ اس شخص کا کام ہے جو اپنے آپ میں ہو۔

باخویشتن برآمدن ۔ اپنے آپ میں ہونا ۔ ہوش میں ہونا ۔ اپنے اختیار میں ہونا ۔ باخود برنیامدن یعنی

بے اختیار ہونا ۔ اپنے آپے میں نہ رہنا ۔

مطلب یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ عشق سے باز آؤں اور اپنا دل معشوق سے اٹھا لوں مگر دل نے کہا کہ ہمارا اختیار ہی کیا

ہے ۔ دل وہ اٹھائے جسکا دل اپنے قابو میں ہو تم بے اختیار ہو کچھ نہیں کر سکتے ۔ حاصل کلام یہ کہ دل معشوق کے قبضہ میں

ہے ۔ عاشق کیا کر سکتا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ تیری زلف کی ہر ایک شکن پچاس حلقۂ کمند رکھتی ہے میرا شکستہ دل اس شکن کے ساتھ کسطرح مقابلہ کرے

شست ۔ بالفتح ۔ (۱) نام عدد معروف جسکو برسبب دفع شبہ معانی دیگر شصت بصاد مہملہ لکھتے ہیں ۔

ساٹھ ۶۰ ۔ (۲) انگشتری جام (۳) تار ساز (۴) حلقۂ زلف (۵) زنار (۶) صیغہ ماضی مخفف نشست (۷) گرفت

سو فار تیر (۸) مچھلی پکڑنے کا کانٹا (۹) مضراب ساز (۱۰) حلقۂ کمند ۔ **برآید** ۔ از مصدر برآمدن

او پر چڑھنا ۔ غالب آنا ۔ مقابلہ کرنا ۔ ترقی پانا ۔

مطلب یہ ہے کہ تیری زلف کی ہر شکن میں کئی کمندیں ہیں میرا شکستہ دل اسکا کیا مقابلہ کر سکتا ہے لفظ پنجاہ و شست

میں صنعت ایہام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس امید پر کہ تیری چہرہ کی طرح کوئی پھول باغ میں آئے نسیم آتی ہے اور ہر وقت چمن کے گرد پھرتی ہے۔

یعنی نسیم باغ میں آکر ادھر ادھر اسلئے پھرتی ہے کہ تیرے چہرہ کیطرح کوئی پھول اسے باغ میں نظر آئے۔

(۹) ترجمہ۔ بیوفاؤں کیطرح ہر وقت ایک (نیا) معشوق نہیں بنا سکتے۔ ہم ہیں اور اسکا آستانہ جتنے کہ بدن سے جان نکل جائیگی۔

یعنی جب تک زندہ ہوں اپنے معشوق کے دروازہ پر پڑا ہوں بیوفاؤں کی طرح روز نئے معشوق نہیں بناسکتا

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اٹھ تاکہ باغ کو تیرے قیامت جیسے قد سے سرو بھی بغل میں آجائے اور ناروَن بھی مل جائے۔

ناروَن۔ بفتح واو۔ انار کی ایک قسم ہے گلنار فارسی کہتے ہیں۔ اسکے پھول میں پنکھڑیاں بیشمار ہوتی ہیں نہایت سرخ ہوتا ہے اور جسامت میں گلسرخ کے برابر ہوتا ہے ایک خوش اندام۔ پربرگ و سایہ دار درخت کا نام بھی ہے۔

صاحب بہار عجم نے لکھا ہے کہ ناروُن بضم واو مبدل نارین کا ہے یعنی درخت انار۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو باغ میں آتا کہ باغ کو سرو اور ناروَن ہر دو مل جائیں (سرو و ناروَن سے باغ کی زینت ہوتی ہے) سرو بوجہ قامت اور ناروَن بوجہ گل رخسار۔

(۱۱) ترجمہ۔ جب حافظ کا نام مجلس میں آتا ہے تو عاشقوں کے گروہ میں ذکرش بخیر کہتے ہیں۔

یعنے جب مجلس میں حافظ کا ذکر ہوتا ہے تو عاشق کہتے ہیں کہ "یادش بخیر" یادش بخیر" صرف ایسے آدمی کے نام پر کہا جاتا ہے جو عزیز و محترم ہو۔ خواجہ صاحب کا مدعا یہ ہے کہ حلقۂ عشاق میں مجھے برگزیدہ خیال کیا جاتا ہے۔

غزل (۷۳)

در ازل ہر کو بفیض دولت ارزانی بود	۱	تا ابد جام مرادش ہمدم جانی بود
من ہمان ساعت کہ از می خواستم شد توبہ کار	۲	گفتم این شاخ ار دہد باری پشیمانی بود
خود گرفتم کافکنم سجادہ چون سوسن بدوش	۳	ہمچو گل بر خرقہ رنگ مے مسلمانی بود
خلوت ما را فروغ از عکس جام بادہ باد	۴	زانکہ کنج اہل دل باید کہ نورانی بود

بی چراغ جام در خلوت نمی آرم نشست	۵	وقت گل مستوری مستان ز نادانی بود
مجلس انس و بہار و بحث عشق اندر میاں	۶	جام می نگرفتن از جاناں گران جانی بود
ہمت عالی طلب جام مرصع گو مباش	۷	رندرا آب عنب یاقوت رمانی بود
نیکنامی خواہی ای دل با بدان صحبت مدار	۸	خود پسندی جان من برہان نادانی بود
گرچہ بی‌سامان نماید کار ما سہلش مبین	۹	کاندرین کشور گدائی رشک سلطانی بود
خوش بود خلوت ہم ای صوفی و لیکن گرد رو	۱۰	بادہ ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

(۱۱) دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنہان شراب
ای عزیز من گناہ آں بہ کہ پنہانی بود (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ ازل میں جو شخص دولت کے فیض کا سزاوار ہوا۔ ابد تک مراد کا پیالہ اسکا جانی رفیق رہیگا۔

ارزانی ۔(۱) ضد گرانی نرخ اشیا۔(۲) افزونی (۳) مجازاً بخشیدن و ایثار عطا کرنا۔(۴) لائق سزاوار مسلم۔ برقرار

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی نصیب میں روز ازل سے فیض دولت مقرر ہے وہ ابدالآباد تک بامراد اور کامران رہیگا

(۲) ترجمہ۔ میں نے اسی وقت جب شراب سے توبہ کار (یا توبہ گار) ہونا چاہا۔ تو کہا کہ اگر یہ شاخ کوئی پھل دیگی تو وہ پھل پشیمانی ہوگا۔

یعنے میں نے جس وقت توبہ کا ارادہ کیا تھا اسی وقت کہدیا تھا کہ اسکا نتیجہ پشیمانی ہوگا چنانچہ میں آخر توبہ سے پشیمان ہوا

اگر "کار" از مصدر کاشتن ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جب میں نے توبہ کا تخم بویا اسی وقت کہدیا تھا کہ اس درخت کا پھل پشیمانی ہوگا۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے فرض کیا کہ سوسن کیطرح سجادہ کندھے پر ڈالے رکھوں (لیکن کیا) پھول کیطرح خرقہ پر شراب کا رنگ بھی کوئی مسلمانی ہے؟

سوسن ایک قسم کی آسمانی رنگ کا پھول جسکی قسمیں ہیں اسکی شاخ بلند پتے پتلے پھول میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ جو کھل کر خمیدہ ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ شعرا اس پھول کو اکثر زبان سے تشبیہ دیتے ہیں سفید رنگ کے ایک سوسن کو سوسن آزاد کہتے ہیں۔ سوسن کو سجادہ بدوش اسلئے کہتے ہیں کہ اسکی بلند شاخ پر پنکھڑیاں مثل سجادہ کی ہوتی ہیں

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں سوسن کی طرح سجادہ تو کندھے پر لئے پھروں اور بڑا زاہد و عابد نظر آؤں لیکن گلسرخ

کی طرح خرقہ شراب سرخ سی رنگین ہی اسے کیا کروں۔ سجادہ بدوش ہنگر پرہیز گار تو نظر آؤنگا لیکن خرقہ پر شراب کے داغ تو کوئی مسلمانی کی علامت نہیں۔ حاصل کلام یہ ہی کہ بظاہر مسلمان تو ہنوں لیکن اپنی بدکرداریوں کو کسطرح چھپاؤں۔ حقیقت میں سجادہ بدوش اور می نوش بزرگوں یعنے ریاکار لوگوں کی حالت کا خاکہ ہی۔

(۴) ترجمہ۔ ہماری خلوت میں شراب کے پیالہ کی عکس کی روشنی ہونی چاہئی کیونکہ اہل دل کا گوشہ کو نورانی ہونا چاہئے یعنے اہل دل جس گوشہ تنہائی میں بیٹھیں وہ نورانی ہونا چاہئی۔ اور وہ نور پیالہ می کے عکس سی پیدا ہو سکتا ہی حاصل کلام یہ کہ دل میں نورِ عشق ہونا چاہئے۔

(۵) ترجمہ۔ پیالہ کی چراغ کے بغیر میں خلوت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ موسم بہار میں مستوں کی مستوری نادانی ہی۔ پہلے مصرعہ کا مطلب وہی ہی جو گذشتہ شعر کا ہی۔ وقت گل سی مراد موسم بہار۔ شراب خوری کیلئے موسم بہار نہایت موزوں وقت ہی ایسے موسم میں مستوری نادانی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ محبت کی مجلس ہی موسم بہار ہی اور عشق کی گفتگو درمیان ہی معشوق سی شراب کا پیالہ نہ لینا گراں جانی ہی گراں جانی۔ سستی کاہلی سخت جانی

یعنے ایسے حالات میں معشوق کی ہاتھ سی شراب نہ پینا بڑی غفلت ہے۔

(۷) ترجمہ۔ گوہر اور پیالہ نہ ہو ہمت بلند طلب کر۔ رند کے لئی شراب ہی یاقوت سرخ ہی۔

آب عنب۔ آب انگور۔ شراب سرخ یاقوت رُمانی۔ یاقوت چار رنگ کا ہوتا ہی (۱) سرخ (۲) زرد (۳) کبود (۴) سفید۔ یاقوتِ سرخ کی سات قسمیں ہیں (۱) بہرمانی (۲) رمانی (۳) ارغوانی (۴) وردی (۵) خمری (۶) خلی (۷) لحمی۔

مطلب یہ ہی کہ ہمت بلند ہونی چاہئی۔ پیالہ خواہ مرصع نہ ہی ہو۔ رندوں کی نزدیک شراب خود یاقوتِ سرخ ہی اور پیالہ کو مرصع کرتی ہی۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق		باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو	(سعدی)

(۸) ترجمہ۔ اے دل اگر تو نیکنامی چاہتا ہی تو بدوں سی صحبت نہ رکھ۔ اے میری جان خود پسندی نادانی کی دلیل ہی۔

پسر نوح با بداں بنشست		خاندانِ نبوتش گم شد	(سعدی)

"خود پسندی" کی بجائے بعض دیوانوں میں "بدپسندی" ہے۔

خود پسندی یعنے خود رائی۔ غرور۔ تکبر۔ دانا آدمی کبھی خود پسند نہیں ہوتا۔

	ز دعوی تہی آی تا پُر شوی		تو از خود پری زان تہی میروی

(۹) ترجمہ — اگرچہ ہمارا کام بے سامان نظر آتا ہے لیکن تو اسے آسان سمجھ کیونکہ اس ملک میں گداگری پر بادشاہی رشک کرتی ہے یعنی اگرچہ ہم بے سامان ہیں اور ظاہری اسباب ہمارے پاس نہیں لیکن ہمارے کار و بار آسانی سے چل جاتے ہیں کیونکہ ہم اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ملک عشق میں بے سرو سامانی پر سازو سامان بھی رشک کرتے ہیں۔

	چہ آزادند درویشاں ز آسیب گرانباری		چہ محتاجند سلطاناں باسباب جہانبانی
	بہ استغنا نیا کورا بود رنج دل آشوبی		خوشا درویشیا کورا بود گنج تن آسانی
	پس از سی سال روشن گشت بر خاقانی این معنے		کہ سلطانیست درویشی و درویشیست سلطانی
	گھر ہے اللہ کا، گھر بے سرو سامانوں کا		پاسبانوں کا یہاں نام نہ دربانوں کا

(۱۰) ترجمہ — اے صوفی خلوت بھی اچھی ہے بشرطیکہ اس میں شراب ریحانی اور ساقی مست شراب ریحانی ہو۔ ریحانی منسوب بہ ریحان۔ ریحان نازبو گیاہ خوشبودار کو کہتے ہیں یا ہر وہ سبز گیاہ جس کا ساقہ اور پھول نہ ہو یا وہ پھول جو زینت کے لئے آگتے ہیں (غیاث اللغات) یا وہ ریحانی وہ شراب ہے جس میں خوشبودار پھول ڈالے گئے ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ خلوت اچھی ہے بشرطیکہ اس میں خوشبودار شراب ہو اور ساقی بھی موجود ہو جو خود شراب سے مست ہو۔ اس شعر کا مطلب ایک اور طرح بھی بیان ہو سکتا ہے یعنی اے ساقی اگرچہ خلوت بذاتہ ایک اچھی چیز ہے لیکن اگر اس میں شراب اور ساقی بھی ہوں تو پھر اس سے خوشتر اور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اس صورت میں دوسرے مصرعہ کے بعد یہ عبارت محذوف ہو گی "خوشتر بود"

	مے اور کنج باغ ہو ساقی ہو مہر وش سا		اور ان محل نہ ہو کوئی باعث حجاب کا

(۱۱) ترجمہ — کل ایک مہربان نے کہا کہ حافظ چھپ کر شراب پیتا ہے اے مہربان میں نے یہی چاہا ہے کہ گناہ چھپ کر کیا جائے معترض کا الزام ہے کہ حافظ چھپ کر شراب نوشی کرتا ہے۔ خواجہ حافظ کا جواب ہے کہ گناہ چھپ کر ہی کرنا چاہئے (تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب نہ ہو)

غزل (۴۷)

۱ دلم بی جمالت صفائی ندارد	چو بیگانه کآشنائی ندارد
۲ متاع دل پاک عشاق مسکین	ببازار حسنش بہائی ندارد
۳ دلا جام و ساقی گلرخ طلب کن	کہ چوں گل زمانہ بقائی ندارد
۴ اگرچہ دلم رفت لیکن غمش نیست	بجز آں خم زلف جائی ندارد
۵ ازیں سینہ تنگ ترسم کہ تیرش	رود جائے وانگہ دوائی ندارد
۶ ہمہ چیز دارد دلارام لیکن	دریغا کہ با ما وفائی ندارد

(۷) چو ماہ است روشن کہ بی مہر رویش
دل و جان حافظ صفائی ندارد (۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میرا دل تیری جمال کے سوا صفائی نہیں رکھتا مثل اس بیگانہ کی جسکا کوئی آشنا نہ ہو۔
یعنی میرے دل میں تیری جمال کے نور کے بغیر صفائی پیدا نہیں ہوسکتی۔ میری حالت اس مسافر کیطرح ہے جسکا ملک میں کوئی دوست آشنا نہ ہو۔

اگر دوسرے مصرعہ میں "بیگانہ" کی بجائے "بیگانہ" پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ میرے دل کو تو تیرے دیدار کے بغیر صفائی حاصل نہیں ہوتی اور تو ایسا بیگانہ بنا ہے گویا تیرا کوئی آشنا ہی نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ مسکین عاشقونکے پاک دل کی متاع۔ اسکے حسن کے بازار میں کچھہ قیمت نہیں رکھتی۔
یعنے بازار حسن میں دل عاشق کی کچھہ حیثیت اور قیمت نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل جام شراب اور پھول کے رخسارہ والے ساقی کی طلب کر۔ کیونکہ پھول کیطرح زمانہ کو بقا نہیں۔
پھول چند روز میں مرجھا جاتے ہیں اسی طرح انسان کا عہد شباب بھی چند روزہ ہے اس لئے اب وقت ہے شغل دو ساقی کرلو

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ میرا دل جاتا رہا لیکن مجھے اسکا کچھہ غم نہیں (یا اسے کچھہ غم نہیں) کیونکہ اس حلقہ زلف کے سوا اسکی اور

کوئی جگہ نہیں۔
یعنی اگر میرا دل میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے تو کچھ غم نہیں۔ زلفِ معشوق کے خم میں ہوگا۔ وہی اسکی جگہ ہے۔

دل جاکر اسکی زلف گرہ گیر میں الجھا	اچھا ہوا دیوانہ تھا زنجیر میں الجھا	

(۵) ترجمہ۔ میرا پر تنگ سینہ سے ڈرتا ہوں کہ اسکا (معشوق کا) تیر کسی جگہ جائے (جالگے) اور پھر اس کا علاج نہ ہو۔
(۶) ترجمہ۔ معشوق تمام چیزیں رکھتا ہے لیکن افسوس کہ ہمارے ساتھ وفا نہیں رکھتا۔
اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱۲ ت ۲۵

جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب	کہ مہربانی ازاں طبع و خوئی آمد	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا دل اور جان چاند کیطرح روشن ہیں۔ کیونکہ معشوق کے چہرہ کے آفتاب کے بغیر ان میں کوئی صفائی نہیں۔
جسطرح چاند بذاتہ روشن نہیں۔ بلکہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہوتا ہے اسی طرح حافظ کا دل بھی محبوب کے رخسار کے نور کے بغیر روشن نہیں ہوسکتا۔ مطلب یہ ہے کہ تمام نور، صفا اور روشنی کا چشمہ محبوب مطلق کا چہرہ ہے۔

غزل (۷۵)

دل شوق لبت مدام دارد	۱	یارب ز لبت چہ کام دارد
جان شربت مہر و بادۂ شوق	۲	در ساغر دل مدام دارد
شوریدۂ زلف یار دائم	۳	در دام بلا مقام دارد
آخر نرسد کہ باز پرسیم	۴	کان دلبر ما چہ نام دارد
با یار کجا نشیند آن کو	۵	اندیشۂ خاص و عام دارد
خرم دل آن کسی کہ صحبت	۶	با یار علی الدوام دارد
تا صید کند دلے بشوخی	۷	بر گل ز بنفشہ دام دارد

(۸) حافظ چو رمی خوش ست مجلس
اسباب طرب تمام دارد (۸)

(۱) ترجمہ ۔ دل ہمیشہ تیری لب کا شوق رکھتا ہی۔ خدا جانے تیری لب سے وہ کیا مقصد رکھتا ہی؟
ظاہر ہے کہ بوسہ کی خواہش کرتا ہی۔

(۲) ترجمہ ۔ جان عشق کا شربت اور شوق کی شراب۔ ہمیشہ دل کے پیالہ میں رکھتی ہے۔
یعنے میرا ساغرِ دل ہمیشہ شرابِ عشق سے بھرا رہتا ہی یا ہمیشہ شرابِ عشق سے مست رہتا ہوں۔ نیز مدام معنی شراب صنعت ایہام ہی۔ ڈاکٹر اقبال جو شراب کے نام سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ

رہنِ ساقی خرقہ پرہیز او	مے علاجِ ہولِ رستاخیز او
نیست غیر از بادہ در بازار او	از دو جام آشفتہ شد دستار او

(۳) ترجمہ ۔ معشوق کی زلف کا شوریدہ ہمیشہ۔ بلا کی جال میں مقام رکھتا ہے۔
یعنے حلقۂ زلف خود ایک دامِ بلا ہے۔ اس لئے اسیرِ زلف ہمیشہ اسیرِ بلا رہتا ہی۔

(۴) ترجمہ ۔ کیا یہ بھی جائز نہیں (کیا یہ بھی نہیں ہو سکتا) کہ ہم پوچھیں کہ ہمارے اس دلبر کا کیا نام ہے
رسد ۔ (۱) فعل مضارع از مصدر رسیدن (۲) لائق (۳) غور کرنا (۴) متوجہ ہونا (۵) حصہ (۶) ممکن ہونا (۷) جائز ہونا۔

ہائے رے غفلت نہیں ہی آج تک اتنی خبر	کون ہی مطلوب میں جسکے طلبگاروں میں ہوں

(۵) ترجمہ ۔ وہ شخص معشوق کے پاس کب بیٹھ سکتا ہی جسکو خاص عام کا اندیشہ ہو۔
یعنے جو شخص دنیا میں مشغول ہو۔ اسے خدا نہیں ملتا

اے کہ مشغولِ کثرتی بخدا	سیر توحید را تو نشناسی

(۶) ترجمہ ۔ اس شخص کا دل خوش ہی۔ جو ہمیشہ معشوق کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔
فی الحقیقت جس شخص کو وصالِ دائم حاصل ہو وہ بہت خوش نصیب ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ تاکہ کسی دل کو شوخی سے شکار کرے۔ پھول پر بنفشہ کا جال رکھتا ہے۔
پھول سے مراد عارض۔ رخسارِ جاناں بنفشہ یعنے زلف

مطلب یہ ہی کہ معشوق نے اپنے چہرہ پر زلف کا جال پھیلا یا ہوا ہی۔ تاکہ جو شخص اسکے چہرہ پر نظر کرے اسکا دل جال میں گرفتار ہوجائے۔

حسن سبزت بخط سبز مرا کرد اسیر		دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم	

(۸) ترجمہ۔ جب مجلس تھوڑی دیر کیلئے بھی خوشی سے ہو۔ تو گویا) حافظ خوشی کی تمام اسباب رکھتا ہی۔
یعنے اگر مجلس احباب میں ایکدم بھی خوشی سے گذر جائے تو حافظ سمجھتا ہی کہ عیش و طرب کے تمام سامان مہیا ہیں۔

غزل (۷۶)

روبر رہش نہادم و بر من گذر نکرد	۱	صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد
سیل سرشک ما ز دلش کین بدر نبرد	۲	در سنگ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد
ماہی و مرغ دوش نخفت از فغان من	۳	وان شوخ دیدہ بین کہ سر از خواب بر نکرد
میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع	۴	او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
یارب تو آں جوان دلاور نگاہدار	۵	کز تیر آہ گوشہ نشیناں حذر نکرد
جانا کدام سنگدل بی کفایت ست	۶	کاو پیش زخم تیغ تو جاں را سپر نکرد
شوخی نگر کہ مرغ دل بال و پر کباب	۷	سودای خام عاشقی از سر بدر نکرد

(۸)	حافظ حدیث عشق تو از بسکہ دلکش ست نشنید کس کہ از سر رغبت بر نکرد	(۸)

غزل ہذا کے اشعار نمبر ۴-۶-۷ بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے اسکی راہ میں سر (چہرہ) رکھدیا لیکن وہ مجھ پر ہوکر نہ گذرا۔ اس لطف کی میں امید رکھتا تھا لیکن اس نے ایک نظر بھی نہ کی۔
مطلب یہ ہی کہ میں نے معشوق کی رہگذر میں بدیں امید سر رکھدیا کہ کبھی وہ اسطرف سے گذرے گا

آتے جاتے کبھی ٹھوکر وہ لگاہی دینگے		جم کے راہ میں ہم نقش کف پا ہوکر	

لیکن افسوس ہے کہ معشوق نے وہ رستہ ہی چھوڑ دیا۔ دوسرا مصرعہ بھی اسی امید وحرمان پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں معشوق سے صدہا لطف وکرم کی امید رکھتا تھا لیکن اس نے مجھ پر ایک نظر عنایت بھی نہ کی۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے آنسوؤں کی سیلاب نے اسکے دل سے کینہ دور نہ کیا۔ سنگِ سخت میں بارش کی قطرہ نے اثر نہ کیا۔

جسطرح سخت پتھر میں بارش کا قطرہ اثر نہیں کرسکتا اسی طرح میرے آنسوؤں نے معشوق کے پتھر جیسے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔

(۳) ترجمہ۔ کل میری نالہ وفغاں کے شور سے مچھلیاں اور پرندے بھی نہ سوئے لیکن اس شوخ چشم کو دیکھو کہ نیند سے سر نہ اٹھایا

کل یعنے گذشتہ رات۔ شبِ ہجراں۔

(۴) ترجمہ۔ میں چاہتا تھا کہ اسکے قدموں میں شمع کیطرح جان دیدوں لیکن اس نے نسیمِ سحر کیطرح میری طرف گذر تک نہ کیا۔

میرمش اندر قدم۔ یعنی میرم اندر قدمش۔

شمع نسیم سحر کے آنے پر بجھہ جاتی ہے گویا نسیم سحر کے قدموں میں جان دیتی ہے عاشق سوختہ جان کی بھی آرزو ہے کہ وہ معشوق کے قدموں میں جان دے۔ لیکن معشوق ادہر کا رخ ہی نہ کرے تو ناچار کیا کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خدا تو اس دلاور جوان کو محفوظ رکھ کہ جس نے گوشہ نشینوں کے آہ کے تیر سے پرہیز نہ کیا۔

یعنی معشوق گوشہ نشینوں کی تیرِ آہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ اے خدا ایسے دلاور آدمی کا تو نگہبان ہو

(۶) ترجمہ۔ اے جان وہ کون بے کفائت سنگدل ہے۔ جس نے تیری تلوار کی زخم کے سامنے جان کو ڈھال نہ بنایا

کفائت۔ کافی ہونا۔ بہت ہونا۔ سرانجام کرنا۔ فائدہ اٹھانا۔ بے کفائت یعنی غیر مستفید۔ سود فراموش زیاں کار۔

یعنے کوئی ایسا زیاں کار سنگدل آدمی نہیں جسکی جان پر تیری خنجر کا زخم نہ ہو۔

(۷) ترجمہ۔ شوخی دیکھ کہ مرغِ دل جسکے بال و پر کباب ہوچکے ہیں۔ عاشقی کی سودائے خام کو سر سے نہیں نکالتا

یعنے مرغِ دل کی شوخی دیکھ کہ آتش عشق سے بال و پر سوختہ ہوجانیکے باوجود بھی عشق کی سودائے خام سے باز نہیں آتا

رفتم اندر تہِ خاک انس بتا نم باقیست		عشق جانم برپود آفتِ جانم باقیست

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تیرے عشق کی حکایت نہایت ہی دلکش ہے کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اسی شاد اور رغبت سے

حفظ نہ کر لیا۔

حدیث عشق سے مراد خواجہ صاحب کا عاشقانہ کلام

خواجہ صاحب کے کلام کی دلکشی اور اسکے حفظ کر لینے کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۶۔۴۷ سوانحمری۔

غزل (۷۷)

	#	
راهی بزن که آهی بر ساز آن توان زد	۱	شعری بخوان که با او رطل گران توان زد
بر آستان جانان گر سر توان نهادن	۲	گلبانگ سربلندی بر آسمان توان زد
در خانقه نگنجد اسرار عشق و مستی	۳	جام می مغانه هم با مغان توان زد
شد رهزن سلامت زلف تو وین عجب نیست	۴	گر راهزن تو باشی صد کاروان توان زد
گر دولت وصالت خواهد دری گشودن	۵	سرها بدین تخیل بر آستان توان زد
قد خمیده ما سهلت نماید اما	۶	بر چشم دشمنان تیر از این کمان توان زد
از شرم در حجابم ساقی تلطفی کن	۷	باشد که بوسه چند بر آن دهان توان زد
بر جویبار چشمم گر سایه افکند دوست	۸	بر خاک رهگذارش آب روان توان زد
درویش را نباشد منزل سرای سلطان	۹	مائیم و کهنه دلقی کاتش در آن توان زد
اهل نظر دو عالم در یک نظر ببازند	۱۰	عشق است و داو اول بر نقد جان توان زد
با عقل و فهم و دانش داد سخن توان داد	۱۱	چون جمع شد معانی گوی بیان توان زد
عشق و شباب و رندی مجموعهٔ مراد است	۱۲	ساقی بیا که جامی در این زمان توان زد

(۱۳) **حافظ** بحق قرآن کز زرق و شید باز آ
باشد که گوی عیشی در این میان توان زد (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ ایسی ساز زندگی کر کہ اس کے ساز پر آہ کی جا سکے۔ کوئی ایسا شعر پڑھ جس پر شراب کا بڑا پیالہ پیا جا سکے۔

راہ زدن - سرود کہنا نغمہ سرائی - ساز زندگی - ساز بجانا - باجہ بجانا -
مطلب یہ ہی کہ اے مطرب کوئی ایسا راگ شروع کر جسکے وزن پر ہم آہ کرسکیں یعنی حالتِ وجد میں ہماری آہیں یا ہائے وہو اسی طرز و انداز اور اسی وزن میں ہو جسمیں تمہارا سرود اور ایسے شعر سنا کہ ایک ایک شعر پر ایک ایک پیالہ پیتے جائیں (عموماً حالتِ وجد کی ہائے وہو مطرب کے سرود و ساز کے مطابق اور ہم مقام ہوجاتی ہی)
راہ زدن اور آہ زدن کا مقابلہ لطیف -
(۲) ترجمہ - معشوق کی آستان پر اگر سر رکھ سکیں تو سربلندی کی نعرہ ہائے طرب انگیز آسمان تک پہنچائے جا سکتے ہیں -
یعنے درِ جاناں کی خاک بوسی اگر نصیب ہوجائے - تو بڑی رفعت و عزت حاصل ہوتی ہے -
(۳) ترجمہ - عشق و مستی کی اسرار خانقاہ میں نہیں سماتے بشراب مغانہ کی جام صرف مغوں کے ساتھ ہی پیے جا سکتے ہیں بادہ نوشی کیلیے موزوں جگہ بزمِ رنداں و خرابات مغاں ہی - اسی طرح عشق و مستی کیلیے بھی سب سے اچھی جگہ محفلِ عشاق ہی - زاہدوں کی خانقاہ میں ایسی چیزیں نہیں ملتیں - حاصل کلام یہ ہی کہ عشقِ الٰہی خانقاہ و مسجد کی اعتکاف سے پیدا نہیں ہوسکتا - زہد و عبادت کے علاوہ دل میں سوز اور محبت چاہیے اور پیرِ مغاں کی صحبت کا فیض

زہر کنج خراباتِ مغاں برخاست جمشیدے	کسے از حلقہ پرہیزگاراں بر نمی خیزد

(۴) ترجمہ - تیری زلف سلامتی کی رہزن ہو گئی ہی اور یہ کچھ عجیب بات نہیں اگر تو رہزن ہو تو سو قافلے لوٹے جاسکتے ہیں -
یعنی تیری زلف نے دلِ عشاق کی سلامتی لے لی ہی اور انکو پریشان کر دیا ہی کیوں نہ ہو اگر تجھ جیسے رہزن ہوں تو کسی قافلہ کی خیر نہیں - یعنے تیری عہد میں کاروانِ دل کی سلامتی ناممکن ہی -
(۵) ترجمہ - اگر تیری وصال کی دولت دروازہ کھولدی - تو اس خیال میں کئی سر آستانہ پر پٹک سکتے ہیں -
قاعدہ ہی کہ دروازہ پر دستک دینے سی دروازہ کھولدیا جاتا ہی - خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ اگر عشاق کو یہ خیال ہو کہ تیری وصال کا دروازہ کھولدیا جائیگا تو بجائے دستک کے کئی سر دروازہ پر پٹک دیں - یعنی اس امید میں کہ دروازہ کھلے گا عاشق بجائے دستک کے اپنے سر دروازہ سی ٹپکینگے -
(۶) ترجمہ - ہمارا خمیدہ قد تجھی حقیر نظر آتا ہی لیکن تیری دشمنوں کی آنکھوں میں تیر کمان ہی سی مارا جاسکتا ہی -
سہل - (۱) آسان (۲) ہموار زمین (۳) مجازاً حقیر - بے قدر - کم حیثیت -
مطلب یہ ہی کہ ہمارا قدِ خمیدہ کوئی حقیر چیز نہیں ہی - یہ ایک کمان ہی جس سی تیری دشمنوں کی آنکھوں میں تیر

مارا جاسکتا ہی یعنی تیری عشق میں مجھ خمیدہ قد دیکھکر تیری اعدا کی آنکھوںمیں تیر لگتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ میں بوجہ شرم حجاب میں ہوں اے ساقی مہربانی کر تاکہ چند بوسے اس دہن کے لئے جاسکیں۔
مطلب یہ ہی کہ میں بوجہ شرم و حجاب اتنی جرأت نہیں کرسکتا کہ دہن معشوق کی بوسی لوں۔ اے ساقی براہ لطف و کرم مجھے ایک جام شراب دے تاکہ بوجہ مستی میلر حجاب حیا دور ہو اور اسکو دہن کی بوسے سے لے لوں۔

یارا دہر بدمست میں بیخود تکلف برطرف
ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا

مرزا غالب بھی عذر مستی سے کام نکالنا چاہتے ہیں۔

ہم بھی کھل جاویں بوقت مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

(۸) ترجمہ۔ میری آنکھوں کی جوئبار پر اگر معشوق سایہ ڈالے۔ تو اسکے راستہ کی خاک پر آب رواں جاری کرسکوں۔
بوجہ کثرت گریہ آنکھوں کو جوئبار کہا ہی اور سایہ سرو کے نیچے جوئبار کا جاری ہونا ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ درویش کی منزل محل سلطانی نہیں ہوتا۔ ہم ہیں اور ایک پرانی گدڑی کہ اس میں آگ بھی لگائی جاسکتی ہی یعنے ہم درویشوں کو اسباب جاہ اور محلِ شاہی سے کیا غرض ایک پرانی گدڑی ہی جسکی ہونے نہ ہونیکا کوئی غم نہیں چاہیں تو اسے بھی آگ لگادیں۔

خاک نشینی ست سلیمانیم
ننگ بود افسر سلطانیم

ہشت صد و پنجہ و سہ سال کہ سے پوشش
کہنہ نہ شد چادر عریانیم

(۱۰) ترجمہ۔ اہل نظر دو نوجہانوں کو ایک نظر میں ہار دیتے ہیں عشق کی بازی) ہی اور پہلا داؤ صرف نقد جان پر ہی لگاسکتے ہیں

داؤ۔ (۱) دیوار (۲) قمار میں جیتنا (۳) نوبت قمار۔ جوئے کا داؤں (۴) حیلہ۔

مطلب یہ ہی کہ قمار عشق میں دل اور جان تو پہلے داؤں میں ہی ہار جاتے ہیں

قمار عشق میں اب کیا لگا سکینگے آزاد
جو نقد دل تھا وہ پہلے ہی ہار بیٹھے ہیں

آخر کار عاشق اسی بازی میں دنیا و عاقبت بھی ہار دیتا ہی۔ اور حقیقت یہ ہی کہ جب دل ہار دیا تو سمجھو کہ دونوجہان ہار دیئے

کونین تک بھی ملتی جو دل کی مجھکو قیمت
افسوس اک نگاہ پر میں اسکو تال آیا

عاشق کو دنیا اور عقبے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اسکا مطلوب صرف معشوق ہی دین اور دنیا کی اسکی سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ دوزخ و بہشت سے مستغنی ہی حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اہل عقبیٰ سود برد و طالب دنیا زیاں		گرمی بازار او سود و زیانِ من بسوخت

(۱۱) ترجمہ - عقل فہم اور دانائی سے سخن کی داد دیسکتے ہیں جب معانی جمع ہوگئے - تو بیان کی گیند ماری جاسکتی ہے -
مطلب یہ ہے کہ مطالب معانی جمع کرنے کے لئے عقل و فہم کی ضرورت ہے اور جب مضامین جمع ہوگئے تو نظم یا نثر میں ہر طرح ادا ہو سکتے ہیں -

(۱۲) ترجمہ - عشق جوانی اور رندی مرادوں کا مجموعہ ہے - آسانی آگئی شرکت پیالہ ابھی وقت پایا جاسکتا ہے -
یعنی عشق عہد شباب اور رندی کے ساتھ شراب ضروری ہے - مرادوں کے دن ہیں اے ساقی جام شراب لا
بعض قلمی دیوانوں میں اس شعر کی بجائے شعر ذیل ہے -

بر عزم کامرانی فالے بزن چہ دانی		ممکن کہ گوئے عشرت در آں میاں تواں زد

(۱۳) ترجمہ - اے حافظ تجھکو قرآن کا واسطہ ہے کہ مکر و ریا سے باز آ - تاکہ ممکن ہے تو گوئے عیش لیجا سکے -
خواجہ صاحب اپنے آپ کو مخاطب کر کے بواسطہ قرآن مکر و فریب سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں فی الحقیقت یہ زاہدانِ ریاکار کو نصیحت ہے کہ قرآن کریم کو دام تزویر نہ بنائیں - کیونکہ اسی میں نجات اور سعادت ہے -
خواجہ صاحب حافظ قرآن تھے اس لئے قرآن کا واسطہ دیا ہے - کہ حافظ ہو کر تو ایسے کام نہ کر بعض دیوانوں میں شعر مذکور کی بجائے شعر ذیل ہے -

حافظ بحق قرآں کز زہد زرق بگریز		باشد کہ گوئے دولت بربام جاں تواں زد

غزل (۷۸)

روز وصل دوستداراں یاد باد	۱	یاد باد آن روزگاراں یاد باد
این زماں درکس وفاداری نماند	۲	زان وفاداراں و یاراں یاد باد
کامم از تلخی غم چوں زہر گشت	۳	بانگ نوش بادہ خواراں یاد باد
من کہ در تدبیر غم بیچارہ ام	۴	چارۂ آں غمگساراں یاد باد
گرچہ یاراں فارغ اند از یاد من	۵	از من ایشاں را ہزاراں یاد باد
مبتلا گشتم دریں دام بلا	۶	کوشش آں حق گذاراں یاد باد

(۷)	رازِ حافظ بعد ازیں ناگفتہ ماند ای دریغ از رازداراں یاد باد	(۷)

(۱) ترجمہ۔ دوستوں کے وصل کا زمانہ یاد رہے۔ وہ زمانہ یاد رہے یاد رہے۔
خواجہ صاحب نے یہ غزل "یادِ ایامِ عشرتِ فانی" پر لکھی ہے۔ گذرے ہوئے زمانہ کو یاد کرتے ہیں اور موجودہ اور گذشتہ حالت کا مقابلہ کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اس زمانہ میں کسی میں وفاداری نہیں۔ ان وفاداروں اور یاروں کی یاد بخیر ہو۔

(۳) ترجمہ۔ میرا تالو غم کی تلخی سے زہر کی مانند ہو گیا۔ شراب خواروں کی وہ شیریں آواز یاد ہو!
خواجہ صاحب گذشتہ بادہ نوشی کی شیریں آواز کی یاد سے ہی منہ میٹھا کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں چونکہ غم کے علاج میں بے بس ہوں۔ ان غمگساروں کے علاج کی یاد بخیر ہو۔
یعنے غمِ عشق کی اب کوئی تدبیر نہیں۔ عہدِ گذشتہ کے غمگساروں کی یاد بخیر!

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ دوست میری یاد سے فارغ ہیں لیکن میں انکو ہزار بار یاد کرتا ہوں۔

	عمرت دراز باد فراموشگار من		یادم نمے کنی و زیادم نمے روی	

(۶) ترجمہ۔ میں اس بلا کی جال میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ ان حق گذاروں کی کوشش یاد آتی ہے۔
یعنے ان دوستوں کی یاد بخیر جو دامِ بلا سے رہا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے راز کا اسکے بعد افشا نہ کرنا اچھا ہے۔ افسوس! وہ رازدار یاد آتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ اب کوئی محرمِ راز نہیں جس کے سامنے رازِ دل بیان کریں عہدِ قدیم کے رازدار یاد آتے ہیں۔

	معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا		اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں	

غزل (۷۹)

(46)

چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند	۱	رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند

من ارچه در نظر یار خاکسار شدم	۲	رقیب نیز چنین محترم نخواهد ماند
چو پرده دار بشمشیر میزند همه را	۳	کسی مقیم حریم حرم نخواهد ماند
توانگرا دل درویش خود بدست آور	۴	که مخزن زر و گنج درم نخواهد ماند
غنیمتی شمر ای شمع وصل پروانه	۵	که این معامله تا صبحدم نخواهد ماند
سروش عالم غیبم بشارتی خوش داد	۶	که بر در کرمش کس دژم نخواهد ماند
برین رواق زبرجد نوشته اند بزر	۷	که جز نکوئی اهل کرم نخواهد ماند
سرود مجلس جمشید گفته اند این بود	۸	که جام باده بیاور که جم نخواهد ماند
چه جای شکر و شکایت ز نقش نیک و بد است	۹	که کس همیشه گرفتار غم نخواهد ماند

(۱۰)	ز مهربانی جانان طمع مبر حافظ که نقش جور و نشان ستم نخواهد ماند	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ خوشخبری پہنچی ہے کہ غم کے دن نہیں رہینگے۔ وہ حالت نہیں رہی یہ حالت بھی نہیں رہیگی۔

نیز اور ہم کا اجتماع برائے ضرورت شعری اور زینتِ کلام۔

مطلب یہ ہے کہ خوشی اور غم دونوں گذر جاتی ہیں۔ ہمیشہ یک حالت نہیں رہتی۔ غم کی حالت میں بھی امید میں خوش رہنا چاہئے کہ یہ حالت چندروزہ ہے اور خوشی کے دن بھی آنے والے ہیں۔

بہار رفت و خزان ہم بجا نخواهد ماند	ظہیر فاریابی	چنانکہ در کفِ خوبان حنا نخواهد ماند	

یہی مضمون یہ ہے۔

ز حادثاتِ جہانم ہمین پسند آید		کہ زشت و خوب بد و نیک در گذر دیدم	

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت		تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت	

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ (ہر آینہ مشکل کے متصل آسانی ہے البتہ مشکل کے متصل آسانی ہے) (الانشراح) تلک الایام نداولہا بین الناس

(۲) ترجمہ۔ میں اگرچہ معشوق کی نظر میں خاکسار ہو گیا ہوں رقیب بھی (ہمیشہ) اسی طرح محترم نہیں رہیگا۔

آج میں دوست کی نظروں میں ذلیل ہوں اور رقیب محترم ہے لیکن ہمیشہ یہی حالت نہ رہیگی کبھی رقیب بھی میری طرح ذلیل ہوگا اور میں محترم ہونگا۔

یہ مانا کہ آج خنجر اُنکو بھی نہیں رہیگا	کمر میں قاتل کرا دستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہیگا

(۳) ترجمہ۔ جب پردہ دار تلوار سے سب کو مارتا ہے تو کوئی بھی حریم حرم کا مقیم نہیں رہیگا۔
دربان کی سخت گیری کا نتیجہ ہے کہ کسی کو بزم محبوب میں باریاب نہیں ہونے دیتا اور حریم راز تک فی الحقیقت وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حباب اسا محیطِ عشق ہے جو پار اترتے ہیں	گذر ہماں میں اپنا مسر دیکھیے پاؤں دھرتے ہیں

(۴) ترجمہ۔ اے تونگر اپنے درویش گدا کو ہاتھ سے مت چھوڑ کیونکہ سونے کا مخزن اور درم کا خزانہ (ہمیشہ) نہیں رہیگا
تونگر سے مراد معشوق اور زر و درم سے مراد دولتِ حسن بھی ہو سکتی ہے۔
(۵) ترجمہ۔ اے شمع پروانہ کے وصل کو غنیمت جان۔ کیونکہ یہ معاملہ صبح تک نہیں رہیگا۔
صبح کے وقت شمع گل کر دیجاتی ہے اسی طرح حسن بھی ناپائدار ہے لہذا معشوق کو چاہیئے کہ وصالِ عاشق کو غنیمت سمجھے۔ تقریباً وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر کا ہے۔
(۶) ترجمہ۔ عالمِ غیب کے فرشتے نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اس (معشوق) کی بخشش کے دروازہ پر کوئی محروم نہیں رہیگا
سُرُوش بفتحتین۔ نام جبرئیل علیہ السلام۔ ہر ایک فرشتہ کا نام جو خوشخبری لائے۔ دژم بفتحتین افسردہ۔ اندوہگین یا بکسر اول و فتح ثانی آشفتہ۔
مطلب یہ ہے کہ محبوبِ حق کے دروازہ سے کوئی محروم نہیں آتا۔ اسکا فیض عام ہے۔ سورہ زمر میں ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہ (میری طرف سے میرے اُن بندوں کو جنہوں نے اپنے نفس پر از حد گناہ کیا۔ کہو کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوں ہر آئینہ خدا تمام گناہوں کو بخشدیتا ہے۔ ہر آئینہ خدا بخشنے والا اور مہربان ہے) کہتے ہیں کہ تمام آیاتِ قرآنی سے یہ آیت بہترین اور امید افزا ترین ہے۔
(۷) ترجمہ۔ آسمان پر آبِ زر سے لکھا ہے کہ اہل کرم کی نیکی کے بغیر کچھہ چیز (دنیا میں) نہ رہیگی
رواق۔ وہ چھت جو مکان کے سامنے بنایا جاتا ہے۔ چھت کا وہ حصہ جو مکان سے بڑھا ہوا ہوتا ہے پیشگاہ خانہ۔ پردہ۔ زبرجد۔ ایک سبز رنگ زردی مائل جوہر کا نام۔ زمرد کی ایک قسم رواق زبرجد۔ یعنی آسمان۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں البتہ اہل کرم کی نیکی باقی رہتی ہے۔

بماند نام نکوئش بہ نیکوئی مشہور		نماند حاتم طائی ولیک تا بہ ابد

اسی مضمون پر ہے۔

کہ دست کرم بہ ز بازوے زور		نوشتہ است بر گور بہرام گور
ولیکن نہ بردیم با خود بگور		گرفتیم عالم بمردی و زور

(۸) ترجمہ — کہتے ہیں کہ جمشید کا راگ یہ تھا کہ شراب کا پیالہ لاؤ کیونکہ جمشید نہیں رہیگا۔
یعنی بزم جمشید میں ہمیشہ یہ گیت گایا جاتا تھا کہ زندگی مستعار ہے جام شراب لاؤ۔ کہ وقت خوشی سے گذرے
دیکھو شعر ت +

(۹) ترجمہ — نیک اور بد نقش پر شکر و شکایت کا کیا موقعہ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص ہمیشہ گرفتار غم نہیں رہیگا
یعنی خوشی کے وقت خوش اور زندگی در غم کے وقت ناشاد ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی۔

کہ آئین جہاں گاہی چنین گاہے چنان باشد		ز رنج و راحت گیتی مرنجان دل و شو دلشاد

(۱۰) ترجمہ — اے حافظ معشوق کی مہربانی سے ناامید نہ ہونا کیونکہ ظلم اور ستم کا نشان نہیں رہیگا۔
مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں لفظ جور کی جگہ لفظ قہر ہے سنہ ۱۲۲۴ھ اور سنہ ۱۱۱۶ھ کی قلمی دیوانوں میں لفظ جور
ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جور و ستم ہمیشہ نہیں رہتے۔ محبوب کی مہربانی سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔

قہر بر وی چون غبار از غش است		اصل نقدش لطف و داد و بخشش است

غزل (۸۰)

پیش تو گل رونق گیاہ ندارد	۱	روشنی طلعت تو ماہ ندارد
ملک نگیرد اگر سپاہ ندارد	۲	جانب دلہا نگاہدار کہ سلطان
جانب ہیچ آشنا نگاہ ندارد	۳	دیدہ ام آن چشم دل سیہ کہ تو داری
ہیچ شہی چون تو این سپاہ ندارد	۴	ای شہ خوبان بعاشقان نظری کن

نی من تنها کشم تطاول زلفت	۵	کیست که او داغ این سیاه ندارد
شوخی نرگس نگر که پیش تو بشگفت	۶	چشم دریده ادب نگاه ندارد
رطل گرانم ده ای مرید خرابات	۷	شادی شیخی که خانقاه ندارد
گو برو و آستین بخون جگر شوی	۸	هر که درین آستانه راه ندارد
تا چه کند با رخ تو دود دل من	۹	آینه دانی که تاب آه ندارد
خون خور و خامش نشین که آن دل نازک	۱۰	طاقت فریاد دادخواه ندارد
گوشه ابروی تست منظر چشمم	۱۱	خوشتر ازین گوشه پادشاه ندارد

(۱۲)　حافظ اگر سجده تو کرد مکن عیب　(۱۲)

کافر عشق ای صنم گناه ندارد

(۱) ترجمہ - تیری چہرہ کی سی روشنی چاند بھی نہیں رکھتا تیرے منہ کے پھول گھاس کی رونق بھی نہیں رکھتا۔

بمیزان نظر حسن ترا با ماه سنجیدم		میان این و آن فرق زمین و آسمان دیدم	(اصغر)
کون آیا یہ چمن میں کہ خجالت تھی سے		ڈھ گئے زردی میں رخ عالم معزول ہی پھول	(امیر مینائی)

(۲) ترجمہ - دلوں کی طرف نگاہ رکھ کیونکہ بادشاہ ملک فتح نہیں کرسکتا اگر سپاہ نہ ہو۔

یعنی عاشقوں کی دلداری کر کیونکہ انکے دل تیرا لشکر ہیں اور بادشاہ کے لئے لشکر کی دلجوئی ضروری ہے۔

(۳) ترجمہ - میں نے سیاہ والی آنکھ کو جو تو رکھتا ہے دیکھا ہے کہ کسی آشنا کیطرف نظر نہیں کرتی۔

یعنی تیری سیاہ آنکھ عاشقوں کی طرف نظر نہیں کرتی آنکھ کو دل سیاہ کہا کیونکہ آنکھ سیاہ ہوتی ہے اور خصوصاً بلحاظ سیاہی ہی مردم چشم۔

(۴) ترجمہ - اے حسینوں کی بادشاہ عاشقوں کی طرف نظر کر کیونکہ کوئی بادشاہ تیری طرح یہ فوج نہیں رکھتا۔

شاہ و سپاہ کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر (۲) غزل ہذا۔

(۵) ترجمہ - صرف میں ہی تیری زلف کی ستم نہیں اٹھاتا۔ کون ہے جسکی دل میں اس سیاہ کا داغ نہ ہو

تطاول - دراز دستی (تطویل) ظلم۔ زلف (بوجہ درازی) و تطاول کی رعائت ظاہر۔

سیاہ - بمعنے زلف

(۶) ترجمہ - نرگس کی شوخی دیکھ کہ تیرے سامنے شگفتہ ہوئی - بے حیا کو ادب کا پاس نہیں۔

چشم دریدہ - بے ادب شوخ چشم - بے حیا۔ نرگس کو چونکہ آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں اسلئے رعایت نرگس و چشم دریدہ ظاہر

مطلب یہ ہے کہ نرگس بہت بے ادب ہے کہ اپنی آنکھ کو معشوق کی آنکھ کے مقابلہ میں لاتی ہے۔

(۷) ترجمہ - خرابات کے مرید مجھے شراب کا بڑا پیالہ دے کہ اس شیخ کی خوشی (کے شکرانہ) میں جو خانقاہ نہیں رکھتا

مطلب یہ ہے کہ شیخ بے خانقاہ یعنی پیر خرابات کی خوشحالی کے شکرانہ میں شراب کا پیالہ دے۔ شادی شیخ

یعنی بشادی شیخ

(۸) ترجمہ - کہو کہ جا اور خونِ جگر سے آستین دھوئے جو شخص کہ اس آستانہ میں راہ نہ رکھتا ہو۔

یعنے جو شخص آستانۂ معشوق یا میخانہ کیطرف نہ آئے یا جس شخص کا مقام عشق میں گذر نہ ہو۔ وہ ہمیشہ خونِ

جگر سے آستین دھوتا رہیگا - محروم اور بد نصیب ہوگا اور رو رو کے آنسو بہاتا رہے گا۔

(۹) ترجمہ - دیکھیو کہ تیرے چہرہ کے ساتھ میرے دل کا دھواں کیا کرتا ہے تو جانتا ہے کہ آئینہ آہ کی تاب نہیں رکھتا

مطلب یہ ہے کہ جسطرح آئینہ بوجہ صفائی اور نزاکت کے سانس - آہ یا دم کی تاب نہیں رکھتا اور مکدر ہو جاتا ہے

اسی طرح تیرا چہرہ جو آئینہ کیطرح صاف ہے میرے دل کے دھوئیں یعنی آہوں کی تاب نہیں لا سکیگا اسلئے مجھے میری

آہوں سے پرہیز کرنا چاہئے - خواجہ صاحب نے عاشقانہ پہلو اختیار کیا ہے - ورنہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون

کو مصحانہ انداز میں تیز تر الفاظ میں بیان کر چکے تھے۔

آتشِ سوزان نکند با سپند		آنچہ کند دودِ دلِ مستمند	

(۱۰) ترجمہ - خون پی اور خاموش ہو کر بیٹھ کہ وہ نازک دل دادخواہ کی فریاد کی طاقت نہیں رکھتا۔

یعنی معشوق نازک دل ہے اسکا دل عاشقوں کی فریاد کی تاب نہیں لا سکتا اسلئے خون جگر پی اور چپ فریاد نہ کر۔

آہستہ گو کہ خاطرِ دلدار نازک است		باریکہ ہر نمے کشد این تار نازک است	

(۱۱) ترجمہ - میری آنکھوں کا منظر تیرا گوشۂ ابرو ہے - بادشاہ بھی اس سے بہتر (زیادہ خوبصورت) گوشہ نہیں رکھتا

بعض قلمی دیوانوں میں "منظر چشم" کی بجائے "منزل جانم" ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میرے نظارہ کے لئے تیرے ابرو کا گوشہ ہے - بادشاہوں کو بھی اس سے بہتر منظر نصیب نہیں۔

(۱۲) ترجمہ - حافظ نے اگر محراب کو سجدہ کیا ہے تو عیب نہ لگا۔ اے صنم عشق کے کافر کے لئے (ایسا کرنا) گناہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میں کافر عشق ہوں اپنے محبوب کی پرستش کرتا ہوں - گویا بت پرست ہوں - اسلئے

میرے مذہب میں معشوق کو سجدہ کرنا گناہ نہیں

غزل (۸۱)

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید	۱	وظیفہ گر برسد مصرفش گل است و نبید
صفیر مرغ برآمد بط شراب کجاست	۲	فغان فتاد بہ بلبل نقاب گل کہ درید
ز روی ساقی مہوش گلی بچین امروز	۳	کہ گرد عارض بستان خط بنفشہ دمید
چنان کرشمہ ساقی دلم ز دست ببرد	۴	کہ با کسی دگرم نیست برگ گفت و شنید
من این مرقع رنگین چو گل بخواہم سوخت	۵	کہ پیر بادہ فروشش بجرعہ نخرید
بکوی عشق منہ بی دلیل راہ قدم	۶	کہ گم شد آنکہ درین رہ برہبری نرسید
ز میوہ ہای بہشتی چہ ذوق دریابد	۷	کسی کہ سیب زنخدان شاہدی نگزید
مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق ادب	۸	براحتی نرسید آنکہ زحمتی نکشید
عجائب رہ عشق ای رفیق بسیار ست	۹	ز پیش آہوی این دشت شیر نر برمید
خدای را مددی ای دلیل راہ حرم	۱۰	کہ نیست بادیہ عشق را کرانہ پدید
گلی بچید ز بستان آرزو دل من	۱۱	اگر نسیم مروت درین چمن نوزید
شراب نوش کن و جام زر بصوفی دہ	۱۲	کہ پادشہ ز کرم جرم صوفیان بخشید

(۱۳) بہار میگذرد دادگسترا دریاب
کہ رفت موسم و حافظ ہنوز می نچشید (۱۳)

(۱) ترجمہ - خوشخبری پہنچی ہے کہ بہار آئی اور سبزہ اُگا ہے اگر وظیفہ پہنچ جاوے تو اسے گل و مل پر صرف کریں۔
نبید - خرما اور جو وغیرہ سے بنی ہوئی شراب - دراصل لفظ نبیذ ہے فارسی استعمال میں نبید پڑھنا بھی درست ہے

تحقیق حروف دال و ذال

دال اور ذال ایک دوسرے کی بجائے فارسی میں استعمال ہوئے ہیں اور کئی دفعہ دال کے مقابلہ میں قافیہ ذال ہوتا ہے۔ مثلاً مولانا روم فرماتے ہیں۔

چوں در افگندت دریں آلودہ زود		دمبدم میخواں و مبدم قل اعوذ

دال و ذال کے متعلق طوسی نے یہ رباعی لکھی ہے۔

آنانکہ بفارسی سخن میرانند		درمعرض دال ذال بنشانند
ماقبل وے ار ساکن جز وای بود		دال است وگرنہ ذال معجم خوانند

گویا طوسی کے نزدیک اگر د۔ الف۔ ی۔ ساکن ماقبل ہو تو ذال پڑھیں گے ورنہ دال مثلاً دمید کو دمیذ پڑھینگے کیونکہ حرف ماقبل ی ساکن ہے پس اس شعر میں نبیذ (لفظ عربی) کے مقابل میں دمیذ پڑھنا چاہیے لیکن عام استعمال میں دمید کے مقابل نبیذ کو نبید پڑھتے ہیں۔ اسی اصول پر ایک اور شاعر نے کہا ہے

تعین دال و ذال کہ در مغرب قند		ز الفاظ فارسی بشنو زانکہ مبہم است
حرفے صحیح و ساکن اگر پیش از و بود		دال است و ہر چہ ہست جز ایں ذال معجم است

یعنے اگر ماقبل حرف صحیح ساکن ہو تو دال پڑھینگے مثلاً کرد۔ اگر ماقبل و۔ آ۔ ی۔ ساکن ہو تو ذال پڑھیں گے۔ مثلاً دمید کو دمیذ پڑھینگے۔ حکیم انوری کی رباعی ہے۔

دستت بسخا چوں ید بیضا بنمود		از جود تو بر جہاں جہانے افزود
کس چوں تو سخی نہ ہست نہ خواہد بود		گو قافیہ ذال شوز ہے عالم جود

انوری نے اختلاف قافیہ پر معذرت کی ہے ظاہر ہے کہ اصول بالا جو فارسی الفاظ پر حاوی ہے۔ عربی الفاظ پر اسکا اطلاق نہیں۔ پس لفظ جود جو عربی ہے وہ جود ہی صحیح ہے۔ لیکن بنمود۔ افزود اور بود جو فارسی الفاظ ہیں وہ حسب اصول مذکورہ بالا دراصل بنموذ۔ افزوذ اور بوذ ہیں اور چونکہ جود کے ساتھ ان کا قافیہ ہے اس لئے ضرورت معذرت پیش آئی۔

اس معذرت سے ثابت ہوتا ہے کہ و۔ آ۔ ی۔ ساکن اگر ماقبل ہو تو فارسی الفاظ میں ہمیشہ ذال پڑھنا چاہیئے لیکن عام استعمال میں دید۔ داد اور دود وغیرہ الفاظ کو دیذ داذ اور دوذ کوئی نہیں پڑھتا

اس شعر میں وظیفہ کا ہلکا سا تقاضا ہے یہ غزل خواجہ صاحب نے خواجہ قوام وزیر شاہ شجاع کو لکھکر بھیجی تھی تفصیل کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ اسوانحعمری۔

(۲) ترجمہ۔ مرغ کی آواز آئی شراب کی صراحی کہاں ہے بلبل نے فریاد کی پھول کا نقاب کس نے اٹھایا۔ موسم بہار ہے پھول شگفتہ ہو گئے ہیں بلبلیں نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔ مرغان چمن ہمصفیر ہو کر بول رہی ہیں۔

خواجہ صاحب صراحئی مے کے طالب ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ چاند کے چہرے والے ساقی کے رخسار سے آج ایک پھول چن۔ کیونکہ باغ کے عارض کے گرد خط بنفشہ اگا ہے۔
زمانہ شباب میں معشوق کے عارض پر سبزہ خط کا آغاز ہوتا ہے گویا موسم بہار میں تختہ گل پر بنفشہ اگتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عارض چمن پر سبزہ بنفشہ کے خط کا آغاز ہے۔ یعنی موسم بہار ہے اس لیئے تو بھی اپنے معشوق کے چمن عارض سے ایک پھول چن یا گل رخسار کا ایک بوسہ لے۔

(۴) ترجمہ۔ ساقی کے کرشمہ نے اسطرح میرا دل ہاتھ سے لے لیا کہ کسی دوسرے کے ساتھ مجھ گفت وشنید کی طاقت نہیں رہی۔
یعنے میں اپنے محبوب میں اسقدر محو ہو چکا ہوں کہ اسکے ماسوا تمام چیزوں سے قطع تعلق کر دیا ہے۔ عاشق حق کی نظر میں بھی ماسوا اللہ کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس پھول کیطرح رنگین خرقہ کو جلا دونگا۔ کیونکہ پیر بادہ فروش نے اسے ایک گھونٹ کے عوض نہ خریدا۔
مرقع بضم میم وفتح را وتشدید قاف مفتوح۔ درویشوں کی گدڑی۔ چونکہ وہ رقعہ رقعہ اور پارہ پارہ ہوتی ہوتی ہے اس لیئے مرقع نام ہوا
مطلب یہ ہے کہ میرا یہ خرقہ درویشی کو جو ایک ریائی لباس ہے، اور بظاہر رنگین ہے۔ جلا دونگا۔ کیونکہ جب ایک گھونٹ شراب بھی اسکے عوض نہیں ملتی۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یعنی زہد خشک اور ظاہری پرہیز گاری جام عشق کی ایک گھونٹ کی برابر بھی نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کے کوچہ میں رہنما کے بغیر ایک قدم نہ رکھ کیونکہ جو شخص اس راستہ میں رہبر تک نہیں پہنچتا گمراہ ہو جاتا ہے۔
یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے۔ تفصیل وتشریح کے لئے دیکھو اشعار د $\frac{۳}{۲-۴}$

(۷) ترجمہ۔ بہشتی میوں سے وہ شخص کیا لذت حاصل کر سکتا ہے۔ جس نے کسی معشوق کے سیب زنخدان کو نہ کاٹا (نہ چوسا)
دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۴ سوالخمری

(۸) ترجمہ۔ غصہ کی شکایت نہ کر کیونکہ راہ ادب میں وہ شخص راحت تک نہیں پہنچ سکتا جو تکلیف برداشت نہ کرے
راہ عشق کی دشواریوں کا مقابلہ کئے بغیر منزل معشوق تک پہنچنا محال ہے لہذا تنگی کا گلہ ناجائز۔

(۹) ترجمہ۔ اے رفیق (ہمراہ) عشق کے رستہ کے عجائبات بہت ہیں اس جنگل کے ہرن سے بھی شیر نر بھاگ جاتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ راہ عشق بہت دشوار گذار ہے اور اسکی ادنے ادنے مصیبتوں کا مقابلہ کرنا بھی مشکل ہے۔ سالک کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو۔

دہلی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا		عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا

(۱۰) ترجمہ ۔ اے راہِ حرم کے رہنما خدا کے لئے مدد کر۔ کیونکہ بیابانِ عشق کا کنارہ ظاہر نہیں ہے۔
یعنے راہِ عشق بے پایان ہے۔ اے رہنما خدا کے لئے مدد کر۔ دیکھو شعر د ۳/۴ راہ عشق کے بے پایاں ہونے کے متعلق دیکھو شعر ت ۶۵/۵

(۱۱) ترجمہ ۔ آرزو کے باغ سے میرے دل نے ایک پھول بھی نہ چنا۔ شاید اس باغ میں مروت کی نسیم کبھی نہیں چلی۔
یعنے میری ایک آرزو بھی پوری نہ ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے مروت (مہربانی) بالکل عدم ہوگئی ہے۔
ایک قلمی دیوان میں یہ شعر غزل کا مقطع ہے "دل من" کی بجائے حافظ لکھا ہے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ شراب پی اور سونے کا پیالہ صوفی کو دے۔ کیونکہ بادشاہ نے مہربانی سے صوفیوں کا جرم بخش دیا ہے۔
جام زر ۔ سونے کا پیالہ جو شراب پینے کے کام آئے بعض دیوانوں میں جام رز لکھا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ آجکل صوفی بھی شراب پی سکتے ہیں اجازت عام ہے ممکن ہے شاہ شجاع کے اس حکم کی طرف اشارہ ہو جسکی رو سے بند میخانے کھولے گئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۵ سوانح عمری۔

(۱۳) ترجمہ ۔ بہار گذری جاتی ہے۔ اے منبع محبت معلوم کر کہ موسم گذر گیا اور حافظ نے ابھی تک شراب نہیں پی۔
یعنی اے معشوق دیکھ کہ موسم بہار جا رہا ہے اور میں شراب سے محروم ہوں ایک پیالہ عطا کر۔
ایک قلمی دیوان میں جو سنہ ۱۲۲۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ شعر نہیں ہے۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ھ کے ایک قلمی دیوان میں اور مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے۔

غزل (۸۲)

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد	۱	زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد
آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می‌فرمود	۲	عاقبت در قدم باد بہار آخر شد
بعد ازیں نور بہ آفاق دہیم از دل خویش	۳	کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد
آں پریشانی شبہای دراز و غم دل	۴	ہمہ در سایۂ گیسوی نگار آخر شد
ساقیا عمر درازت و قدحت پُر مے باد	۵	کہ بسعی توام اندوہ خمار آخر شد

شکر ایزد که باقبال کله گوشه گل	۶	نخوت باد دی و شوکت خار آخر شد
باورم نیست ز بدعهدی ایام هنوز	۷	قصهٔ غصه که در دولت یار آخر شد
صبح امید که بد معتکف پردهٔ غیب	۸	گو برون آی که کار شب تار آخر شد
گرچه آشفتگی کار من از زلف تو بود	۹	حل این عقده هم از روی نگار آخر شد

(۱۰) در شمار ارچه نیاورد کسی حافظ را
شکر کان محنت بیحد و شمار آخر شد (۱۰)

اس غزل میں تسلسل مضمون موجود ہے۔ شرح صدر حاصل ہونے اور انوارِ معرفت سے سینہ پر نور ہونے پر لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ ہجر کا دن اور فراقِ یار کی رات تمام ہوئی۔ میں نے یہ فال نکالی۔ اختر گذرا اور کام سرانجام ہوا۔
آختر۔ (۱) ستارہ (۲) فال و شگون (۳) ایک فرشتے کا نام جو ہمیشہ آمین! آمین!! کہتا ہوا پھرتا رہتا ہے اور جو دعا اسکی آمین کے برابر واقع ہو جائے۔ وہ مقبول ہو جاتی ہے۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے زمانہ ہجر کے گذرنے کے متعلق فال نکالی اور دعا کرتا تھا کہ یہ زمانہ جلد گذر جائے۔ آمین گو فرشتے نے اس دعا کے ساتھ آمین کہی چنانچہ فال نیک آمد ہوئی زمانہ ہجر و فراق گذر گیا اور وصل محبوب نصیب ہوا۔ اگر اختر کو معنی شگونِ مبارک لیا جائے۔ تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ میں نے فال نکالی نیک شگون ہوا اور کام سرانجام کو پہنچا۔
(۲) ترجمہ۔ وہ تمام ناز و تنعم جو خزاں ظاہر کرتی تھی۔ آخر کار بادِ بہاری کے قدموں میں تمام ہوئے۔
یعنی خزاں کی تمام نخوت و رعونت کو بادِ بہاری نے برباد کر دیا۔ حاصل کلام یہ کہ خزاں گئی بہار آئی۔
(۳) ترجمہ۔ اسکے بعد ہم اپنے دل سے تمام جہان کو روشن کرینگے کیونکہ ہم خورشید تک پہنچ گئے ہیں اور غبار معدوم ہو گیا۔
یعنے ہم روشنی کے منبع تک پہنچ گئے ہیں۔ تاریکی جاتی رہی ہے اپنے دل کے نور سے اب ہم جہان کو نورانی کرینگے
(۴) ترجمہ۔ لمبی راتوں کی وہ پریشانی اور دل کا وہ غم۔ تمام معشوق کے گیسو کے ساتھ میں جاتے رہے۔
یعنے ہجر کی راتوں کی پریشانی اور غم و غصہ وصال محبوب کے حاصل ہونے پر جاتے رہے۔ گیسوئے یار کو سیاہی اور درازی میں شب ہجران سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اس لئے شب ہجران کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے گیسوئے یار کو مدمقابل قرار دیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی تیری عمر لمبی ہو اور تیرا پیالہ شراب سے پُر رہے۔ کہ تیری کوشش سے ہمارے خمار کی تکلیف جاتی رہی۔
خمار کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے شراب پی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شراب پلا کر تو نے ہمیں خمار کی تکلیف سے بچایا ہے۔ خدا تیری عمر دراز کرے اور تیرا پیالہ ہمیشہ شراب سے پُر رہے۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ پھول کے کلاہ گوشہ کے اقبال سے بادِ خزاں کی نخوت اور کانٹے کی شوکت تمام ہوئی۔
کلہ گوشہ۔ ٹوپی کا کونہ۔ کلہ گوشہ شکستن بمعنے فخر کرنا۔ کلاہ گوشہ بآفتاب رسیدن۔ ٹوپی کا کونہ آفتاب تک پہنچ جانا عزت حاصل ہونا سربلند ہونا۔ کلاہ کج کردن بمعنے فخر کرنا۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ پھول کی کج کلاہی اور حشمت کے اقبال سے بادِ خزاں و رخار کی رعونت جاتی رہی یعنی بہار آئی اور موسم خزاں گذر گیا۔ پھول کلاہ کا ہمشکل ہوتا ہے۔ لہذا کلہ گوشۂ گل۔

(۷) ترجمہ۔ زمانہ کی بیوفائی سے مجھے اب تک یقین نہیں ہے۔ رنج و غم کا قصہ جو وصال یار میں تمام ہؤا۔
یعنی اگرچہ وصال یار ہونے سے رنج و غم دور ہو گئے لیکن زمانہ کی بدعہدی سے ڈرتا ہوں کہ پھر وہی حالت نہ ہو جائے۔

(۸) ترجمہ۔ امید کی صبح جو پردہ غیب میں مقیم تھی۔ اسے کہو کہ باہر آئے۔ کیونکہ اندھیری رات کا کام تمام ہؤا
یعنی شب ہجر گذر گئی ہے۔ صبح وصال کو کہو کہ پردۂ غیب سے باہر آئے۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ میری پریشان حالی تیری زلف کی وجہ سے تھی۔ اس عقدہ کا حل بھی معشوق کے چہرہ سے ہؤا
یعنی اگرچہ زلفِ معشوق نے مجھے پریشان حال کیا ہؤا تھا۔ لیکن کشائش کار بھی آخر معشوق کے چہرہ سے ہی ہوئی۔

(۱۰) ترجمہ۔ اگر کوئی شخص حافظ کو کسی شمار میں نہیں لاتا تھا۔ تاہم شکر ہے کہ وہ بے حد و حساب تکلیف ختم ہوئی
یعنی حافظ کی کوئی توقیر نہ تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ پہلی سی رنج و غم کی حالت اب نہیں رہی

غزل (۸۳)

زاہد خلوت نشین دوش بمیخانہ شد	۱	از سر پیمان گذشت و بر سر پیمانہ شد
شاہد عہد شباب آمدہ بودش بخواب	۲	باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد

مغبچہ می گذشت راہزن عقل و دیں	۳	در پئی آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد
آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت	۴	چہرۂ خنداں شمع آفت پروانہ شد
گریۂ شام و سحر شکر کہ ضائع نگشت	۵	قطرۂ باران ما گوہر یکدانہ شد
نرگس ساقی بخواند آیت افسونگری	۶	حلقۂ اوراد ما گردش پیمانہ شد
صوفی مجلس کہ دی جام و قدح می شکست	۷	دوش بیک جرعۂ عاقل و فرزانہ شد

(۸) منزل حافظ کنوں بارگہ کبریاست
دل بر دلدار رفت جاں بر جانانہ شد (۸)

یہ غزل ۸۱۹ھ اور ۸۲۲ھ کے دو قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔

(۱) ترجمہ۔ خلوت نشین زاہد کل میخانہ میں گیا وعدہ کا خیال چھوڑ دیا اور پیالہ کے سر ہوا۔

پیماں سے مراد پیمانِ تقویٰ اور پیمانہ سے مراد پیمانہ شراب ہے۔ پیماں و پیمانہ میں صنعت تجنیس ہے۔

مرا بہ یاد یکے پیمانہ کردی		ایک عمرے داشتم پیمانِ تقویٰ

(۲) ترجمہ۔ عہد شباب کا معشوق اسے خواب میں آیا تھا۔ پھر اس پیرانہ سالی میں عاشق و دیوانہ ہو گیا۔

بظاہر اسی زاہد خلوت نشین کا ذکر ہے۔ درحقیقت اپنے حسب حال کہہ رہے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عقل و دین کا غارتگر مغبچہ پاس سے ہو کر گذرا اس آشنا کیلئے تمام دنیا سے بیگانہ ہو گیا۔

یعنی اس مغبچہ کے عشق میں دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو گیا۔ آشنا و بیگانہ کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ پھول کے رخسار کی آگ نے بلبل کے خرمن کو جلا دیا۔ شمع کا خنداں چہرہ پروانہ کیلئے آفت ہو گیا۔

یعنی عشقِ گل کی آگ نے بلبل کے خرمن ہستی کو جلا دیا اور شمع کا خندہ پروانہ کیلئے آفت ہو گیا اس شعر کا مضمون

بھی گذشتہ اشعار سے مسلسل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس غارتگر عقل و دین نے زاہد کے خرمنِ تقویٰ کو جلا

دیا۔ پھول کی سرخی کو آگ سے اور شمع کے جلنے کو خندہ سے تشبیہ دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ صبح و شام کا رونا شکر ہے کہ ضائع نہ گیا۔ ہمارا قطرۂ باراں گوہر یکدانہ ہو گیا۔

گوہر یکدانہ۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہو مقابلۃً بڑا اور زیادہ آبدار ہوتا ہے۔ دریتیم

بھی کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہی کہ ہمارا رونا بیکار نہیں گیا۔ ہمارا قطرۂ اشک گوہر یکدانہ بن گیا۔ یا ہماری گریہ وزاری کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمیں معشوق کا وصال حاصل ہوا۔ گوہر یکدانہ سے مراد معشوق۔

(٦) ترجمہ ۔ ساقی کی آنکھ نے افسوں گری کی آیت پڑھی۔ ہمارے وظائف کا حلقہ گردشِ پیمانہ ہوگیا

یعنی چشمِ ساقی نے ایسی جادوگری کی کہ حلقۂ زہاد میں بجائے ورد و وظائف کے جام کا دور شروع ہوا

حاصل کلام یہ ہے کہ زاہد نے زہد خشک کی بجائے عشق اختیار کیا۔

(٧) ترجمہ ۔ مجلس کا صوفی جو کل جام و قدح کو توڑتا تھا۔ رات شراب کے ایک گھونٹ سے عقلمند اور دانا ہوگیا

دی ۔ گذشتہ دن ۔ دوش ۔ گذشتہ رات

شراب سے جو بیہوشی حاصل ہوتی ہے۔ اہل دل اسے ہوش اور عقل کہتے ہیں۔

	عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا	دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	

مطلب یہ ہے کہ صوفی ایک گھونٹ پی کر عاقل ہوگیا اور پھر جام و ساغر کا توڑنا چھوڑ دیا اور شراب نوشی شروع کر دی۔

(٨) ترجمہ ۔ اے حافظ کا مقام کبریائی بارگاہ ہی۔ دل دلدار کے پاس گیا۔ اور جان جانانہ کے پاس چلی گئی

مطلب یہ ہے کہ دل و جان معشوقِ مطلق کے حوالہ کر کے اے حافظ بارگاہِ کبریائی میں پہنچ گیا۔

غزل (٨٤)

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید	١	فغاں کہ بخت من از خواب بر نمی آید
مگر بروی دلآرای یار من ورنہ	٢	بہیچ گونہ دگر کار بر نمی آید
دریں خیال بسر شد دریغ عمر عزیز	٣	بلای زلف سیاہت بسر نمی آید
چناں بحسرتِ خاک در تو می میرم	٤	کہ آب زندگیم در نظر نمی آید
بسے حکایت دل ہست با نسیم سحر	٥	ولی بخت من امشب سحر نمی آید
قد بلند ترا تا ببر نمی گیرم	٦	درخت کام و مرادم ببر نمی آید
مقیم زلفِ تو شد دل کہ خوش ہوائی داشت	٧	وزاں غریب بلاکش خبر نمی آید

فدای دوست نکردیم عمر و مال دریغ	۸	که کار عشق ز ما این قدر نمی آید
همیشه تیر سحرگاه من خطا نشدی	۹	کنون چه شد که یکی کارگر نمی آید

(۱۰) زبسکه شد دل حافظ رمیده از همه کس
کنون ز حلقهٔ زلفت بدر نمی آید (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ دم نکل گیا (جان نکل گئی) اور مقصد تجھ سے حاصل نہیں ہوتا۔ فریاد! کہ میرا بخت نیند سے نہیں جاگتا۔ مطلب یہ ہے کہ دم لبوں پر ہے اور مدعا حاصل نہیں ہوا۔ افسوس کہ ہماری قسمت اچھی نہیں اس شعر کی مختلف نسخے دیکھئے

	ز دل بر آمدم و کام بر نمے آید	۱	ز خود بدر شدم و یار در نمے آید	(قلمی ١٢٢٣ھ)
	ز دل بر آمدم و کام بر نمے آمد	۲	ز خود بیرون شدم و یار در نمے آید	(قلمی ١١٩٠ھ)
۰	نفس بر آمد و کام از تو بر نمے آید	۳	فغاں کہ بخت من از خواب بر نمے آید	(مطبوعہ مروجہ)

(۲) ترجمہ۔ شاید میرے معشوق کے دل آرا چہرہ سے (مدعا حاصل ہو جائے) ورنہ اور کسی طرح مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ پہلے مصرعہ میں "بر آمد" محذوف ہے۔ یہ شعر مطبوعہ دیوانوں میں ہے مگر سنہ ١٢٢٣ھ کے ایک قلمی دیوان میں نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس کہ عزیز عمر اسی خیال میں بسر ہو گئی۔ کہ تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہیں ہوتی یعنے اسی خیال میں عمر گذر گئی کہ تیری زلف سیاہ کی بلا ختم ہو مگر ختم نہ ہوئی۔ یا اسطرح سمجھئے کہ عمر اسی خیال میں گذر گئی۔ مگر تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہ ہوئی۔
بعض قلمی دیوانوں میں پہلے مصرعہ میں بجائے "عزیز" "ہنوز" ہے مطلب ہوگا کہ اسی خیال میں عمر گذر گئی مگر اب تک تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہ ہوئی۔ پہلا مصرعہ خواجہ صاحب نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے لیا ہے

	دریں امید بسر شد دریغ عمر عزیز		کہ آنچہ در دلم ہست از درم فراز آید	(سعدی)

(۴) ترجمہ۔ میں تیری دروازہ کی مٹی کی حسرت میں اس طرح مرا جاتا ہوں کہ آب حیات بھی میری نظروں میں نہیں جچتا۔ یعنے تیرے دروازے کی خاک بوسی کی مجھے اتنی آرزو ہے جتنی آب حیات کی نہیں۔ تیری دروازہ کی مٹی ہی میرے لئے آب حیات ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ میں اس آب حیات کے لئے مر رہا ہوں۔ مگر نہیں ملتا۔ خاک و آب اور میرم و آب حیات کا مقابلہ لطیف ہے۔

ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اسطرح ہے۔

صبا بہ چشم من انداخت خاکے از کوئت	کہ آب زندگیم در نظر نمی آید

اس صورت میں چشم و نظر اور خاک و آب کا مقابلہ لطیف تر ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دل کی بہت سی باتیں نسیم سحر سے کہنی ہیں۔ لیکن میری بد قسمتی سے آج رات صبح ہی نہیں ہوتی۔ ہجر کی رات ہے۔ خواجہ صاحب دردِ دل کے کئی قصے نسیم سحر کے ذریعے معشوق تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ مگر نسیم کہاں سے آئے سحر ہی نہیں ہوتی۔ (ظاہر ہے کہ ہجر کی رات بہت لمبی معلوم ہوتی ہے)

(۶) ترجمہ۔ جب تک تیری بلند قد کو میں بغل میں نہیں لیتا۔ میرے مقصود اور مراد کا درخت بار آور نہیں ہوتا یعنی جب تک تجھ سے ہم آغوش نہیں ہونگا۔ نامراد رہونگا۔ بَبر اور بَر میں صنعت تجنیس تام ہے۔ قد بلند اور درخت کی رعایت ظاہر۔

یہ شعر اور شعر (۷) ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۲۶ھ کے دو قلمی دیوانوں اور ۱۳۲۲ھ کے ایک مطبوعہ (بمبئی) دیوان میں نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ دل تیری زلف میں مقیم ہو گیا کہ اچھی رزور کہتا تھا۔ اور (اب) اس بلاکش غریب الوطن کی کوئی خبر ہی نہیں آتی۔

مطلب یہ ہے کہ دل تیری آرزو میں اپنے وطن کو چھوڑ کر (یعنی میرے پہلو سے نکل کر) تیری زلف میں جا پھنسا اور اب سب کی کوئی خبر ہی وہاں سے نہیں آتی۔ دیکھو شعر گذشتہ

(۸) ترجمہ۔ ہمنے عمر اور مال کو دوست پر قربان نہ کیا۔ افسوس کہ ہم سے عشق کا اتنا کام بھی نہیں ہو سکتا۔ ذوقِ عمل۔ جد و جہد اور سعی و طلب کے میدان میں سب سے بڑا اور سب سے مشکل کارنامہ ایثار ہے۔ خواجہ صاحب کی الوالعزمی اور انکا استقلال دیکھیے کہ طلب مقصود میں جان و مال قربان کرنے کو ایک معمولی چیز اور ایک کمینہ بازی خیال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ افسوس ہم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ راہ طلب میں جان و مال قربان کر دیتے۔

سو دا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہکن	بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز	اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

(۹) ترجمہ۔ میرا سحر کا تیر کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ اب کیا ہو گیا کہ ایک بھی کارگر نہیں ہوتا یعنے میرے نالہ ہائے سحر اب بے اثر ہو گئے۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کا دل اکثر ہر ایک آدمی سے بھاگتا تھا۔ اب تیری زلف کے حلقہ سے باہر نہیں آتا۔

یعنے حافظ کا دل جو کسی شخص کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ اب تیری زلفوں میں ایسا اسیر ہوا ہی کہ باہر بھی نہیں آسکتا۔ مولانا حالی نے دیباچہ مسدس میں سر سید احمد کے متعلق یہ شعر لکھا ہی

آں دل کہ رم نمودے از خوبروجواناں　　دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاہے

غزل (۸۵)

(48)

سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد　۱　آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد

گوہری کز صدف کون و مکان بیروں بود　۲　طلب از گمشدگان لب دریا میکرد

مشکل خویش بر پیر مغاں بردم دوش　۳　کاو بتائید نظر حل معما میکرد

بیدلی در ہمہ احوال خدا با او بود　۴　او نمیدیدش و از دور خدا را میکرد

دیدمش خرم و خنداں قدح بادہ بدست　۵　واندراں آینہ صدگونہ تماشا میکرد

گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کی داد حکیم　۶　گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا میکرد

آں ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آں جا　۷　سامری پیش عصا و ید بیضا میکرد

گفت آں یار کزو گشت سردار بلند　۸　جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　۹　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

(۱۰)　گفتمش سلسلۂ زلف بتاں از پی چیست　　گفت حافظ گلۂ از شب یلدا میکرد　(۱۰)

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے خواجہ صاحب کی اس غزل پر ایک غزل لکھی ہی اور نہایت اچھی لکھی ہی اس کا مطلع ہی

صوفی آں سر حقیقت کہ ہویدا میکرد　　ہر حدیثے کہ بما کرد ہم از ما میکرد

(۱) ترجمہ۔ برسوں دل جام جم ہم سی طلب کرتا رہا۔ جو کچھ خود اسکی پاس موجود تھا۔ غیر سی مانگتا رہا۔

آنچہ می جست ز بیت الحرم و مسجد و دیر　　با خودش بود دلم وائے چہ بیجا میکرد　(دمشان شبلی)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دوست درخانۂ من گرد جہاں گردیدم	عمرہا در پئے مقصود بجاں گردیدم

(۲) ترجمہ - وہ موتی جو کون ومکان کی صدف سے باہر تھا - لب دریا کے گم گشتگاں سے طلب کرتا رہا۔

ان دونوں شعروں میں تسلسل مضمون ہے - جام جم سے مراد شراب عشق -

گوہر سے مراد گوہر معرفت - گمشدگان لب دریا سے مراد خواجہ صاحب یا انسان - آدمی کو گم شدۂ لب دریا اسواسطے کہا ہے کہ انسان دریائے معرفت کے کنارے پر ہے - اور وہاں بھی وہ گم شدہ ہے - اپنی حقیقت کی بھی خبر نہیں حقائق عالیہ سے کسطرح آشنا ہوسکتا ہے - حضرت آدم علیہ السلام روضہ بہشت کو چھوڑ کر خرابات دنیا میں آئے گویا دریائے معرفت سے نکل ساحل پر آئے اور وہاں بھی ایسے آئے کہ اپنی حقیقت کی معرفت سے بھی بے بہرہ - الانسان کا دل جسکو گذرگاہ جلیل اکبر اور جلوہ گاہ انوار الٰہیہ کہا گیا ہے - ایک ایسی چیز ہے جسمیں نور معرفت کی روشنی اب تک کچھہ موجود ہے - اور جہاں سے آدمی ذات رب الارباب کے معارف کا کچھہ پتہ لگا سکتا ہے - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل ہم سے شراب عشق کی تمنا کرتا تھا اور ہمارے ذریعہ ذوق عشق الٰہی حاصل کرنا چاہتا تھا - مگر ہم تو خود اس نعمت سے بے بہرہ تھے - جو کچھہ تھا دل کے اندر ہی موجود تھا - دل کو اپنی حقیقت اور عظمت کا علم نہ تھا - حقایق و معارف کا خزانہ خود اسکے اندر موجود تھا - اغیار سے بیفائدہ طلب کرتا رہا - معرفت کا موتی جو زمین و آسماں کی صدف (سیپ) میں اور کائنات کے سمندر میں بھی موجود نہ تھا ہم ساحل دریا کے گمشدگاں سے مانگتا تھا - حالانکہ وہ موتی خود اسکے پاس موجود تھا - حسن ازل کا پرتو جو زمین آسمان میں سما نہیں سکتا تھا خود انسان کے دل کے اندر ہے -

درحرم سینۂ حیرانم کہ چوں جا کردۂ	پرتو حسنت نگنجد در زمین و آسمان

ان دونو شعروں میں خواجہ صاحب نے انسان کے دل کی عظمت اور وسعت کا بیان کیا ہے - مرزا عبد القادر بیدل فرماتے ہیں

چہ سازد آوارۂ دردل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد	خیال نامحرم گریباں دوانداما را بکوہ و صحرا

نیاز نے اسی مضمون پر لکھا ہے اور خواجہ صاحب کی غزل پر غزل لکھی ہے

شب در آئینۂ خود صاف تماشا میکرد	دل ما آنچہ ز اغیار تمنا میکرد
ہر کہ سے جست ترا اوچہ بیجا میکرد	بحریم حرم و دیر و کلیسا و کنشت
ورنہ ایں قطرہ چرا شورش دریا میکرد	عین دریاست حبابم بنگاہ تحقیق

حدیث قدسی کیطرف اشارہ ہے - لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن

میں نہ اپنی زمین میں سما سکا۔ نہ اپنے آسمان میں۔ مگر اپنے مومن بندہ کے دل میں سما گیا
مولانا روم فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ ست	من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز	من نگنجم این یقین دان اے عزیز
در دل مومن بگنجم اے عجب	گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

(۳) ترجمہ:- میں اپنی مشکل کل پیر مغاں کے پاس لیگیا۔ کیونکہ وہ نظر کی مدد سے معمونکو حل کرتا تھا
یعنے میرے دل میں جو شکوک اور جو مشکلات تھیں وہ میں نے پیر مغاں کی خدمت میں عرض کیں۔ کیونکہ وہ ان مشکلوں کو ایک نظر سے حل کر دیتا تھا ظاہر ہے کہ اولیائے حقیقت و معرفت طالب کیطرف ایک نظر دیکھنے سے اسکے دل کی تمام مشکلات کو دور کر سکتے ہیں اور اسکی تمام شکوک رفع کر سکتے ہیں۔

(۴) ترجمہ:- ایک بیدل کہ ہر حال میں خدا اسکے ساتھ تھا۔ وہ اسکو نہیں دیکھتا تھا اور دور سے خدارا کرتا تھا
یہ شعر اکثر قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا ہر حال میں عاشق کے ساتھ ہوتا ہے۔ حالانکہ عاشق خدا کو نہیں دیکھتا اور دور سے ہی پکارتا رہتا ہے کہ خدارا مدد دے!

دوست نزدیکتر از من بہ من است	وین عجب تر کہ من از وے دورم
چکنم با کہ تواں گفت کہ او	درکنار من و من مہجورم

(۵) ترجمہ:- میں نے اسے دیکھا کہ خرم و خنداں ہے اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے اور آئینہ میں وہ سو طرح کے نظارے دیکھتا تھا۔
دیدمش میں ضمیر شین راجع بسوئے پیر مغاں (شعر ۳) مطلب یہ ہے کہ میں نے پیر مغان کو دیکھا کہ خوش و خرم ہے اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے اور اس پیالہ میں ہر طرح کے نظارے دیکھ رہا ہے۔ قدح بادہ سے مراد شراب عشق کا پیالہ یعنی پیر مغاں کا دل ضمیر روشن۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پیر مغاں جسکا دل شراب عشق کا ایک پیالہ تھا اپنے دل میں حقایق و معارف کے کئی نظارے دیکھ رہا تھا۔

(۶) ترجمہ:- میں نے کہا کہ یہ جام جہاں بین تجھ کو حکیم نے کب دیا۔ کہا اُسدن جبکہ وہ اس گنبد مینا کو بناتا تھا۔
میں نے پیر مغان سے پوچھا کہ تو آئینۂ دل میں ہزار طرح کے نظارے دیکھ رہا ہے حکیم مطلق (خدا) نے یہ جام جہاں نما (ضمیر روشن) تجھے کب سے عطا کیا ہے۔ جواب دیا کہ آفرینش کائنات کے وقت سے۔ گنبد مینا سے مراد آسمان مطلب یہ ہے کہ اولیا اللہ علیہم السلام کے دل روز ازل سے ہی انوار معرفت سے روشن ہوتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں

آں ولی کو مطلع مہتابہاست	بہر عارف فتحت ابوابہاست
با تو دیوار ست و با ایشاں درست	با تو سنگ و با عزیزاں گوہرست
پیر ایشانند کایں عالم نبود	جان ایشاں بود در دریائے جود
پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند	پیشتر از کشت بر برداشتند

مولانا بحر العلوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو کچھ مولانا روم نے لکھا ہے مطلقاً پیروں کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان احکام کے مصداق ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ خواجہ حافظ کے ان شعروں میں پیر سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ کیونکہ "آں سرور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ولی و نبی بود در ہر موطن قبل وجود ایں عالم بلکہ عوالم"

(۷) ترجمہ۔ وہ تمام شعبدے جو عقل اس جگہ کرتی تھی۔ سامری عصا اور ید بیضا کے سامنے کرتا تھا۔

سامری ۔ حضرت موسے علیہ السلام کے وقت کا ایک مشہور ساحر تفصیلی حالات کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵ ۔ **عصا۔ ید بیضا** ۔ حضرت موسے علیہ السلام کے دو معجزے ۔ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ (الشعرا)

یعنی حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر گرایا اور وہ ناگہان ایک ظاہر و آشکارا اژدہا ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا پس وہ ناگہاں سفید تھا دیکھنے والوں کے لئے۔ حضرت موسٰی ع نے فرعون اور اسکی قوم کے سامنے یہ معجزے دکھائے عصا کے اژدہا ہو جانے پر فرعون ڈر گیا اور لوگ بھاگ گئے اس فرار میں مارے گئے۔ اسی طرح حضرت موسے علیہ السلام نے اپنا گندم گوں ہاتھ فرعون کو دکھا کر گریبان کے اندر کر لیا اور پھر جب باہر نکالا۔ تو ہاتھ بجلی کی طرح درخشندہ اور سفید تھا کہتے ہیں کہ انکے ہاتھ کی شعاعیں سورج کی کرنوں کی طرح آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھیں۔ فرعونی ساحروں کے ساتھ جب مقابلہ ہوا تو ساحروں نے رسیاں اور عصا کے مجوف پر سیماب تیار کر کے زمین پر ڈالے۔ جو حرارت آفتاب سے حرکت کرنے لگے اور سانپ دکھائی دئے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا۔ جو اژدہا بن کر سب سانپوں کو کھا گیا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ عقل کی جادوگری عشق کے معجزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عشق کے ساتھ علم لدنی کی تائید ہوتی ہے عقل کا صرف فلسفہ پر اعتماد ہے اس لئے عشق کے مقابلہ میں عقل اسی طرح ناکام رہتی ہے جس طرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے سامنے سامری کی جادوگری۔

خوش باش کہ عشق عافیت سوز		بر لشکر عقل گشت فیروز	(عرفی)
در معرض عشق بے محابا		عاجز شدہ عقل حیلہ اندوز	

(۸) ترجمہ۔ اسنے کہا کہ وہ دوست جس سے سولی کا سر اونچا ہوا۔ اسکا جرم یہ تھا کہ اسرار کو ظاہر کیا۔
یعنی پیر مغاں نے کہا کہ منصور حلاج کو اسلئے سولی دی گئی کہ اسنے راز کا افشا کیا۔ منصور کا انا الحق کہنا گویا اکی نا قابل اظہار راز کا افشا تھا۔

دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر	تھا انا الحق حق مگر اک حرف گستاخانہ تھا

(۹) ترجمہ۔ روح القدس کا فیض اگر پھر مدد فرمائے۔ تو اور لوگ بھی وہ بات کر سکتے ہیں۔ جو مسیحا کرتا تھا۔
روح القدس۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ سورہ مریم میں ہے۔ فارسلنا الیہا روحنا (پس بھیجا ہمنے اسکی طرف اپنا روح) اس روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام یا روح القدس ہے۔ خدا تعالے نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تشریف و تخصیص کے باعث روح کی اضافت اپنی مقدس ذات سے کی اور اپنا روح کہا۔ کہتے ہیں کہ جبرئیل نے مریم کے نزدیک جا کر انکی آستیں۔ گریباں یا دامن میں پھونکا اور وہ حاملہ ہو گئیں چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تائید غیبی اور فضل خدا شامل حال ہو۔ تو ہر ایک آدمی ایسے کام کر سکتا ہے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے یعنی مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اس شعر میں خواجہ صاحب نے ایک نہایت حوصلہ بخش اور امید افزا اصول کی تلقین کی ہے۔ حقیقت میں انسان کو بڑے سے بڑے کام کے سرانجام دینے سے بھی کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "جو کام ایک شخص نے کیا ہے۔ وہ کام دوسرا آدمی بھی کر سکتا ہے"۔

گر حجاب از جانہا برخاستے	گفت ہر جانے مسیح آساستے

(۱۰) ترجمہ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ معشوقوں کی زلف کا سلسلہ کیا چیز ہے تو اس نے کہا کہ حافظ شب یلدا کی شکایت کرتا تھا۔
شب یلدا۔ اندھیری لمبی رات تحقیق کے لئے دیکھو شعر ۲۶/۳
زلف معشوق کو بوجہ سیاہی اور طوالت کے شب یلدا اور شب ہجراں سے تشبیہ دیا کرتے ہیں

خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ میں نے جب پیرِ مغاں سے پوچھا کہ زلفِ معشوق کا سلسلہ کیا چیز ہی اور یہ زنجیر کس کام آتی ہی تو اسنے جواب دیا کہ چونکہ عاشق شبِ ہجر کی تاریکی اور طوالت کی شکائت کیا کرتے ہیں اس شکایت کی سزا میں انکو زلف کی زنجیر میں گرفتار کیا جاتا ہی - کہ دیکھو یہ شب ہجر سے بھی زیادہ طویل اور تاریک ہی

غزل ۸۶

سالہا دفترِ ما در گرو صہبا بود	۱	رونقِ میکدہ از درس و دعای ما بود
نیکی پیرِ مغاں بین کہ چو ما بدمستاں	۲	ہرچہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود
دل چو پرگار بہر سو دورانی میکرد	۳	واندراں دائرہ سرگشتہ و پا برجا بود
می شگفتم ز طرب زانکہ چو گل برلبِ جوے	۴	بر سرم سایۂ آں سروِ سہی بالا بود
پیرِ گلرنگِ من اندر حقِ ازرق پوشاں	۵	رخصتِ خبث نداد ارنہ حکایتہا بود
دفترِ دانشِ ما جملہ بشوئید بہ می	۶	کہ فلک دیدم و در قصدِ دلِ دانا بود
مطرب از دردِ محبت غزلی می پرداخت	۷	کہ حکیماں جہاں را مژہ خون پالا بود

(۸) قلب اندودۂ حافظ بر او خرج نشد
کہ معامل بہمہ عیبِ نہاں بینا بود (۸)

(۱) ترجمہ - ہمارا دفتر برسوں شرابِ انگور کی رہن رہا - شرابخانہ کی رونق ہمارے درس و دعا سے ہوتی تھی -

دفتر - حساب کی کتابوں کا مجموعہ - حساب کی کتاب - مطلق کتاب - **صہبا** - بفتح شرابِ انگوری - شراب مائل بسرخی - صہبا مونثِ اصہب - اصہب صفت مشبہ از صہوبت -

شعر کا مطلب یہ ہی کہ ہم برسوں تک مقیم میکدہ رہے اور ہمارے درس و تدریس اور نماز و نیاز سے میکدہ میں رونق رہی اور ہمارا دفتر یا ہمارا اعمالنامہ رہنِ شراب رہا -

(۲) ترجمہ - پیرِ مغان کی نیکی دیکھ کہ ہم جیسے بدمستوں نے جو کچھ کیا اسکی چشمِ عنایت میں زیبا نظر آیا

مطلب یہ ہی کہ ہم بدمستوں نے ہزاروں قصور کیے - سینکڑوں گناہ ہم سے سرزد ہوئے - لیکن پیرِ مغان

کی عیب پوشی اور عنایت دیکھو کہ ہمارے تمام فعل اسکو زیبا نظر آتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دل پرکار کیطرح ہر طرف گردش کرتا تھا۔ اور اس دائرہ میں سرگشتہ تھا لیکن پابرجا تھا۔

دورانی ۔ دَوَران۔ بفتحات ثلاثہ۔ یعنی بفتح اول و ثانی و ثالث بمعنی گردش فلک۔ گردش۔ جو لفظ مصادر میں سے اس وزن پر ہوگا۔ اور اس میں معنی حرکت و انتقال بھی ہوگا۔ وہ ہمیشہ بفتحات ثلاثہ پڑھا جائیگا مثلاً دَوَران۔ جَرَیان۔ طَیَران۔ سَیَلان۔ حَیَران۔ نَیَضان۔ مَیَلان۔ خَفَقان۔ حَیَوان۔ جَوَلان۔ وغیرہ لیکن فارسی استعمال میں اکثر ان لفظوں کو بفتح ثانی پڑھتے ہیں۔ مثلاً دَوْران جَرْیان نَیْضان وغیرہ وغیرہ

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دل دائرہ کائنات یعنی عالم کثرت میں ہر طرف پھرتا ہے۔ لیکن پرکار کی طرح اسکا ایک پاؤں مرکز پر قائم ہے اور باوجود دائرۂ کثرت میں سرگرداں ہونے کے مرکزِ وحدت پر قائم ہے۔

ہمچو پرکارم یک پا در شریعت مستقیم	پائے دیگر سیر ہفتاد و دو ملت میکند

بعض دیوانوں میں "دورانی میکرد" کی بجائے "حیراں میگردید" ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں خوشی سے کھلا جا رہا تھا کہ پھول کیطرح لب جو پر میرے سر پر اس سرو سہی قد کا سایہ تھا جسطرح پھول لبِ جو پر سرو کے سایہ کے نیچے شگفتہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح نہر کے کنارہ پر عاشق کا دل بھی قامتِ بالا معشوق کے سایہ میں شگفتہ ہوتا ہے۔

خواجہ صاحبؒ ان چار شعروں میں عاشقِ حق کی ایک خاص حالتِ طرب و قرب کا بیان فرمایا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے پھول کے رنگ والے پیر نے ازرق پوشوں کے حق میں بحث کی اجازت نہ دی۔ ورنہ کئی حکائتیں (قابل بیان) تھیں۔

ازرق ۔ نیلگوں۔ کبودی رنگ۔ ازرق پوش۔ نیلگوں کپڑے پہننے والا فقیرانہ لباس والا فقیر یہاں مراد ریاکار فقیر۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے گلرو پیر نے ریاکار زاہدوں کے برخلاف ہمیں کچھ کہنے کی اجازت ہی نہ دی ورنہ انکے متعلق کئی حکائتیں بیان کرنے کے قابل تھیں۔

بعض شارحین نے ازرق پوش سے مراد عاشق رندمشرب لی ہے۔ اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ پیر مغاں نے اپنے بادہ نوشوں کو گفتگو کی اجازت ہی نہ دی ورنہ کئی راز ہائے نہفتہ اُن کے سینے میں تھے

جن کو وہ بیان کر سکتے تھے۔

کل خراباتِ میں اک گوشہ سے آتی تھی صدا ‌ ‌ ‌ دل میں سب کچھ ہے مگر رخصتِ گفتار نہیں (حالی)

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۸/۱۵

(۶) ترجمہ۔ ہماری عقل کا تمام دفتر شراب سے دھو ڈالو۔ کیونکہ میں نے آسمان کو دیکھا ہے کہ وہ دانا کے دل کے قصد میں ہے یعنی آسمان ہمیشہ عاقل اور دانا کا دشمن رہا ہے اور عقل کے ساتھ تمام تکلیفیں اور مصیبتیں وابستہ ہیں اس لئے ہماری دانائی کی کتاب کو شراب سے دھو ڈالو یعنی جام شراب پلا کر ہمیں عاقل سے دیوانہ بنا دو تاکہ ہم دورِ گردوں کے حادثات اور اثرات سے محفوظ ہو جائیں۔

عاقل مشو کہ تا تو غم دیگراں خوری ‌ ‌ ‌ دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۳/۱ ت ۲۲/۴ ت ۱۴/۷ ت ۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵/۷ ت ۶۳/۴ ت ۴۲/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۴۸/۷ د ۲۹/۲ د ۵۸/۱۔

(۷) ترجمہ۔ مطرب نے محبت کی ایسی غزل گائی تھی کہ جہاں کے دانا خون کے آنسو روتے تھے۔

خون پالا۔ یعنی خون پالائیدہ۔ پالائیدہ بخوں۔ پالائیدن۔ پالودن۔ پالیدن بمعنی صاف کرنا۔ مژہ خون پالا یودن بمعنی خون گریستن۔

مطلب یہ ہے کہ مطرب ایسی سوز اور درد سے غزل گاتا تھا کہ اسکے سماع سے عاقلوں پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ یہ لسان الغیب خواجہ حافظ کے وقت کی باتیں ہیں۔ لسان العصر سید اکبر حسین موجودہ وقت کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہیں

دیکھیے قوال بیچارے کا اب کیا حشر ہو ‌ ‌ ‌ شیخ صاحب کو تو لکچر پر بھی وجد آنے لگا
کیوں کریگا بیٹھ ہم پر جلوہ حور بہشت ‌ ‌ ‌ جب تھیٹر کا سماں واعظ کو تڑپانے لگا

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا ملمع کیا ہوا کھوٹا سکہ اسکے سامنے نہ چل سکا۔ کیونکہ معامل تمام پوشیدہ عیبوں کو دیکھتا تھا۔

قلب (۱) دل (۲) کھوٹا چاندی سونا۔ **اندودہ** اسم مفعول از اندودن۔ لیپنا۔ پوتنا۔ ملمع کرنا۔

معامل۔ معاملہ کرنے والا۔ یہاں مراد معامل حقیقی۔ مالکِ یوم الحساب۔

مطلب یہ ہے کہ خدا کے ساتھ ہماری ریاکاری نہ چل سکی۔ ہمارے ملمع کئے ہوئے دل یا ہمارے ملمع کئے ہوئے کھوٹے سکے کی اسکے نزدیک کچھ قدر نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ ظاہر پر نہیں جاتا۔ اور مخفی عیبوں سے واقف ہے۔

بہ کہ آپردہ پوشی کس چہ دست و پا زند شرف ‌ ‌ ‌ بدیوانے کہ دست و پا خود باشند گواہ آنجا۔

سورہ لقمان میں ہی۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہ یعنی خدا جانتا ہی اس چیز کو جو سینوں میں ہی

سورہ فاطر میں ہی۔ اِنَّہٗ عَلِیمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہ یعنی تحقیق وہ جانتا ہی اس چیز کو جو سینوں میں ہی

سورہ تغابن میں ہی۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیرٌ ہ یعنی خدا جو کچھہ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہی۔ حاصل کلام

یہ ہی کہ خدا ہر ایک چیز اور ہر ایک فعل کی حقیقت کو جانتا ہی اس لئی اسکی سامنی عبادت ریائی اور زہد ظاہری کچھہ کام نہیں آتی

غزل (۸۷)

مصرع اول		مصرع دوم
ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	۱	وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
می دہ کہ نو عروس چمن حد حسن یافت	۲	کار این زمان ز صنعت دلالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	۳	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طی مکان ببین و زمان در سلوک شعر	۴	کاین طفل یک شبہ رہ یک سالہ می رود
باد بہار می وزد از بوستان شاہ	۵	وز ژالہ بادہ در قدح لالہ می رود
آن چشم جادوانہ عابد فریب بین	۶	کش کاروان سحر بدنبالہ می رود
خوی کردہ می خرامد بر عارض سمن	۷	از شرم روی وعرق از ژالہ می رود
ایمن مشو ز عشوہ دنیا کہ این عجوز	۸	مکارہ می نشیند و محتالہ می رود
چون سامری مباش کہ زر داد و از خری	۹	موسی بہشت و از پی گوسالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین	(۱۰)	خامش مشو کہ کار تو از نالہ می رود

یہ غزل خواجہ صاحب نے سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر فرمان روائے بنگالہ کو لکھکر بھیجی تھی۔

کہتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین ایکدفعہ بیمار ہوا۔ بیماری میں اس نے اپنی تین لونڈیوں کو جن میں سی ایک کا نام سرو دوسری کا گل اور تیسری کا لالہ تھا اور جن سی اسکو نہایت محبت تھی خدمت غسل پر دکہا۔ بیماری کے ایام میں وہ اسی نہلاتی رہیں۔ جب سلطان صحت یاب ہوا ان سی بیشتر از پیش محبت کرنے لگا۔ جس پر وہ بہت مغرور ہو گئیں

سے کہ اہل حرم سے بھی نخوت فروشی کرنے لگیں۔ اہل حرم طنزاً انکو غسالہ کہتی تھیں۔ لونڈیوں نے اس امر
کی سلطان سے شکایت کی سلطان نے فی البدیہ کہا۔ ع۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود

ہر چند بادشاہ نے کوشش کی دوسرا مصرعہ موزون نہ ہوا۔ شعراے دربار بھی ناکام رہے سلطان نے یہ مصرعہ خواجہ صاحب کے
پاس شیراز بھیجا جنہوں نے اس پر یہ غزل لکھی۔ (دوسرے مصرعہ میں ثلاثہ غسالہ کو [illegible] اگر یہ قصہ درست ہو) خواجہ صاحب
کی کرامت سمجھنا چاہیے۔ زیادہ تفصیل کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۴ - ۲۵ - سوانحعمری -

(۱) ترجمہ - اے ساقی سرو گل اور لالہ کی گفتگو ہوتی ہے اور یہ بحث ثلاثہ غسالہ کے ساتھ ہو رہی ہے -

سرو و گل و لالہ - کے متعلق دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ہذا - **ثلاثہ غسالہ** - (تین نہلانے والیاں)
شراب کے تین پیالے جو علی الصباح پیے جاتے ہیں - وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک غم کو دھوتا ہے دوسرا کثافت بدنی
کو دور کرتا ہے اور تیسرا کدورت بشریات کو زائل کرتا ہے - نیز دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ہذا -

شعر کا مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور سرو گل و لالہ کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس گفتگو کے ساتھ ثلاثہ غسالہ
کا دور بھی جاری ہے -

(۲) ترجمہ - شراب دے کہ باغ کی نئی دلہن کا حسن حد کمال پر پہنچ گیا ہے - اس وقت کام و لالہ کی صنعت سے چلتا ہے
نوعروس چمن سے مراد چمن بحالت نوبہار - خواجہ صاحب نے نوعروس چمن سے کام براری کیلئے و لالہ کی ضرورت بیان
کی ہے - شراب کے بغیر بہار کا لطف اور حظ نصیب نہیں ہو سکتا -

(۳) ترجمہ - ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خور ہو جائینگی - اس فارسی قند سے جو بنگال جا رہا ہے -

یعنی جب یہ غزل بنگال پہنچے گی تو اسکی شیرینی فصاحت اور بلاغت سے ہندوستان کے سخن فہم محظوظ ہونگے -

(۴) ترجمہ - سلوک شعر میں طے مسافت اور وقت کو دیکھ کہ یہ ایک رات کا لڑکا ایک سال کی راہ پر جا رہا ہے -

طفل یک شبہ سے مراد غزل ہذا جو غالباً خواجہ صاحب نے ایک ہی رات میں لکھی ہوگی رہ یکسالہ سے مراد شیراز او
بنگال کی درمیانی مسافت جو ان دنوں ایک سال کا راستہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ شعر و شاعری کا مسلک بھی عجیب ہے کہ
اتنی تھوڑی عمر کا لڑکا اتنی بڑی مسافت کو طے کرنے لگا ہے - یعنی کلام کی اشاعت دیکھو کہ یہ غزل جو صرف ایک رات
کے فکر کا نتیجہ ہے کتنی دور جا رہی ہے - خواجہ صاحب کا کلام انکی اپنی زندگی میں ہی تھوڑے عرصہ کے اندر اندر چاروں طرف پھیل گیا تھا
او انکی غزلیں بڑی بڑی مسافتیں طے کرکے دور دور پہنچیں -

(۵) ترجمہ ۔ بادشاہ کے باغ کیطرف سے بادِ بہار چلتی ہے اور بارش (یا شبنم) کے قطروں سے لالہ کے پیالہ میں شراب گرتی ہے

ژالہ ۔ لغوی تحقیق کے لئے دیکھو شعر ب ۱/۲

گل لالہ میں بارش یا شبنم کے قطرے لالہ کی سرخی کی وجہ سے سرخ معلوم ہوتے ہیں۔ گویا پیالہ میں شراب پڑی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بادِ بہاری چل رہی ہے اور گل لالہ میں بارش کے قطرے اسطرح معلوم ہوتے ہیں جسطرح پیالہ میں شراب۔ سلطان بنگالہ نے خواجہ صاحب کیطرف بطور انعام اور زادِ راہ وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ بھی بھیجا تھا۔ غالباً اس شعر میں اس انعام و اکرام کا شکریہ بھی ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں کہ بادِ بہاری بادشاہ کے باغ کیطرف سے چلتی ہے

(۶) ترجمہ ۔ اس جادوگر اور عابد فریب آنکھ کو دیکھ جسکے پیچھے پیچھے جادو کا قافلہ چلتا ہے۔

عابد فریب ۔ عابدوں کو فریب دینے والی یعنی وہ آنکھ جو زاہدوں کو بھی فریفتہ کرلے۔

(اکبر)	گال وہ صبحِ درخشاں کہ ملک پیار کریں		آنکھیں وہ فتنۂ دوراں کہ گنہگار کریں

مطلب یہ ہے کہ اس عابد فریب جادوگر آنکھ کے ساتھ جادو کے قافلے چلتے ہیں یعنی از حد جادوگر ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵

قیاس کردم ازاں چشمِ جادوانہ مست   ہزار ساحر چوں سامریش در گلہ بود

(۷) ترجمہ ۔ پسینہ میں تر ہو کر ٹہلتا ہے اور چنبیلی کے رخسار پر اسکے چہرہ کے (رشک و) شرم سے شبنم کا پسینہ آتا ہے

ژالہ لغوی تحقیق کے لئے دیکھو شعر ب ۱/۲

مطلب یہ ہے کہ عارضِ سمن پر جو شبنم کے قطرے پڑے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے معشوق کے عارض پر پسینہ کے قطرے دیکھکر بوجہ رشک اور شرم کے چنبیلی کو پسینہ آگیا ہے۔ گویا عارضِ معشوق پر پسینہ کے قطرے عارضِ سمن پر شبنم کے قطروں سے زیادہ خوشنما ہیں۔

راستہ چوں عارضِ گلگوں عرق کردہ یار	سعدی	ژالہ بر لالہ فرود آمدہ ہنگام سحر

(۸) ترجمہ ۔ دنیا کی عشوہ گری سے بےفکر نہ ہو کہ یہ بڑھیا مکر کرتی ہوئی بیٹھتی ہے اور حیلہ کرتی ہوئی چلتی ہے۔

محتالہ ۔ زن حیلہ گر مکار عورت۔

مطلب یہ ہے کہ بڑھیا دنیا چلتے بیٹھتے حیلہ گری اور مکاری کرتی ہے۔ اسکے فریبوں سے بچنا چاہئے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۱/۲

نے سونا دیا اور بیوقوفی سے ۔ سونے کو چھوڑ دیا اور گوسالہ کے پیچھے گیا۔

سامری ۔ موسیٰ ۔ اور گوسالہ کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵ ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ اے حافظ سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق میں ۔ چُپ نہ ہو ۔ کیونکہ تیری کام برآری نالہ سے ہوتی ہے ۔ یعنی اے حافظ سلطان کی مجلس میں پہنچنے کے شوق میں نالہ وزاری کئے جا ۔ خاموش نہ ہو ۔ اسی نالہ وزاری سے تیرا مقصد حاصل ہوگا ۔ خواجہ صاحب شیراز چھوڑ کر بنگالہ تک جا تو نہ سکے ۔ مگر دربار سلطان میں باریاب ہونے کے شوق کا اظہار کردیا

غزل (۸۸)

سرو چمان من چرا میل چمن نمیکند ۔ ۱ ۔ همدم گل نمیشود یاد سمن نمیکند

تا دل هرزه گرد من رفت بچین زلف او ۔ ۲ ۔ زاں سفر دراز خود یاد وطن نمیکند

پیش کمان ابرویت لابه همیکنم ولے ۔ ۳ ۔ گوش کشیده است ازاں گوش بمن نمیکند

چوں ز نسیم میشود زلف بنفشه پر شکن ۔ ۴ ۔ وه که دلم چه یاد آں عهد شکن نمیکند

با همه عطر دامنت آیدم از صبا عجب ۔ ۵ ۔ کز گذر تو خاک را مشک ختن نمیکند

ساقی سیم ساق من گر همه زهر میدهد ۔ ۶ ۔ کیست که تن چو جام می جمله دهن نمیکند

دل بامید وصل تو همدم جان نمیشود ۔ ۷ ۔ جاں بهوای کوی تو فکر چمن نمیکند

دی گلهٔ ز طره اش کردم و از سر فسوس ۔ ۸ ۔ گفت که ایں سیاه کج گوش بمن نمیکند

دستخوش جفا مکن آب رخم که فیض ابر ۔ ۹ ۔ بے مدد سرشک من در عدن نمیکند

لخلخه سای شد صبا دامن پاکت از چه رو ۔ ۱۰ ۔ خاک بنفشه زار را مشک ختن نمیکند

(۱۱) کشتهٔ غمزهٔ تو شد حافظ ناشنیده پند (۱۱)
تیغ سزاست هر کرا درک سخن نمیکند

(۱) ترجمہ ۔ میرا سرو خراماں چمن کیطرف رغبت کیوں نہیں کرتا ۔ پھول کا ہمدم نہیں ہوتا سمن کی یاد نہیں کرتا ۔

سرو چماں - سرو خراماں - معشوق کی قد - قامتِ معشوق کو سرو سے تشبیہ دیتے ہیں - لیکن چونکہ سرو پابند ہوتا ہے چل نہیں سکتا - اس تمیز کیلئے معشوق کو سرو چماں کہتے ہیں - چمن اور چماں کی رعایت ظاہر - ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے - میرا معشوق باغ کی سیر کو کیوں نہیں نکلتا -

(۲) **ترجمہ** - جب سے میرا آوارہ گرد دل اسکی زلف کے خم میں گیا ہے - اپنے اس لمبے سفر سے وطن کی یاد نہیں کرتا -

سفرِ دراز زلفِ دراز کی رعایت سے آیا ہے - اسی مضمون کیلئے دیکھیو شعر د ۹۲/۱ -

(۳) **ترجمہ** - تیری کمانِ ابرو کے سامنے عجز و نیاز کرتا ہوں لیکن اسنے کنارہ کشی کی ہوئی ہے اس لئے میری بات نہیں سنتی

لاﺑﮧ - تملق - چاپلوسی - خوشامد - مجازاً بمعنے فریب و عجز و اخلاص

مطلب یہ ہے کہ تیرے ابرو کی کمان کے سامنے ہر چند تملق و چاپلوسی کرتا ہوں - مگر وہ تیر اندازی سے باز نہیں آتی - گوشۂ ابرو اور گوشۂ کمان کے لحاظ سے گوشہ کشیدہ اور گوش کی رعایت ظاہر -

(۴) **ترجمہ** - جب نسیم سے بنفشہ کی زلف پرشکن ہوتی ہے - تو میرا دل اس عہد شکن کی کیا کیا یاد نہیں کرتا -

یعنی نسیم جب بنفشہ کی زلف کو پریشان کرتی ہے - تو مجھے وہ عہد شکن معشوق بہت یاد آتا ہے - اور اسکی زلفِ پریشاں کی یاد میں دل پریشان ہوتا ہے - لفظ وہ برائے زینتِ کلام اور تا بمعنی کثرت کے لئے آیا ہے - شکن اور شکن میں صنعت تجنیس ہے -

(۵) **ترجمہ** - مجھے بادِ صبا سے تعجب آتا ہے اگر باوجود تیرے دامن کے اس تمام عطر کے وہ تیری گذر سے خاک کو مشک ختن نہ کر دے

مطلب یہ ہے کہ تیرا دامن میرا اسقدر خوشبو ہے کہ اگر تو ایکدفعہ کسی راستے سے گذر جائے تو تمام زمین مشکِ ختن بن جائے - با ایں ہمہ اگر ایسا نہ ہو تو مجھے بادِ صبا پر تعجب ہوگا - کیونکہ بادِ صبا ہی خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے

(۶) **ترجمہ** - اگر میرا سیم ساق ساقی تمام کی تمام زہر بھی دے تو کون ہے جو پیالہ کیطرح اپنے تمام جسم کو منہ نہ بنا دے -

سیم ساق - (ساق بمعنی پنڈلی) چاندی کیطرح سفید اور صاف پنڈلی والا سیمین بدن -

مطلب یہ ہے - کہ اگر میرا سیمین بدن معشوق بجائے شراب کے تمام تر زہر بھی دے تو بھی لوگ پیالہ کیطرح ہمہ تن دہن بنکر اسکو پی لینگے - ظاہر ہے - کہ پیالہ کا تمام جسم منہ ہی منہ ہوتا ہے - قلمی دیوانوں میں بجائے لفظ زہر کے لفظ درد ہے - ساقی اور ساق میں صنعت تجنیس ہے - تسلیم و رضا کی تعلیم ہے - یعنی خدا کیطرف سے جو آئے اس پر شاکر رہنا چاہیے

	بجور برحیہ آید ز دست حبیب		نہ بیمار دانا تر است از طبیب	

(۷) **ترجمہ** - دل تیرے وصل کی امید میں جان کا ہمدم نہیں ہوتا اور جان تیرے کوچہ کی آرزو میں باغ کا فکر نہیں کرتی -

مطلب یہ ہی کہ میرا دل تیرے وصال کی امید میں جان کو تنہا چھوڑ کر تیرے پاس چلا گیا ہی اور وہاں سے واپس نہیں ہوتا اور میری جان باغ کے سیر سے مستغنی ہی کیونکہ اسکے لئے تیرا کوچہ ہی باغ ہی اور وہ اسی باغ کی آرزو میں رہتی ہی۔

(۸) ترجمہ ۔ میں کل اسکے طرہ کی شکایت کر رہا تھا کہ اسنے افسوس سے کہا کہ یہ سیاہ کج میری طرف کان نہیں دھرتا۔

سیاہ کج ۔ زلف کو بوجہ سیاہی اور پیچ در پیچ ہونے کے سیاہ کج کہا ہی۔ یعنی نافرمان حبشی

مطلب یہ ہی کہ جب میں نے اسکے طرہ کے تطاول کی شکایت کی تو جواب دیا کہ افسوس ہی کہ وہ ہماری بات بھی نہیں مانتا اور نہ اسے سمجھاتے۔

(۹) ترجمہ ۔ میرے رخسار کے پانی کو ستم کا دستکش نہ بنا کیونکہ بادل کا فیض بھی میرے آنسوؤں کی مدد کے بغیر عدن کا موتی نہیں بنا سکتا۔

دستکش ۔ یا دست خوش ۔ وہ چیز جو ہاتھ کی مالش سے فرسودہ ہو گئی ہو۔ مضمحل عاجز۔ زبون۔ زیر دست مغلوب ۔ **آب رخ** ۔ آنسو سرشک (یا بمعنے آبرو) **دُرِ عدن** ۔ عدن کا موتی۔ مطلق بمعنی موتی پہلے زمانہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ بارش کا قطرہ جب سیپ میں گرتا ہی تو سیپ کا منہ بند ہو جاتا ہی اور وہ قطرہ دست قدرت کی صناعی سے کچھ مدت کے بعد موتی بن جاتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ۔

اے صدف تشنہ بمیر سوئے نیساں منگر		بہر یک قطرہ آب نے شکمت چاک کنند	

خواجہ فرماتے ہیں کہ میرے آنسوؤں کو دستکش ستم نہ کر یعنی ذلیل نہ کر۔ کیونکہ میرے آنسو موتی ہیں قیمتی چیز ہیں۔ ابر نیساں انہی کی برکت سے دُرِ عدن پیدا کرتا ہی۔

(۱۰) ترجمہ ۔ باد صبا لخلخہ سائی کر رہی ہی۔ تیرا پاک دامن کس لئے بنفشہ زار کی خاک کو مشک ختن نہیں کرتا۔

لخلخہ ۔ چند خوشبوؤں کا مرکب ہے۔ دماغ کی تقویت کیواسطے سونگھتے ہیں **بنفشہ زار** ۔ وہ کھیت جس میں بنفشہ ہو۔ باغ کا وہ حصہ جہاں بنفشہ پیدا ہو۔

مطلب یہ ہی کہ باد صبا لخلخہ کی خوشبو پھیلا رہی ہی۔ یعنی موسم بہار ہی اور پھولوں کی خوشبو سے باغ مہک گیا ہی تیرا دامن پاک بنفشہ زار کو کیوں آکر معنبر نہیں کرتا ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ موسم بہار ہے۔ ہوا معطر ہی تو بھی باغ میں جلوہ پیرا ہو اور بنفشہ زار کو اپنی خوشبو سے مشک ختن بنا دے ۔

(۱۱) ترجمہ ۔ حافظ جس نے نصیحت نہ سنی تیرے غمزہ کا مقتول ہوا۔ جو شخص بات نہ سمجھے اسکی سزا تلوار ہے (وہ تلوار کے لائق ہی) ۔

یعنی حافظ عشق کی مشکلات کو جانتا تھا۔ اور اسکو نصیحت بھی کی گئی تھی۔ کہ یہ رستہ پُرخطر ہے۔ مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر نتیجہ دیکھ لیا۔ کہ تیری تیغِ ادا کا کشتہ ہوا۔

غزل (۸۹)

سمن بویان غبارِ دل چو بنشینند بنشانند	۱	پریرویان قرارِ دل چو بستیزند بستانند
بفتراک بلا جانہا چو بربندند بربندند	۲	ززلف عنبرین دلہا چو بفشانند بفشانند
زچشمم لعل رمانی چو می بارند میخندند	۳	زرویم رازِ پنہانی چو می بینند میخوانند
بعمری یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند	۴	نہالِ شوق در خاطر چو بنشینند بنشانند
چو منصور از مراد آنانکہ بردارند بردارند	۵	کہ باین در دا گر در بند درمانند درمانند
مرا ... گوشہ گیران را چو دریابند دریابند	۶	رخ از مہر سحر خیزان نگردانند گردانند

(۷) بدین حضرت چو مشتاقان نیاز آرند ناز آرند
بدین درگاہ حافظ را چو می‌خوانند میخوانند (۷)

اس غزل میں خواجہ صاحب نے قافیہ کے متصل ہر ایک شعر میں ایک ایسا لفظ رکھا ہے جو قافیہ کے ساتھ یا تو صنعتِ تجنیس پیدا کرتا ہے یا لفظی اور گاہ بگاہ معنوی مقابلہ کی صورت میں واقع ہوتا ہے۔ مگر خواجہ صاحب کے کلام کا خاصہ ہے کہ ان صنایع لفظی و معنوی کے قیود اور تصنعات میں پڑ کر مضامین اور خیالات کی برجستگی اور آمد کا لطف کم نہیں ہوتا۔ خواجہ صاحب کی رنگ آمیزی قدرتی رنگ آمیزی نظر آتی ہے اور قدرتی خوبصورتی مصنوعی خال و خط میں پوشیدہ نہیں ہو جاتی۔

(۱) ترجمہ۔ سمن کی خوشبو والے جب بیٹھتے ہیں تو دل کا غبار بٹھا دیتے ہیں۔ پری رو جب لڑتے ہیں تو دل کا قرار لیجاتے ہیں۔

یعنی حسینوں کی صحبت سے دل کا غبار اور انکی ناراض ہونے سے دل کا قرار دور ہو جاتا ہے۔

پہلے مصرعہ کے لفظ دوسرے مصرعہ کے الفاظ سے بالترتیب مقابل واقع ہوئے ہیں مثلاً سمن بویاں۔ پریرویاں اور غبارِ دل۔ قرارِ دل۔ الخ

(۲) ترجمہ ۔ جب بلا کا فتراک باندھتی ہیں تو اسکے ساتھ جانیں باندھتی ہیں اور جب زلفِ عنبرین کو جھاڑتی ہیں تو اس میں سے دل جھاڑتی ہیں ۔

فتراک ۔ [illegible] شکار بندھے چمڑے کے تسمے جو زین کے دائیں بائیں شکار یا ضروری سامان باندھنے کیلئے لگی ہوتی ہیں

الفاظ کی ترکیب [illegible] پیچیدہ ہے ۔ نثر میں عبارت اسطرح ہوگی چوں فتراکِ بلا بر بندند جانہا باو بر بندند وچوں زلفِ عنبرین بفشانند ازو دلہا بفشانند ۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق مصیبت کے فتراک سے عاشقوں کی جانیں باندھتے ہیں اور انکی زلفوں میں اسقدر دل گرفتار ہوتے ہیں کہ زلف جھاڑنے سے دل [illegible] الگ جاتے ہیں

کیا عہد [illegible] سنا [illegible]	مہر کاٹ کر عاشق کا جو فتراک سے باندہے
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں	کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

(۳) ترجمہ ۔ میری آنکھوں سے جب لعل مانی برستی ہیں تو وہ ہنستے ہیں میرے چہرہ پر جب پوشیدہ راز دیکھتے ہیں تو اسی پر پڑھتی ہیں

لعل مانی سرخ لعل ، رمان یعنی انار ، مراد سرخ آنسو ، لہو کے آنسو ۔

مطلب یہ ہے کہ جب میں لہو کے آنسو روتا ہوں تو وہ ہنستے ہیں ۔

ما ز گریہ چون نمک بگداختیم	تو بخندہ شکر افشانی ہنوز

اور جب میرے چہرہ پر عشق کے نہانی اسرار دیکھتے ہیں تو ان اسرار کا مطالعہ کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ۔ بعض شارحین نے میخوانند سے مراد "مجھے بلاتے ہیں" لی ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ تمام عمر میں اگر ایک گھڑی بھی [illegible] ساتھ بیٹھتے ہیں تو اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب بیٹھتے ہیں تو شوق کا درخت ہمارے دل میں لگا دیتے ہیں ۔

یعنی معشوق جب ہمارے پاس بیٹھتے ہیں [illegible] دل میں شوق پیدا کر دیتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد پھر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں

[illegible] زدن صحبت یار آخر شد	روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

(۵) ترجمہ ۔ منصور کیطرح مراد سے وہی لوگ پھل اٹھاتے ہیں جو سولی پر پہنچتے ہیں ۔ کیونکہ اگر ایسے درد کے باوجود بھی علاج کے درپے ہوں تو [illegible] ہیں ۔

منصور ۔ [illegible] سولی دی گئی تھی ۔ انکا نام حسین تھا منصور انکے باپ کا نام تھا حسین ابن منصور [illegible] منصور [illegible] حلاج انکا لقب ہے ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دن ایک حلاج

یعنے دھنیے کی دکان پر بیٹھے تھے۔ اس نے کسی کام کو کہا اسنے انکار کیا کہ میں اپنے کام میں مشغول ہوں۔ انہوں نے فرمایا جا میں تیرا کام کرونگا وہ چلا گیا اور جب تھوڑی سی دیر کے بعد آیا تو دیکھا کہ دکان کی تمام روئی دھنی ہوئی ہے۔

بردارند ۔ یعنی بر دار ہستند۔ سولی پر ہیں۔ **بردارند** یعنی برمیخورند فائدہ حاصل کرتے ہیں پھل اٹھاتے ہیں۔ برخوردار ہوتے ہیں۔ **درمانند** ۔ یعنی درمان ہستند۔ در بندِ درمانند یعنی در بند درمان ہستند۔ علاج کے درپیے ہیں۔ **درمانند** ۔ از مصدر درماندن۔ رہ جاتے ہیں۔ عاجز رہ جاتے ہیں۔ محروم رہجاتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ بازئ عشق میں صرف وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو منصور کیطرح جان قربان کردیتے ہیں کیونکہ دردِ عشق کا علاج سوائے موت کے کوئی نہیں۔ یہ ایسا درد ہے جسکی دوا نہیں کرنی چاہیئے۔ جو عاشق دردِ عشق کی دوا کرتے ہیں وہ گویا خود کو عشق کے فیض سے محروم کرتے ہیں۔

لذتِ زخمِ خدنگِ تو نداند ہرگز		ہر کہ در سینہ اش اندیشۂ مرہم گزرد	(جامی)

(۶) ترجمہ ۔ گوشہ گیروں کے آنسو کو اگر پاتے ہیں تو موتی حاصل کرتے ہیں سحر خیزوں کی محبت سے منہ نہ پھیریں اگر جانیں۔

گردانند ۔ یعنی اگر دانند۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے آنسو کیقدر کرنے سے معشوقوں کو موتی حاصل ہوتے ہیں۔ آنسو کے قطرہ اور موتی کی مشابہت ظاہر ہے کیونکہ موتی بھی قدیم عقیدہ کے مطابق پانی کے قطرے سے بنتے تھے نیز موتی صدف میں پیدا ہوتا ہے اور آنسو آنکھ میں۔ آنکھ اور صدف کی مشابہت صوری ظاہر ہے موتی بھی گوشہ گیر ہوتا ہے اس لئے سرشک گوشہ گیر کی رعایت بھی ظاہر ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر معشوق عاشقوں کی آنسوؤں کے قطروں کی قدر کرینگے تو موتی حاصل کرینگے یعنے فائدہ اٹھائیںگے اور اگر معشوقوں کو عاشق نوازی کی فوائد معلوم ہوں تو پھر وہ انکی محبت سے منہ نہ پھیریں۔

(۷) ترجمہ ۔ اس درگاہ میں مشتاق جب نیاز لاتے ہیں تو وہ (یعنے معشوق) ناز لاتی ہیں حافظ کو جب اس درگاہ سے نکالتے ہیں۔ تو پھر بلا لیتے ہیں۔

نازارند ۔ ناز آرند۔ ناز لاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی نیاز کے مقابلہ میں معشوق ناز کرتے ہیں۔ عاشق کو کبھی درگاہ سے نکالتی ہیں اور کبھی واپس بلاتے ہیں۔ نازارند کو اگر بجائے نیازارند یعنی آزار نمے دہند پڑھا جائے تو پہلے مصرعہ کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ عاشق جب معشوقوں کی درگاہ میں نیاز لاتی ہیں۔ تو آزار نہیں دیتے۔

غزل ۹۰

سحرم دولت بیدار ببالین آمد	۱	گفت برخیز کہ آن خسرو شیرین آمد
قدحی درکش و سرخوش بتماشا بخرام	۲	تا ببینی کہ نگارت بچہ آئین آمد
مژدہ گانی بدہ ای خلوتی نافہ کشای	۳	کہ ز صحرای ختن آہوی مشکین آمد
گریہ آبی برخ سوختگان باز آورد	۴	نالہ فریادرس عاشق مسکین آمد
مرغ دل باز ہوادار کمان ابروئیست	۵	کہ کمین صیدگہش جان و دل و دین آمد
درہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی	۶	ای کبوتر نگران باش کہ شاہین آمد
ساقیا می بدہ و غم مخور از دشمن و دوست	۷	کہ بکام دل ما آن بشد و این آمد
شادی یار پری چہرہ بدہ بادہ ناب	۸	کہ می لعل دوای دل غمگین آمد
رسم بدعہدی ایام چو دید ابر بہار	۹	گریہ اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد

(۱۰) چون صبا گفتہ حافظ بشنید از بلبل
عنبر افشان بتماشای ریاحین آمد (۱۰)

اس غزل میں مضمون مسلسل ہے۔ شرح صدر کی کیفیت کا بیان ہے۔ دیکھو تمہید کی نوٹ غزل (۵۲) ردیف ہذا۔
خواجہ صاحب سحرخیز تھے اور دعائے سحری کے فوائد سے آگاہ۔ آپ کو مشاہدہ تجلیات محبوب حقیقی کی خوشخبری بوقت سحر ملتی ہے۔

بباغ قدس بہردم گلے دگر شگفتہ	ازاں نفس کہ برآید ز دل سحرگاہے

خواجہ صاحب کو معشوق کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی اور یہ تمام نغمہ سرائی خواجہ صاحب نے اسی خوشی میں کی ہے اب ناظرین اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس معشوق کو محبوب حقیقی سمجھیں یا معشوق مجازی۔

(۱) ترجمہ۔ (آج) سحر کے وقت بخت بیدار میرے سرہانے آیا۔ اور کہا کہ اٹھ کیونکہ وہ خسرو شیرین آگیا ہے
خسرو۔ بالضم پادشاہ اول سیاوش بن کیکاؤس کے لڑکے کا نام۔ پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کا نام ہے

شیریں پر عاشق تھا۔ بعض محققین لکھتے ہیں کہ خُسرو یعنے خوش رو (یا خوب رو) کا معرب ہے۔ یہ لفظ مجازاً ہر بادشاہ کے نام کے لئے استعمال ہوتا ہے معشوق کو بھی کہتے ہیں۔ خسرو شیریں یعنی شیریں معشوق۔ خسرو اور شیریں کی رعایت ظاہر

(۲) ترجمہ۔ ایک پیالہ پی اور سرخوش ہو کر نظارہ کو نکل جا۔ تاکہ تو دیکھے کہ تیرا معشوق کس آئین انداز سے آیا ہے۔

سرخوش ۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو صفحہ ۲۳

(۳) ترجمہ ۔ اے نافہ کشا خلوتی اس خوشخبری کا انعام دے کیونکہ صحرائے ختن سے آہوئے مشکیں آیا ہے۔

مژدگانی ۔ مژدہ کا انعام خوشخبری دینے والے کو جو انعام دیا جاوے۔

صحرائے ختن نافہ والے ہرنوں کے لئے مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق اپنے دیار سے تشریف فرما ہوا ہے۔ اس خوشخبری کا انعام دے۔ عاشق کو خلوتی نافہ کشا اس لئے کہا ہے کہ عاشق خلوت نشین ہوتے ہیں اور معشوق کی یاد اور پرستش کی خوشبو سے مشام جان کو معنبر کرتے رہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ سوختہ جانوں کے چہرہ پر پھر آب آیا۔ نالۂ مسکین عاشق کا فریاد رس ہوا۔

یعنے سوختگانِ عشق کے چہرہ کو گریہ وزاری سے پھر آب و تاب حاصل ہوئی اور مسکین عاشق کے نالے اس کے فریاد رس ہوئے۔ گریہ۔ آب اور سوختگان کی رعایت ظاہر۔ خواجہ صاحب نے عشق میں گریہ زاری کے فوائد بیان کئے ہیں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۱۱

(۵) ترجمہ۔ مرغ دل پھر اس کمان ابرو کا مشتاق ہوا ہے۔ کہ اس کی کمینہ صیدگاہ جان۔ دل اور دین ہیں۔

ہوا ۔ یعنے (۱) اشتیاق (۲) جوف جو آسمان و زمین کے درمیان ہے (۳) باد ساکن۔ **کمین** (۱) گھات (۲) کمینہ۔ کمترین۔

معشوق کو کمان کے ابرو والا کہہ کر صیاد بنایا ہے۔ مرغ دل کو صید کہا ہے اور جان و دل و دین کو اس کی کمترین صیدگاہ بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل اب پھر اس معشوق کا مشتاق ہے جس پر جان و دل و دین قربان کرنا ایک بہت معمولی اور کمترین بات ہے۔ مرغ۔ ہوا۔ کمان اور صیدگاہ کی رعایت ظاہر۔ کمان اور کمین میں صنعت ایہام اور صنعت تجنیس ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہوا میں کبوتر قلابازیاں کھاتا ہوا جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ اے کبوتر ہوشیار رہ کہ شاہین آیا۔

معلق زدن ۔ قلابازی کھانا۔ بازی کرنا۔ لوٹن کبوتروں کا ہوا میں لوٹنیاں کھانا۔ **شاہین** ایک

مشہور شکاری پرندے کا نام ہی۔

یہ شعر ہر ایک غافل کی تنبیہ کے لئے ہی۔ دنیا کے زر و مال اور چند روزہ عیش و عشرت پہ نازاں نہیں ہونا چاہئے۔ انقلابات دہر سے ڈرنا چاہیے۔ موت سر پر کھڑی ہی۔

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے اور دشمن و دوست کا غم نہ کھا کیونکہ ہمارے دل کی مراد کے مطابق وہ گیا اور یہ آیا ہی۔ آں سے مراد دشمن اور ایں سے مراد دوست یعنی دشمن گیا اور دوست آیا ہی۔ دشمن و دوست اور آں و ایں میں لف و نشر مرتب ہی۔

(۸) ترجمہ۔ پری رو معشوق کی خوشی کے صدقے خالص شراب دے کیونکہ سرخ شراب غمگین دل کی دوا ہی۔

شادی یار۔ اصل میں بشادی یار ہے۔ ب محذوف ہی۔ یعنی ہم غمگین ہیں۔ معشوق خوش ہی معشوق کی خوشی کے صدقے ایک پیالہ ہمکو بھی دے۔ کہ ہمارا دل بھی خوش ہو جائے۔

(۹) ترجمہ۔ زمانہ کی بیوفائی کی رسم جب ابر بہار نے دیکھی۔ تو اسکو سمن سنبل اور نسرین پر رونا آیا۔ باغ میں کبھی بہار ہی کبھی خزاں کبھی چمن کبھی سرسبز ہی کبھی ویران زمانہ کی اس بدعہدی اور بیوفائی کو دیکھ کر گویا موسم بہار کا بادل باغ پر روتا ہی کہ آج کیا حالت ہی۔ کل کیا ہوگی۔

(۱۰) ترجمہ۔ جب بادِ صبا نے بلبل سے حافظ کا کلام سنا عنبر افشانی کرتی ہوئی ریاحین کے تماشہ کو آئی۔

ریاحین۔ جمع ریحان۔ نازبو۔ سبزہ زار۔ گلستان۔ باغات۔

شاعرانہ فخر یہ شعر ہے۔ مطلب یہ ہی کہ باغ میں بلبلیں بھی حافظ کی غزلیں گاتی ہیں اور بادِ صبا ان غزلوں کو سنکر باغ میں آتی ہے اور عنبر افشانی کرتی ہی۔

غزل (۱۰)

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد	۱	دل رمیدۂ ما را انیس و مونس شد
نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت	۲	بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد
طرب سرائے محبت کنوں شود معمور	۳	کہ طاق ابروی یار منش مہندس شد
ببوے او دل بیمار عاشقاں چو صبا	۴	فدای عارض نسرین و چشم نرگس شد

۵ بصد مصطبه‌ام می نشاند اکنوں یار — گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد

۶ لب از ترشح می پاک کن برای خدا — که خاطرم بهزاران گنه موسوس شد

۷ کرشمهٔ تو شرابے بعاشقاں پیمود — که علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد

۸ خیال آب خضر بست و جام کیخسرو — بجرعه نوشئ سلطان ابوالفوارس شد

۹ چو زر عزیز جهاں ست شعر من آری — قبول دولتیاں کیمیای هر مس شد

(۱۰) زراه میکده یاران عنان بگردانید — چرا که حافظ ازیں راه رفت و مفلس شد (۱۰)

(۱) ترجمہ :- ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بن گیا۔ ہمارے بھاگے ہوئے دل کا انیس اور رفیق ہوا۔

یہ شعر نعت ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ایک ستارہ کیطرح آئے اور چاند کیطرح چمکے۔ بیکسی اور یتیمی کا زمانہ گذارا۔ اسوقت بھی آپ کی راست بازی اور صداقت کا ستارہ چمکتا تھا۔ نبوت ملی اور دنیا کی انجمن میں چاند کیطرح نور ہدایت کا منبع بنے اور دنیا کو جو حقیقت کو چھوڑ کر گمراہ ہو چکی تھی۔ پھر صراط مستقیم پر لے آئے۔ خدا اور خدا کی توحید سے بھاگے ہوئے دلوں کو از سر نو توحید کی تعلیم دی۔

(۲) ترجمہ :- میرا معشوق جو کبھی مدرسہ میں نہ گیا اور خط نہ لکھا۔ غمزوں سے صدہا مدرسوں کا استاد بن گیا۔

نگار سے مراد یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ اُمّی تھے۔ یعنے نوشت و خواند نہ جانتے تھے۔ صرف غمزہ اور اشارہ و کنایہ سے دنیا کے استادوں کے استاد بن گئے۔ مسئلہ آموز۔ مسئلہ سکھانے والا یعنی استاد۔

آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علوم اکتسابی نہ رکھتے تھے۔ انکو خدائے تعالےٰ نے علم لدنی بخشا جسکی برکت سے وہ تمام دنیا کے ہادی بنے۔ ظاہر ہے کہ علم اکتسابی علم لدنی کے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں۔ اور جس شخص کو خدا تعالےٰ نے علم لدنی دیا ہو۔ وہ بہتر ہے کہ علوم اکتسابی سے بے بہرہ رہے۔ کیونکہ علوم اکتسابی ناقص ہیں اور انکا نتیجہ یقین نہیں بلکہ گمان اور وسوسہ ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے علم لدنی کے معلومات یقینی۔ لہذا جس شخص کو علم لدنی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ اس کے سینہ میں علم اکتسابی کا ہونا مفید نہیں بلکہ مضر ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امی ہونا بھی باقی انبیاء پر اُن کی فضیلت ظاہر کرتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ محبت کا طرب سرا (یعنی دل) اب معمور ہوگا۔ کیونکہ میرے معشوق کی ابرو کا طاق اس کا مہندس بنا ہے۔

معمور۔ آباد۔ بھرا ہوا۔ پُر۔ (عمارت کردہ شدہ) مہندس۔ اندازہ کرنے والا۔ علم ہندسہ اور اشکال کا عالم۔ عمارتی کام کا ماہر۔ انجینیر۔

دل کو طرب سرائے محبت کہا ہے۔ کیونکہ دل ہی عشق کے اسرار اور محبت کے انوار کا مقام ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے دل کا مکان تعمیر ہو جائیگا۔ کیونکہ معشوق کی ابرو کا طاق اب اسکا معمار بنا ہے۔ یعنی دل کی بنا اب درست ہو جائیگی۔ کیونکہ ابروئے معشوق کے طاق کے اندازہ پر بن رہی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دل اب آباد ہو جائیگا۔ کیونکہ معشوق کی ابرو کا خیال ہر وقت دل میں رہتا ہے۔ سرائے۔ معمور۔ طاق۔ مہندس میں صنعت مراعات النظیر۔

(۴) ترجمہ۔ اسکی بو کی امید میں عاشقوں کا بیمار دل بادِ صبا کیطرح نسرین کے عارض اور نرگس کی آنکھ پر قربان ہو گیا۔

یعنی بادِ صبا کیطرح عاشق جب نسرین و نرگس کو دیکھتے ہیں تو معشوق کے عارض و چشم یاد آتی ہیں اور عاشقوں کا دل معشوق کی خوشبو کی امید میں نسرین و نرگس پر قربان ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ معشوق اب میخانہ کے صدر پر مجھے بٹھاتا ہے۔ گدائی شہر کو (یعنے مجھے) دیکھ کہ میر مجلس ہو گیا۔

مصطبہ۔ میخانہ۔ شرابخانہ۔ مستبہ۔ مصتبہ۔ مضطبہ بھی درست ہے۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کے لئے لب کو شراب کے قطرہ سے صاف کر۔ کیونکہ میرے دل میں ہزار گناہوں کے وسوسے پیدا ہوگئے ہیں۔ یعنے تیرے لب پر شراب کے قطرے دیکھکر میرے دل میں کئی گناہوں کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اور کئی آرزوئیں دل میں آگئی ہیں۔ براے خدا لب صاف کر۔

گال وہ صبح درخشاں کہ ملک پیار کریں	آنکھیں وہ فتنۂ دوراں کہ گنہگار کریں

(۷) ترجمہ۔ تیرے کرشمہ نے عاشقوں کو ایسی شراب پلائی۔ کہ علم بیخبر ہو گیا اور عقل بیحس ہو گئی۔

شراب علم اور عقل کے لئے دیکھو شعر الف ۱ معشوق کی کرشمے اور غمزے عاشقوں کے لئے شراب کا کام کرتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ آب حیات اور جام کیخسرو کا خیال یاد نہ رہا۔ ایک ہی گھونٹ پینے سے سلطان ابوالفوارس ہو گیا۔

یعنے عاشق کرشمۂ معشوق کی شراب کو آب حیات اور جام کو جام کیخسرو سمجھتے ہیں اور ایک گھونٹ پینے سے ہی بادشاہ بن جاتے ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ سوسن کیطرح میری نظم جہاں کو جاری ہے۔ ہاں اہل دانش کی [illegible] کے لئے کیمیا ہوگئی ۔

یعنی میرے شعر اگرچہ بمنزلہ مس کے تھے ۔ مگر اہل قدر کی قدردانی سے سوسن کیطرح عزیز ہوگئے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ شراب خانہ کی راہ سے دستو ہاتھ پھیر لو ۔ کیونکہ حافظ اسی رستہ سے گیا اور مفلس بن گیا ۔

غزل (۹۲)

ساقی ار بادہ ازین دست بجام اندازد	۱	عارفان را ہمہ در شرب مدام اندازد
ور چنین زیر خم زلف نہد دانہ خال	۲	ای بسا مرغ خرد را کہ بدام اندازد
آن زمان وقت می صبح فروغ ست کہ شب	۳	گرد خرگاہ افق پردۂ شام اندازد
روز در کسب ہنر کوش کہ میخوردن روز	۴	دل چو آئینہ در زنگ ظلام اندازد
ای خوشا حالت آن مست کہ در پای حریف	۵	سر و دستار نداند کہ کدام اندازد
زاہدا سر بکلہ گوشۂ خورشید برآر	۶	بختت ار قرعہ بدین ماہ تمام اندازد
زاہد خام کہ انکار می و جام کند	۷	پختہ گردد چو نظر بر می خام اندازد

(۸) باده با محتسب شہر ننوشی زنہار
کہ خورد بادہ‌ات و سنگ بجام اندازد (۸)

(۱) ترجمہ ۔ ساقی اگر شراب اس ہاتھ سے جام میں ڈالے ۔ تو عارفوں کو شرب مدام میں مشغول کردے ۔
شرب مدام ۔ یعنی ہمیشہ پیتے رہنا یا شرب مدام یعنی شراب پینا ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق اپنے ہاتھ سے شراب دے تو عارف بھی پی لے ۔

اپنے ہاتھ سے جو وہ بھر کے انہیں جام شراب | اکبر | شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

(۲) ترجمہ۔ اگر اسی طرح زلف کے خم کے نیچے خال کا دانہ رکھو تو عقل کے بہت سے پرندوں کو جال میں پھنسا لیگا
زلف کے خم کو دام اور خال کو دانہ سے تشبیہ دی ہے عقل کو مرغ کہا ہے۔

خال تو دانہ دانہ و زلفِ تو دام دام　　مرغیکہ دانہ چید گرفتارِ دام شد

(۳) ترجمہ۔ شرابِ صبح افروز کے پینے کا وقت وہ وقت ہے۔ جب رات خیمہ افق کے گرد شام کا پردہ ڈالے
(۴) ترجمہ۔ دن بھر کسبِ ہنر کی کوشش کر کہ دن کو شراب پینا۔ آئینہ جیسے دل کو تاریکی کے زنگ میں ڈال دیتا ہے
یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ شراب پینے کا موزوں وقت شام کا وقت ہے۔ کیونکہ دن کو شراب پینا
آئینہ دل کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔ دن کسبِ ہنر کے لئے ہیں۔ ناظرین اپنے اپنے مذاق کے مطابق ان شعروں کی تعبیر کر
لیں۔ خواہ یہ سمجھیں کہ دن بھر کام کاج کے لئے ہے۔ کسبِ معاش میں صرف کرنا چاہئے۔ یہ معاملات کا وقت ہے۔ ترکِ دنیا
کر کے دن بھر تسبیح و تحمید میں مشغول اور شرابِ عشق سے مست رہنا بھی ایک نقطہ خیال سے مضر ہے دن بھر دنیا
کے معاملات اور ضروری عبادات میں صرف کرنا چاہئے۔ شرابِ عشق کی مستی کے لئے رات کا وقت موزوں ہے
یا بصورت دیگر یہ خیال کریں کہ دن کسبِ معاش کے لئے ہے۔ شراب رات کے وقت پینی چاہئے۔ صبح فروغ
صفتِ مے ہے۔ صبح کی روشنی والی یا صبح کو روشن کرنے والی۔
(۵) ترجمہ۔ اس مست کی حالت بہت اچھی ہے جو دوست کے پاؤں میں سر اور دستار میں فرق نہ جانے کہ کسے گرائے
مستی میں سر کی دستار کا گرانا تو معمولی بات ہے۔ خوش نصیب وہ مست ہے جس کی مستی اس درجہ کی ہو۔ کہ سر اور دستار
میں فرق نہ جانے اور نہ جانے کہ کسے گراتا ہے سر کو یا دستار کو۔
(۶) ترجمہ۔ اے زاہد سوچ کے کہ کنگورہ تک سر اٹھا۔ اگر تیرا نصیب ماہِ کامل پر تیرا قرعہ ڈالے۔
ماہِ تمام سے مراد معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا معشوق مل جائے تو زاہد کو خورشید کی رفعت نصیب ہو۔
خورشید اور ماہ۔ سر اور کلاہ کی رعایت ظاہر۔
(۷) ترجمہ۔ خام طمع والا زاہد انکار پر ہی اڑا رہا۔ اگر شرابِ جام پر نظر ڈالے تو پختہ ہو جائے۔
یعنے زاہد شراب کا انکار ہی کرتا رہا۔ اور شرابِ طہور کی طمع خام میں ہی رہا۔ اگر وہ جام کی شراب پر نظر ڈالے
تو پختہ ہو جائے۔

ناتجربہ کاری سے واعظ کی ہیں یہ باتیں　　اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے　　(اکبر)

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ شہر کے محتسب کے ساتھ شراب نہ پینا۔ کیونکہ وہ تیری شراب بھی پئے گا اور پیالہ پر پتھر بھی ماریگا

مطلب یہ ہے کہ محتسب شراب بھی پیتا ہے اور پیالہ کو بھی توڑتا ہے۔ محتسب و زاہد کے شراب ایبھو دکا بیان ہے۔

غزل (۹۳)

سحر چون خسرو خاور علم بر کوہساران زد	۱	بدست مرحمت یارم در امیدواران زد
چو پیش صبح روشن شد کہ حال مہر گردون چیست	۲	بر آمد خندۂ خوش بر غرور کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزم رقص چون برخاست	۳	گرہ بکشود از گیسو بر دلہای یاران زد
من از رنگ صلاح آن دم بخون دل بشستم دست	۴	کہ چشم بادہ پیمایش صلا بر ہوشیاران زد
کدام آہن دلش آموخت این آئین عیاری	۵	کز اول چون برون آمد رہ شب زندہ داران زد
خیال شہسواران پخت و شد ناگہ دل مسکین	۶	خداوندا نگہدارش کہ بر قلب سواران زد
منش با خرقۂ پشمین کجا اندر کمند آرم	۷	زرہ موئی کہ مژگانش رہ خنجر گذاران زد
نظر بر قرعۂ توفیق و یمن دولت شاہ است	۸	بدہ کام دل عاشق کہ فال بختیاران زد
شہنشاہ مظفر فر شجاع ملک و دین منصور	۹	کہ جود بیدریغش خندہ بر ابر بہاران زد
ازان ساعت کہ جام می بدست او مشرف شد	۱۰	زمانہ ساغر شادی بیاد میگساران زد
ز شمشیر سر افشانش ظفر آن روز بدرخشید	۱۱	کہ چون خورشید انجم سوز تنہا بر ہزاران زد
تعالی اللہ ہی ذاتی کہ تا نیرنگ ہستی یافت	۱۲	صفائی ہر یکیش دم از پرہیزگاران زد

(۱۳) دوام ملک و عمر او بخواہ از لطف حق حافظ
کہ چرخ این سکۂ دولت بنام شہسواران زد (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ سحر کے وقت جب شاہ مشرق نے جھنڈا پہاڑوں پر گاڑا میرے یار نے رحمت کے ہاتھ سے امیدواروں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

خسرو خاور یعنی شاہ مشرق سے مراد آفتاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب نے پہاڑوں پر جھنڈا گاڑا یعنی جب آفتاب نکلا تو میری یار نے امیدواروں کے دروازہ پر رحم کے ہاتھ سے دستک دی یعنی تشریف فرما ہو کر ان پر لطف

وکرم کیا۔ یا ان پر رحمت کے دروازے کھولدیئے۔ کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ کہ صبح کا وقت دعا و اجابت کے وصل کا اور امیدواروں کی امیدیں بر آنے کا وقت ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب صبح پر روشن ہوا (جب صبح کو معلوم ہوا) کہ آسمان کی محبت کا کیا حال ہے تو باہر آئی (نکلی) اور کامگاروں کے غرور پر قہقہہ لگایا۔

طلوعِ آفتاب کی روشنی کو خندۂ صبح کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب خندۂ صبح کی وجہ بتاتے ہیں کہ جب صبح کو معلوم ہو جاتا ہے کہ گردونِ گرداں کی مہر و محبت ناپائدار اور بے ثبات ہے اور اسکے انقلابات سے کبھی دن اور کبھی رات ہے تو وہ پردۂ شب سے باہر نکلتی ہے اور دنیا کے کامگار لوگوں پر ہنستی ہے کہ یہ بیوقوف اپنی کامگاری پر مغرور ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ یہ کامگاری چند روزہ ہے جسطرح صبح مغرور انسان کے غرور پر ہر روز ہنستی ہے اسی طرح شام اس نادان انسان کی ناثباتی پر ہر روز روتی ہے۔ صبح و شام دورِ گردوں کے انقلابات کی دو بیّن نشانیاں ہیں فاعتبروا یااولی الابصار۔ صبح روشن اور مہر و گردوں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ میرا معشوق کل مجلس میں رقص کے ارادہ سے جب اٹھ کھڑا ہوا تو اس نے زلف سے گرہ کھولی اور یاروں کے دلوں پر گرہ لگادی۔

وہی گرہ جو اپنے گیسو سے کھولی مشتاقوں کے دلوں پر لگادی یعنی معشوق کے بال پریشان دیکھکر عاشقوں کے دل پر گرہ پڑ گئی

(۴) ترجمہ۔ میں نے اسی وقت رنگِ صلاح سے خونِ دل کے ساتھ ہاتھ دھو دیئے۔ جب اسکی بادہ پیما آنکھ نے ہوشیاروں پر آوازہ لگایا۔

یعنے جب وقت اسکی مست آنکھ نے پکار کر کہا کہ جسکو ہوشیاری اور عقلمندی کا دعوے ہے سامنے آئے۔ میں نے اسی وقت پرہیزگاری سے ہاتھ دھو دیئے۔ دست شستن از چیزے۔ کسی چیز سے مایوس ہو جانا۔ رنگِ صلاح سے خونِ دل کے ساتھ ہاتھ دھو دیئے۔ یعنی صلاح و تقوی سے ایسا مایوس ہوا کہ دل خون ہو گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تیری مست آنکھ کے سامنے مستوری کا دعوی فضول ہے اور تیرے عشق میں زہد و تقوی کا خیال خیال باطل

حریف جوشش دریا نہیں خودداری ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعوی ہے باطل ہوشیاری کا

صلا سے مراد صلائے "الست بربکم" بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عشق کی ابتدا روز ازل سے ہوئی

(۵) ترجمہ۔ کسنے آہن دل نے اسکو عیاری کا یہ طریقہ سکھایا ہے۔ کہ اول ہی جب باہر نکلا تو شب زندہ داروں کو لوٹا

یعنی میرے معشوق نے رہزنی کا یہ طریقہ کہاں سے سیکھا ہے کہ سب سے پہلے عابدان شب بیدار اور سحر خیز کے دلوں کو

غارت کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے مسکین دل نے شہسواروں کا خیال پکا یا اور یکا یک (ان کے پیچھے) چلا گیا۔ خداوندا! اسے محفوظ رکھ کہ سواروں کے قلب پر حملہ کیا ہے۔

معشوق کو شاہسوار کہا ہے اور اپنے دل کو ایک مسکین پیادہ سے تشبیہ دی ہے عشق اختیار کرنا ایسا ہی مشکل اور خطرناک کام ہے جیسا کہ ایک پیادہ کا سواروں پر حملہ کرنا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں عشق کا خیال پیدا ہوا اور عاشق ہو گیا ہے۔ خدا اسے اس مہم میں محفوظ رکھ!

(۷) ترجمہ۔ میں اس پشمینہ کے خرقہ کے ساتھ اسکو کسطرح کمند میں لاؤں اس زرہ مو کو جسکی پلکیں خنجر گذاروں کو مارتی ہیں۔

زرہ۔ جلتہ۔ فولاد کا حلقہ دار کرتہ جو لڑائی میں پہنتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میرے اوپر پشمینہ کا ایک خرقہ ہے۔ ہاتھ میں نہ تلوار ہے نہ تیر کمان برخلاف اسکے میرا معشوق زرہ مو ہے یعنی اسکے بال زرہ کا کام دیتے ہیں اور اسکی پلکوں کے تیر بڑے بڑے شمشیر زن بہادروں کو مار ڈالتے ہیں پس اس صورت میں اسکو کسطرح کمند میں لا سکتا ہوں۔ یعنی اسے کس طرح قابو کر سکتا ہوں۔ بعض قلمی دیوانوں میں "زرہ موے" کی بجائے "زہر موئے" ہے۔

(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کی ذات کے دین و توفیق کے ترجمہ پر نظر ہے۔ عاشق کے دل کا مدعا بر لا کہ کامگاری کی فال ہے خواجہ صاحب نے عاشقانہ مضامین کے ضمن میں اپنے ممدوح کی مدح شروع کر دی ہے اسے گریز کہتے ہیں معشوق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہمارے دل کی مراد پوری کر۔ کیونکہ ہم نے اب بادشاہ کی کامگاری اور دین و توفیق کی فال نکالی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کی کامگاری کے صدقے عاشقوں کو بھی کامگار بنا۔

(۹) ترجمہ۔ شہنشاہ مظفر شجاع ملک و دین یعنی منصور۔ کہ جسکی بیدریغ بخشش نے ابر بہاراں پر قہقہہ لگایا ابر بہار کی بخشش مشہور ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ممدوح کی بخشش ابر بہار پر بھی ہنسی اڑاتی ہے یعنی میرا ممدوح ابر بہار سے بھی زیادہ فیض رساں ہے۔

خواجہ صاحب کو مدح تو امیر منصور کی منظور ہے۔ لیکن ساتھ ہی امیر منصور سے پہلے کے بادشاہوں کا نام بھی لگئے امیر مبارز الدین مظفر اور شاہ شجاع منصور سے پہلے شیراز کے بادشاہ تھے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴ تا ۲۰ سوانحعمری۔ مظفر اور شجاع ملک و دین یہاں منصور کی صفت کے طور پر واقع ہوئی ہیں یعنی

منصور جو مظفر شکستہ شان والا ہے اور ملک و دین کا شجاع ہے۔ مظفر، شجاع اور منصور میں صفت ایہام ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ جس وقت سے جام ہے اسکے ہاتھ سے مشرف ہوا ہے۔ زمانہ نے خوشی کا ساغر میخواروں کی یاد میں پیا۔
یعنی جب سے منصور ایران کا بادشاہ ہوا ہے۔ امن و امان ہے اور زمانہ گذشتہ امن و امان کی یاد میں خوشی کے جام پی رہا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اسکی سر کاٹنے والی شمشیر سے فتح اس روز چمکی جب اس نے انجم سوز خورشید کیطرح تنہا ہزاروں حملہ کیا۔
شمشیر۔ مرکب ہے شم اور شیر سے۔ شم کے معنی ناخن یا شیر کی دم ہیں۔ چونکہ تیغ شیر کے ناخن سے مشابہ اور شیر کی دم کی ہمشکل ہے۔ اس لیے یہ نام ہوا۔ انجم سوز۔ ستارہ کو مات کرنیوالا جیسطرح آفتاب تنہا ہزارہا سیاروں کے لشکر پر حملہ آور ہو کر انکو مات کر دیتا ہے اسی طرح جبکہ منصور بادشاہ نے تنہا دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ اسکی تیغ سے فتح چمکنی تھی۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۰۱۹ سوانحعمری۔ ایک قلمی دیوان میں نصرت افشاں کی جگہ زرافشاں ہے۔ اور دوسرے دیوان میں درخشاں ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ تعالی اللہ! عجیب بات ہے کہ جب سے نیرنگ ہستی پایا ہے اسکا جوہر پاک کی صفائی پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔
تعالی اللہ۔ خدا بڑا ہے۔ کلمہ تعریف و تعجب و تحسین۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح کی ذات عجیب ہے کہ جب سے ہستی میں آئی ہے اسکے جوہر پاک کی صفائی پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔
اگر نیرنگ ہستی کو فاعل یافت کو فعل اور صفائے گوہر پاک کو مفعول سمجھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا۔ تعالی اللہ عجیب بات ہے کہ جب سے نیرنگ ہستی نے اسکے جوہر پاک کی صفائی پائی ہے۔ پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔ یعنی جب سے میرے ممدوح کا جوہر پاک عدم سے ہستی میں آیا ہے۔ تو ہستی کو اسقدر صفائی حاصل ہوئی ہے کہ وہ پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ خدا کے لطف و کرم سے اسکے ملک و عمر کا دوام طلب کر۔ کیونکہ آسمان نے دولت کا یہ سکہ شاہسواروں کے نام پر ضرب کیا ہے۔
یعنی دوام ملک و عمر شاہسواروں کو حاصل ہوتا ہے۔ میرا ممدوح بھی شاہسوار ہے اسلئے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا اسکو دوام ملک و عمر نصیب کرے۔

غزل ۹۴

(۹۹) (۵۹)

سحر بلبل حکایت با صبا کرد ۱	کہ عشق گل بیا دیدی چہا کرد
غلام ہمت آن نازنینم ۲	کہ کار خیر بی روی و ریا کرد
خوشش باد آن نسیم صبحگاہی ۳	کہ درد شب نشیناں را دوا کرد
من از بیگانگاں ہرگز ننالم ۴	کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد
نقاب گل کشید از زلف سنبل ۵	گرہ بند قبای غنچہ وا کرد
ازاں ناگہ زخم خوں در دل افتاد ۶	دریں گلشن بخارم مبتلا کرد
بہر سو بلبل بیدل در افغان ۷	تنعم در میان باد صبا کرد
گر از سلطاں طمع کردم خطا بود ۸	ور از دلبر وفا جستم جفا کرد
وفا از خواجگان شہر با من ۹	کمال دین و دولت بوالوفا کرد

(۱۰) بشارت بر بکوی مے فروشاں
کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت بلبل نے صبا سے بیان کیا کہ تونے دیکھا ہے کہ پھول کے عشق نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔
یعنی ہم عشق گل میں خستہ حال اور رسوا ہوگئے۔

(۲) ترجمہ۔ میں اس نازنین کی ہمت کا غلام ہوں جس نے نیکی کا کام روی و ریا کے بغیر کیا۔
یعنے میں صرف اس نیکی کا قائل ہوں جس میں ریا نہ ہو۔

(۳) ترجمہ۔ صبح کی نسیم اسکے لئے خوش ہو جس نے شب نشینوں کے درد کی دوا کی۔
جملہ دعائیہ ہے مطلب یہ ہے کہ شب بیدار عاشقوں یا سالکوں کے دردِ دل کی دوا کرنے والے معشوق یا مرشد کو خدا صبح کی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے۔ یا یہ سمجھو کہ شب دنیا کے دردمندوں کے چارہ ساز کو خدا صبح قیامت کی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے۔

(۴) ترجمہ ۔ میں بیگانوں سے ہرگز نالاں نہیں ہوں۔ کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اُس دوست نے کیا ہے۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

فریاد دوستاں ہمہ از دستِ دشمن است	فریادِ سعدی از دلِ نامہربانِ دوست
از دشمناں برند شکایت بدوستاں	چوں دوست دشمن است شکایت کجا بریم
مبارزانِ جہاں قلبِ دشمناں شکنند	ترا چہ شد کہ ہمہ قلبِ دوستاں شکنی

اسی مضمون پر ہے۔

آنچہ بہ فیضی لفظِ سیر دوست کرد	مشکل اگر دشمن جانی کند

جلال اسیر کا شعر ہے۔

نے ز جور دشمناں رنجیدہ ام	از وفائے دوستاں رنجیدہ ام

(۵) ترجمہ ۔ پھول پر زلفِ سنبل کی نقاب ڈالی۔ اگر غنچہ کی قبا کا بند کھولا۔
شعر (۴) شعر ہذا اور شعر (۶) کا مضمون مسلسل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں معشوق کے ہاتھ سے نالاں ہوں کیونکہ اگر وہ غنچہ کی قبا کا بند کھولتا ہے تو گل پر نقاب ڈال دیتا ہے۔ یعنی اگر غنچۂ دہن کو کھولتا ہے اور کوئی بات کرتا ہے تو گلِ رخسار پر زلف کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ گویا پورا مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔

(۶) ترجمہ ۔ اُس رنگ و رخ سے میرے دل میں خون گرایا۔ اس باغ میں مجھ کو کانٹوں ہی سے بستر ملا گیا۔
یعنے اسکے پھول جیسے سرخ اور نازک رخسار کی آرزو میں میرا دل خون ہوگیا اور اسکے گلشنِ لب و رخسار سے مجھ کو کوئی پھول نصیب نہ ہوا صرف کانٹے قسمت میں تھے۔

(۷) ترجمہ ۔ ہر طرف بیدل بلبل فریاد کر رہی ہے۔ اور عیش و عشرت درمیان میں بادِ صبا گری۔
یعنے باغ میں بلبلیں تو حرمان نصیب ہیں اور فریاد کر رہی ہیں۔ مگر بادِ صبا پھولوں سے ہم آغوش ہو رہی ہے اور عیش و تنعم میں گذار رہی ہے۔

(۸) ترجمہ ۔ اگر میں نے بادشاہ سے کوئی طمع کی تو وہ میری غلطی تھی۔ اور اگر معشوق سے وفا کا خواستگار ہوا تو اس نے الٹی جفا کی۔
اپنی حرمان نصیبی کا گلہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں سے طمع و توقع تو محض غلطی ہے۔ باقی رہے معشوق۔ وہ بھی بجائے وفا کے جفا کرتے ہیں۔

(۹) ترجمہ ۔ شہر کے امرا میں کوئی میرے ساتھ وفا ۔ کمال دین و دولت ابوالوفا نے کی
کمال الدین ابوالوفا ممدوح کا نام ہے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ مے فروشوں کے کوچہ میں خوشخبری لے جا ۔ کہ حافظ نے زہد و ریا سے توبہ ۔ لی ہے ۔
فی الحقیقت زہد ریا آمیز سے توبہ بھلی ۔

غزل (۹۵)

شاہدان گر دلبری زینسان کنند	۱	زاہدان را رخنہ در ایمان کنند
ہر کجا آن شاخ نرگس بشکفد	۲	گلرخانش دیدہ نرگسدان کنند
یار ما چون سازد آہنگ سماع	۳	قدسیان بر عرش دست افشان کنند
سر نماید آفتاب دولت	۴	گر چو صبحت آینہ رخشان کنند
مردم چشمم بخون آغشتہ شد	۵	از کجا این ظلم بر انسان کنند
عاشقان را بر سر خود حکم نیست	۶	ہر چہ فرمان تو باشد آن کنند
پیش چشمم کمتر است از قطرہ	۷	آن حکایتہا کہ از طوفان کنند
کن نگاہی از دو چشمت تا روان	۸	مرگ را بر بیدلان آسان کنند
عید رخسار تو کو تا عاشقان	۹	در وفایت جان و دل قربان کنند
ای جوان سرو قد گوئی بزن	۱۰	پیش از آن کز قامتت چوگان کنند
خوش برآی از غصہ ای دل کاہل راز	۱۱	عیش خوش در بوتہ ہجران کنند

(۱۲) کشش حافظ ز آہ نیم شب
تا چو صبحت آینہ رخشان کنند (۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ معشوق اگر اسی طرح دلبری کرتے رہیں گے ۔ تو زاہدوں کے ایمان میں رخنہ ڈالیں گے ۔
ذوق نے اسی مضمون پر کہا ہے ۔

تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دلکش کیشے ہو		لبریز شراب ناز دکھا تو ساغر چشم کا فر کو
تو سٹپکے بادہ انگور اسکے دانہ دانہ سے		پر دست ... ست اگر اسکی

(۲) ترجمہ ۔ جہاں کہیں وہ شاخ نرگس شگفتہ ہو۔ گلرخ اسکے لئے اپنی آنکھوں کو نرگس داں بناتے ہیں۔

نرگس داں ۔ گل داں ۔ پھولداں ۔ گلدستہ رکھنے کا ظرف ۔ گلدستہ دان ۔ وہ گلداں جسمیں نرگس پھولوں کا گلدستہ ہو ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا سہی قد اور نرگس چشم معشوق جہاں جلوہ آرا ہوتا ہے ۔ دوسرے حسین اسکو آنکھوں پر بیٹھا لیتے ہیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ میرا معشوق جب سماع کا ارادہ کرتا ہے ۔ قدسی (فرشتے) عرش پر رقص کرنے لگ جاتے ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ تیرے بخت کا آفتاب نمودار ہوگا ۔ اگر صبح کیطرح تیرا آئینہ روشن کر دیں ۔

صبح کا آئینہ روشن ہوتا ہے ۔ یعنی صبح صادق روشن ہوتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سورج نکل آتا ہے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تیرے آئینہ دل کو بھی صبح صادق کیطرح روشن کر دیں ۔ یعنی تیرا دل صاف ہوجائے تو تیرے اقبال کا آفتاب جلوہ نما ہو جائیگا ۔ حاصل کلام یہ ہے ۔ کہ اگر نیک بختی مطلوب ہے ۔ تو دل کو صاف کرنا چاہیے

(۵) ترجمہ ۔ میری آنکھ کی پتلی خون آلودہ ہوئی ۔ ایسا ظلم انسان پر کہاں کرتے ہیں ۔

یعنی میں تیرے عشق میں خون کے آنسو رویا کیا ۔ چنانچہ آنکھ کی پتلی خون آلودہ ہوگئی ۔ آدمی پر ایسا ظلم روا نہیں ۔ مردم اور انسان کی رعایت ظاہر ۔ صنعت ایہام ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ عاشقوں کو اپنے آپ کچھ اختیار نہیں ۔ جو کچھ تیرا حکم ہوتا ہے ۔ وہی کرتے ہیں ۔

خواجہ صاحب نے یہاں مسئلہ جبر و اختیار پر اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے ۔ دیکھو شعر ...

(۷) ترجمہ ۔ میری آنکھ کے سامنے ایک قطرہ سے بھی کم ہے ۔ وہ کہانی جو طوفان (نوح) کے متعلق بیان کی جاتی ہے یعنی طوفان نوح میرے طوفان اشک کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا ۔ کثرت گریہ کا بیان ہے ۔

کہ در فراق تو خاکے بسر توان کردن		بیا کہ گریہ من آنقدر زمین نگذاشت

(۸) ترجمہ ۔ اپنی دو آنکھوں سے نگاہ کر تاکہ جلدی ۔ موت کو بیدلوں پر آسان کر دیں

یعنی وقت نزع ہماری طرف نظر کر تاکہ جان آسانی سے نکل جائے ۔

(۹) ترجمہ ۔ تیرے رخسار کی عید کہاں ہے تاکہ عاشق ۔ تیری وفا میں جان و دل کو قربان کریں

عید اور قربان کی رعایت ظاہر ۔ عاشقوں کی عید معشوق کا دیدار ہے اور اسپر جان و دل قربان

کرتے ہیں ۰

(۱۰) ترجمہ ۔ اے سرو قد جواں گیند بازی پیشتر اسکے کہ تیرے قد کو چوگاں کردیں۔

یعنے اے جوان اسوقت ہی کچھ کرلے ۔ جب بوڑھا ہو کر تو چوگان (بلے) کیطرح خمیدہ قد ہوجائیگا اس وقت تو کچھ نہ کر سکیگا ۔

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا		کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں ۔
اے کہ دستت میرسد کارے بکن		پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار	سعدی

(۱۱) ترجمہ ۔ اے دل غصہ سے خوش خوش باہر آ کیونکہ اہلِ راز ۔ فراق کی کٹھالی میں خوشی سے زندگی بسر کرتے ہیں ۔

جسطرح کٹھالی میں زرِ خالص و ناخالص کی تمیز ہوجاتی ہے اسی طرح فراق کی کٹھالی میں عاشق صادق و کاذب کا فرق معلوم ہوجاتا ہے اس لئے فراق کا زمانہ خوش و خرم گذار دینا چاہیئے ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ اے حافظ آہِ نیم شب سے سر نہ پھیر تا کہ صبح کیطرح تیرے آئینہ کو روشن کردیں ۔

خواجہ صاحب شب بیدار تھے اور ہر جگہ اپنے کلام میں شب بیداری کے فوائد بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں ۔ کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا آئینۂ دل صبح کیطرح روشن ہوجائے ۔ تو آہِ نیم شبی سے غافل نہ ہو ۔

بباغِ قدس بہر دم گلے دگر شگفد		ازاں نفس کہ برآید ز دل سحر گاہے	

دیکھو شعر د ۲۰ اور ر ۴۔

غزل (۹۶)

شراب بیغش و ساقی خوش دو دام رہند	۱	کہ زیرکانِ جہاں از کمندشاں نرہند
من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ	۲	ہزار شکر کہ یاران شہر بیگنہند
مبین حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم	۳	شہان بی کمر و خسروان بی کلہند
جفا نہ شیوۂ درویشیست و راہروی	۴	بیار بادہ کہ ایں سالکان نہ مرد رہند
مکن کہ کوکبۂ دلبری شکستہ شود	۵	چو چاکراں بگریزند و بندگان بجہند
غلام ہمت دُردی کشانِ یکرنگم	۶	نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند

قدح مشنه بخرابات جز بشرط ادب	۷	که ساکنان درش محرمان پادشهند
بهوش باش که هنگام باد استغنا	۸	هزار خرمن طاعت به نیم جو نخرند

(۹)	جناب عشق بلندست همتی حافظ که عاشقان رهِ بی همتان بخود ندهند	(۹)

(۱) ترجمہ ۔ شرابِ صاف اور ساقی خوش ورہستہ کو دو جال ہیں ۔ کہ جہاں کے دانا ان کی کمند سے رہائی نہیں پاتے بیغش ۔ غش بکسر بمعنے کدورت ۔ و بالفتح ۔ کسی کم قیمت چیز کی آمیزش زر و نقرہ اور مشک و شراب میں بیغش بمعنے صاف ۔ خالص ۔

اس شعر میں خواجہ صاحب نے عشق کی ہمہ گیری بتائی ہے

(۲) ترجمہ ۔ میں اگرچہ عاشق ۔ رندمست اور نامہ سیاہ ہوں ۔ ہزار ہزار شکر ہے کہ یارانِ شہر بیگناہ ہیں ۔ اقلیمِ سخن کے اس شہنشاہ کو بارِ تحسین ادا کئے بغیر بن نہیں پڑتی ۔ کس خوبصورتی سے مطلب ادا کیا ہے مدعا یہ ہے کہ میں تو بیشک رند ہوں عاشق ہوں سیاہ اعمال ہوں اور جو کچھ ہوں سو ہوں ۔ مگر یارانِ شہر بھی اپنے گریبان میں نظر کریں اور دیکھیں کہ وہ کیسے ہیں یعنی وہ بھی ان عیوب سے پاک نہیں ۔ مگر طرزِ بیان دیکھو کس خوبی سے مطلب ادا کیا ہے ۔ اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی ادا کیا ہے ۔ مگر طرزِ ادا میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔

گر کنند میل بخوبان دلِ من خرده مگیر	کیں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند
عشق بازی نہ من آخر بجہان آوردم	یا گناہیست کہ اول من مسکیں کردم
حدیث عشق اگر گوئی گناه است	گناه اول ز حوا بود و آدم

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ف ۳۴/۱

(۳) ترجمہ ۔ گدایانِ عشق کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ یہ لوگ بغیر کمربند کے بادشاہ اور بغیر تاج کے خسرو ہیں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ ۔ (بعض پریشان بال غبار آلودہ دھکے دیئے گئے ۔ دروازوں سے اگر قسم کھا دیں ۔ اللہ پر البتہ سچ کرے اسکو)

۴ خاکساراں جہاں را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ دریں خاک سوارے باشد

اسی مضمون پر ہے

بچشم کم مبیں در نامۂ اعمالِ ما زاہد	کہ می بارد ازیں ابرِ سیاہ بارانِ رحمت ہا

(۴) ترجمہ — جفا درویشی اور راہبری (سالکی) کا شیوہ نہیں۔ شراب لا کہ یہ سالک مردانِ راہ نہیں ہیں۔
یعنے درویش اور سالک جفا شعار نہیں ہوتے۔ یہ سالک جو ایک دوسرے پر ستم روا رکھتے ہیں مردانِ راہ نہیں ہیں شراب پی اور جفا کاری سے باز آ۔

(۵) ترجمہ — ایسا نہ کر کیونکہ دلبری کا کوکبہ ٹوٹ جاتا ہے اگر نوکر بھاگ جائیں اور غلام مفرور ہو جائیں
کوکبہ — فر و شکوہ و حشمت۔ وغیرہ وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی دل آزاری نہ کر کیونکہ تیری حشمت ان ہی کی ہستی پر منحصر ہے۔ اگر نوکر نہ ہوئے تو آقا کا فر و شکوہ کس طرح قائم رہیگا۔

(۶) ترجمہ — میں بلند نگاہ دردی کشوں کی ہمت کا غلام ہوں۔ نہ ان لوگوں کا جو نیلا پوش ہیں اور دل سیاہ ہوتے ہیں
یعنے میں ان بلند نگاہوں کی ہمت کا قائل ہوں جن کے دل صاف ہیں نہ ان نیل پوش درویشوں کا جن کے دل سیاہ ہوتے ہیں۔

(۷) ترجمہ — خرابات میں قدم شرطِ ادب کے بغیر نہ رکھ۔ کہ اسکے دروازے کے ساکن بادشاہ کے محرم ہیں۔
یعنے خرابات کے رہنے والے شہنشاہِ حقیقی کے محرم ہیں اسلئے وہاں ادب سے جانا چاہیئے۔

(۸) ترجمہ — ہوش میں رہ کہ بادِ استغنا کے وقت عبادت کے ہزار خرمنوں کو آدھے جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے۔
استغنا — بے پرواہی — بے نیازی — غنا — اغنا۔
مطلب یہ ہے کہ تو اپنی عبادت پر مغرور نہ ہو۔ صرف خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ۔ کیونکہ بارگاہِ الٰہی میں کسی عبادت اور اطاعت کی ضرورت نہیں استغنا کی ہوا تیری عبادت کے ہزاروں خرمن برباد کر سکتی ہے — مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر ۵۱/۲

(۹) ترجمہ — عشق کی درگاہ بلند ہے — اے حافظ ہمت (اختیار) کر۔ کیونکہ عاشق بے ہمتوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے۔
عالی ہمتی کی تعلیم ہے۔ دین و دنیا کے تمام کام ہمتِ بلند پر منحصر ہیں۔ پست ہمت آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

همت بلند دار که نزد خدا و خلق	باشد بقدر همت تو اعتبار تو

غزل ۹۷

شاہد آن نیست کہ موئی و میانے دارد	۱	بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد
شیوۂ حور و پری خوب و لطیف ست ولی	۲	خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد
چشمۂ چشم مرا ای گل خنداں دریاب	۳	کہ بامید تو خوش آب روانے دارد
مرغ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرائے	۴	ہر بہاری کہ ز دنبال خزانے دارد
خم ابروی تو در صنعت تیر اندازی	۵	بستد از دست ہر آنکس کہ کمانے دارد
گوی خوبی کہ برد از تو کہ خورشید آں جا	۶	نہ سواریست کہ در دست عنانے دارد
دلنشیں شد سخنم تا تو قبولش کردی	۷	آری آری سخن عشق نشانے دارد
در رہ عشق نشد کس بیقین محرم راز	۸	ہر کسے برحسب فہم گمانے دارد
با خرابات نشیناں ز کرامات ملاف	۹	ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد

(۱۰)	مدعی گو بروز نکتہ بہ حافظ مفروش کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ معشوق وہ نہیں جو زلف و کمر رکھتا ہو۔ اسکے حسن کا غلام ہو جو ادا رکھتا ہو۔
یعنی معشوق کے لئے حسن صورت کے ساتھ آن و ادا بھی ضروری ہیں۔

شاہد آن نیست کہ دارد خط سبز و لب لعل	شاہد آنست کہ ایں دارد و آنے دارد	سلمان ساوجی
ایں ہمہ شیفتہ من از پئے آن میگردم	دیدہ ام طلعت زیبا ش کہ آنے دارد	

اسی مضمون پر ہے۔

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو	کیا وہ معشوق جس میں شان نہ ہو

(۲) ترجمہ۔ حور اور پری کا شیوہ اچھا ہے اور لطیف ہے لیکن۔ خوبی اور لطافت وہ ہے جو فلاں حسین میں ہے

یعنی حور و پری سب حسین ہیں لیکن اصلی حسن و لطافت وہی ہے جو میرے معشوق میں ہے۔
(۳) ترجمہ:- اے شگفتہ پھول میری آنکھ کے چشمہ کو دیکھ (حاصل کر) کیونکہ تیری امیدیں وہ بہت اچھا روان پانی رکھتا ہے
یعنے اے معشوق میں تیری آرزو میں ہمیشہ روتا رہتا ہوں۔ برائے خدا میری طرف توجہ کر گریہ و خنداں اور گل اور آب کی رعایت ظاہر۔
(۴) ترجمہ:- دانا پرندہ اس بہار کے باغ میں کبھی نغمہ سرا نہیں ہوتا جسکے پیچھے خزاں لگی ہو۔
یعنے جس بہار کے پیچھے ضروری خزاں ہو۔ دانا پرندہ اس پر کبھی عاشق نہیں ہوتا۔ باغ دنیا کی ناپائداری بیان کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس چند روزہ بہار پر کبھی مست نہیں ہونا چاہیئے۔
(۵) ترجمہ:- تیرے ابرو کا تم تیراندازی کی صنعت میں۔ جس شخص کے ہاتھ میں کمان ہو۔ لے لیتا ہے۔
یعنے تیری کمان ابرو تیراندازی کے فن میں ایسی کامل ہے۔ کہ کمان داروں کے ہاتھ سے کمان لے لیتی ہے گویا کوئی تیرانداز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
(۶) ترجمہ:- تیرے ہاتھ سے خوبصورتی کا گیند کون لیجائے کیونکہ آفتاب بھی اس جگہ ایسا سوار نہیں جسکے ہاتھ میں باگ ہو۔
یعنے خوبصورتی میں تجھ سے کوئی حسین گوئے سبقت نہیں لیجا سکتا تیرے مقابلہ میں شاہسوار آفتاب کے ہاتھ میں بھی عنان نہیں۔ یعنے بے اختیار ہے۔ گوو چوگان (پولو) کی کھیل سوار ہو کر کھیلی جاتی ہے۔ لہذا رعایت گو و سوار ظاہر۔
(۷) ترجمہ:- میرا کلام موثر (دلنشین) ہوگیا جب سے تو نے اسے قبول کیا۔ ہاں ہاں عشق کی بات نشانہ پر لگتی ہے۔
یعنے عشقیہ کلام موثر ہوتا ہے اور تیری قبولیت نے اسے اور بھی موثر کر دیا۔ نشین و نشاں میں صنعت تجنیس ہے۔
(۸) ترجمہ:- راہ عشق میں کوئی شخص یقین سے محرم راز نہیں ہو سکتا ہر شخص نے اپنی سمجھ کے مطابق گمان رکھتا ہے۔
یعنے اسرار عشق کو کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ اپنے اپنے فہم کے مطابق ہر ایک آدمی خیال کر لیتا ہے یقین و گمان کا مقابلہ ظاہر۔

دان گوہر بس شریف ناسفتہ بماند	اسرار وجود جملہ نہفتہ ماند

ہر کس بدلیل عقل چیزے گفتند		وان نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

(۹) ترجمہ ۔ خراباتیوں کے ساتھ کرامات کی لاف نہ مار، ہر بات کا کوئی محل اور ہر نکتہ کا کوئی مقام ہوتا ہی۔
یعنے ساکنان خرابات اور رندان مست کے مقابلہ میں بزرگی کا دم نہ مار یہ لوگ جو بظاہر خراب حال ہیں ان کے سینے اسرار معرفت سے پر ہیں۔ ہر بات اور ہر نکتہ کا اپنا اپنا محل ہوتا ہی۔ ایسے لوگوں کے مقابلہ میں لاف زنی بے محل اور بے جا ہے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ مدعی کو کہو کہ جائے اور حافظ کے سامنے نکات فروشی نہ کرے (یعنی نکتے بیان کر کے فخر نہ کرے) کیونکہ ہمارا قلم بھی زبان اور بیان رکھتا ہے۔
شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔ مطلب یہ ہی کہ ہمارے سامنے نکتے کیا بیان کرتا ہے۔ ہم بھی تو آخر نکات بیان کر سکتے ہیں۔

غزل ۹۸

شراب عیش نہان چیست کار بی بنیاد	۱	زدیم بر صف رندان و ہرچہ بادا باد
گرہ ز دل بگشا و ز سپہر یاد مکن	۲	کہ فکر ہیچ مہندس چنین گرہ نگشاد
ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ	۳	ازین فسانہ و افسون ہزار دارد یاد
قدح بشرط ادب گیر زانکہ ترکیبش	۴	ز کاسہ سر جمشید و بہمن ست و قباد
کہ آگہ است کہ جمشید و کی کجا رفتند	۵	کہ واقف ست کہ چون رفت تخت جم بر باد
ز حسرت لب شیرین ہنوز می بینم	۶	کہ لالہ می دمد از خاک تربت فرہاد
مگر کہ لالہ بدانست بیوفائی دہر	۷	کہ تا بزاد و بشد جام می ز کف ننہاد
نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر	۸	نسیم خاک مصلی و آب رکناباد
بیا بیا کہ زمانی ز می خراب شویم	۹	مگر رسیم بگنجی درین خراب آباد
بنوش بادہ صافی بنالہ دف و چنگ	۱۰	کہ بستہ اند بر ابریشم طرب دل شاد

زدست اگر ننہم جام می مکن عیبم || کہ پاک تر ز نیم حریف دست نداد

(۱۲) رسید در غم عشقش حافظ آنچہ رسید | کہ چشم زخم زمانہ بعاشقاں مرساد (۱۲)

(۱) ترجمہ - عیش نہانی کی شراب کیا ہی؟ ایک بے بنیاد کام ہے - ہم رندوں کی صف میں جا ملے ہیں - جو کچھ ہو سو ہو۔
یعنے شراب لیہود ایک بیہودہ کام ہے - ہم رندوں کی مجلس میں شامل ہو گئے ہیں اور علی الرغم انف حاسداں علانیہ شراب نوشی کرتے ہیں جو کچھ ہو سو ہو۔

(۲) ترجمہ - دل سے گرہ کھول اور آسمان (کی باتوں) کو یاد نہ کر - کیونکہ کسی منجم کی عقل نے یہ گرہ نہیں کھولی
یعنی کوئی مہندس انقلابات چرخ کے عقدہ کو حل نہیں کر سکتا - تو ان باتوں کو چھوڑ اور شاد و خرم زندگی بسر کر - مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۶/۵

(۳) ترجمہ - زمانہ کے انقلابات پر حیران نہ ہو - کیونکہ آسمان کو ایسے ہزار فسانہ و افسوں یاد ہیں۔
یعنے حوادث روزگار اور انقلابات چرخ پر حیران نہیں ہونا چاہئے - دور گردوں نے ایسے ہزارہا انقلابات ظاہر کئے ہیں

(۴) ترجمہ - پیالہ ادب سے ہاتھ میں پکڑ کیونکہ اسکی ترکیب جمشید - بہمن اور قباد کے سر کے کاسہ سے ہے۔
یعنے یہ پیالہ جو تیرے ہاتھ میں ہے - خدا جانے کتنے بادشاہوں کے کاسہ سر کی مٹی اس میں شامل ہوگی - اسکو ذرا ادب سے پکڑ - فی الحقیقت عبرت کا مقام ہے لاکھوں بادشاہ اور کروڑوں انسان مر کر خاک ہوئے اور ان کی خاک سے اب برتن اور اینٹیں بنائی جا رہی ہیں -

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ (القصص) یعنے بہت ہلاک کئے ہیں ہم نے گاؤں اور گاؤں والے جو اپنی گذران میں حد سے گذر گئے پس یہ ہے اب ان کے رہنے کی جگہ - ان کی ہلاک کے بعد کوئی وہاں نہ ٹھیرا مگر تھوڑا

	خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانے ست ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے ست		زلف صنمے و عارض جانانے ست انگشت وزیرے و سر سلطانے ست	عمر خیام
	شنیدم کہ یک بار در دجلہ		سخن گفت با عابدے کلہ	سعدی

کہ من فر فرماندہی داشتم		بہ سر بر کلاہ مہی داشتم	(سعدی)
دی کوزہ گرے بدیدم اندر بازار وان گل بزبان حال با او می گفت		بر تازہ گلے لگد ہمی زد بسیار من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار	(عمرخیام)
خوش باش کہ غصہ بیکراں خواہد بود خشتیکہ زقالب تو خواہند زدن		بر چرخ قران اختراں خواہد بود ایوان سرائے دیگراں خواہد بود	(عمرخیام)
ایں کوزہ چو من عاشق زارے بودست ایں دستہ کہ در گردن اوے بینی		در بند سر زلف نگارے بودست دستے ست کہ در گردن یارے بودست	(عمرخیام)

(۵) ترجمہ ۔ کون جانتا ہی کہ جمشید و کے کہاں گئے ۔ کسے معلوم ہی کہ سلیمان کا تخت کس طرح برباد ہوا ۔

ایں کہنہ رباط کہ عالم نام است بزمے ست کہ واماندہ صد جمشید است		آرامگہ ابلق صبح و شام است قصرے ست کہ تکیہ گاہ صد بہرام است

(۶) ترجمہ ۔ شیریں کے لب کی حسرت میں میں اب بھی دیکھتا ہوں کہ فرہاد کی قبر کی مٹی سے لالہ پیدا ہوتا ہی ۔
گل لالہ کے اندر ایک داغ ہوتا ہی ۔ اس لئے اسکو عاشق کے داغ دل سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں
کہ چونکہ فرہاد شیریں کے لب لعل کی حسرت میں دل پر داغ لیکر قبر میں گیا اس لئے اب تک اس کی قبر پر گل لالہ
اُگتا ہے ۔ دیکھو شعر $\frac{15}{2}$ ۔

مندرجہ ذیل اشعار بھی اسی قبیل سے ہیں ۔

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیر خاک بھی		ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا	
نظر چگونہ بدوزم کہ بہر دیدن دوست		ز خاک من ہمہ نرگس دمد بجائے گیاہ	(رودکی)
دلے دارم خراب نرگس میخانہ سامانش		کہ مے روید کدو پر بادہ از خاک شہید انش	(غنیمت)

(۷) ترجمہ ۔ شاید لالہ زمانہ کی بیوفائی کو جانتا تھا کہ جب سے پیدا ہوا مرنے تک جام شراب ہاتھ سے نہ رکھا ۔
گل لالہ کو جام مے سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گل لالہ نے ہمیشہ جام مے ہاتھ میں رکھا
غالباً وہ زمانہ کی بیوفائی کو جانتا تھا اور اس بیوفائی سے متاثر نہ ہونے کے لئے ایسا کیا ۔

(۸) ترجمہ ۔ مجھے سیر و سفر کی اجازت نہیں دیتی خاک مصلی کی نسیم اور نہر رکنا باد کا پانی ۔
مصلے ۔ اور رکنا باد ۔ کے لئے دیکھو شعر الف $\frac{6}{4}$ ۔

یہاں خواجہ صاحب نے امر واقعہ کا اظہار کیا ہے۔ بیشک خاکِ مصلے اور آبِ رکنا باد سے انکو اسقدر محبت تھی کہ باوجود ممالکِ غیر کے قدردانوں کے تقاضا و درخواست کے وہ شیراز کو نہ چھوڑ سکے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول نخومی

گفتہ بودم کہ رخت بربندم دست از دامنم سنے دارد		تا رہ بصرہ گیرم و بغداد خاک شیراز و آب رکنا باد		(سعدی)

(۹) ترجمہ ۔ آ آگہ جہد ت کے لئے شراب سے خراب ہولیں۔ شاید کہ اس خراب آباد میں کسی خزانہ تک پہنچ جائیں خزینے اور دفینے ہمیشہ خراب و ویران مقامات میں پائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آؤ اس خراب آباد (دنیا) میں خزانہ حاصل کرنے کے لئے شراب سے خراب (مست) ہونا ضروری ہے۔ حاصل کلام یہ کہ دنیا میں گنج معرفت حاصل کرنے کے لئے شراب عشق کا ہونا ضروری ہے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ شراب صاف دف و چنگ کی آواز کے ساتھ پی۔ کیونکہ خوش دل کو ابریشم طرب سے باندھا ہے۔

ابریشم ۔ (۱) ریشم۔ ریشم کی تار (۲) ساز کے تار۔ چنگ کے تار۔ چنانچہ ابریشم زدن بمعنی ساز بجانا آیا ہے۔ **ابریشم طرب** ۔ چونکہ چنگ ساز موجب طرب ہیں اس لئے چنگ کے تار کو بھی ابریشم طرب کہ سکتے ہیں۔ یا بصورت دیگر۔ طرب کی تار۔ خوشی کی تار۔

مطلب یہ ہے کہ خوش و خرم دل کو عاملانِ قضا و قدر نے خوشی کی تار یا چنگ کی تار سے وابستہ کیا ہے۔ یعنی دل کی خوشی چنگ کے تار یا رشتہ طرب پر منحصر ہے۔ اس لئے خوش زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور چنگ و دف کے ساتھ شراب پینی چاہئے۔ چنگ اور ابریشم کی رعایت ظاہر۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اگر میں ہاتھ سے جام کو نہ چھوڑوں تو میری عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ اس سے زیادہ پاک دست مجھے کبھی ہاتھ نہیں آیا۔

یعنے جام کی پاکیزہ ترین دوست ہے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ عشق کے غم میں حافظ پر جو حالت گذری گذری۔ زمانہ کی چشم زخم عاشقوں پر یہ نوبت نہ لائے۔

یعنے جو حالت عشق میں میری ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ زمانہ کی چشم بد عاشقوں کی وہ حالت نہ کرے

غزل (۹۹) (۵۱)

صوفی نہاد دام و سر حقہ باز کرد	۱	بنیاد مکر با فلک حقہ باز کرد
بازی چرخ بشکندش بیضہ در کلاہ	۲	زیرا کہ عرض شعبدہ با اہل راز کرد
ساقی بیا کہ شاہد رعنای صوفیاں	۳	دیگر بجلوہ آمد و آغاز ناز کرد
این مطرب از کجاست کہ ساز عراق ساخت	۴	و آہنگ بازگشت ز راہ حجاز کرد
ای دل بیا کہ ما بہ پناہ خدا رویم	۵	زانچہ آستیں کوتہ و دست دراز کرد
صنعت مکن کہ ہر کہ محبت راست باخت	۶	عشقش بروی دل در معنت فراز کرد
ای کبک خوشخرام کجا میروی بایست	۷	غرہ مشو کہ گربہ عابد نماز کرد
فردا کہ پیشگاہ حقیقت شود پدید	۸	شرمندہ رہروی کہ نظر بر مجاز کرد

(۹) حافظ مکن ملامت رنداں کہ در ازل
ما را خدا ز ہد و ریا بے نیاز کرد (۹)

شیراز کے بادشاہ شاہ شجاع کے عہد میں خواجہ عماد فقیہ ایک مشہور عالم تھے۔ بادشاہ انکا بہت معتقد تھا۔ فقیہ موصوف کے پاس ایک بلی تھی۔ جو انکے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھی۔ بادشاہ اس بات کو فقیہ صاحب کی کرامت سمجھتا تھا۔ مگر خواجہ حافظ ان باتوں کے کب قایل ہو سکتے تھے۔ فقیہ صاحب اور انکی بلی کے متعلق یہ غزل لکھی جس پر شاہ شجاع ان سے ناراض ہو گیا۔ تفصیلی حالات کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶-۱۷-۱۸۱۔ سوانحعمری۔ عام ریاکار زاہدوں اور بزرگوں کی پردہ دری کی گئی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ صوفی نے جال بچھایا اور ڈبیا کا منہ کھولا۔ حقہ باز آسمان کے ساتھ مکر کی بنیاد ڈالی۔

حقہ۔ بازی گر شاہ متی کی ڈبیا جس میں کئی خانے ہوتے ہیں اور جس میں سے نئی نئی چیزیں نکال کر وہ تماشہ دکھاتا ہے۔ حقہ باز۔ بازیگر۔ بھان متی۔ مداری۔ عیار۔ مکار۔ حیلہ گر۔ فریبی۔ حقہ باز اور حقہ باز میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ :- آسمان کی بازی اسکو رسوا کریگی۔ کیونکہ اس نے اہل راز کے ساتھ حیلہ بازی شروع کردی ہے۔
بیضہ در کلاہ شکستن - یا بیضہ در سر کسے شکستن۔ کسی کو منفعل کرنا۔ رسوا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے ریاکار صوفی کو آسمان آخر کار رسوا کریگا کیونکہ آسمان اس سے بھی زیادہ بازیگر ہے۔

(۳) ترجمہ :- اے ساقی آ کیونکہ صوفیوں کا شاہد رعنا۔ دوبارہ جلوہ افروز ہوا ہے اور اس نے ناز شروع کیا ہے۔
خواجہ صاحب نے ساقی سے طلب اسلئے کی ہے کہ ریاکار صوفیوں کے دام میں نہ آجائیں۔

(۴) ترجمہ :- یہ مطرب کہاں کا ہے کہ عراق کا ساز شروع کیا (عراق کی تیاری کی) اور راہ حجاز سے واپسی کا آہنگ کیا (ارادہ کیا)۔
عراق (۱) دو علاقوں کا نام ہے ایک عراق عجم جسمیں خراسان و اصفہان شامل ہیں دریائے جیحون کے کنارہ پر ہے دوسرا عراق عرب جسمیں بغداد شامل ہے دریائے دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے (عراق بمعنی کنارہ دریا) (۲) موسیقی کے مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے جو وقت چاشت سے مخصوص ہے۔ حجاز :- (۱) عرب کا ایک علاقہ جسمیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور نجد و غور کے درمیان کا ملک واقع ہے۔ (۲) مقامات موسیقی میں سے ایک مقام کا نام۔
ساز و آہنگ - عراق و حجاز کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ :- اے دل آ کہ ہم خدا کی پناہ مانگیں اس شخص سے جو آستین کوتاہ اور ہاتھ لمبا رکھتا ہو
یعنے ان ریاکار بزرگوں سے جو کوتاہ آستین ہوکر دست درازیاں کیا کرتے ہیں خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کوتاہ آستین لوگ شیطان ہیں۔ انکے مکر و دغا سے بچنے کے لئے لاحول پڑھنا چاہیئے۔

(۶) ترجمہ :- تصنع نہ کر (ریاکاری نہ کر) کیونکہ جو شخص سچی محبت اختیار نہیں کرتا عشق اسکے دل پر رنج و غم کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(۷) ترجمہ :- اے خوش خرام کبک کہاں جاتا ہے کھڑا ہو جا۔ اس بات پر نہ بھول کہ عابد بلی (یا عابد کی بلی) نے نماز پڑھی ہے۔
یعنے بلی کی نماز پر نہ جا۔ جب تو نزدیک پہنچیگا تجھے پکڑ کر کھا جائیگی۔
مشہور قصہ ہے کہ جنگل میں ایک بلی تھی۔ جو بوجہ ضعیف العمری کے شکار کرنے سے رہ گئی تھی۔ عبادت میں مشغول ہوگئی۔ ایک روز دو چکوروں کے درمیان کچھ تنازعہ واقع ہوا۔ بلی کو ثالث مقرر کیا اور اسکے پاس گئے۔ ماجرا بیان کیا عابدہ مسکین بلی نے کہا کہ ذرا نزدیک آؤ۔ ریاضت و مجاہدہ سے قوی کمزور ہوگئے ہیں دور سے نہیں سن سکتی۔ جب وہ بچارے

نزدیک گئے۔ فوراً جھپٹی اور دونو کو پکڑ کر چپت لگیئی۔ اسوقت سے گربہ عابد ایک ضرب المثل ہوگئی۔

(۸) ترجمہ ۔ کل جب پیشگاہِ حقیقت کا ظہور ہوگا۔ وہ سالک شرمندہ ہونگے جو مجاز پر نظر رکھتے تھے۔

فردا سے مراد فردائے قیامت۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت کے ظاہر ہونے پر ریاکاروں کو شرمندہ ہونا پڑیگا اور مجاز کے عاشق محبوبِ حقیقی کے سامنے رسوا ہونگے۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ رندوں کو ملامت نہ کر کیونکہ ازل میں خدا نے ہم کو زہد و ریا سے (یا زہد ریا آمیز سے) بے نیاز کر دیا۔

یعنے رندوں کو زہد ریا آمیز کی کچھ ضرورت نہیں وہ ان باتوں سے بے نیاز ہیں۔

غزل (۱۰۰)

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد	۱	ورنہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد
آنکہ یک جرعہ می از دست تواند دادن	۲	دست با شاہد مقصود در آغوشش باد
کیست آں شاہسوار خوش و خرم کہ دو کون	۳	بستۂ بند قبا و علم دوشش باد
نرگس مست نوازش کن مردم دارش	۴	خون عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد
چشمم از آئنہ داران خط و خالش گشت	۵	لبم از بوسہ ربایان لب نوشش باد
گرچہ از کبر سخن با من درویش نکرد	۶	جاں فدای شکریں پستۂ خاموشش باد
شاہ ترکاں سخن مدعیاں می شنود	۷	شرمی از مظلمۂ خون سیاووشش باد
پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت	۸	آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

(۹) بغلامی تو مشہور جہاں شد حافظ
حلقۂ بندگی زلف تو در گوشش باد (۹)

(۱) ترجمہ ۔ صوفی اگر شراب اندازہ سے پیئے۔ تو اسے نوشِ جان ہو۔ ورنہ بہتر ہے کہ اُسے اس کام کا خیال ہی بھول جائے حکیم عمر خیام کا بھی یہی خیال ہے۔

گر بادہ خوری تو با خردمنداں خور	یا با صنم لالہ رخ خنداں خور
بسیار مخور و ردمکن فاش مساز	اندک خور و گاہ خور و پنہاں خور

(۲) ترجمہ۔ جو شخص ایک گھونٹ شراب ہاتھ سے دے سکتا ہے۔ خدا کرے کہ اسکا ہاتھ شاہد مقصود کی آغوش میں ہو۔

یعنے شراب کا ایک گھونٹ بخشنے کے عوض خدا ساقی کو کامگار کرے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ خوش خرم شاہسوار کون ہے کہ دونو جہاں اسکی قبا کے بند اور کندہے کے جھنڈے سے وابستہ ہوں۔

یعنے عالم سفلی اسکے بند قبا اور عالم علوی اسکی علم و دانش کے زیر فرمان ہو۔ غالباً سید کونین حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اسکی مست آنکھ جو نوازش کرنے والی اور مردم نواز ہے۔ اگر وہ عاشق کا خون پیالہ سے پیے تو اسے نوش جان ہو۔

مردم بمعنے مردم چشم (پتلی) بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا رعایت نرگس و مردم ظاہر ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میری آنکھ اسکی خط و خال کی آئینہ داروں میں سے ہو گئی۔ خدا کرے کہ میرا لب اسکے لب شیریں کے بوسہ لینے والوں میں سے ہو جائے۔

یعنے میری آنکھ کے سامنے ہمیشہ اسکی تصویر ہوتی ہے خدا کرے کہ اسکا بوسہ بھی مجھے نصیب ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ اسنے غرور سے مجھ درویش کے ساتھ بات نہ کی۔ میری جان اسکی خاموش شیریں پستہ پر قربان ہو۔

پستہ سے مراد دہن ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ترکوں کا بادشاہ مدعیوں کی باتیں سنتا ہے۔ اسکو خون سیاوش کے ظلم سے شرم ہو۔

سیاوش۔ کاوس بادشاہ ایران کے گھر ایک بچہ ہوا۔ نجومیوں نے کہا کہ یہ بچہ منحوس ہے رستم دربار میں موجود تھا۔ وہ ان باتوں کو کب مانتا تھا۔ بچے کو بادشاہ سے لیا اور اپنے وطن سیستان میں اسکی پرورش کی جب سیاوش جوان ہوا۔ رستم اسے ساتھ دربار شاہی میں لے آیا۔ بادشاہ لڑکے کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ ہمارے پاس رہا کرے۔ کاوس کی ایک چہیتی بیوی اسپر عاشق ہو گئی اور در پردہ پیغام بھیجا۔ سیاوش نے انکار کیا۔ وہ دشمن ہو گئی اور کاوس سے الٹی چغلی کھائی بات نے طول پکڑا۔ آخر آگ بھڑکائی گئی سیاوش اپنی سچ کے دعوے پر اس میں گیا اور بال بال سلامت نکل آیا۔

خون سیاوش۔ سیاوش باپ کیطرف سے شکستہ دل رہتا تھا۔ افراسیاب نے اسے پیغام سلام بھیجکر

اپنی دامادی اور بادشاہی پر للچا کر بلا یا۔ چنانچہ سیاوش توران چلا گیا۔ افراسیاب نے کچھ مدت کے بعد اپنے بیٹے کے کہنے سننے پر داماد کو مروا ڈالا۔ رستم انتقام کے لئے اٹھا۔ لشکر تیار کیا اور توران پر چڑھائی کی افراسیاب کو شکست دی۔ ملک کو لوٹا مارا۔ اور کیخسرو سیاوش کے بیٹے کو ساتھ لے آیا۔ خونِ سیاوش (یعنے خونِ بیگناہ) اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہی اور بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔

شاہ ترکاں سے مراد افراسیاب یعنی افراسیاب نے مدعیوں کے کہنے سننے پر ایک حق خون کیا اسی اس ظلم پر شرم کرنی چاہئے۔ شعر کا مطلب یہ ہی کہ معشوق رقیبوں کے کہنے پر عاشق بے کس کے قتل پر آمادہ ہی۔ اسے خونِ سیاوش کے واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے پیر نے کہا کہ قدرت کے قلم سے غلطی نہیں ہوئی۔ اسکی خطاپوش اور پاک نظر پر آفرین ہو۔

یعنے ہمارے پیر نے کہا کہ دستِ قدرت نے جو کچھ کیا ہے۔ اچھا کیا ہی اور مصلحت پر مبنی ہے حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے جو چیزیں ہم کو بظاہر بری معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں بھی فی الحقیقت کچھ نہ کچھ مصلحت ضرور ہوتی ہی اور برے سے برا آدمی بھی مطلقاً برا نہیں ہوتا نسبتاً برا ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر کی نظر پاک ہی اور خطاپوش ہی۔ یعنی خطاکاروں کی خطا کو بھی حکیم مطلق کی حکمت کے ماتحت مصلحت پر مبنی سمجھکر گویا لوگوں کی خطاپوشی کرتا ہی۔ اسکی اس پاک نظر پر آفریں ہو۔

(۹) ترجمہ۔ تیری غلامی سے حافظ جہان میں مشہور ہوگیا۔ تیری زلف کی غلامی کا حلقہ اسکے کان میں ہو۔

یعنے خدا کرے کہ حافظ ہمیشہ تیرا حلقہ بگوش رہی۔ تیری غلامی نے اُسے مشہورِ عالم کر دیا ہے۔

غزل (۱۰۱)

صبا وقت سحر بوئی ز زلف یار می آورد	۱	دل شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد
ز رشک تار زلف یار بر باد سحر میداد	۲	صبا ہر نافہ مشکے کہ از تاتار می آورد
فروغ ماہ میدیدم ز بام قصر او روشن	۳	کہ روی از شرم او خورشید بر دیوار می آورد
عفی اللہ چین ابرویش اگرچہ ناتوانم کرد	۴	برحمت ہم پیامی بر سر بیمار می آورد
سر اسر بخشش جاناں طریق لطف و احسان بود	۵	اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد

مصرع اول		مصرع دوم
من آن شاخ صنوبر را ز باغ سینه برکندم	۶	که هر گل کز غمش بشکفت محنت بار می آورد
ز بیم غارت چشمش دل خونین رها کردم	۷	ولی میریخت خون زان ره بدین هنجار می آورد
خوش آن وقت و خوشا آن ساعت کان زلف گره بندش	۸	بدزدیدی جنابش لها که خصم اقرار می آورد
بقول مطرب و ساقی برون رفتم گه و بیگه	۹	کز آن راه گران قاصد خبر دشوار می آورد

(۱۰)

عجب میداشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانه
ولی منعش نمیکردم که صوفی وار می آورد

(۱۰)

(۱) ترجمہ - صبا سحر کے وقت زلفِ معشوق کی خوشبو لاتی تھی - ہمارے شوریدہ دل کو از سرِ نو کام پر لگاتی تھی

یعنے ہمارے از کار رفتہ دل کو از سرِ نو قوت بخشتی تھی

(۲) ترجمہ - معشوق کے تارِ زلف کے رشک سے صبح کی ہوا میں پھیلاتی تھی - صبا کستوری کے ہر ایک نافہ کو جسے وہ تاتار سے لاتی تھی -

یعنے زلفِ معشوق کی خوشبو کے رشک سے بادِ صبا نافہ ہائے تاتار کی خوشبو کو صبح کے وقت ہوا میں پھیلاتی تھی -

(۳) ترجمہ - اسکے محل کی چھت سے میں چاند کے فروغ کو روشن دیکھتا تھا - کہ جسکے شرم سے خورشید بھی اپنا منہ دیوار میں چھپاتا تھا -

ظاہر ہے کہ جب چاند لبِ بام روشن ہوتا ہے - آفتاب کی کمزور شعاعیں صرف دیوار و نیر باقی ہوتی ہیں اور آخرکار بالکل چھپ جاتی ہیں - مطلب یہ ہے کہ جب میرا معشوق لبِ بام جلوہ افروز ہوتا ہے - آفتاب کی شعاعیں بھی اسکی روشنی طلعت کے شرم سے منہ چھپانے لگ جاتی ہیں -

(۴) ترجمہ - خدا اسکے چین ابرو کو معاف کرے اگرچہ اسنے مجھے ناتوان کیا لیکن رحمت کا پیام بھی تو ہمارے پاس وہی لاتی تھی -

مطلب یہ ہے کہ معشوق کا چین بہ جبیں ہونا اگرچہ عتاب کی نشانی ہے - لیکن لطف و کرم کا پتہ بھی اسی سے ملتا ہے -

(۵) ترجمہ - معشوق کی بخشش سرا سر لطف و احسان کا طریقہ ہے - خواہ وہ تسبیح کا حکم دیتا تھا - خواہ زنار لاتا تھا

مطلب یہ ہے کہ خدا کا احسان عام ہے - خواہ تسبیح ہو خواہ زنار - اسی کے لطف و احسان پر منحصر ہے

کسی کو ایک طرف لگا یا ہی۔ کسی کو دوسری طرف۔ مگر اسکا لطف ہر ایک سے یکساں ہی۔

سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں وہ گبر و ترسا ہوں یا مسلماں

(حالی)

نہ اُن سے کچھ تیرا بیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا

(۶) ترجمہ۔ میں نے اس صنوبر کی شاخ کو سینہ کے باغ سے اکھیڑ پھینکا۔ کہ اسکے غم ہی جو پھول کھلتا تھا رنج و غم پھل لاتا تھا۔

شاخ صنوبر سے مراد دل۔ کیونکہ دل صنوبری شکل کا ہوتا ہی اور الٹا آویزاں ہوتا ہی مطلب یہ ہی کہ میرا دل ہمیشہ مجھے رنج و غم میں مبتلا رکھتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے سینہ سے نکال پھینکا۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اسکی آنکھ کی غارتگری کے ڈر سے خونیں دل کو چھوڑ دیا لیکن وہ رستہ میں خون گراتا تھا اور اس طرز میں لایا۔

ہنجار۔ راہ۔ جادہ۔ مجازاً بمعنے طرز۔ روش۔ قاعدہ۔ رنگ۔ لون۔

یعنے دل کو قفسِ سینہ سے رہا کرنے کے بعد بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ اسی طرح خون گراتا رہا اور یہ طرز اختیار کر لی

(۸) ترجمہ۔ وہ وقت خوش تھا اور وہ گھڑی اچھی تھی کہ اسکی گرہِ زلف اسطرح دلوں کو چرُاتی تھی کہ دشمن بھی قائل ہو جاتا تھا۔

(۹) ترجمہ۔ میں گاہ بیگاہ مطرب و ساقی کے قول کے مطابق باہر جاتا تھا کہ اس مشکل رستہ سے قاصد مشکل خبر لاتا تھا

یعنے میں مطرب ساقی کے کہنے پر بعض دفعہ ایسے دشوار مقامات کی سیر کرتا تھا۔ جہاں سے قاصد بھی مشکل خبر لا سکتا تھا۔

(۱۰) ترجمہ۔ گذشتہ رات میں حافظ کو جام و پیمانہ میں مشغول دیکھکر حیران ہوا۔ لیکن میں نے اسکو منع نہ کیا کیونکہ وہ صوفیوں کی طرح جام سے لاتا تھا۔

یعنے چونکہ وہ صوفیوں کے رنگ میں مینوشی کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اسکو منع نہ کیا۔

غزل ۱۰۲

صبا بہ تہنیت پیر می فروش آمد	۱	کہ موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد
ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا	۲	درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

(۳) تنور لالہ چناں برفروخت باد بہار — کہ غنچہ غرق عرق گشت و گل بجوش آمد

(۴) بگوش ہوش ز من بشنو و بعشرت کوش — کہ این سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد

(۵) ز فکر تفرقہ باز آی تا شوی مجموع — بحکم آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد

(۶) ز مرغ صبح ندانم کہ سوسن آزاد — چہ گوش کرد کہ با دہ زبان خموش آمد

(۷) چہ جای صحبت نامحرم ست مجلس انس — سر پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد

(۸) بگویمت سخن خوش بیا و بادہ بنوش — کہ زاہد از بر ما رفت و بادہ نوش آمد

(۹) ز خانقاہ بمیخانہ میرود حافظ — مگر ز مستی زہد ریا بہوش آمد

خواجہ صاحب نے اس غزل میں موسم بہار کی آمد کا نقشہ کھینچا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ باد صبا پیر میفروش کو مبارک باد کہنے آئی۔ کیونکہ خوشی عیش اور ناز و نوش کا وقت آگیا۔

(۲) ترجمہ۔ ہوا مسیحا نفس ہوگئی اور صبا نافہ کشا ہوگئی۔ درخت سبز ہوگئے اور پرندے شور کرنے لگے۔

مسیح نفس۔ یعنی زندگی بخش۔ نافہ کشا یعنے خوشبو پھیلانے والی۔

(۳) ترجمہ۔ باد بہاری نے لالہ کے تنور کو ایسا برافروختہ کیا۔ کہ غنچہ پسینہ پسینہ ہوگیا اور پھول جوش میں آیا۔ لالہ کو بوجہ سرخی اور ہمزنگ آتش ہونے تنور سے تشبیہ دی۔ یعنی گل لالہ سرخ اور شگفتہ ہوگیا۔ کلیوں پر شبنم کے قطرے پڑے ہیں اور گلاب کے پھول عین جوبن میں ہیں۔ تنور۔ عرق اور جوش کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ گوش ہوش کے ساتھ میری بات سن اور عیش کرنے کی کوشش کر کہ یہ بات میں نے صبح ہاتف سے سنی ہے۔

(۵)۔ ترجمہ۔ تفرقہ کے فکر سے باز آ تاکہ خاطر جمع ہوجائے۔ کیونکہ جب شیطان چلا جاتا ہے فرشتہ آجاتا ہے۔ اہرمن۔ شیطان۔ اعتقاد مجوس کے مطابق شر کا فاعل۔ بمقابل یزدان فاعل خیر۔ سروش۔ بضمتین۔ ہر فرشتہ جو پیغام خیر لائے۔ نام جبرئیل علیہ السلام۔

مطلب یہ ہے کہ تو خیالات کثرت کو چھوڑ کر وحدت کا قائل بن۔ تاکہ تجھے خاطر جمعی نصیب ہو یا یہ کہ نفاق کو ترک کر اور فرقہ بندی کے خیالات سے باز آ۔ کیونکہ جب تک تو خیالات تفرقہ کو نہیں چھوڑیگا۔

جمعیتِ خاطر حاصل نہ ہوگی۔ جب تک دل سے شیطان دور نہ ہو۔ فرشتہ نہیں آتا۔

(۶) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ مرغ سحر سے سوسن آزاد نے کیا سنا۔ کہ باوجود دس زبانوں کے وہ خموش ہے۔

مرغ صبح۔ یا مرغ سحر یعنے بلبل (بعض کے نزدیک خروس اور بعض کے نزدیک قمری ہے)

سوسن۔ ایک قسم کے آسمانی رنگ کے پھول کا نام جسکی چھتے قسمیں ہیں اسکی شاخ بلند۔ پتے چپٹے پھول میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو کھلکر خمیدہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ شعرانے اس پھول کو اکثر زبان سے تشبیہ دی ہے۔ سوسن آزاد سفید رنگ کی سوسن کو کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ معلوم نہیں بلبل نے گل سوسن کو کان میں کیا کہدیا کہ وہ باوجود اتنی زبانیں رکھنے کے خاموش ہے۔ یعنی بلبل نے سوسن کو عشق کے عجیب و غریب اسرار کا پتہ دیا ہوگا۔ کہ وہ چپ ہو گئی۔ من عرف اللہ کل لسانہ۔ جو خدا کو پہچان لیتا ہے اسکی زبان بند ہو جاتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجلسِ انس نامحرم کی صحبت کی جگہ نہیں ہے۔ پیالہ کو ڈھانپ دو کہ خرقہ پوش آیا۔

پہلے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے۔ خرقہ پوش سے مراد زاہد ظاہر پرست۔ مطلب یہ ہے کہ زاہد ایسے نامحرم ہیں۔ عشق و محبت کی مجلسوں میں بیٹھنے کے لائق نہیں اسلئے جب زاہد ظاہر پرست آئے تو اُنکے پیالہ ڈھانپ دینا چاہئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ظاہردار لوگ رموزِ عشق سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے اخفائے راز ہی اچھا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں تجھکو ایک اچھی بات کہتا ہوں آ اور شراب پی۔ کہ زاہد ہمارے پاس سے گیا اور بادہ نوش آیا۔ یعنے زاہد گیا اور رند بادہ نوش آیا۔ یا یہ کہ زاہد ہمارے پاس سے گیا اور بادہ نوش بن گیا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ خانقاہ کو چھوڑ کر شرابخانہ میں جاتا ہے۔ شاید وہ زہد وریا کی مستی سے ہوش میں آگیا بظاہر خانقہ ہوش کی جگہ ہے اور شرابخانہ مستی کا مقام ہے۔ مگر خواجہ صاحب خانقاہ کو مستی کی جگہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے رہنے والے زہد وریا میں مست ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے شرابخانہ کو ہوش کا مقام کہا ہے وجہ یہ ہے کہ وہاں جاکر زہد وریا کی مستی دور ہو جاتی ہے۔ اور ہوش آ جاتا ہے اسکے علاوہ مستی عشق کو ہوش سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہوش کو دیوانگی کہتے ہیں۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	عاقل ہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا
جسکی آنکھیں ہیں وہ ہے دیوانہ چشم آفریں	عالم عرفاں میں جو ذی ہوش ہے بے ہوش ہے

غزل ۱۰۳

(۵۲۰)

طائر دولت اگر باز گذاری بکند	۱	یار باز آید و با وصل قراری بکند
دیده را دستگہ دُرّ و گہر گرچہ نماند	۲	بخورد خونی و تدبیر نثاری بکند
شہر خالیست ز عشاق مگر کز طرفی	۳	مردی از غیب برون آید و کاری بکند
کس نیارد بر او دم زدن از قصۂ ما	۴	مگرش باد صبا گوش گذاری بکند
دادہ ام باز نظر را بہ تذروی پرواز	۵	باز خواند مگرش بخت و شکاری بکند
کو کریمی کہ ز بزم طربش غمزدۂ	۶	جرعۂ درکشد و دفع خماری بکند
یا وفا یا خبر وصل تو یا مرگ رقیب	۷	بازی چرخ ازین یک دو سہ کاری بکند
دوش گفتم بکند لعل لبش چارۂ دل	۸	ہاتف غیب ندا داد کہ آری بکند

(۹)
حافظا گر نروی از درش او ہم روزی
گذری بر سرت از گوشہ کناری بکند
(۹)

(۱) ترجمہ ۔ بخت کا پرندہ اگر پھر ادھر سے گذرے ۔ معشوق واپس آئے اور وصل کا قرار کرے ۔

یعنے اگر بخت یاور ہو ۔ تو وصال محبوب نصیب ہو ۔

(۲) ترجمہ ۔ آنکھ کو اگرچہ دُر و گوہر کی طاقت نہیں رہی ۔ البتہ خون کھاکر نثار کی کوئی تدبیر کرے ۔

یعنے رو رو کر آنسو خشک ہو گئے اب آنکھوں کو چاہیئے کہ لہو کے آنسو رونا شروع کر دیں ۔ گویا معشوق کے قدموں پر موتی نثار کرنے کی طاقت نہیں رہی ۔ اب لعل نثار کرنے چاہئیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ شہر تو اب عاشقوں سے خالی ہو گیا شائد کسی طرف سے کوئی آدمی پردہ غیب سے باہر آئے اور کام کرے

مطلب یہ ہے کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں اگر کوئی مرد پردۂ غیب سے آکر کچھ کام کرے تو کرے ورنہ اہل زمانہ سے اب کوئی امید نہیں رہی ۔

موجودہ زمانہ میں خصوصاً ایسے آدمی کی ضرورت ہے ۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب نے مصرع ثانی میں قدرے ترمیم کرکے اس پر حسب ذیل تضمین کی ہے اور پردہ کے مخالفین کی پردہ دری کی ہے۔

کس نماندہ است کہ دیبشہ شکار ےکند	تیغ گیرد بکف و فتح دیار ےکند
این زماں ہمت مردان ہمیں محدود است	زنے از پردہ بروں آید و کار ےبکند

(۴) ترجمہ۔ کسی کی طاقت نہیں کہ اسکے پاس ہمارا قصہ بیان کرے۔ شاید بادِ صبا ہمارا حال اسکے گوش گذار کردے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے اپنی نظر کے باز کو ایک تیہو پر چھوڑا ہے۔ شاید بخت اسے واپس بلائے اور وہ کوئی شکار کرے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر نصیب یاور ہوا تو میری نظر کا باز تیہو کو شکار کرے گا۔ یعنی وصال محبوب حاصل ہوگا بعض شارحین کی رائے ہے کہ تیہو سے مراد معشوق مجازی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ شاید بخت بیدار میرے باز نظر کو تیہو کے تعاقب سے واپس بلائے تاکہ وہ کوئی اور بڑا شکار کرے۔ یعنی معشوق حقیقی کا عشق اختیار کرے۔

(۶) ترجمہ۔ ایسا سخی کہاں ہے جسکی بزم طرب سے کوئی غمزدہ ایک گھونٹ شراب پی کر اپنے خمار کو دور کرے۔

(۷) ترجمہ۔ یا وفا یا وصل کی خبر یا رقیب کی موت۔ آسمان کی بازی ان میں سے ایک دو یا تین کام کرے یعنی ان تین چیزوں میں سے ایک یا دو یا سب کی سب نصیب ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کل میں نے کہا کہ اسکا لعلِ لب دل کا علاج کریگا۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ ہاں کریگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو اسکے دروازے سے نہیں جائیگا۔ تو وہ بھی ایک دن تیرے سر پر کسی طرف سے گذر کریگا۔

یعنے اگر تو اسکے دروازہ پر مقیم ہو جائیگا۔ تو کسی نہ کسی دن وہ ضرور تیرے پاس سے ہو کر گذرے گا

آتے جاتے کبھی ٹھوکر وہ لگا ہی دینگے
جم گئے راہ میں ہم نقشِ کفِ پا ہو کر

غزل ۱۰۴

عکس روی تو چو در آئینهٔ جام افتاد	۱	عارف از پرتو می در طمع خام افتاد
جلوه‌ای کرد رخش روز ازل زیر نقاب	۲	عکسی از پرتو آن بر رخ افهام افتاد
این همه عکس می و نقش مخالف که نمود	۳	یک فروغ رخ ساقیست که در جام افتاد
غیرت عشق زبان همه خاصان ببرید	۴	از کجا سر غمش در دهن عام افتاد
هر دمش با من دلسوخته لطفی دگر است	۵	این گدا بین که چه شایستهٔ انعام افتاد
پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید	۶	احول از چشم دو بین در طمع خام افتاد
زیر شمشیر غمش رقص کنان باید رفت	۷	کانکه شد کشتهٔ او نیک سرانجام افتاد
در خم زلف تو آویخت دل از چاه زنخ	۸	آه کز چاه برون آمد و در دام افتاد
آن شد ای خواجه که در صومعه بازم بینی	۹	کار ما با رخ ساقی و لب جام افتاد
من ز مسجد بخرابات نه خود افتادم	۱۰	اینم از روز ازل حاصل فرجام افتاد
چه کند کز پی دوران نرود چون پرگار	۱۱	هر که در دائرهٔ گردش ایام افتاد

(۱۲) صوفیان جمله حریفند و نظرباز ولی
زین میان حافظ دلسوخته بدنام افتاد (۱۲)

(۱) ترجمہ — تیرے چہرہ کا عکس جب پیالہ کے آئینہ میں پڑا عارف شراب کے پرتو سے طمعِ خام میں پڑ گیا۔

محبوبِ حقیقی کے چہرہ کا پرتو کائنات کے آئینہ میں پڑا ہے اور مشاہدہ ذات کے لئے کائنات بمنزلہ مرآت کے ہے۔ لیکن عارف اسی پرتو کو اصل سمجھ کر طمع خام میں پڑ گیا اور حقیقت سے دور رہا گویا جام شراب میں اصل چیز تو پرتوِ روئے جاناں ہے۔ شراب نہیں۔

دیکھو شعر الف ۴/۲

(۲) ترجمہ۔ اسکے چہرہ نے ازل کے دن نقاب کے اندر جلوہ کیا۔ اسکا پرتو ہی ایک عکس تھا جو دل کے چہرہ پر پڑا۔
یعنے جلوہ چونکہ زیر نقاب تھا اس لئے صرف ایک پرتو ہی چہرۂ عقل پر پڑا اور ہر ایک آدمی کی عقل نے اپنے اپنے بساط کے مطابق اسکی تعبیر کی ورنہ حقیقت تو در پردہ ہی رہی۔ دیکھو شعر د ۶/۸

(۳) ترجمہ۔ یہ تمام شراب کا عکس اور مخالف نقش جو نظر آرہے ہیں ساقی کے چہرہ کا ایک جلوہ ہے جو جام میں پڑا۔
مطلب یہ ہے کہ آئینہ کائنات میں جلوہ تو صرف اسی کے چہرہ کا ہے۔ البتہ نقش مختلف رنگوں اور مخالف طرزوں کے پیدا ہو گئے۔ دنیا میں نیک و بد مسلم و کافر سیاہ و سفید تمام اسی جلوہ کے مختلف رنگ ہیں۔

ایک پرتو است کردہ جہانے پر از ظلال	یک جلوہ است مختلف آثار آمدہ	(احدیہ)

عارف محمود تبریزی کا شعر ہے۔

ظلومی و جہولی ضد نور اند	ولیکن مظہر عین ظہور اند

(۴) ترجمہ۔ عشق کی غیرت نے تمام خاص لوگوں کی زبان کاٹ ڈالی۔ اسکے عشق کا بھید پھر عام لوگوں کی زبانوں پر کس طرح چڑھ گیا۔
حقیقت میں یہ ایک معما ہے۔ کہ جب خاص لوگ جو اسرار معرفت سے آگاہ ہوتے ہیں افشائے راز نہیں کرتے تو عوام میں راز کی باتیں کس طرح شائع ہو جاتی ہیں۔ بقول سعدی

ایں مدعیاں از خبرش بے خبر انند	آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

معلوم ہوتا ہے کہ ان سربستہ اسرار میں سے بعض بھید خدا خود عوام کے دلوں میں ڈال دیتا ہے
زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۲۵/۵۔

(۵) ترجمہ۔ ہر دم مجھ دل سوختہ کے ساتھ اس کی تازہ مہربانی ہے۔ اس گدا کو (یعنے مجھے دیکھو) کہ کیسا انعام کے قابل ہوا۔

(۶) ترجمہ۔ پاک بیں پاک نظر سے مدعا کو پہنچ گیا اور بھینگا اپنی دو بین آنکھ سے طمع خام میں پڑا
احول۔ وہ شخص جسے ایک کے دو دو دکھائی دیں۔ یہاں اس شخص سے مراد ہے جو کثرت کا قائل ہو اور مسئلہ وحدت کو نہ سمجھ سکے۔ پاک بیں سے وہ شخص مراد ہے جسکی نظر صحیح ہو اور جسے عالم کثرت

یہاں بھی وحدت نظر آئے۔

(۷) ترجمہ۔ اس کے غم کی تلوار کے نیچے رقص کرتے ہوئے جانا چاہئے۔ کیونکہ جو اسکا کشتہ ہوا وہ نیک انجام ہوا۔

(۸) ترجمہ۔ چاہِ زنخدان سے نکلکر دل تیری زلف کے خم میں لٹک گیا۔ افسوس کہ وہ کنوئیں سے نکلا اور جال میں پھنسا۔ چاہِ زنخدان کو چاہ اور خمِ زلف کو دام سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے خواجہ وہ وقت گیا کہ پھر تو ہم عبادت گاہ میں دیکھے۔ اب ہمیں رخِ ساقی اور لبِ جام ہی واسطہ بن گیا۔ یعنے اب میں محوِ یار ہوں۔ عبادت کجا۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں مسجد کو چھوڑ کر خرابات میں خود نہیں گیا۔ بلکہ روزِ ازل سے یہی میرے انجام کا حاصل مقرر ہوا۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۲۔

(۱۱) ترجمہ۔ کیا کرے اگر پرکار کیطرح زمانہ کی گرد نہ پھرے۔ وہ شخص جو گردشِ ایام کے دائرہ میں پڑ گیا ہو۔ یعنے جو شخص دائرہ امکان میں آیا اسے مجبوراً پرکار کیطرح زمانہ کے پیچھے گردش کرنی پڑتی ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ تمام صوفی حریف اور نظر باز ہیں۔ لیکن ان میں دلسوختہ حافظ بدنام ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ صوفی بھی تمام ہماری طرح عاشق اور نظر باز ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے زہدِ ظاہری کی وجہ سے نیکنام رہے اور ہم بدنام ہو گئے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کس بے دامنِ تر نیست اما دیگراں	بازمی پوشند و ما بر آفتاب افگندہ ایم

اسی مضمون پر ہے ؎

میں ہی رسوا ہوں یہ نہیں دیکھنا تیری اکثر	حضرتِ شیخ بھی مانوس ہیں مخفی مخفی

غزل ۱۰۵

عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود	۱	مہرت نہ عارضیست کہ جای دگر شود
عشق تو در وجودم و مہر تو در دلم	۲	باشیر در درون شد و با جاں بدر شود
دردیست دردِ عشق کہ اندر علاج او	۳	ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

اول منم یکے کہ دریں شہر ہر شبے	۴	فریاد من بگنبد افلاک بر شود
ور زانکہ من سرشک فشانم بزندہ رود	۵	کشت عراق جملہ بیکبار تر شود
دی درمیان زلف بدیدم رخ نگار	۶	بر ہیئتے کہ ابر محیط قمر شود
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے	۷	بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود
ای دل بیاد لعلش اگر بادہ میخوری	۸	مگذار ہاں کہ مدعیاں را خبر شود

(۹) حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس
گر خاک او بپای شما پی سپر شود (۹)

(۱) ترجمہ ۔ تیرا عشق سرسری نہیں ہے کہ سر سے نکل جائے۔ تیری محبت عارضی نہیں ہے کہ دوسری جگہ چلی جائے۔

(۲) ترجمہ ۔ تیرا عشق میری وجود میں اور تیری محبت میرے دل میں۔ دودھ کے ساتھ اندر گئی اور جان کے ساتھ باہر نکلیگی

یہ شعر دیوان میں دوبارہ لکھا گیا ہے۔ دیکھو شعر د ۲۹/۱۴

(۳) ترجمہ ۔ درد عشق ایک ایسا درد ہے کہ اسکا علاج نہیں۔ تو جتنی زیادہ کوشش کریگا۔ زیادہ ہوتا ہو جائیگا

مریض عشق پر رحمت خدا کی	مرض بڑہتا گیا جوں جوں دوا کی

(۴) ترجمہ ۔ اس شہر میں پہلا میں ہی ایک شخص ہوں کہ ہر رات۔ گنبد افلاک پر میری فریاد پہنچتی ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ اور اگر ایسا ہو کہ میں زندہ رود میں آنسو بہاؤں۔ تو عراق کی تمام کھیتیاں یکبارگی تر ہو جائیں۔

زندہ رود ۔ بڑی نہر ۔ اصفہان کے تلے ایک ندی بہتی ہے۔ جسکا پانی بہت صاف اور شیریں ہے

کثرت گریہ کا بیان ہے

(۶) ترجمہ ۔ کل میں نے زلف کے اندر معشوق کا چہرہ دیکھا۔ اسطرح تہا جیسے چاند کے گرد بادل محیط ہو۔

معشوق کے چہرہ کو چاند اور زلف کو ابر کہا ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵/۳

با خیال زلف و رویش می روم با صد شتاب	یکقدم بر سایہ دارم یکقدم بر آفتاب

(۷) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ میں بوسے شروع کروں اس نے کہا کہ نہیں ٹھیر جا کہ چاند عقرب سے نکل جائے۔

عقرب ۔ کژدم ۔ بروج آسمان میں سے آٹھواں برج ۔ مجازاً بمعنے منحوس۔ چاند کا برج عقرب

میں ہونا منحوس خیال کیا جاتا ہے اور جب تک چاند برج عقرب میں ہو کوئی کام شروع نہیں کرتے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک روح کا چاند جسم عنصری کے برج میں ہے۔ وصال ممکن نہیں عام عقیدہ ہے کہ مشاہدۂ ذات دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا چاند سے مراد رخسار اور عقرب سے مراد زلف یعنے جب تک زلف چہرہ سے نہ ہٹائی جائے۔ بوسہ ممکن نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل اگر تو اسکے لب لعل کی یاد میں شراب پیتا ہے۔ تو خبردار ایسا نہ ہو کہ مدعیوں کو خبر ہو جائے مطلب یہ ہے کہ خام طبع لوگوں کو اسرار عشق سے آگاہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ قبر سے پابوسی کے لئے سر باہر نکالے گا۔ اگر اسکی خاک آپکے پاؤں سے پامال ہو۔

یہ شعر بھی شعر (۲) کیطرح دیوان میں دوبارہ لکھا گیا ہے۔ دیکھو شعر د ۲۹/۱۴

غزل (۱۰۶)

۱۱۳ ق

غلام نرگس مست تو تاجدارانند	۱	خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند
ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز	۲	وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند
بزیر زلف دوتا چوں گذر کنی بنگر	۳	کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند
گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں	۴	کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند
رقیب در گذر و بیش ازیں مکن نخوت	۵	کہ ساکنان در دوست خاکسارانند
نصیب ماست بہشت ای خداشناس برو	۶	کہ مستحق کرامت گناہگارانند
نہ من براں گل عارض غزل سرایم و بس	۷	کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند
تو دستگیر شو ای خضر پی خجستہ کہ من	۸	پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند
بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن	۹	مرو بصومعہ کانجا سیاہکارانند

(۱۰)	خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد کہ بستگان کمند تو رستگارانند	(۱۰)

(۱) ترجمہ ـ بادشاہ بھی تیری نرگس مست کے غلام ہیں اور ہوشیار بھی تیری سرخ شراب کے مست ہیں۔

بادشاہ و غلام اور ہوشیار و مست کا مقابلہ لطیف ہے۔ دیکھو شعر ت ۴/۱

(۲) ترجمہ ـ بادِ صبا تیری غماز ہوئی اور آنسو میرے غماز ہوئے۔ ورنہ عاشق اور معشوق تو راز دار ہوتے ہیں۔
غماز یعنے چغل چغل خور۔ صبا زلفِ معشوق کی خوشبو کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلاتی ہے اور اس طرح غمازی کرتی ہے۔ آنسو عاشق کا رازِ افشا کرتے ہیں ورنہ عاشق بھی رازِ عشق کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے
آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۲۹/۱ ش ۴/۱ ع ۹/۵ م ۲۶/۶ م ۴۲/۸

ما جرائے دل نمی گویم بکس	آہ کہ نسیم ترجمانی میکند	(سعدی)

(۳) ترجمہ ـ جب تو چلتا ہو تو دیکھ کہ تیری زلفِ دوتا کے نیچے۔ دائیں بائیں کتنے بیقرار ہیں۔
یعنے اپنی زلفِ دوتا کے نیچے نظر کر کہ کتنے بیقرار دل تیری دائیں بائیں زلفوں میں اسیر پڑے ہیں۔

(۴) ترجمہ ـ بادِ صبا کسطرح بنفشہ زار میں جا کر دیکھ۔ کہ تیری زلف کی دست درازی سے کتنے سوگوار بنے ہیں۔
بنفشہ کو زلفِ معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ خود بنفشہ بھی تیری زلف کے عشق میں غمزدہ بنا بیٹھا ہے
بنفشہ چونکہ سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سیاہ رنگ ماتمی نشان ہے۔ لہذا سوگوار اور بنفشہ زار کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ ـ اے رقیب چلا جا اور اس سے زیادہ نخوت نہ کر۔ کیونکہ درِ معشوق کے رہنے والے خاکسار ہوتے ہیں۔
یعنے درِ معشوق کے رہنے والے خاکسار ہوتے ہیں اور تو نخوت ظاہر کرتا ہے۔ یہاں نخوت والوں کا کام نہیں۔ جا چلا جا اور یہاں نخوت فروشی نہ کر۔

(۶) ترجمہ ـ اے خدا ناشناس چلا جا۔ بہشت ہمارے حصہ میں ہے۔ کیونکہ بخشش کے حقدار گنہگار ہوتے ہیں۔
خواجہ صاحب زاہدانِ ریائی کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ جاؤ تمہارا بہشت میں کیا کام ہے یا ہمارے ساتھ تمہارا کیا مطلب ہے۔ بہشت ہم آنہگار ہستی کے لئے ہے۔ کیونکہ رحمت اور مغفرت گنہگاروں کے حصہ میں آئی ہے۔

بیگناہوں میں چلا زاہد جو آسکو ڈھونڈھنے	(امیر مینائی)	مغفرت بولی اِدھر آمیں گنہگاروں میں ہوں

(۷) ترجمہ ـ صرف میں ہی اس گلِ عارض پر غزل سرا نہیں ہوں۔ بلکہ تیری بلبلیں ہر طرف ہزار ہا ہیں۔
ہزار یا ہزار داستان بلبل کا نام بھی ہے۔ لہذا عندلیب و ہزار کی رعایت ظاہر۔ صنعت ایہام ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عارضِ معشوق کے پھول پر صرف میں ہی غزل سرائی نہیں کرتا۔ بلکہ چاروں طرف ہزارہا بلبلیں اس پر نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔

يُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل) یعنی سات آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے خدا تعالی کی تسبیح کہتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی تسبیح نہ کہتی ہو اور اسکی تعریف نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است	دلے داند دریں معنی کہ گوش است	(سعدی)
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانے ست	کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانے ست	

عارف جامی فرماتے ہیں۔

عندلیباں زسر سرو بآواز بلند	ذکر بالائے تو در ہر چمنے میگویند	

اسی مضمون پر ہے۔

تنہا نہ منم اسیر عشقت	خلقے بتو عاشق است و من ہم	(سعدی)
ہر کسے را ہوسے در دل و در سر شد	نہ کہ این غلغلہ از بلبل تنہا برخاست	(سعدی)

اسی مضمون کے لئے دیکھو شرح شیخ ص۱۹ د ۵۲/۹

ہمہ ذرات عالم ہمچو منصور	تو خواہی مست گیر و خواہ مخمور	گلشن راز
دریں تسبیح و تہلیل اند دائم	بدیں معنی ہمے باشند قائم	
اگر خواہی کہ گردد بر تو آساں	وان من شیئ را یکرہ فرو خواں	

آں شکر خندہ کہ پُر نوش دہانے دارد ۔ نہ دل من کہ دل خلق جہانے دارد (سعدی)

(۸) ترجمہ ۔ اے مبارک قدم خضر تو میری دستگیری کر کہ میں پیادہ جا رہا ہوں اور ہمراہی سوار ہیں۔

یعنے میرے ہمراہی سوار ہیں اور میں پیادہ۔ اگر تو میری دستگیری نہ کرے تو میں ان کے ساتھ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ یہ شعر ہندوستان کے موجودہ مسلمانوں کے عین مناسب حال ہے۔ مسلمان بیچارے پیادہ پا جا رہے ہیں اور ہمسایہ قومیں گھوڑوں پر سوار میدان ترقی میں اُڑی چلی جاتی ہیں۔ اگر خدا کا فضل خضر راہ نہ بنا تو انکا منزل مقصود پر پہنچنا محال ہے۔

اے قافلہ سالار چنیں تند مراں	آہستہ کہ در کوہ و کمر بازپسانند	(سعدی)

(۹) ترجمہ ۔ شراب خانہ میں آ اور چہرہ سرخ کر۔ عبادت خانہ میں نہ جا کیونکہ وہاں سیاہ کار لوگ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق اختیار کرتا کہ تجھ سرخروئی حاصل ہو۔ زہد خشک اور ریا آمیز سے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ ارغوان و سیاہ اور بیاد مرو کا مقابلہ لطیف ہے۔ نیز دیکھو شعر د ۱۰۲/۳

شیخ علی حزیں نے کنج خرابات اور حلقۂ زہاد کا مقابلہ کیا ہے۔

زہر کنج خراباتِ مغاں برخواست جمشیدے	کسے از حلقۂ پرہیزگاراں برنمی خیزد

خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

من از کنج خراباتے جائے دیدہ ام اللہ	کہ چندیں سال می جستم بمحراب مناجاتش
در صومعہ نیافت مشامم چو بوئے عشق جستم براہ کعبہ ندیدم ازو نشاں	بیروں دوم بکوچہ و باز ار بنگرم یک راہ روم بخانہ خمار بنگرم

(۱۰) ترجمہ۔ خدا کرے کہ حافظ اس پیچ در پیچ زلف سے رہائی نہ پائے۔ کیونکہ تیری کمند کے گرفتار رستگار ہوتے ہیں۔

یعنے کمندِ عشق کے گرفتار حقیقت میں تمام قیود سے رہا ہوتے ہیں۔

بندِ معشوق چوں بہ بست بہ پائے	از ہمہ بند ہا رہا بودن	(انوری)
دے بغم ہے خواہی دل غمگیں بدست آور	چو دل غمگیں عشق آمد زغم ہا جملہ بے غم شد	(معین الدین)

غزل (۱۰۷)

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود	۱	ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود
یارب آئینۂ حسن تو چہ جوہر دارد	۲	کہ در و آہ مرا قوت تاثیر نبود
سر ز حیرت بدر میکدہ ہا بر کردم	۳	چوں شناسای تو در صومعہ یک پیر نبود
من دیوانہ چو زلف تو رہا میکردم	۴	ہیچ لائق ترم از حلقۂ زنجیر نبود
نازنین تر ز قدت در چمن حسن نرست	۵	خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نبود
تا مگر ہمچو صبا باز بزلف تو رسم	۶	حاصلم دوش بجز نالۂ شبگیر نبود

آں کشیدم زتو ای آتش ہجراں کہ چو شمع	،	جز فنا نیست علاجی خودم از دست تو تدبیر نبود

(۸)	آیتی بُد ز عذاب اندہ حافظ بی تو کہ بہ ہیچکسش حاجت تفسیر نبود	(۸)

(۱) ترجمہ - تیری تلوار سے قتل ہونا اس خستہ جان کے نصیب میں نہ تہا - ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو کچہہ کمی نہ چھوڑی

خواجہ صاحب شمشیر معشوق سے قتل ہونیکو خوش نصیبی تصور کرتے ہیں - اور فرماتے ہیں کہ میری قسمت میں ہی تیرے

ہاتھ سے قتل ہونا نہ لکہا تہا - اس لئے میں اس سعادت سے محروم رہا ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو مجہے قتل کرنے کی کوشش

میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا - خواجہ صاحب قتل ہونے کو سعادت ہی سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی معشوق کے دل کو

بیرحم کہتے ہیں حقیقت میں معشوق کی بیرحمی کا اظہار بہی مطلوب ہے کیونکہ وہ عاشقوں کے قتل پر آمادہ ہوتا ہے

(۲) ترجمہ - یارب! تیرے حسن کا آئینہ کیسا جوہر رکھتا ہے کہ اس میں میری آہ کو بھی تاثیر کی قوت نہیں -

ظاہر ہے کہ آئینہ کا جوہر اور اسکی صفائی نفس یا آہ کی تاب نہیں لاسکتی - سانس سے آئینہ مکدر ہوجاتا ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیرے حسن کا آئینہ عجیب جوہر رکھتا ہے کہ اس پر آہ کا کچہہ اثر نہیں - حاصل کلام یہ ہے کہ میں تیرے

عشق میں آہ وزاری کر رہا ہوں اور تجہہ پر اسکا کچہہ اثر نہیں -

(۳) ترجمہ - حیرت کی وجہ سے میں نے شرابخانوں کے دروازوں پر جانا شروع کیا - کیونکہ عبادت خانہ میں تیرا پہچاننے

والا کوئی پیر نہ تھا -

زہدان ریاکار میں کوئی خداشناس نہیں ہوتا - البتہ رندان بادہ خوار جو شراب عشق سے بدمست ہوتے ہیں شناسائے

حقیقت ہوتے ہیں - دیکھو شعر د ۱۰۶/ ۹ -

(۴) ترجمہ - میرے دیوانہ جب تیری زلف کو چھوڑتا تہا - تو حلقۂ زنجیر سے زیادہ کوئی چیز میرے مناسب حال نہیں تھی -

مطلب یہ ہے کہ اگر مجنوں عاشق تیری زلف کے خم سے نکلے تو بہتر ہے کہ اسے زنجیر میں جکڑ دیا جائے - یا یہ سمجھو کہ انسان

معشوق حقیقی کی زلف کو چھوڑ کر یعنے عالم علوی کو چھوڑ کر دنیا میں آیا - تو اسکے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں قید رہے

اگر بجائے لفظ چو لفظ چہ پڑہا جائے تو یہ معنی ہونگے - کہ میں دیوانہ تیری زلف کو کیا چھوڑتا یعنے کسطرح چھوڑتا

کیونکہ زنجیر میں جکڑا رہنا ہی میرے لئے مناسب ہے -

(۵) ترجمہ - حسن کے باغ میں تیرے قد سے زیادہ نازنین کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی - تیرے نقش سے زیادہ خوبصورت عالم

تصویر میں کوئی چیز نہیں ۔

عالم تصویر سے مراد دنیا ۔ جسمیں مصورِ قدرت نے عجیب و غریب خوبصورت تصویریں بنائی تھیں۔

(۶) ترجمہ ۔ تاکہ شاید بادِ صبا کیطرح پھر میں تیری زلف تک پہنچ جاؤں ۔ کل رات سوائے نالۂ شبگیر کے میرا کچھ کام نہ تھا۔

یعنی کل تمام رات میں نالہ و فریاد کرتا رہا تاکہ معشوق کی زلفِ معنبر کی خوشبو میرے مشامِ جان کو معطر کرے۔ ظاہر ہے کہ بادِ صبا تمام رات کی پریشانی کے بعد صبح کے وقت گیسوئے معشوق کی خوشبو حاصل کرتی ہے۔ شب اور زلف کی رعایت (بوجہ سیاہی) ظاہر ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ ہجر کی آگ میں تیرے ہاتھوں ہی وہ مصیبتیں اٹھائیں ۔ کہ اپنے تئیں تیرے ہاتھ ہی فنا ہونیکے سوا اور کوئی چارہ نہیں ۔

شمع بھی رات بھر جلتی رہتی ہے اور اس مصیبت کا خاتمہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جبکہ شمع گل کر دی جاتی ہے۔ عاشق بھی آتشِ ہجر سے جلتا رہتا ہے ۔ اور صرف موت ہی اُسکو اس مصیبت سے رہا کر سکتی ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ تیرے بغیر حافظ کا غم عذاب کی ایک ایسی نشانی تھا کہ کسی کے سامنے اسکا بیان و تشریح کی ضرورت نہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں حافظ پر جو مصیبتیں آئیں وہ عذابِ دوزخ کا ایک ایسا بیّن اور ظاہر نمونہ تھیں ۔ کہ اُنکی تشریح کی ضرورت نہیں ۔ آیت اور تفسیر کی رعایت ظاہر ۔ بد مخفف بود کا اور اندہ مخفف اندوہ کا ہے۔ (عذابِ دوزخ پر جو قرآنی آیات ہیں ان کی تفسیر کی تو ضرورت ہے ۔ مگر آتشِ ہجراں کی تشریح کی ضرورت نہیں)

کیا نمودِ آفتابِ حشر داغوں کے حضور	وہ بھی اک چھوٹا سا انگارا ان انگاروں میں ہے

غزل (۱۰۸)

گر می فروش حاجت رندان روا کند	۱	ایزد گنہ ببخشد و دفع بلا کند
در کارخانۂ کہ رہ علم و عقل نیست	۲	وہم ضعیف رای فضولی چرا کند
مطرب بساز عود کہ کس بی اجل نمرد	۳	وان کو نہ این ترانہ سراید خطا کند

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم	۴	نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند
ما را کہ درد عشق و بلای خمار ہست	۵	یا وصل دوست یا می صافی دوا کند
حقا کہ در زمان برسد مژدۂ اماں	۶	گر سالکی بعہد امانت وفا کند
ساقی بجام عدل بدہ بادہ تا گدا	۷	غیرت نیا ورد کہ جہاں پر بلا کند

(۸)	جاں رفت در سر می و حافظ ز غصہ سوخت عیسیٰ دمے کجاست کہ احیای ما کند	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر مے فروش رندوں کی حاجت پوری کرے۔ تو خدا گناہ بخش دیگا اور بلا دور کریگا۔

(۲) ترجمہ۔ ایسے کارخانہ میں جہاں علم اور عقل کو دخل نہیں ضعیف وہم وہاں فضول رائے کیا دے۔

یعنے کارخانۂ کائنات اور اسرار معرفت میں علم اور عقل کو بھی جنکے معلومات ایک حد تک یقینی ہوتے ہیں دخل نہیں۔ تو بیچارہ وہم کو جو ایک نہایت ہی بے سروپا چیز ہے۔ ایسے معاملات میں اپنی فضول اور بیہودہ رائے نہیں دینی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ اے مطرب عود (ساز) بجا کہ کوئی آدمی بغیر اجل کے نہیں مرتا۔ اور جو شخص یہ ترانہ نہیں گاتا غلطی کرتا ہے۔

خواجہ صاحب مطرب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرے سرود کا مضمون یہ ہونا چاہیئے کہ کوئی آدمی اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرسکتا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس شخص کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو کہ موت کا وقت مقررہ ہے اور وقت سے پہلے موت نہیں آسکتی۔ صرف وہی شخص دنیا میں کچھ کام کرسکتا ہے۔ یہ خیال انسان کو ایثار اور جان نثاری پر آمادہ کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایثار کے بغیر ذوق عمل کی تکمیل نہیں ہوتی۔

دو روز حذر کردنت از مرگ روا نیست روزیکہ قضا ہست کوشش نہ کند سود	روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضا نیست روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

(۴) ترجمہ۔ اے حکیم اگر رنج تیری پیش آئے یا راحت ملے غیر سے اس کی نسبت نہ کر کہ یہ تمام باتیں خدا کرتا ہے۔

یعنے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ رنج و راحت کو غیر سے منسوب کرنا چاہیئے۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج از خداداں خلاف دشمن و دوست	کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج کہ دل ہر دو در تصرف اوست	(سعدی)

گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد　　از کماں دار بیند اہل خرد

لطیفہ۔ کہتے ہیں کہ ایک فقیر بازار میں ہمیشہ یہ کہتا پھرتا تھا کہ جو کچھ کرتا ہی خدا کرتا ہی۔ ایک روز کسی نابکار نے فقیر کے سر پر ایک پتھر مارا اور بھاگ گیا فقیر اسکے پیچھے دوڑا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ تو ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ جو کچھ کرتا ہی خدا کرتا ہی۔ اب بھی یہی سمجھ کر چپ ہو رہو کہ جو کچھ کیا ہی خدا نے کیا ہے۔ فقیر نے جواب دیا کہ میں انتقام کی غرض ہی اس شخص کا تعاقب نہیں کرتا۔ اب بھی میرا یہی یقین ہی کہ جو کچھ کیا ہی خدا نے کیا ہی صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ درمیان میں اس نے بدنام کس غریب کو کیا ہی۔

(۵) ترجمہ۔ ہم کو جو عشق کا درد اور خمار کی تکلیف ہی۔ انکا علاج یا معشوق کا وصل کرسکتا ہی یا صاف شراب درد عشق کا علاج وصل دوست اور خمار کی دوا شراب۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کی قسم ہی کہ اسی وقت امان کی خوشخبری پہنچ جائے۔ اگر سالک وعدہ امانت کا ایفا کرے۔ وعدہ امانت سے مراد وعدہ قالو بلی اور بار امانت جسکی تصریح آیہ انا عرضنا الامانۃ میں ہی دیکھو شعر $\frac{۵۴}{۵}$ مطلب یہ ہی کہ اگر ہم اپنی بندگی کے وعدہ کو پورا کریں تو خدا بھی اپنی شان کریمی کا اظہار کردے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۔ (میرا وعدہ وفا کرو تاکہ میں تمہارے وعدہ کو وفا کردوں) بقرہ

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی عدل کی پیالہ ہی شراب دے تاکہ گدا غیرت میں آئے اور تمام جہاں کو بلا میں نہ ڈال دے۔ یعنے درویشوں کی حاجت روائی کر ورنہ یہ لوگ غیرت میں آکر دنیا کو بلا میں مبتلا کرسکتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ جان شراب کے خیال میں ہی چلی گئی اور حافظ غصہ دیل گیا۔ کوئی عیسے نفس کہاں ہی کہ ہم کو (از سر نو) زندہ کرے۔

غزل ۱۰۹

کلک مشکین تو روزی کہ ز ما یاد کند	۱	ببرد اجر دو صد بندہ کہ آزاد کند
قاصد حضرت سلمی کہ سلامت بادا	۲	چہ شود گر بسلامی دل ما شاد کند
یارب اندر دل آن خسرو شیرین انداز	۳	کہ برحمت گذری بر سر فرہاد کند
حالیا عشوۂ عشق تو ز بنیادم برد	۴	تا دگر فکر حکیمانہ چہ بنیاد کند

گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنیست	۵	فکر مشاطہ چہ با حسن خداداد کند
امتحان کن کہ بسے گنج مرادت بدہند	۶	گر خرابی چو مرا لطف تو آباد کند
شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زہد	۷	قدر یک ساعت عمری کہ درو داد کند

(۸) رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز
خرم آن روز کہ **حافظ** رہ بغداد کند (۸)

یہ غزل خواجہ صاحب نے اپنے مربی اور ممدوح سلطان احمد بن اویس بادشاہِ بغداد کو لکھہ کر بھیجی تھی ۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱ ۔

(۱) ترجمہ ۔ تیرا مشکبار قلم جس دن ہم کو یاد کرتا ہی ۔ دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر حاصل کرتا ہی یعنے جس دن تو ہمیں ایک خط لکھتا ہی تجھے اتنا ثواب حاصل ہوتا ہی ۔ جتنا دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا ۔

(۲) ترجمہ ۔ حضرت سلمیٰ کا قاصد ۔ خدا اسے سلامت رکھے کیا ہو اگر ایک سلام سے ہمارے دل کو خوش کرے سلمیٰ بلکہ عرب کی ایک معشوقہ کا نام ۔ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں ۔ سلما بھی لکھتے ہیں ۔ یعنے اگر قاصد ہمارے معشوق کا سلام و پیام ہم تک پہنچا دے تو اسکو اسمیں کوئی بڑی بات نہیں

(۳) ترجمہ ۔ اے خدا اس شیریں معشوق کے دل میں یہ بات ڈال ۔ کہ از راہِ مہربانی فرہاد کے پاس سے ہوکر گذرے ۔

خسرو شیریں ۔ یعنی معشوقِ شیریں ۔ پیارا معشوق ۔ مطلب یہ ہو کہ خدا کرے کہ معشوق کو کبھی عاشق کے پاس تشریف فرما ہونے کا خیال ہو ۔ خسرو ۔ شیریں اور فرہاد کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ ۔ فی الحال تو تیرے عشق کی عشوہ نے مجھے بنیاد سے اکھیڑ پھینکا ۔ دیکھئے حکیمانہ خیال اب کس بات کی بنیاد ڈالتا ہی ۔

یعنے دیکھیے اب تجھے کیا منظور ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ تیرا پاک گوہر ہماری تعریف سے بے نیاز ہی ۔ خداداد حسن کے ساتھ مشاطہ کی عقل کیا کر سکتی ہی ۔

مشاطہ ۔ کنگھی کرنے والی عورت جسکا پیشہ کنگھی کرنے کا ہوتا ہی ۔ بناؤ سنگار کرنے والی عورت ۔ جسطرح خداداد حسن کے لئے کسی بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں ۔ اسی طرح تجھے ہماری مدح کی

ضرورت نہیں۔

گیسوست عنبرینہ و گردن تمام عود	معشوق خوبرو چہ محتاج زیورست

(۶) ترجمہ۔ تجربہ کرکے دیکھہ لی کہ تجھی مراد و نکو بہت سی خزانے دینگی۔ اگر مجھہ جیسی خراب کو تیر الطفا باد کردے بد ہند کا فاعل عاملاں قضاو قدر (محذوف) دفینے ویرانوں میں ہوتے ہیں لہذا گنج و خراب کی عاقبت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ بادشاہ کیلئے سو سال کی زاہدانہ عبادت سی بہتر ہے۔ تمام عمر میں وہ ایک گھڑی کی برابر وقت کہ جسمیں وہ انصاف کرے۔

یعنے بادشاہ کے لئے انصاف اور معدلت گستری کی ایک گھڑی سو سال کی عبادت سے افضل ہی ظاہر ہے کہ خدا کی حقوق کی عدم ادائیگی سے خدا کی ذات پر کچھہ اثر نہیں پڑتا لیکن حقوق العباد میں قصور کرنے سے کئی بندگان خدا کی دلشکنی ہوتی ہے۔ اس لئے بادشاہ کے لئے منصف ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر انصاف نہ کیا اور عابد ہوا۔ تو کیا فائدہ؟۔

افسوس ہی کہ موجودہ زمانہ کے بہت سی مجسٹریٹ اور جج جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ کے دن تو خواہ مخواہ مسجد میں موجود ہوجاتے ہیں۔ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر خدا سی مطلق نہیں ڈرتے اور بندگان خدا کے حقوق کو اس بیرحمی سی پامال کرتے ہیں۔ کہ کفار بھی توبہ! توبہ! کرتے ہیں۔ خدا جانے ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا!

(۸) ترجمہ۔ شیراز میں تو ہم اپنے مقصد تک پہنچ سکے۔ وہ دن مبارک ہوگا۔ جب حافظ بغداد کا رستہ لیگا۔ خواجہ صاحب نے کئی دفعہ بغداد جانیکا ارادہ کیا اور کئی مرتبہ سلطان اویس نے بلوا بھی بھیجا۔ مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ خاک شیراز دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ بقول سعدی۔

گفتہ بودم کہ رخت بر بندم	تا رہ بصرہ گیرم و بغداد
دست از دامنم نمی دارد	خاک شیراز و آب رکنا باد

غزل (۱۰۱)

گفتم کیم دہان ولبت کامراں کنند	۱	گفتا بچشم ہرچہ تو گوئی ہماں کنند

گفتم خراج مصر طلب میکند لبت | ۲ گفتا درین معامله کمتر زیاں کنند

گفتم بنقطهٔ دہنت خود که برد راه | ۳ گفت ایں حکایتیست که با نکته‌داں کنند

گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں | ۴ گفتا بکوی عشق ہم ایں وہم آں کنند

گفتم ہوای میکده غم می برد ز دل | ۵ گفتا خوش آں کساں که دلی شادماں کنند

گفتم شراب و خرقه نه آئیں مذہب است | ۶ گفت ایں عمل بمذہب پیر مغاں کنند

گفتم ز لعل نوش لباں پیر را چه سود | ۷ گفتا ببوسهٔ شکرینش جواں کنند

گفتم که خواجه کے بسر حجله میرود | ۸ گفت آں زماں که مشتری و مه قراں کنند

(۹) گفتم دعای دولت تو ورد حافظ است | گفت ایں دعا ملائک ہفت آسماں کنند (۹)

اس غزل میں عاشق و معشوق کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ ہر ایک شعر میں سوال و جواب کا سلسلہ قائم ہے گفتم و گفتا کی پامال طرز کو بھی خواجہ صاحب نے اپنی شیریں کلامی سے دلاویز بنا دیا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرا دہن اور لب مجھے کب کامیاب کرینگے۔ اس نے جواب دیا کہ سر آنکھوں سے جو کچھ تو کہتا ہے وہی کرینگے۔

بچشم۔ (۱) بسر و چشم۔ سر آنکھوں سے (۲) لیکن یہاں اس لفظ کے استعمال میں ایک اور خوبی ہے جو نہایت لطیف ہے۔ خواجہ صاحب معشوق کے دہان و لب سے کامراں ہونا چاہتے ہیں۔ معشوق دہن و لب کی بجائے کہتا ہے کہ "بچشم" یعنے آنکھوں سے کامراں کرینگے۔ ظاہر ہے کہ معشوق کی تر چھی نظریں۔ غمزے۔ کمانِ ابرو اور تیر مژگان قتل کرنے کا سامان ہیں۔ نہ کہ کامراں کرنے کا۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب مصر کا خراج طلب کرتے ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں نقصان نہیں کرتے۔

مصر۔ قند و نبات کے لئے مشہور ہے۔ چنانچہ قندِ مصر کو مصری کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے لب اسقدر شیریں ہیں کہ قندِ مصری انکے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ وہ مصر سے بھی خراج مانگتے ہیں۔ یا یہ کہ تیرے لب اپنی شیرینی کے خراج میں ملکِ مصر طلب کرتے ہیں معشوق نے جواب دیا کہ اس سودے میں کچھ زیان نہیں۔ میرے لبوں کا خراج ملکِ مصر سے بھی زیادہ ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ		نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز	

(۳) ترجمہ ۔ مینے کہا کہ تیری دہن کی نقطہ تک کون پہنچ سکا ۔ اسنے جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جو صرف نکتہ دانوں کو بتائی جاتی ہے ۔

نقطہ اور نکتہ میں صنعتِ تجنیس ۔ مطلب یہ ہے کہ نقطۂ دہن یعنی اسرار و رموزِ معرفت تک صرف نکتہ دان اور حقیقت شناس لوگ پہنچ سکتے ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ بُت پرست نہ ہو ۔ خدا کا ہمنشین بن ۔ اسنے جواب دیا کہ عشق کے کوچہ میں یہ بھی کرتے ہیں اور وہ بھی کرتے ہیں ۔

یعنے عشق حقیقی بھی ہے اور مجازی بھی اور دونو ضروری ہیں ۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۴ سو انحصری

(۵) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ شراب کا سودا دل سے غم دور کر دیتا ہے ۔ اسنے کہا کہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو کسی دل کو (کسی کے دل کو) خوش کرتے ہیں ۔

یعنے میفروشس خوش نصیب ہیں ۔ کیونکہ وہ لوگوں کے دلوں کو خوش کرتے ہیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ مذہب کی آئین نہیں ۔ اسنے جواب دیا کہ یہ عمل پیرِ مغان کے مذہب میں کیا ہے ۔ میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ دو متضاد چیزیں ہیں اور آئین مذہب کے خلاف ہیں ۔ اسنے جواب دیا کہ رندوں کے مذہب میں یہ کام جائز ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ میں نے پوچھا کہ لبوں کے لعل شیرین سے بوڑھے کو کیا فائدہ ۔ اسنے جواب دیا کہ (شکریں شیریں) بوسے سے اسکو جوان کرتے ہیں ۔

(۸) ترجمہ ۔ مینے پوچھا کہ خواجہ کب حجلہ میں جائیگا ۔ اسنے جواب دیا کہ جب مشتری اور ماہ کا قران ہوگا ۔

حجلہ ۔ بفتح ۔ وہ کمرہ جو دلہن کے لئے آراستہ کیا جاتا ہے ۔ **قِران** ۔ بکسر سورج کے سوا سات کواکب سیارہ میں سے دو سیاروں کا ایک برج میں اکٹھا ہونا ۔ (۱) زہرہ کا مشتری سے (۲) ماہ کا زہرہ سے (۳) ماہ کا مشتری سے قران مسعود اور مبارک ہوتا ہے ۔

میں نے پوچھا کہ عاشق کو وصالِ محبوب کب نصیب ہوگا ۔ جواب دیا کہ جب ساعت مسعود ہوگی اور مشتری و ماہ ایک برج میں ہونگے ۔ مشتری و ماہ یعنی عاشق و معشوق ۔

(۹) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ حافظ کا ورد تیری دعا دولت ہے ۔ اسنے کہا کہ سات آسمانوں کے فرشتے

بھی دعا کرتے ہیں۔
یعنی نہ صرف تو بلکہ فرشتے بھی ہماری دعائے دولت میں مشغول ہیں۔

غزل (۱۱۱)

کسی کہ حسن رخ دوست در نظر دارد	۱	محقق ست کہ او حاصل بصر دارد
چو خامہ برخط فرمان او سر طاعت	۲	نہادہ ایم مگر او بہ تیغ بر دارد
کسے بوصل تو چون شمع یافت پروانہ	۳	کہ زیر تیغ تو ہر دم سری دگر دارد
بپای بوس تو دست کسی رسید کہ او	۴	چو آستانہ بدین در ہمیشہ سر دارد
ز زہد خشک ملولم بیار بادۂ ناب	۵	کہ بوی بادہ وماغم مدام تر دارد
بزد رقیب تو روزی بسینہ ام تیری	۶	ز بسکہ تیر غمت سینہ بی سپر دارد
کسیکہ از رہ تقویٰ قدم برون نہاد	۷	بعزم میکدہ اکنون سر سفر دارد
ز بادہ ہیچت اگر نیست این نہ بس کہ ترا	۸	دمی ز وسوسۂ عقل بی خبر دارد

(۹)	دل شکستۂ حافظ بخاک خواہد برد چو لالہ داغ ہوائے کہ بر جگر دارد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کی نظر میں معشوق کے چہرہ کا حسن ہو۔ یقیناً وہ بینائی کا حاصل رکھتا ہے۔
محقق۔ قاف اول مشدد مفتوح۔ تحقیق شدہ۔ یقینی امر۔ تحقیق شدہ بات
مطلب یہ ہے کہ قوت بصر یعنے بینائی کی علت غائی یہ ہے کہ انسان معشوق کے چہرہ کے حسن کو دیکھے پس جس شخص نے ایسا کیا یقیناً حاصل بصر یعنے بینائی کی علت غائی اور بینائی کے فوائد سے مستفیض ہوا۔ حقیقت میں خلقت کائنات کا موجب یہی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خالق کے حسن کو دیکھے۔ حدیث قدسی کنت کنزا مخفی الخ کی طرف اشارہ ہے دیکھو شعر الف ۱
(۲) ترجمہ۔ قلم کیطرح اسکے حکم کے خط پر ہم نے بندگی کا سر رکھا ہوا ہے حتیٰ کہ وہ تیغ سے اُسے اٹھائے۔

قلم بھی خطِ تحریر پر اپنا سر رکھ دیتا ہے اور لکھتا چلا جاتا ہے۔ جب تک کہ کاتب اسے اٹھا کر چاقو سے دوبارہ درست نہیں کرتا اور اسکا سر نہیں کاٹتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے بھی اسکے حکم پر سرِ اطاعت رکھا ہوا ہے۔ جب تک کہ وہ تلوار سے ہمارے سر کو نہ اٹھائے۔ یعنے جب تک ہم جیتے ہیں اس کے احکام کی بسر و چشم تعمیل کرتے رہیں گے۔

(۳) ترجمہ۔ وہی شخص تیرے وصال سے شمع کیطرح روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ جو تیری تلوار کے نیچے ہر گھڑی ایک نیا سر رکھتا ہو۔

پروانہ۔ (۱) تیتری مشہور اڑنے والا کیڑا جو شمع پر عاشق ہوتا ہے (۲) چراغ و شمع کا نور۔ روشنی۔ (یہاں یہی دوسرے معنے ہیں)

ظاہر ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد شمع کا سر کاٹا جاتا ہے۔ تاکہ روشنی بدستور تیز رہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شمعِ محفل کیطرح صرف اسی عاشق کے دل میں روشنی اور نور پیدا ہو سکتا ہے جو ہر دم تیغِ عشق سے ایک نیا سر کٹوانے کو تیار رہو۔ یعنی ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار ہو۔ شمع و پروانہ کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ تیری پابوسی اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جو دہلیز کیطرح ہمیشہ اسی دروازہ پر سر رکھے دہلیز چونکہ ہمیشہ دروازہ پر سر رکھے رہتی ہے اس لئے کبھی کبھی معشوق کے پاؤں چومنے کا اسے موقعہ مل جاتا ہے۔ یعنی معشوق گاہ بگاہ دہلیز پر پاؤں رکھدیتا ہے۔ اسی طرح عاشق بھی اگر درِ معشوق پر سر رکھ کر بیٹھ جائے تو اسے بھی دفعتاً فوقتاً معشوق کی پابوسی حاصل ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ میں زہدِ خشک سے بیزار ہوں۔ خالص شراب لا۔ کیونکہ شراب کی خوشبو میرے دماغ کو ہمیشہ تر رکھتی ہے۔

عشق کے بغیر زہد بیشک ایک خشک چیز ہے۔ لفظ بادہ و مدام میں صنعت ایہام ہے۔

زاہدِ شہر کہ ہے سوختۂ طبعِ مثال	۔	خشک ہے اسکو غریقِ یم صہبا کر دیں	(اقبال)
اشارہ زاہدانِ خشک میں ہے دخترِ رز کا		ولی بنئے مریدِ حضرتِ پیرِ مغاں ہو کر	(اکبر)

(۶) ترجمہ۔ تیرے دربان نے میرے سینہ میں ایک روز تیر مارا۔ از بسکہ تیرِ غم کے تیر نے میرے سینہ کو بے سپر کیا ہوا ہے۔

یعنی میرا سینہ چونکہ تیر عشق کی تیروں کا عادی ہے اس لئے ہمیشہ بے سپر رہتا ہے یعنی ڈھال سامنے نہیں رکھتا اس لئے ایک روز تیرے دربان کا تیر بھی میرے سینہ میں آلگا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جسنے تقوی کی راہ سے کبھی قدم باہر نہیں رکھا تھا شراب خانہ کا ارادہ برائے سفر کا خیال کر رہا ہے۔

یعنے شراب خانہ کیطرف جانا چاہتا ہے اور زہد خشک کو چھوڑنا چاہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ شراب سے اگر تجھے اور کوئی فائدہ نہیں تو کیا یہ کافی نہیں کہ وہ تجھ کو کچھ دیر کیلئے عقل کے وسوسے سے بیخبر کر دیتی ہے۔

یعنے شراب کا اور کچھ فائدہ نہ سہی۔ کیا یہ فائدہ کم ہے کہ شراب تجھے تھوڑی دیر کے لئے عقل کے وسوسوں سے آزاد کر دیتی ہے۔ عقل کے وسوسے عاشق کیلئے سنگ راہ ہوتے ہیں۔ دیکھو شعر الف ۱۴ وغیرہ۔

	مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو		یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے	(غالب)

(۹) ترجمہ۔ حافظ کا شکستہ دل قبر میں بھی جائیگا۔ لالہ کیطرح آرزو کے اس داغ کو جو اسکے جگر پر ہے۔

یعنے داغ آرزو جو میرے دل پر ہے۔ قبر میں بھی ساتھ جائیگا۔ گل لالہ کا داغ مشہور۔

غزل ۱۱۲

	گر من از باغ تو یک میوہ بچینم چہ شود	۱	پیش پائی بچراغ تو بہ بینم چہ شود
	یارب اندر کنف سایۂ آں سرو بلند	۲	گر من سوختہ یکدم بنشینم چہ شود
	آخر اے خاتم جمشید سلیمان آثار	۳	گر فتد عکس تو بر لعل نگینم چہ شود
	زاہد شہر چو مہر ملک و شحنہ گزید	۴	من اگر مہر نگارے بگزینم چہ شود
	صرف شد عمر گرانمایہ بمعشوقہ و می	۵	تا از انم چہ بہ پیش آید ازینم چہ شود
	عقلم از خانہ بدر رفت و اگر می اینست	۶	دیدم از پیش کہ در خانۂ دینم چہ شود
	منکہ در کوی بتان منزل و ماوا دارم	۷	گر دہی جای بفردوس برینم چہ شود
(۸)	خواجہ دانست کہ من عاشقم و ہیچ نگفت		حافظ ار نیز بداند کہ چنینم چہ شود	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں تیرے باغ سے ایک میوہ چن لوں تو کیا ہوگا۔ پاؤں کے سامنے تیرے چراغ سے دیکھ لوں تو کیا ہوگا۔

یعنے تیرا کیا نقصان ہوگا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تیرے چراغ ہدایت یا تیرے نور کے ذریعہ میں اپنے پاؤں کے سامنے یعنے اپنا رستہ دیکھ لوں۔ تو کیا ہوگا۔

(۲) ترجمہ۔ اے بندہ اس سرو بلند کی پناہ میں اگر میں جلا ہوا (سوختہ دل) ایک دم کیلئے بیٹھ لوں تو کیا ہوگا۔

کنف۔ بفتحتین۔ جانب۔ کنارہ۔ پناہ۔

(۳) ترجمہ۔ اے سلیمان آثار جمشید کی مہر (انگشتری) اگر تیرا عکس میرے لعل نگیں پر پڑے تو کیا ہوگا۔

جمشید۔ موصوف اور سلیمان آثار صفت۔ مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رسول کریم صلعم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے دیکھو شعرت ۹/۲ ۔ **لعل نگیں۔** سے مراد دل۔ نگیں گویا انسانی جسم ہوا اور اسکے اندر دل بمنزلہ لعل کے ہوا۔

خواجہ صاحب چراغ احمدی سے درخواست کرتے ہیں کہ میرے دل کو روشن کردو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کے پرتو سے اپنے دل کے لعل کو نورانی کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ شہر کے زاہد نے جب بادشاہ اور کوتوال کی محبت اختیار کرلی۔ میں اگر کسی معشوق کی محبت اختیار کروں تو کیا ہوگا۔

یعنے جب زاہد بھی خدا کو چھوڑ کر بادشاہ اور کوتوال کی محبت اختیار کریں تو اگر ما کسی معشوق کی محبت اختیار کرلیں تو کیا ہے۔ خواجہ صاحب اپنی شاہد پرستی کو زاہد کی بادشاہ پرستی کے بدرجہا افضل سمجھتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ بیش قیمت عمر معشوق اور شراب میں صرف ہوئی۔ دیکھئے اس سے کیا پیش آئے اور اس سے کیا ہو۔

معشوقہ۔ عربی قاعدہ کے مطابق لفظ معشوقہ کے آخر میں ہ (علامت) تانیث ہے۔ مگر قانون فارسی کی رو سے یہ تانیث کی علامت نہیں۔ بلکہ زائد ہے۔ پس لفظ معشوقہ صیغہ مونث نہیں ہے۔ بلکہ بمعنے معشوق آتا ہے۔ چنانچہ سلیم کا شعر ہے۔

مفلس چو شدیم رو بباد آوردیم		معشوقہ روز بینوائی ست خدا	

اسی طرح الفاظ عیارہ و رقیبہ میں ہ زائد ہے۔ اور یہ الفاظ بمعنے عیار و رقیب استعمال ہوتے ہیں۔ پیشہ دیکھئے معشوق کی محبت سے کیا [illegible] سے کیا حاصل ہوتا ہے و آں کا مشار الیہ معشوق اور

ایں کا مشار الیہ ہے

(۶) ترجمہ ۔ میری عقل گھر سے چلا گئی اور اگر شراب یہی ہے تو مجھے پہلے سے ہی معلوم ہے کہ خانہ دین میں کیا ہوگا ۔

یعنے شراب میری عقل کو تو دور کر چکی اور اگر یہی شراب ہے تو خانہ دین کو بھی ضرور برباد کر دیگی ۔

(۷) ترجمہ ۔ جب میرا مقام اور جائے پناہ معشوقوں کا کوچہ ہے تو اگر فردوس بریں میں تو مجھے جگہ دے تو کیا ہوگا

یعنے دنیا میں تو میں معشوقوں کے کوچہ میں مقیم ہوں عاقبت میں بھی اگر تو مجھے بہشت جو کہ حوروں کا مقام ہے نصیب کرے تو کون سی بڑی بات ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ خواجہ کو معلوم ہوگیا کہ میں عاشق ہوں اور اس نے کچھ نہ کہا ۔ حافظ بھی اگر جان لے کہ میں ایسا ہی ہوں تو کیا ہوگا ۔

یعنے خدا کو ہمارے عشق کا معاملہ معلوم ہے اور وہ کچھ نہیں کہتا تو اگر دنیا کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہم عاشق ہیں تو وہ کیا کر لیں گے

غزل ۱۱۳

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام و نشد	۱	بسوخت بسوختیم درین آرزوی خام و نشد
فغاں کہ در طلب گنج گوہر مقصود	۲	شدم خراب جہانی ز غم تمام و نشد
دریغ و درد کہ در جستجوی گنج حضور	۳	بسے شدم بگدائے بر کرام و نشد
بطعنہ گفت شبی میر مجلس تو شوم	۴	شدم بمجلس او کمترین غلام و نشد
پیام کرد کہ خواہم نشست با رنداں	۵	بشد برندی و دردی کشیم نام و نشد
رواست در بر اگر می طپد کبوتر دل	۶	کہ دید در رہ خود پیچ و تاب دام و نشد
بکوی عشق منہ بی دلیل راہ قدم	۷	کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد
بداں ہوس کہ بہ بوسم بمستی آں لب لعل	۸	چہ خوں کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد

(۹) ہزار حیلہ بر انگیخت حافظ از سر فکر
بداں ہوس کہ شود آں حریف رام و نشد (۹)

(۱) ترجمہ۔ جان نکل گئی کہ دل کا کام پورا ہو مگر نہ ہوا۔ اسی آرزوئے خام میں ہم جل گئی مگر آرزو پوری نہ ہوئی۔

یعنے حصول مدعا کی آرزو میں جان بھی نکل گئی مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔

سعدی خیال بیہدہ بستی امید وصل		ہجرت بکشت و وصل ہنوزت مصور است	

(۲) ترجمہ۔ افسوس کہ گوہر مقصود کے خزانہ کی طلب میں۔ میں غم سے دنیا میں تمام تر خراب وخستہ حال ہوا مگر کچھ نہ ہوا خزانہ ویران جگہوں میں ہوتا ہے۔ لہذا گنج وخراب کی رعایت لطیف۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس اور درد کہ گنج حضور کی جستجو میں۔ بزرگوں کے پاس گدائی کرنے کے لئے بہت دفعہ گیا مگر کچھ نہ ہوا حضور سے مراد حضوری حضور دل۔ وصال مطلب یہ ہے کہ حضوری کی جستجو میں بڑے بڑے لوگوں کی دریوزہ گری کی۔ مگر یہ خزانہ ہاتھ نہ آیا۔

(۴) ترجمہ۔ اس نے طنزاً کہا کہ میں کسی رات تیری محفل کا (تیرا) میر مجلس ہونگا۔ میں اسکی مجلس کا کمترین غلام بنا مگر کچھ نہ ہوا۔

یعنے میں ہر چند اسکی محفل میں گیا لیکن وہ محفل آرا نہ ہوا۔

(۵) ترجمہ۔ اس نے کہلا بھیجا کہ میں رندوں کی ساتھ بیٹھونگا۔ رندی اور درد کشی میں میرا نام (مشہور) ہوگیا۔ مگر (مدعا حاصل) نہ ہوا۔

"بشد بر رندی و دردی کشیم نام" یعنے برندی و دردی کشی مرا نام شد۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق نے کہا تھا کہ میں رندوں کا ہم نشیں ہونگا اس امید پر میں نے رندی اختیار کی اور میرا نام رندی اور دردکشی میں شہرہ آفاق ہوگیا لیکن معشوق نے وعدہ ایفا نہ کیا اور رندوں کی محفل میں نہ آیا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر پہلو میں دل کا کبوتر تڑپتا ہے تو بجا ہے کیونکہ اسنے اپنی راہ میں جال کے پیچ وتاب دیکھے اور پھر بھی نہ مٹا۔ یعنے کبوتر دل دام عشق کو دیکھکر دیدہ و دانستہ اس میں جا پھنسا۔ اب تڑپتا ہے تو تڑپے۔ خود کردہ را علاجے نیست۔

دیدہ بودم روئے تو دانستہ بودم خوئے تو		دیدہ دانستہ خود را در بلا انداختم	

(۷) ترجمہ۔ عشق کے کوچہ میں راہنما کے بغیر قدم نہ رکھ۔ کیونکہ میں نے از خود سو اہتمام کئے۔ مگر کچھ نہ ہوا دلیل۔ یعنے راہنما۔ راہبر۔ ہادی۔ یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کئی اہتمام کیے کہ خود بخود منازلِ عشق کو طے کروں مگر نہ کر سکا لہذا رہنما کے بغیر اس کوچہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ مزید شرح کے لئے دیکھو اشعار د ۲

(۸) ترجمہ۔ اس آرزو میں کہ مستی کی حالت میں اس لبِ لعل کا بوسہ لوں رجام کیطرح کیا کیا خون میرے دل میں ہوئے مگر (آرزو پوری) نہ ہوئی۔

جام مے میں جب شراب سرخ ہوتی ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جام مے کا دل خون ہوگیا ہے۔ مگر جام مے کو تو دل خون کرنے پر لب لعل کا بوسہ نصیب ہوجاتا ہے۔ یعنی معشوق پیالہ کو منہ سے لگا کر مینوشی کرتا ہے۔ مگر میں نے تو معشوق کے منہ سے منہ لگانے کی آرزو میں کئی دفعہ دل کا خون کیا۔ یعنی ہزار ہا مصیبتیں جھیلیں۔ مگر بوسہ نصیب نہ ہوا

(۹) ترجمہ۔ حافظ نے محبت کے طریقہ میں کئی حیلے کیے۔ اس امید میں کہ وہ معشوق قابو میں آجائے۔ مگر نہ آیا۔ یعنے معشوق کو رام کرنے کے لئے کئی حیلے کیے۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔

غزل ۱۱۴

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد	۱	یک نکتہ دریں معنی گفتیم و ہمیں باشد
از لعل تو گر یابم انگشتر زنہار	۲	صد ملک سلیمانم در زیر نگیں باشد
غمناک نباید بود از طعن حسود ای دل	۳	شاید کہ چو وابینی خیر تو دریں باشد
ہر کو نکند فہم ایں کلک خیال انگیز	۴	نقشش بحرام ار خود صورتگر چیں باشد
جام می و خون دل ہر یک بکسی دادند	۵	در دائرہ قسمت اوضاع چنیں باشد
در کار گلاب و گل حکم ازلی ایں بود	۶	کاں شاہد بازاری ویں پردہ نشیں باشد

(۷) آں نیست کہ حافظ را مستی رود از خاطر
کایں سابقۂ رندی تا روز پسیں باشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ لطیف شعر کب پیدا کر سکتا ہے وہ دل جو غمگین ہو۔ اس معنی میں ہم نے ایک نکتہ بیان کیا اور یہی (وہ نکتہ) ہے۔

شعر تر۔ یعنے شعر دلپذیر۔ مطلب یہ ہی کہ غمگین دل سے لطیف اشعار کی کیا امید ہوسکتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیری لعل سے اگر میں انگشتر زنہار حاصل کروں تو سلیمان کے سو ملک میرے زیر نگیں ہو جنگے۔

انگشتر زنہار۔ قتل عام کے ہنگامہ میں اگر بادشاہ کسی شخص کو امان بخشے اور قتل عام سے مستثنے کردے تو ایک انگوٹھی جسے انگشتر زنہار کہتے ہیں اسے دی جاتی ہے۔ جو جان بخشی کے حکم کی تصدیق اور سند ہوتی ہے۔ ہنگامہ میں جب کسی سپاہی کو وہ انگشتری دکہائی جاتی ہے۔ تو سپاہی اس شخص سے تعرض نہیں کرتا۔ ایسے موقعوں پر جب مغلوب غالب سے جاکر پناہ مانگتا ہے تو اسکو سامنے جاکر انگشتِ شہادت اٹہاتا ہے اسکو **انگشت زنہار** کہتے ہیں۔ **زیر نگیں**۔ زیر فرمان۔

مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تیرے لب سے میں امان پاؤں تو تمام دنیا میرے زیر فرمان ہوجائے۔ لعل۔ انگشتری سلیمان اور نگین کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل حاسد کی طعنوں سے غمناک نہیں ہونا چاہیے۔ شاید کہ جب تو غور سے دیکھے تو تیری خیر اسی میں ہو۔ وا بینی۔ غور سے دیکھے۔ آنکھ کہول کر دیکھے۔ نظر تحقیق سے دیکھے۔

(۴) ترجمہ۔ جو شخص اس خیال انگیز قلم کو نہ سمجھے میں اسکا نقش نہیں خریدتا خواہ وہ خود چین کا نقاش ہو۔ چین کے نقاش مشہور ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے خیال آفرین قلم کی جادو نگاری کی نقاشی کو نہ سمجھ سکے۔ اگر وہ نقاشِ چین بہی ہو۔ تو بہی میں اسکی نقش کو نہیں خریدتا۔ یعنی میرے دل میں اس کی قدر و منزلت نہیں "نقش نخرم" یعنے اسکے نقش کسی قیمت کے نہیں۔ اسکی نقاشی فضول ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کسی کو شراب کا پیالہ اور کسی کو دل کا خون دیا گیا۔ قسمت کے دائرہ میں اسی قسم کی صورتیں ہوتی ہیں

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تو عیش و تنعم میں مے نوشی کرتا ہے اور کوئی ہجوم افکار میں دل کا خون پیتا ہے قسام ازل کی تقسیم عجیب ہے۔

(۶) ترجمہ۔ گلاب پہول کے معاملہ میں حکم ازلی یہی تہا۔ کہ وہ شاہد بازاری ہو اور یہ پردہ نشین رہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہول گلی کوچوں میں بکتا ہے اور ظاہر ہے۔ اسکے برخلاف گلاب یعنے پہول کا عرق پہول کی پنکھڑیوں میں یا بعدہ صراحیوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور پردہ نشین ہے۔

اسی طرح شاہدانِ بازاری اور گلعذارانِ حرم بھی اپنی اپنی قسمت کی نوشتہ کے مطابق بازار و حرم میں جلوہ افروز ہو رہی ہیں۔ اس لئے کسی شخص کو اپنی اچھی حالت پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ غیرتِ الٰہی سے ڈرنا اور اسکو لطف و کرم کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

(۷) ترجمہ۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حافظ کی مستی دل سے دور ہو جائے۔ کیونکہ یہ رندی کا سابقہ آخر کے دن تک ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری رندی اور مستی صبحِ ازل سے شروع ہوئی اور شامِ اجل تک برابر قائم رہیگی۔

غزل ۱۱۵

گل بے رخ یار خوش نباشد	۱	بی بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و ہوای بستان	۲	بی لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل	۳	بی صوت ہزار خوش نباشد
باغ و گل و مل خوش ست لیکن	۴	بی صحبت یار خوش نباشد
ہر نقش کہ دست عقل بندد	۵	بی نقش و نگار خوش نباشد
با یار شکر لب گل اندام	۶	بی بوس و کنار خوش نباشد

(۷) جان نقد محقر ست حافظ از بہر نثار خوش نباشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ معشوق کے رخسار کے بغیر پھول اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ شراب کے بغیر بہار اچھی معلوم معلوم نہیں ہوتی

عہد کردیم کہ بے دوست بصحرا نرویم	بے تماشاگہ روئش بتماشا نرویم	(سعدی)

(۲) ترجمہ۔ چمن کا گوشہ اور باغ کی ہوا۔ لالہ عذار (معشوق) کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

بوستان خانۂ عیش ست و چمن کوی نشاط	تا مہیا نشود عیشِ مہنا نرویم	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ سرو کا رقص اور پھول کی حالت۔ بلبل کی آواز کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

رقص۔ حالت (وجد) اور صوت کی رعایت ظاہر۔

سرو ہوا سے جھومتے ہیں اور پھول حالت وجد میں مست اور خاموش ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظارہ بلبل کی نغمہ سرائی کے بغیر بے لطف ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ باغ، پھول اور شراب اچھی چیزیں ہیں۔ لیکن معشوق کی صحبت کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔ رفیع خاں باذل جو عہد عالمگیری کے خوانین میں سے تھا کہتا ہے

چہ نشاط بادہ بخشد بمن خراب بے تو	بدلِ گرفتہ ماند قدحِ شراب بے تو

نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

بے تو ہر گاہ تماشائے گلستاں کردم	ہمچو گل دامنِ خود پر زگریباں کردم

(۵) ترجمہ۔ جو نقش عقل کا ہاتھ بناتا ہے۔ وہ نقش نگار کے بغیر اچھا معلوم نہیں ہوتا اگر "نقش ونگار" کی بجائے "نقشِ نگار" پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ کوئی نقش معشوق کے نقش کے بغیر اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

(۶) ترجمہ۔ شکر لب اور گل اندام معشوق کے ساتھ۔ بوس وکنار کے بغیر کچھ لطف نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ جان ایک حقیر چیز ہے۔ قربان کرنے کے لئے موزوں نہیں

غزل ۱۱۶

۵۵

گفتم غم تو دارم گفتا غمت سر آید	۱	گفتم کہ ماہ من شو گفتا اگر بر آید
گفتم ز مہرورزاں رسمِ وفا بیاموز	۲	گفتا ز ماہرویاں ایں کار کمتر آید
گفتم کہ بوی زلفت گمراہ عالمم کرد	۳	گفتا اگر بدانی ہم اوت رہبر آید
گفتم دل رحیمت کی عزم صلح دارد	۴	گفتا بکش جفا را تا وقت آن در آید
گفتم کہ بر خیالت راہ نظر ببندم	۵	گفتا کہ شبرو است ایں از راہ دیگر آید
گفتم خوشا ہوائی کز باغ خلد خیزد	۶	گفتا خنک نسیمی کز کوے دلبر آید
گفتم کہ نوش لعلت ما را بآرزو کشت	۷	گفتا تو بندگی کن کان بندہ پرور آید

(۸)	گفتم زمان عشرت دیدی که چوں سر آمد / گفتا خموش حافظ کایں غصہ ہم سر آید	(۸)

(۱) ترجمہ۔ مینے کہا کہ میں تیرا غم رکھتا ہوں اسنے جواب دیا کہ تیرا غم ختم ہوجائیگا۔ مینے کہا کہ تو میرا چاند بن اسنے کہا کہ اگر ہوسکا تو۔

یعنے اگر ہوسکا تو بنونگا۔ ماہ اور بر آید (نکلنا) کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ محبت کرنیوالوں سے وفا کی رسم سیکھ۔ اسنے کہا کہ چاند کے چہرہ والوں (معشوقوں) سے یہ بات نہیں ہوسکتی۔

مہر اور ماہ میں صنعت ایہام۔ کمتر سے عموماً نفی مراد ہوتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیری زلف کی خوشبو نے مجھے جہان کا گمراہ بنادیا۔ اسنے جواب دیا کہ اگر تو سمجھے تو وہی تیری راہبر بھی بن جائے۔

زلف سے مراد عالم کثرت جو گمراہی کا موجب ہے۔ مگر اہل بصیرت کیلئے یہی عالم کثرت رہنما بن کر وحدت کیطرف رہبری کرتا ہے۔ چشم بینا کیلئے کائنات ایک آئینہ ہے جس سے واحد مطلق کی ذات کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔

ذرات کون مرآت آب باشد مرا		ایں عالم دوست بہر ذرہ آشکار

(۴) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ تیرا مہربان دل کب تک صلح کا ارادہ کرتا ہے۔ اسنے جواب دیا کہ جفا برداشت کرتے جاؤ حتے کہ صلح کا وقت آجائے۔

(۵) ترجمہ۔ مینے کہا کہ تیری خیال پر نظر کا رستہ بند کردونگا۔ اسنے کہا کہ یہ شب رو دوسرے رستہ سے آجائیگا۔

شب رو۔ (۱) رات کو چوری کرنیوالا (۲) اہل اللہ جو رات کو جاگتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب معشوق کی صورت آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو اسکا خیال عاشق کے دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے دیکھو اگر عاشق معشوق کے خیال کو آنکھوں کے راستہ سے دل میں نہ جانے دے۔ تو یہ خیال اور کسی طرح دل میں پیدا ہوسکتا ہے۔ معشوق کا خیال ہر کسیطرح خانہ دل میں کسی رستوں سے پہنچ سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ مینے کہا کہ وہ ہوا بہت اچھی ہوتی ہے جو باغ بہشت سے اٹھے اسنے کہا کہ وہ ہوا نہایت ہی لطیف ہوتی ہے جو معشوق کے کوچہ سے آئے۔

(۷) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب لعل کی شیرینی نے ہم کو آرزو ہی میں مار ڈالا۔ اس نے جواب دیا کہ تو بندگی کرتا رہ تاکہ وہ بندہ نواز آ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کیلئے شکوہ و شکایت موزوں نہیں۔ اسے چاہئے کہ ہمیشہ بندگی میں مصروف رہے معشوق بندہ نواز ہے ضرور کسی وقت توجہ کریگا۔ کام یعنے کہ آں۔ لعل اور کام میں صنعت ایہام ہے۔

(۸) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ عیش کا زمانہ تو نے دیکھا کہ کسطرح ختم ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اے حافظ خاموش رہ یہ رنج بھی دور ہو جائیگا۔

تشریح کے لئے دیکھو اشعار د ۷۹/۱۰۹

زرنج و راحت گیتی مرنجاں دل و مشو خنداں	کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

غزل ۱۱۷

گوہر مخزن اسرار ہماں ست کہ بود	۱	حقہ مہر بداں مہر و نشاں ست کہ بود
از صبا پرس کہ ما را ہمہ شب تا دم صبح	۲	بوی زلف تو ہماں مونس جاں ست کہ بود
طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید	۳	ہمچناں در عمل معدن و کاں ست کہ بود
رنگ خون دل ما را کہ نہاں کردخطت	۴	ہمچناں از لب لعل تو عیاں ست کہ بود
عاشقاں مخزن اسرار امانت باشند	۵	لاجرم چشم گہربار ہماں ست کہ بود
کشتہ غمزہ خود را بزیارت می آی	۶	زانکہ بیچارہ ہماں دل نگراں ست کہ بود
زلف ہندوی تو گفتم کہ دگر رہ نزند	۷	سالہا رفت و بداں سیرت و شاں ست کہ بود

(۸) حافظا باز نما قصہ خونابہ چشم
کہ دریں چشمہ ہماں آب رواں ست کہ بود (۸)

(۱) ترجمہ ۔ اسرار کے خزانہ کا موتی وہی ہے جو کہ پہلے تھا۔ محبت کی ڈبیا پر وہی مہر اور نشان ہے جو پہلے تھا۔

حقہ ۔ ڈبیا جسمیں زیورات اور جواہرات رکھے جاتے ہیں۔

گوہر مخزن اسرار سے مراد سرِ عشق ہے جو عاشق کے دل میں ہوتا ہے۔ حقہ مہر سے مراد عاشق کا دل ہے مطلب یہ ہے کہ عاشق کے دل میں سرِ عشق روز ازل سے لیکر آج تک بدستور موجود ہے اور محبت کا یہ گنجینہ یعنی عاشق کا دل جسمیں عشق الٰہی کا خزانہ ہے حسب سابق سر بہ مہر ہے۔ محبوب حقیقی نے ازل کے دن اپنا عشق بندے کے دل میں ڈالا اور پھر اسے بند کر کے سر بہ مہر کیا اور اپنا نشان اس پر کر دیا تا کہ اور کسی کو اس پر دسترس نہ ہو۔

خواجہ صاحب نے اس شعر میں خصوصاً اپنے دل کی کیفیت بیان کی ہے۔

گوہر۔ مخزن۔ حقہ۔ مہر۔ نشان کی رعایت ظاہر۔ مہر اور مُہر میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ۔ صبا سے پوچھ کہ ہمارے لیے تمام رات صبح ہونے تک تیری زلف کی خوشبو اسی طرح مونس جان ہے جیسے کہ پہلے تھی۔

شب سے مراد شب ہستی یعنی تمام عمر **صبح** سے مراد صبح قیامت۔ مطلب یہ ہے کہ دام واپسین تک تیری محبت ہمارے دل میں رہیگی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں

من کہ مہر عارضت میورزم از صبح ازل	نگسلم از زلفِ تو پیوند تا شام اجل

(۳) ترجمہ۔ کوئی شخص لعل و گہر کا طالب ہی نہیں ورنہ آفتاب اسی طرح معدن و کان کے عمل میں لگا ہوا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

مطلب یہ ہے کہ آفتاب کی شعاعیں تو حسب دستور سابق کانوں میں لعل و جواہر پیدا کر رہی ہیں لیکن کوئی شخص اب لعل و گہر کا طالب ہی نہیں ہے جو کانوں سے تلاش کر کے انہیں نکالے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے الطاف و کرم بدستور ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ اجابت استقبال کو تیار ہے کوئی دعا ہی نہیں کرتا اور فیض کا سلسلہ بیشتر از پیش جاری ہے لیکن کوئی قابل ہی نظر نہیں آتا۔ دیکھو شعر ت ۴۹/۲ شعر د ۱۵۲/۴ کا یہ شعر نہایت اچھا جواب ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے دل کے خون کے رنگ کو تیری خط نے تو پوشیدہ کر دیا لیکن تیرے لب لعل سے اسی طرح ظاہر ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

یعنے ہمارے دل کے خون کا رنگ تیرے عارض اور تیرے لب کی سرخی سے عیاں تھا خطِ سبز نے عارض سے تو وہ رنگ پوشیدہ کر دیا۔ مگر تیرے لب لعل کا رنگ ہمارے دل کے خون کے رنگ کا بدستور پتہ دے رہا ہے

(۵) ترجمہ۔ عاشق امانت کے اسرار کا خزانہ ہوتے ہیں لیکن ناچار گہربار آنکھ وہی ہے جو پہلی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق تو ستر عشق کی امانت کا امین ہیں اور رازدار ہیں۔ نہیں چاہتے کہ راز عشق افشا ہو جائے لیکن اشکبار آنکھ کو کیا کریں وہ غمازی کر دیتی ہے اور راز عشق افشا ہو جاتا ہے دیکھو شعر د ۱۰۶/۲ د ۲۹/۱ ۔

(۶) ترجمہ۔ اپنے غمزہ کے مقتول کو دیکھنے کے لیے آ۔ کیونکہ بیچارہ اسی طرح منتظر ہے جیسا کہ پہلے تھا۔
دل نگران یعنی منتظر۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق قبر میں بھی تیرے دیدار کا مشتاق ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے تشریف آور ہو۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیری زلف سیاہ پھر رہزنی نہیں کرے گی لیکن کئی سال گذر گئے اور وہ اسی شان و سیرت پر قائم ہے۔ جیسے کہ پہلے تھی۔
یعنے تیری زلف حسب سابق رہزنی کر رہی ہے۔ ہندو (یعنی چور) اور رہزنی کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ آنکھ کے خونابہ کی حکایت پھر بیان کر۔ کیونکہ اس چشمہ سے وہی پانی روان ہے جو بہا تھا۔
یعنی آنکھیں بدستور خون باری کر رہی ہیں۔

غزل (۱۱۸)

کنون کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود	۱	بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ	۲	ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نی و عود
بباغ تازہ کن آئین دین زردشتی	۳	کنون کہ لالہ برافروخت آتش نمرود
ز دست شاہد سیمین عذار عیسی دم	۴	شراب نوش و رہا کن حدیث عاد و ثمود
جہان چو خلد برین شد بدور سوسن و گل	۵	ولی چہ سود کہ در وی نہ ممکن است خلود
شد از فروغ ریاحین چو آسمان گلشن	۶	زمین اختر میمون و طالع موجود
چو گل سوار شود بر ہوا سلیمان وار	۷	سحر کہ مرغ در آید بنغمۂ داود
بدور گل منشین بے شراب و شاہد و چنگ	۸	کہ ہمچو دور بقا ہفتہ بود معدود
بیار جام لبالب بیاد آصف عہد	۹	وزیر ملک سلیمان عماد دین محمود

(۱۰) بود کہ مجلس حافظ بیمن تربیتش (۱۰)

ہر آنچہ می طلبد جملہ باشدش موجود

یہ غزل خواجہ صاحب نے موسم بہار کی تعریف اور عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین والی اصفہان کی مدح میں لکھی ہی اس وزیر کا خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں اور بھی کئی جگہ ذکر کیا ہی چنانچہ دیکھو شعر ت ۵/۱۱ نیز دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱ سوانحمری ۔

(۱) ترجمہ ۔ ایک پہول باغ میں عدم سی وجود میں آیا ہی بنفشہ اسکے قدموں پر سر بسجود ہو گیا ہی ۔

(۲) ترجمہ ۔ شراب صبح کا پیالہ دف اور چنگ کی آواز کے ساتھ پی اور ساقی کے چاہ غبغب کو نے اور عود کے نغمہ کے ساتھہ چوم ۔

(۳) ترجمہ ۔ باغ میں زردشتی دین کی آئین کو تازہ کر ۔ ایک لالہ نے آتش نمرود جلائی ہی ۔

زردشت یا زرتشت یا زردہشت ۔ آتش پرستوں کے مذہب کے بانی کا نام ہی منوچہر کی نسل سی تہا ۔ اور حکیم فیثا غورث کا شاگرد تہا گشتاسپ کے زمانہ میں نبوت کا دعوی کیا اور دین آتش پرستی کی بنیاد ڈالی مجوس اسی پیغمبر مانتے ہیں اور اسکا نام ابراہیم بتاتے ہیں اور کتاب ژند جو اسکی تصنیف ہی اسے آسمانی باور کرتے ہیں ۔ یہ لفظ زر اور دہشت سے مرکب ہے دہشت بمعنے زشت چونکہ وہ زشت تہا اور زر نہیں لیتا تہا ۔ اس لئے اس نام سی موسوم ہوا ۔ اکثر اہل اسلام اسی کاذب جانتے تھے لیکن فاضل شہرزوری علامہ شیرازی اور علامہ دوانی اور میر صدر الدین اور کئی دوسرے عالم اسکو نبی اور کامل حکیم مانتے ہیں ۔

آتش نمرود ۔ وہ آگ جو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے ایک فرسنگ کے احاطہ میں جلائی تہی ۔ اور اس میں اسقدر حرارت تہی کہ اس سی چار فرسنگ کے فاصلہ تک آدمی نہیں گذر سکتا تہا ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈالا گیا تو خداوند تعالی نے آگ کو سرد ہونے کا حکم دیا قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۔ (ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر سرد اور سلامت ہوجا) سورہ الانبیاء ۔

گل لالہ سرخ رنگ ہوتا ہی اور آگ کیطرح نظر آتا ہی ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باغ میں لالہ کے پہولوں نے آتش نمرود جلائی ۔ آؤ ہم آتش پرستی کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح اس آگ کا جو حقیقت میں گلزار ہی

لطف اٹھائیں۔

(۴) ترجمہ۔ سیمیں عذار اور عیسیٰ نفس معشوق کے ہاتھ سے شراب پی اور عاد و ثمود کے قصوں کو چھوڑ

سیمیں عذار یعنے خوشرنگ لطیف اور نازک رخسار والا۔

عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جن میں ہود علیہ السلام پیغمبر ہوکر آئے تھے۔ یہ قوم عاد بن سام بن نوح کی اولاد کے تھی۔ خدا کی نافرمانی کے سبب سے طوفان باد سے یہ قوم تباہ ہوئی۔

ثمود۔ ایک شخص کا نام جو چار پشت پر نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ بنی ثمود جو اس سے منسوب ہے حضرت صالح علیہ السلام کی امت ہے۔ یہ قوم بھی شومئی اعمال سے جلا دی گئی

(۵) ترجمہ۔ سوسن و گل کے زمانہ میں دنیا بہشت بریں کیطرح ہوگئی ہے لیکن کیا فائدہ کہ اس میں ہمیشہ رہنا ممکن نہیں ہے

خلد۔ بقائے دائم ہمیشگی۔ بہشت کا نام۔ خلود۔ ہمیشہ ہمیشگی۔

مطلب ہے کہ موسم بہار نے زمین کو فردوس بریں بنا دیا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ بہشت دائمی نہیں خواجہ صاحب بہار کی تعریف کرتے ہوئے دنیا کی چند روزہ بہار کی مذمت بھی کر گئے ہیں۔ خلد بریں میں تو بہشتی ہمیشہ رہینگے۔ ھم فیھا خالدون۔ لیکن دنیا میں خلود ناممکن ہے

ایک جھونکے میں ہے ادھر سے اُدھر	چار دن کی بہار ہے دنیا
بدتر اسکو سمجھ خزاں سے امیر	دیکھنے کو بہار ہے دنیا

(۶) ترجمہ۔ پھولوں کی فروغ سے باغ آسمان کیطرح ہو گیا ہے مبارک اختر اور مسعود ستارہ کے یمن سے۔

یعنے خوش نصیبی سے باغ میں پھول اسطرح فروزاں ہیں جیسے آسمان پر تارے۔

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر اسطرح ہے۔

شد از فروغ ریاحین چو آسمان روشن	زمین بہ اخترِ میمون و طالع مسعود

یعنے خوش قسمتی سے زمین پھولوں کے فروغ سے آسمان کیطرح روشن ہوگئی۔

(۷) ترجمہ۔ صبح کے وقت جب پھول سلیمان کیطرح ہوا پر سوار ہوتا ہے۔ تو پرند داؤدی نغمے شروع کر دیتے ہیں۔

داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے۔ لحن داؤدی مشہور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بیٹے تھے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۳۴/۲

(۸) ترجمہ۔ موسم بہار میں شراب معشوق اور چنگ کے بغیر نہ رہ۔ کیونکہ زندگی کو زمانہ کیطرح یہ بھی ایک ہفتہ تک محدود ہے۔

معدود۔ شمار کیا گیا۔ تھوڑی چیز۔

جسطرح دورِ بقا یعنی زندگی کا زمانہ ایک ہفتہ شمار میں ہے۔ اسی طرح موسم بہار بھی چند روزہ ہے۔ اسکو لطف سے گذارنا چاہیئے۔ (زندگی کے زمانہ کو ایک ہفتہ کہا ہے وجہ یہ ہے کہ اول تو زندگی چند روزہ ہے دوم یہ کہ زندگی ہفتہ کے سات دنوں میں محدود ہے۔)

(۹) ترجمہ۔ آصفِ عہد ملکِ سلیمان کے وزیر یعنے عماد الدین محمود کی یاد میں لبریز پیالہ لا۔

عماد بن محمود۔ سلطان قطب الدین والیٔ اصفہان کا وزیر تھا۔ آصف دراصل حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام تھا۔ خواجہ صاحب سلطان قطب الدین کو سلیمان اور عماد الدین کو آصفِ عہد کہتے ہیں دیکھو تمہید کی نوٹ غزل ہذا نیز دیکھو شعر ۱۷/۱۲

(۱۰) ترجمہ۔ شاید حافظ کی مجلس میں اسکی تربیت کے یمن سے جس چیز کی ضرورت ہو وہ موجود ہو جائے۔

تربیتش میں ضمیر شین راجع ہے سوئے عماد الدین محمود شعر (۹) مطلب یہ ہے کہ عماد بن محمود کی برکت اور یمن سے ممکن ہے کہ حافظ کی مجلس میں تمام ضروریات موجود ہو جائیں۔

یہ شعر سلسلہ کلام کا سا تقاضا معلوم ہوتا ہے۔

غزل ۱۱۹

گفتم که خطا کردی و تدبیر نه این بود ۱ گفتا چه توان کرد که تقدیر چنین بود

گفتم که خدا داد مرادت بوصالش ۲ گفتا که مرادم بوصالش نه همین بود

گفتم که قرین بدت افگند بدین روز ۳ گفتا که مرا بخت بد خویش قرین بود

گفتم ز من ای ماه چرا مهر بریدی ۴ گفتا که فلک با من بد مهر بکین بود

گفتم که بسی جام طرب خوردی ازین پیش ۵ گفتا که شفا در قدح بازپسین بود

گفتم که تو ای عمر چرا زود برفتی ۶ گفتا که فلانی چه کنم عمر همین بود

گفتم کہ بسے خط جفا بر تو کشیدند	۷	گفتا ہمہ آں بود کہ بر لوحِ جبیں بود
گفتم کہ نہ وقت سفرت بود چنیں زود	۸	گفتا کہ مگر مصلحت وقت چنیں بود

(۹) گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور
گفتا کہ ہمہ وقت مرادا عیہ ایں بود (۹)

اس غزل میں سوال و جواب گفتم و گفتا کا سلسلہ مکمل ہے مضمون میں بھی تسلسل موجود ہے۔ یہ سمجھو کہ دم واپسین کے وقت عاشق اپنی جان سے سوال جواب کر رہا ہے۔ یا کسی اور مرنے والے کے ساتھ مکالمہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تو نے غلطی کی ہے اور یہ تدبیر (اچھی) نہ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ کیا کریں تقدیر یہی تھی

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ خدا نے تجھے جو وصال سے ناکام رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میری مراد اس کے وصال سے صرف یہی نہیں تھی بلکہ اور بہت خواہشیں اور آرزوئیں باقی ہیں۔ سو ابھی پوری نہیں ہوئیں

(۳) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ بری صحبت نے تجھے یہ دن دکھایا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا اپنا برا نصیب ہی میرا ہم صحبت تھا۔

یعنی کسی بری صحبت کا اثر نہیں۔ بلکہ برے نصیبوں کی بات ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے چاند تو نے مجھ سے محبت کیوں قطع کر دی۔ اس نے جواب دیا کہ آسمان مجھ بدمہر (نامہربان) سے کینہ رکھتا تھا۔

ماہ و مہر میں صنعت ایہام ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اس سے پہلے تو نے خوشی کی کئی جام پیے۔ اس نے جواب دیا کہ شفا آخری پیالہ میں تھی۔ قدحِ بازپسین۔ یعنی موت کا پیالہ۔ جام فنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکمل خوشی اور شفا صرف موت کے پیالہ میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے عمر تو اتنی جلدی کیوں گذر گئی۔ اس نے جواب دیا کہ اے فلاں شخص! میں کیا کروں عمر اتنی ہی تھی۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ ظلم کے بہت سے خط تجھ پر کھینچے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ سب کچھ وہی تھا۔ جو لوحِ جبیں (پیشانی) پر تھا۔

یعنے میری پیشانی پر یہی کچھ لکھا تھا - میری قسمت یہی تھی -

(۸) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیرے سفر کا وقت اتنا جلدی نہ تھا - اس نے جواب دیا کہ ہاں لیکن مصلحت وقت یہی تھی -

(۹) ترجمہ - میں نے پوچھا کہ حافظ تو کس جہہ سے دور ہوگیا - اس نے جواب دیا کہ ہمیشہ سے میری یہی خواہش تھی - کہ تجھ سے دور ہو جاؤں)

داعیہ - خواہش - ارادہ - اسکی جمع دواعی ہے -

غزل ۱۲۰

مصرع اول		مصرع دوم
گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نشود	۱	تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود
رندی آموز و کرم کن کہ نہ چندین ہنر است	۲	حیوانی کہ ننوشد مے و انسان نشود
گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض	۳	ورنہ ہر سنگ و گلی لؤلؤ و مرجان نشود
اسم اعظم بکند کار خود ای دل خوش باش	۴	کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلمان نشود
دردمندیکہ کند درد نہان پیش طبیب	۵	درد او بی سببی قابل درمان نشود
عشق می ورزم و امید کہ این فن شریف	۶	چون ہنرہای دگر موجب حرمان نشود
دوش میگفت کہ فردا بدہم کام دلت	۷	سببی ساز خدایا کہ پشیمان نشود
حسن خلقی ز خدا می طلبم خوی ترا	۸	تا دگر خاطر ما از تو پریشان نشود
ہر کہ در پیش بتان از سر جان ملیز زد	۹	بی تکلف سر او لایق قربان نشود

(۱۰) ذرہ را تا نبود ہمت عالی حافظ
طالب چشمہ خورشید درخشان نشود (۱۰)

(۱) ترجمہ - اگرچہ شہر کے واعظ کے لئے یہ بات آسان نہ ہو - (لیکن) جب تک وہ ریا اور مکر اختیار کئے رہیگا مسلمان نہیں ہوگا -

مطلب یہ ہی کہ اگرچہ واعظ تو اس بات کو نہیں سمجھتا لیکن یہ بالکل صحیح بات ہی کہ جب تک وہ ریاکاری اور مکاری کرتا رہیگا۔ اسلام کے دائرہ سے خارج رہیگا۔

(۲) ترجمہ۔ رندی سیکھ اور بخشش کر کہ یہ کوئی ہنر کی بات نہیں ہی۔ اس حیوان کیلئے جو کہ شراب نہ پئے اور آدمی بنے۔
مطلب یہ ہی کہ چارپائے اگرچہ شراب نہیں پیتے لیکن انسان بھی تو نہیں ہوتے اسی طرح تندخو اور تنگدل زاہد بھی اگرچہ شراب نہیں پیتا لیکن شراب نہ پینا اسکو انسان نہیں بنا دیتا۔ وہ بھی گویا باقی حیوانوں کی طرح ہی جو شراب نہیں پیتے لیکن کوئی ہنر کی بات نہیں ہنر انسان بننے میں ہی۔ پس تجھ کو چاہیئے کہ رندی سیکھے کیونکہ یہ تجھے خوش اخلاق اور عالی حوصلہ اور بلند ہمت بنا دیگی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ خوش خلاق رند شراب پینے کے باوجود بداخلاق زاہد سی جو شراب نہیں پیتا بدرجہ بہتر ہے۔ درندے چرندے بھی شراب نہیں پیتے لیکن شراب نہ پینا ان کو انسان نہیں بنا دیتا۔ ان کے لئے یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ تندخو زاہد بھی منزلہ ایک حیوان کے ہے جو شراب نہیں پیتا۔

(۳) ترجمہ۔ گوہر پاک چاہیئے تاکہ فیض کو قبول کر سکے۔ ورنہ ہر پتھر اور کیچڑ موتی اور مونگا نہیں ہوسکتا۔
مطلب یہ ہی کہ قبول فیض کیلئے استعداد چاہیئے۔ بارش کی فیض سی پتھر پر سبزہ نہیں اُگتا۔ نااہل کو تعلیم سی کچھہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ فیض عام ہی مگر فیض کو قبول کرنے والے مادّے کمیاب ہیں۔ آفتاب کی شعاعیں ہر ایک پتھر پر پڑتی ہیں مگر تمام پتھر لعل یا یاقوت نہیں ہو جاتے۔ ہر ایک مٹی سی زعفران پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیچڑ ہمیشہ مونگا نہیں بنتا۔ اس سی ظاہر ہے کہ فیض سی مستفیض ہونے کیلئے اپنے اندر قابلیت چاہیئے۔ گوہر میں سرشت میں اور طینت میں پاکیزگی موجود ہونی چاہیئے۔ ورنہ کچھہ حاصل نہیں ہوسکتا زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر ت $\frac{۱۳}{۸}$ الف $\frac{۵}{۵}$ د $\frac{۲۲}{۹}$

	مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را		چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید

(۴) ترجمہ۔ اسم اعظم اپنا اثر کرتا ہی اے دل تو خوش رہ۔ کیونکہ شیطان تو مکر اور حیلہ کی وجہ سے سلیمان نہیں ہوتا۔
اسم اعظم۔ تمام اسمائے حق تعالی میں سب سے بڑا نام۔ اسکی تعیین میں اختلاف ہی۔ بعض کہتی ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہی۔ بعض کہتی ہیں صمد ہے۔ کوئی کہتا ہی۔ الحی القیوم ہی۔ کسی کی رائے ہے کہ الرحمن الرحیم ہے۔ بعض کے نزدیک مہیمن ہی۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے لفظ ہو کو اسم اعظم قرار دیا ہی۔
کہا جاتا ہی کہ شیطان کو اسم اعظم یاد ہی اور اسی کی برکت سی وہ آسمان پر چڑھ جاتا ہی اور اسرار الٰہیہ

معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں سے شہاب کے ذریعے ہٹایا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باوجود اسم اعظم یاد ہونے کے شیطان کافر ہے۔ تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مکر و فریب و فتنہ میں رہا ہے اسکی بد اعمالی نے مسلمان نہیں ہونے دیا۔ ورنہ اسم اعظم تو اپنا اثر رکھتا ہے اور اگر اس میں اثر نہ ہو تو ملعون اور مردود شیطان آسمان کے بالاترین طبقات تک کس طرح پہنچ جائے۔

اسی طرح اگر ایک شخص باوجود اسلام رکھنے کے پورا مسلمان نہ ہو۔ تو یہ اسکی اپنی بری افعال کا نتیجہ ہے اسلام اپنا اثر ضرور کرتا ہے۔

(۵) **ترجمہ** - وہ دردمند جو اپنا درد طبیب سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اسکا درد بے شک قابل علاج نہیں ہوتا۔

(۶) **ترجمہ** - میں عشق اختیار کرتا ہوں اور امید ہے کہ یہ شریف فن۔ دوسرے ہنروں کی طرح ایسی کا سبب ہوگا اہل کمال کو ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ ہنر موجب حرمان ہے۔ ابنائے وقت ہنر کی قدر دانی نہیں کرتے۔ آسمان بھی اہل ہنر کا دشمن ہے کہ بے ہنر لوگ بہرہ مند اور ہنرمند بے بہرہ رہتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

قدر دانی کی کیفیت معلوم		عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوا	
حسرت سزائے کمال فن ہے کیا کیجیے		ستم بہائے متاع ہنر ہے کیا کہئے	

مرزا غالب فرماتے ہیں۔

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے		بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا	

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دوسرے ہنر تو تمام موجب حرمان ہیں۔ اب میں فن عشق اختیار کرتا ہوں امید ہے کہ یہ شریف فن موجب حرمان نہ ہوگا۔

(۷) **ترجمہ** - کل وہ کہتا تھا کہ کل میں تجھ دل کی مراد دونگا۔ اے خدا ایسا سبب کر کہ وہ پشیمان نہ ہو جائے۔

یعنی اپنے وعدہ سے پشیمان نہ ہو جائے۔

(۸) **ترجمہ** - میں تیرے لئے حسن خلق خدا سے مانگتا ہوں۔ تاکہ ہمارا دل پھر تجھ سے پریشان نہ ہو۔ یعنی میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھ کو خوش خلقی کی خو اور عادت ڈالے تاکہ ہمارے دل کو تیری جفا کاری سے ملال نہ ہو۔

(۹) **ترجمہ** - جو شخص معشوقوں کے سامنے جان (جانے) کے خیال سے کانپتا ہے۔ بے شک اسکا سر قربان ہونے کے لائق نہیں ہوتا۔

یعنے جو شخص عشق میں جان کے چلے جانے سے ڈرتا ہو۔ وہ اس قابل ہی نہیں کہ عشق میں قربان ہو مطلب یہ
کہ جس شخص میں کمال ایثار نہ ہو وہ شہید عشق ہونیکے قابل نہیں ہوتا۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ جب تک ذرہ کی ہمت بلند نہ ہو۔ روشن خورشید کی چشمہ کا طالب نہیں ہو سکتا۔
دہوپ میں ذرے خورشید کی طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذرہ ایک حقیر اور کم بضاعت
چیز ہے۔ مگر اسکی ہمت بلند ہے۔ حوصلہ عالی ہے۔ ورنہ چشمہ آفتاب کی طرف پرواز کا کبھی ارادہ نہ کرے۔

دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن　　شوق طیران مے کشد ارباب ہمم را (عرفی)

غزل (۱۲۱)

کارم ز دور چرخ بسامان نمیرسد	۱	خون شد دلم ز درد و بدرمان نمیرسد
بر خاک راہ پست شدم ہمچو گرد و باز	۲	تا آب رو نمیرودم نان نمیرسد
از دستبرد جور زمان اہل فضل را	۳	این غصہ بس کہ دست سوی جان نمیرسد
سیرم ز جان خود بدل راستان ولی	۴	بیچارہ را چہ چارہ کہ فرمان نمیرسد
تا صد ہزار خار نمی روید از زمین	۵	از گلبنی گلی بگلستان نمیرسد
یعقوب را دو دیدہ ز حسرت سفید شد	۶	آوازۂ ز مصر بکنعان نمیرسد
پی پارہ میکنم از ہیچ استخوان	۷	تا صد ہزار زخم بدندان نمیرسد
از حشمت اہل جہل بکیوان رسیدہ اند	۸	جز آہ اہل فضل بکیوان نمیرسد
صوفی بشوی زنگ دل خود بآب مے	۹	زین شست و شوی خرقہ غفران نمیرسد

(۱۰)

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی
ہر کس کہ جان نداد بجانان نمیرسد

(۱۰)

اس غزل میں خواجہ صاحب نے غزل گذشتہ کے شعر (۶) کیطرح آسمان کی سفلہ پروری اور اہل فضل کی بد
نصیبی کا ذکر کیا ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جاہل برسر کار رہیں اور عالم معطل و بیکار۔ اہل ہنر بے قدری کا شکار ہو جاتے ہیں

اور بے ہنر لوگوں کو اہل زمانہ آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ اسی مضمون پر دیکھو شعرت ۱۲۰۔ د ۱۲۱ اور د ۱۲۱۔

(۱) ترجمہ۔ میرا کام دورِ آسمان سے سامان کو نہیں پہنچا۔ میرا دل درد سے خون ہوگیا اور علاج کو نہیں پہنچا۔
یعنے دورِ آسمان کے ظلم سے میرا مدعا کبھی حاصل نہ ہوا اور میرا درد دل بے علاج رہا۔

(۲) ترجمہ۔ پستی کی خاک پر گرد کی طرح میں پست ہوگیا۔ پھر بھی جب تک آبرو نہیں جاتی روٹی نصیب نہیں ہوتی
یعنے باوجود اس خاکساری کے عزت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ آب و ناں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کا ظلم کی دستبرد سے اہل فضل کو۔ یہی غصہ کافی ہے کہ ہاتھ جان تک نہیں پہنچتا۔
یعنے ارباب فضل اہل زمانہ کے جور و جفا کی وجہ سے جان سے بھی بیزار ہیں اور ان کے لیے یہی رنج کافی ہے کہ دم نہیں سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ مجبور راست باز دل کی قسم ہے کہ میں جان سے سیر ہوں لیکن بیچارہ کا کیا علاج ہے کہ حکم نہیں پہنچتا۔
یعنے جان سے بیزار ہوں لیکن اجل سے پہلے مر نہیں سکتا۔

(۵) ترجمہ۔ جب تک کہ کانٹے زمین سے نہیں اگتے۔ شاخ گل سے ایک پھول بھی باغ کو نہیں مل سکتا۔
یعنے باغ ہزار ہا کانٹوں کو اپنے دل میں جگہ دے بغیر ایک پھول بھی نہیں اُگا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ ہزارہا رنج و غم کے بعد ایک خوشی نصیب ہوتی ہے۔

بارانِ ستم جب گلِ آدم بھگو چکے	ایک قطرہ عیش کا بھی ملا یا تبر گا

(۶) ترجمہ۔ یعقوب کی دونوں آنکھیں حسرت سے سفید ہوگئیں۔ مصر سے کنعان تک کوئی آواز نہیں پہنچی
مطلب یہ ہے کہ فراقِ یوسف علیہ السلام میں حضرت یعقوب اتنے روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں لیکن مصر سے کوئی پیغام نہ آیا۔

(۷) ترجمہ۔ کسی ہڈی سے میں گوشت کا ٹکڑا نہیں کاٹتا جب تک کہ سو ہزار زخم دانتوں کو نہ پہنچے۔
پے کردن ۔ پاؤں کے رگ و پے کو کاٹنا۔ مطلق کاٹنا۔

(۸) ترجمہ۔ حشمت سے (اہل) جبل کیوان تک پہنچ گئے ہیں۔ (لیکن) اہلِ فضل کی آہ کے بغیر کوئی چیز کیوان تک نہیں پہنچتی۔

کیوان - زحل ستارہ کا نام جو ساتویں آسمان پر ہی - مجازاً ساتواں آسمان -
مطلب یہ ہی کہ جاہل تو اپنی حشمت و ثروت سی ساتویں آسمان پر پہنچ گئے ہیں - اور اہل فضل کی صرف آہیں آسمان تک پہنچتی ہیں -

جہال در تنعم و ارباب فضل را	جز یک ہزارہ نیست کہ یک نان نیست
جاہل درونِ مجلس و عالم برونِ در	بوم بتراتہ سیلہ بدران نیست

(۹) ترجمہ - اے صوفی شراب کے پانی سے اپنے دل کے زنگ کو دھو - خرقہ کی شست و شو سے مغفرت نہیں ملتی یعنے خرقہ کی شست و شو سے کچھ حاصل نہیں - دل کے زنگ کو دھونا چاہیئے -
(۱۰) ترجمہ - اے حافظ صبر کر کہ عشق کی راہ میں جس شخص نے جان نہ دی جاناں تک نہیں پہنچ سکتا - یعنے عشق میں ایثار ضروری ہی - جان دینے کے بغیر معشوق نہیں مل سکتا - ظاہر ہے کہ محبوب حقیقی کی ذات کا مشاہدہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتا -

غزل (۱۲۲)

مرا برندی عشق آن فضول عیب کند	۱	کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند
کمال صدق محبت ببین نہ نقص گناہ	۲	کہ ہر کہ بی ہنر افتد نظر بعیب کند
چناں بزد رہ اسلام غمزۂ ساقی	۳	کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیب کند
ز عطر حور بہشت آن نفس برآید بوے	۴	کہ خاک میکدۂ ما عبیر جیب کند
کلید گنج سعادت قبول اہل دلست	۵	مباد کس کہ درین نکتہ شک و ریب کند
شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد	۶	کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند

(۷) ز دیدہ خوں بچکاند فسانۂ حافظ
چو یاد عہد شباب و زمان شیب کند (۷)

(۱) ترجمہ - وہی فضول آدمی مجھ پر عشق کی رندی کا عیب لگاتا ہی - جو علم غیب کے اسرار پر اعتراض کرتا ہی -

یعنے میں خود رند نہیں بنا۔ مجھے ایسا بنایا گیا ہے۔ حکیم مطلق نے جو عالم الغیب ہے۔ میری رندی میں ہی مصلحت دیکھی ہو گی۔ اس لئے مجھے رند بنایا۔ پس میری رندی پہ اعتراض کرنے والا اسرار غیب پر اعتراض کرتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ محبت کے صدق کا کمال دیکھ۔ نہ کہ گناہ کا نقص۔ کیونکہ جو شخص بے ہنر ہوتا ہے۔ وہی عیب پر نظر کرتا ہے

یعنے لوگوں کے عیب نہ دیکھ ان کے ہنر دیکھ۔ کیونکہ عیب پر وہی شخص نظر کرتا ہے جو خود بے ہنر ہوتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ساقی کے غمزہ نے اسلام کی ایسی رہزنی کی۔ کہ اب شراب سے شاید صہیب ہی پرہیز کرے۔

صہیب۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مشہور صحابی کا نام۔ جو زہد و تقوی کے لئے شہرۂ آفاق تھے۔

شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ ساقی کے غمزہ نے مسلمانوں کو اپنا ایسا گرویدہ بنالیا ہے۔ کہ حضرت صہیب جیسا متقی اور پرہیزگار شخص ہی اگر شراب سے اجتناب کرے تو کرے۔ اور کوئی نہیں کرتا۔ صہیب کو صہبا کی رعایت سے لائے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ حور بہشت کے عطر سے اس وقت خوشبو آئیگی۔ جب کہ وہ ہمارے میخانہ کی مٹی کو اپنی جیب کی خوشبو بناوے۔

عبیر۔ ایک قسم کی خشک خوشبو جو کپڑوں پر لگائی جاتی ہے۔ بعض کے نزدیک ایک خوشبو کا نام ہے۔ جو صندل۔ گلاب۔ اور مشک سے بنائی جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ سعادت کے خزانہ کی کنجی اہل دل کی قبولیت ہے۔ خدا کرے ایسا آدمی کوئی نہ ہو جو اس بات میں شک و شبہ کرے

یعنے اس بات میں مطلق کوئی شک و شبہ نہیں کہ اہل دل بزرگوں کی قبولیت آدمی کو سعادت مند بنا دیتی ہے

(۶) ترجمہ۔ وادی ایمن کا گڈریا اس وقت مراد کو پہنچتا ہے کہ کئی سال جان سے شعیب کی خدمت کرے۔

شبان وادی ایمن۔ سے مراد موسیٰ علیہ السلام۔ اس شعر میں ایک قرآنی قصہ کیطرف اشارہ ہے جو مفصل سورہ القصص میں درج ہے۔ جب حضرت موسے علیہ السلام نے ایک قبطی کو سبطی سے لڑتے دیکھا۔ تو قبطی کو منع کیا۔ اس نے نہ مانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو مار ڈالا۔ اور فرعون کے ڈر سے شہر سے بھاگ گئے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۥ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۚ (القصص)۔ اور جب مدین کے کنوئیں کے پاس پہنچے۔ تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے مواشی کو وہاں پانی پلاتے ہیں۔ اور دو عورتیں ان سے علیحدہ کھڑی اپنی بھیڑ بکریوں کو روک رہی ہیں۔

جب موسے علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے مواشی کو کیوں روکتی ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تمام

لوگ پلا چکیں گے۔ تب ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلائینگی۔ کیونکہ ہم بیکس ہیں وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو کہا کہ ان عورتوں کو پہلے پانی پلانے دو۔ ان کے انکار پر آنحضرت نے خود انکے ریوڑ کو پانی پلایا۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے ریوڑ لیکر گھر چلی گئیں۔

کہتے ہیں کہ یہ دو عورتیں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں تھیں۔ بڑی کا نام صفورا اور چھوٹی کا صفیرا تھا۔ جب لڑکیوں نے جاکر اپنے باپ کو تمام ماجرا سنایا۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ چنانچہ وہ شعیب علیہ السلام کے گھر گئے۔ قصہ مختصر یہ کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی لڑکی کا حضرت موسیٰ سے نکاح کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ یعنے میں ارادہ کرتا ہوں کہ تجھے ایک لڑکی بیاہ دوں بشرطیکہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال حضرت شعیبؑ کی شبانی کی۔ انکے ریوڑ کو چراتے رہے۔ اور اسکے علاوہ دس سال اور انکے پاس رہے۔ جب چالیس سال کی عمر ہوئی۔ تو حضرت شعیبؑ کی اجازت سے پھر مصر جانے کا ارادہ کیا۔ اپنی زوجہ صفورا کو ہمراہ لیکر عازم مصر ہوئے۔

رستہ میں وادی ایمن سے جب گذر رہے تھے۔ تو بسبب زوجہ کے وضع حمل کے آگ کی تلاش ہوئی کوہ طور پر آگ نظر آیا اسے آگ سمجھکر نزدیک گئے۔ تو درخت سے اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی آواز آئی واقعہ طور مشہور ہے۔ بیان کی ضرورت نہیں۔ یہ وادی چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں جانب تھی اس لئے وادی ایمن نام ہوا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدمت کے عظمت نہیں ملتی۔ بغیر ہاتھ پاؤں ہلانے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا فسانہ آنکھوں سے خون ٹپکاتا ہے۔ جب وہ عہد جوانی اور زمانہ پیری کی یاد دلاتا ہے۔

غزل ۱۲۳

مژدہ ای دل کہ مسیحا نفسے می آید	۱	کہ ز انفاس خوشش بوی کسی می آید
از غم و درد مکن نالہ و فریاد کہ دوش	۲	زدہ ام فالی و فریاد رسی می آید

آتش وادی ایمن نہ منم خرم و بس	۳	موسیٰ اینجا بامید قبسی می آید
ہیچ کس نیست کہ در کوی تو اش کاری نیست	۴	ہر کس اینجا بامید ہوسی می آید
کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	۵	این قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید
جرعہ دہ کہ بمیخانۂ ارباب کرم	۶	ہر حریفی ز پئے ملتمسی می آید
خبر بلبل این باغ مپرسید کہ من	۷	نالۂ می شنوم کز قفسی می آید
دوست را گر سر پرسیدن بیمار غم ست	۸	گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسی می آید

(۹) یار دارد سر صید دل حافظ یاران
شاہبازی بشکار مگسی می آید (۹)

(۱) ترجمہ — اے دل تجھ کو خوشخبری ہو کہ ایک مسیحا نفس آتا ہے۔ کہ اسکے خوش انفاس سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔

خواجہ صاحب نے یہ غزل بھی شرح صدر حاصل ہونے کے وقت لکھی ہے۔ عاشقانِ حق کو جب مشاہدہ تجلیات ہوتا ہے تو وہ اس قسم کے واقعات کو اسی قسم کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے دل خوش ہو کہ ایک مسیحا نفس آتا ہے جسکے انفاس سے نفس الرحمن کی خوشبو آتی ہے۔ یعنے مجھے ایک ایسی کیفیت پیش آئی ہے۔ جو مشاہدہ ذات کی امید دلاتی ہے۔

(۲) ترجمہ — غم اور درد سے فریاد نہ کر کہ کل میں نے فال نکالی (اور معلوم ہوا) کہ کوئی فریادرس پہنچنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کل مجھے معلوم ہوا کہ سلطانِ عشق مجھ مظلوم کی فریادرسی کو آتا ہے یعنے میرا سینہ اسرارِ معرفت کا گنجینہ بننے والا ہے اور محبوب مطلق کا مشاہدہ حاصل ہونے والا ہے۔ جو فراق کے زمانہ کے تمام رنج و غم کو دور کر دے گا۔

(۳) ترجمہ — وادی ایمن کی آگ سے صرف میں ہی خوش نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام بھی اس جگہ ایک چنگاری کی امید پر آتے ہیں۔

آتش وادی ایمن — میں ایک قرآنی قصہ کیطرف اشارہ ہے۔

فَلَمَّا قَضٰی مُوسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا
قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ

مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ (القصص)

جب موسےٰ علیہ السلام حضرت شعیب کی نوکری کی میعاد گذار چکے تو مصر کو روانہ ہوئے۔ عیال ساتھ تھے۔ رات اندھیری اور سرد تھی۔ ان کی زوجہ کے وضع حمل کا وقت آیا۔ اس وقت آگ کی تلاش ہوئی۔ حضرت موسے علیہ السلام نے کوہ طور کیطرف آگ دیکھی اپنی زوجہ کو کہا کہ تم یہاں ٹھیرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ ادہر جاتا ہوں۔ لوگونسے راستہ بھی پوچھونگا۔ اور تمہارے لئے آگ بھی لاؤنگا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے نزدیک پہنچے تو وادی ایمن کے کنارہ سے ایک درخت کی مبارک جگہ سے انکو آواز آئی۔ کہ اے موسےٰ میں تیرا اور تمام جہانوں کا خدا ہوں۔ کہتے ہیں۔ کہ جب موسیٰؑ نے درخت کیطرف نگاہ کی۔ تو ایک سبے دود سفید نور نظر آیا۔ جس سے ان کے دل میں لقائے محبوب کی آتش شوق شعلہ زن ہوئی۔ انکو اسی مقام پر عصا اور ید بیضا کے معجزے عطا ہوئے اور وہ سول بنائے جاکر قوم موسیٰ کیطرف روانہ کئے گئے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ وادی ایمن کی آگ سے یعنی معشوق مطلق کی ذات و تجلیات کے نور سے صرف میں ہی خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت موسےٰؑ جیسے پیغمبر بھی وہاں ایک چنگاری کی خاطر جایا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جسکو تیرے کوچہ میں کام نہ ہو۔ ہر ایک شخص اس جگہ کسی ہوس کی امید میں آتا ہے۔ وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں بیان ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے کوچہ میں ہر ایک شخص آرزو لے کر آتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ مقصود کی منزل گاہ کہاں ہے۔ البتہ اتنا ہے کہ جرس کی آواز آرہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ منزل مقصود کا تو کچھہ پتہ نہیں۔ البتہ جرس کی آواز آرہی ہے۔ جس پر ہم چل رہے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ اہل کارواں اپنی روانگی کا اعلان کرنے کے لئے گھنٹہ بجایا کرتے ہیں۔ اور علاوہ اسکے ان کے مرکبوں کے گلے میں بھی گھنٹیاں ہوتی ہیں۔ جن کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ کارواں جارہا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا کے کئی قافلے ہم سے پہلے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوچکے ہم بھی انکے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ یہ تو کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ کہ منزل مقصود کہاں ہے اور کتنی دور ہے۔ البتہ آواز جرس پر ہم بھی چل رہے ہیں۔ اس آواز کے علاوہ منزل مقصود کی بعد مسافت کا کچھہ پتہ نہیں۔

سوار محمل کی جستجو میں ہزاروں دشتِ طلب میں دوڑے	
نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ فقط اک اٹھتا غبار دیکھا	(حالی)

(۶) ترجمہ۔ ایک گھونٹ دیکہ اربابِ کرم کی میخانہ میں۔ ہر ایک شخص کوئی نہ کوئی التماس لیکر آتا ہی۔
ملتمس۔ التماس کیا گیا۔ عرض کیا گیا۔ عرض۔ معروض۔ درخواست۔

وہی مضمون ہے جو شعر (۳) و (۴) غزل ہذا میں بیان ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ اس باغ کی بلبل کی خبر نہ پوچھو کہ میں۔ ایک ناله سن رہا ہوں جو پنجرہ سی آتا ہی۔
یعنے اس باغ کی بلبل تو قفس میں اسیر ہے۔ اور بجائے نغمہ سنجی کی پنجرہ میں بیٹھی نالہ و فریاد کررہی ہے۔ اسکا حال کیا پوچھتے ہو۔ باغ جہاں کی بلبلوں کا بعینہ یہی حال ہی۔ آزاد نہیں۔ گرفتار ہیں۔ انکے چہچہے فی الحقیقت نالے ہیں نغمے نہیں۔

از گرفتارانِ این گلشن چہ میپرسی کہ من	ہمچو سروِ آزاد گاں را پا در گل دیدہ ام

اسی مضمون پر ہے۔

اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت	ہائے یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے

بعض شارحین بلبل سی مراد روح اور قفس سی مراد وجود دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے متعلق مجہ سی کیا پوچھتے ہو۔ صرف اتنا ہی معلوم ہی کہ قفسِ وجود سی بلبل روح کے نالے سن رہا ہوں یعنے سانس کے آنے جانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں۔ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سی روح کے متعلق سوال کیا جاتا تہا۔ ارشادِ ربانی ہوا کہ ان لوگوں کو کہو کہ روح امرِ ربی ہی۔ اسکے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اگر دوست کو بیمارِ غم کی بیمار پرسی کا خیال ہی۔ تو اسکو کہو کہ خوشی سی آئے۔ کیونکہ بیمار کو ابھی سانس آتی جاتی ہی۔

(۹) ترجمہ۔ اے دوستو معشوق حافظ کے دل کے شکار کا خیال رکھتا ہی۔ گویا ایک شاہباز مکھی کی شکار کو آتا ہی۔
معشوق کو شاہباز کہا ہے اور اپنے آپ کو مکھی سے تشبیہ دی ہے

غزل ۱۲۴

۱ — مطرب عشق عجب ساز و نوائی دارد / نقش ہر پردہ کہ زد راہ بجائی دارد

۲ — عالم از نالۂ عشاق مبادا خالی / کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائی دارد

۳ — پیر دردی کش ما گرچہ ندارد زر و زور / خوش عطا بخش و خطا پوش خدائی دارد

۴ — از عدالت نبود دور گرش پرسد حال / پادشاہے کہ بہمسایہ گدائی دارد

۵ — محترم دار دلم کایں مگس قند پرست / تا ہوا خواہ تو شد فر ہمائی دارد

۶ — اشک خونین بطبیباں بنمودم گفتند / درد عشق ست و جگر سوز دوائی دارد

۷ — ستم از غمزہ میاموز کہ در مذہب عشق / ہر عمل اجری و ہر کردہ جزائی دارد

۸ — نغز گفت آں بت ترسا بچہ بادہ فروش / شادی از روی کسی جو کہ صفائی دارد

(۹) — خسروا حافظ درگاہ نشین فاتحہ خواند / وز زبان تو تمنائے دعائی دارد — (۹)

(۱) ترجمہ ۔ عشق کا مطرب عجیب ساز اور عجیب آواز رکھتا ہے ۔ جس پردے کے نقش کو بجاتا ہے وہ کسی خاص مقام کی طرف جاتا ہے ۔

پردہ سے مراد پردۂ ساز ۔ مطلب یہ ہے کہ مطرب عشق کا ہر ایک سرود سامعین کو ایک خاص مقام کیطرف لے جاتا ہے ۔ یعنی اسکے ہر ایک نغمہ میں عشق کے خاص مقامات کی طرف اشارہ ہوتا ہے ۔

واقف نہیں ہے تو ہی نوا کے راز کا	ورنہ یہاں جو پردہ ہے پردہ ہے ساز کا

(۲) ترجمہ ۔ خدا کرے کہ جہاں عاشقوں کے نالہ سے خالی نہ ہو ۔ کیونکہ وہ خوش آئند اور فرحت بخش آواز رکھتا ہے ۔ یعنے عاشقوں کا نالہ ایک عجیب خوش آیند اور فرحت بخش آواز رکھتا ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ ہمارا دُرد کش پیر اگرچہ زر اور زور نہیں رکھتا ۔ لیکن ایک اچھا عطا بخش اور خطا پوش

خدا کیتا ہی ۔

یعنے ہمارے پیر کے پاس اگرچہ زر و زور نہیں۔ مگر اسکو خدا پر بھروسہ ہی۔ جو بڑا افیاض اور غفور الرحیم ہی

	ناخدا در کشتی ما گر نہ باشد گو مباش		ما خدا داریم و ما را ناخدا در کار نیست	

مطلب یہ ہے کہ ہم اسباب کے بندے نہیں۔ ہماری نظر مسبب الاسباب پر ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ انصاف سے دور نہیں ہوگا اگر حال پرسی کرے وہ بادشاہ جسکے پڑوس میں ایک فقیر ہو۔

یعنے اگر بادشاہ اپنے ہمسایہ فقیر کی حال پرسی کرے تو بعید از انصاف نہ ہوگا۔ مدعا یہ ہی کہ آپ بادشاہ ہیں میں گدا ہوں۔ اگر آپ میری پرسش حال کریں تو قرینِ انصاف ہوگا۔

	از بندہ پروری و نوازش بعید نیست		شاہاں اگر نگاہ بسوئے گدا کنند	(نیاز)

(۵) ترجمہ ۔ میرے دل کی عزت کر کیونکہ یہ قند پرست مکھی جب سے تیری ہوا خواہ ہوئی ہی ہما کی شان رکھتی ہے۔

اپنے دل کو قند پرست مکھی کہا ہی مطلب یہ ہی کہ اگرچہ میرا دل ایک حقیر چیز ہے۔ لیکن تیرے عشق نے اس کو عالی شان کر دیا ہے

(۶) ترجمہ ۔ میں نے اپنے لہو کے آنسو طبیبوں کو دکھائے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ دردِ عشق ہی اور جگر سوز دوا رکھتا ہے۔

یعنے دردِ عشق کا علاج بھی جگر سوز ہوتا ہی۔ اسلئے اس درد کو بے درماں چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ غمزہ سے ظلم کرنا نہ سیکھ کیونکہ عشق کے مذہب میں۔ ہر عمل کا اجر اور ہر فعل کی جزا ہوتی ہی

یعنے تیرے غمزے تو جفا کار ہیں تو بھی ان سے ستم شعاری کا سبق نہ سیکھ کیونکہ ہر عمل کا بدلہ ملتا ہے۔

(۸) ترجمہ ۔ اس مفرد ترسا بچہ معشوق نے کیا اچھا کہا کہ اس شخص کے چہرہ سے خوشی ڈھونڈھ جو صفائی رکھتا ہو۔

یعنے خوشی اس شخص کے چہرہ سے مانگ ۔ خوش حالی اس شخص سے طلب کر۔ جسکے دل میں صدق و صفا ہو (دشا نشین ترسا بچہ کی رعایت سے لفظ صفا کی نسبت آدوسی کریں)

(۹) ترجمہ۔ ‌اے بادشاہ حافظ درگاہ نشین نے فاتحہ پڑھی اور تیری زبان سے دعا کی آرزو رکھتا ہے۔

غزل ۱۲۵

من و انکار شراب ایں چہ حکایت باشد	۱	غالباً ایں قدرم عقل کفایت باشد
منکہ شبہا رہ تقوی زدہ ام با دف و چنگ	۲	ایں زماں سر برہ آرم چہ حکایت باشد
زاہد ار راہ برندی نبرد معذورست	۳	عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد
تا بغایت رہ میخانہ نمیدانستم	۴	ورنہ مستوری ما تا بچہ غایت باشد
بندہ پیر مغانم کہ زجہلم برہاند	۵	پیر ما ہر چہ کند عین رعایت باشد
زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز	۶	تا خود او راز میاں با کہ عنایت باشد

(۷) دوش ازیں غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت
حافظ ار بادہ خورد جای شکایت باشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ میں اور شراب سے انکار! یہ کیا بات ہے؟ غالباً مجھ اتنی ہی عقل کافی ہے۔
یعنے مجھے اتنی ہی عقل کافی ہے کہ شراب سے انکار نہ کروں۔ شراب چھوڑ کر زیادہ عاقل بننے کی ضرورت نہیں گویا شراب ترک نہ کرنا ہی بڑی عقلمندی کی بات ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب میں کئی راتوں دف و چنگ کے ساتھہ پرہیزگاری کی رہزنی کرتا رہا ہوں اب اگر میں سر راہ چلا آؤں تو کیا عجیب بات ہوگی
یعنے جب میں نے کئی راتیں سرمائہ زہد و تقوی کو دف و چنگ سے غارت کرنے میں صرف کئے ہیں اب اگر میں دوسرا بہتہ اختیار کرلوں تو معیوب ہوگا مطلب یہ ہے کہ اب میں رندی کو چھوڑ کر تقوی اختیار نہیں کرسکتا۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد اگر رندی اختیار نہ کرے تو معذور ہے۔ عشق ایک ایسا کام ہے جو ہدایت پر منحصر ہے۔
یعنے بغیر ہادئ راہ کی متابعت کے منازلِ عشق کو طے کرنا محال ہے اگر زاہد یہ رستہ اختیار نہیں کرتا تو معذور ہے۔ کیونکہ رہبر کی ہدایت سے محروم ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اب تک میں شراب خانہ کا رستہ نہ معلوم کرسکا۔ ورنہ ہماری مستوری کب تک رہ سکتی تھی۔

تابغایت۔ اب تک۔ تا بچہ غایت کب تک

یعنے ہم جو اب تک ہوش میں رہے۔ تو اسکی وجہ یہ تھی کہ شراب خانہ کا رستہ معلوم نہ تھا ورنہ ہماری مستوری اور عقلمندی کب کی برباد ہوچکی ہوتی۔

حریف جوشش دریا نہیں خودداری ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعویٰ ہے باطل ہوشیاری کا

(۵) ترجمہ۔ میں پیر مغاں کا غلام ہوں جسنے مجھے جہل سے چھڑایا۔ ہمارا پیر جو کچھ کرے عین رعایت ہے،
مطلب یہ ہے کہ مستی شراب نے مجھے جاہل سے عاقل بنا دیا۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا

(۶) ترجمہ۔ زاہد ہے اور اسکا غرور اور نماز۔ میں ہوں اور میری مستی اور نیاز۔ اب دیکھئے کہ خدا ہم دونوں میں سے کس کے ساتھ عنایت کرتا ہے۔
یعنے زاہد اپنی نمازوں پر مغرور ہے اور میں اپنی مستی اور کم بضاعتی پر نادم ہوں دیکھئے اللہ اسکو کیا منظور ہے
تجاہل عارفانہ ہے۔ خواجہ صاحب کو یقین ہے کہ ان کی مستی اور نیاز زاہد کے غرور اور نماز سے زیادہ مقبول ہونگے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعرت ۵۱/۱

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ	رند از رہِ نیاز بدارالسلام رفت

(۷) ترجمہ۔ کل رات میں اس غصہ سے نہ سویا کہ ایک حکیم کہتا تھا۔ کہ اگر حافظ شراب پئے تو شکایت کا مقام ہوگا۔
غصہ اس بات کا ہے کہ حکیم ہو کر خلافِ حکمت بات کہتا ہے اور شراب سے روکتا ہے۔

غزل (۱۲۶)

مسلماناں مرا وقتے دلی بود	۱	کہ باوے گفتمی گر مشکلے بود
دلی ہمدرد و یاری مصلحت بیں	۲	کہ استظہار ہر اہل دلے بود
بگردابے چو مے افتادم از غم	۳	بتدبیرش امید ساحلے بود
زمن ضائع شد اندر کوے جاناں	۴	چہ دامنگیر یارب منزلے بود
بحال ایں پریشاں رحمت آرید	۵	کہ وقتے کاردان کاملے بود
مرا تا عشق تعلیم سخن کرد	۶	حدیثم نکتہ ہر محفلے بود
ہنر بے عیب حرماں نیست لیکن	۷	زمن محروم تر کی سائلے بود
سرشکم در طلب درہا فشانید	۸	ولے از وصل او بی حاصلے بود

(۹) مگو دیگر کہ حافظ نکتہ دانست
کہ ما دیدیم محکم غافلے بود (۹)

اس غزل میں بھی تسلسل مضمون موجود ہے۔ خواجہ صاحب اپنے دل کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک وقت ایسا تھا۔ کہ میرا دل میرا چارہ ساز اور ہمدرد تھا۔ ہر ایک مشکل میں میرا ساتھ دیتا تھا۔ ہر ایک مصیبت کے وقت مجھے اس پر بھروسہ ہوتا تھا۔ وہ نہایت تجربہ کار اور مدبر تھا۔ لیکن اب کوئے جاناں میں میرا دل ضائع ہو گیا ہے اور میں بیکس ہو گیا ہوں۔

(۱) ترجمہ:- اے مسلمانو ایک وقت تھا کہ میرا بھی دل تھا۔ کہ اگر کوئی مشکل ہوتی تھی۔ تو میں اسی کو کہتا تھا۔ یعنی مشکل کے وقت میرا دل میری چارہ سازی کرتا تھا۔

(۲) ترجمہ:- میرا دل میرا ہمدرد تھا اور ایسا خیر اندیش دوست تھا۔ کہ ہر ایک اہل دل کا مددگار ہوتا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ جب میں کسی گرداب میں گرتا تھا۔ تو اسکی تدبیر سے ساحل کی امید ہوتی تھی
۔یعنے جب میں کسی گرداب بلا میں گرتا تھا۔ تو اپنے دل کی چارہ سازی سے امید ہوتی تھی کہ اس گرداب سے نکل کر ساحل پر جا لگونگا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ دل معشوق کے کوچہ میں مجھ سے ضائع ہوگیا۔ اے خدا معشوق کا کوچہ کیا دامنگیر جگہ تھی۔

دامنگیر مقام وہ ہوتا ہے جہاں سے واپس آنے کو جی نہ چاہے۔ گویا دامن کو پکڑ لیتا ہے اور آنے نہیں دیتا۔ دل بھی کوئے جاناں میں ایکدفعہ گیا تو وہیں کا ہو رہا۔

(۵) ترجمہ۔ اس پریشان حال کے حال پر رحم کرو۔ کہ ایک وقت یہ بھی کامل کارداں تھا۔

کارداں۔ کارآزمودہ۔ تجربہ کار۔ دانا۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل جو ایک کامل تجربہ کار دل تھا اب کوئی جاناں میں پریشاں پڑا ہے اس پر رحم کرو یا میں پہلے ایک کارداں کامل تھا۔ اب دل کے ضائع ہو جانے سے پریشان حال ہو گیا ہوں میرے حال پر رحم کرو

(۶) ترجمہ۔ جب سے مجھے عشق نے سخن گوئی کی تعلیم دی ہے۔ میری باتیں ہر محفل کا نکتہ ہوگئی ہیں۔
۔یعنے جب سے میں عشقیہ مضامین پر غزل گوئی کرنے لگا ہوں۔ میرا کلام ہر ایک محفل میں منظور و مقبول ہوگیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہنر اگرچہ عیب حرمان سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن مجھ سے زیادہ محروم کبھی کوئی سائل نہ تھا۔
۔یعنے اگرچہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہنر کے ساتھ عیب حرمان لگا ہوا ہے۔ یعنے اہل ہنر دنیا میں ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی مجھ سے زیادہ محروم کبھی کوئی سائل نہیں ہوا۔

دیکھو غزل (۲۱) ردیف ہذا۔ نیز دیکھو شعرت ۱۳/۴۔ د ۱۲/۷

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے		بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

(۸) ترجمہ۔ میرے آنسوؤں نے طلب میں موتی جھاڑے۔ لیکن اسکے وصل سے محروم ہی رہے
مطلب یہ ہے کہ اسکی طلب میں ہم موتی نثار کرتے رہے یعنے روتے رہے۔ لیکن وصل نصیب نہ ہوا۔

(۹) ترجمہ ۔ پھر یہ نہ کہنا کہ حافظ نکتہ داں ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ نہایت ہی غافل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ لوگ حافظ کو نکتہ داں کہتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ اسرار و رموز معرفت سے آگاہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت ہی غافل ہے۔

مظہر جانجاناں کا یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے ۔

مظہر این اہل ندارد سخنے ساختہ اند		ہست مشہور کہ من شاعر خوش گفتارم

غزل ۱۲۷

حقوق بندگی مخلصانہ یاد آرید	۱	معاشران ز حریف شبانہ یاد آرید
ز عہد صحبت ما در میانہ یاد آرید	۲	چو در میان مراد آورید دست امید
ز زمزمہ من بسرود و ترانہ یاد آرید	۳	چو عکس بادہ کند جلوہ در رخ ساقی
بصوت نغمہ چنگ و چغانہ یاد آرید	۴	بوقت سرخوشی از آہ و نالہ عشاق
ز بیوفائے دور زمانہ یاد آرید	۵	نمیخورید زمانی غم وفاداراں
ز بہر ہاں بسر تازیانہ یاد آرید	۶	سمند دولت اگر تند و سرکش ست بے

(۸)	بوقت مرحمت اے ساکنان صدر جلال ز روی حافظ و این آستانہ یاد آرید	(۷)

اس غزل کا مضمون بھی مسلسل ہے۔ خواجہ صاحب حریفان بادہ پیما سے کہتے ہیں کہ مینوشی کی محفل میں ہم کو بھی یاد کرنا۔ تم وصال کی مجلس میں سے و معشوق کا لطف اٹھا رہے ہو۔ ہم وصال سے محروم اور مہجور یہاں بیٹھے ہیں۔

بیاد آر حریفان بادہ پیمارا		چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

(۱) ترجمہ ۔ اے رفیقو! رات کے حریف کو یاد کرو۔ مخلصانہ بندگی کے حقوق کو یاد کرو
معاشر ۔ ہم صحبت ۔ رفیق

یعنے کل میں بھی تمہارے ساتھہ تہا۔ آج جدا ہوں۔ نہایت خلوص سے تمہاری خدمت کرتا رہا ہوں مجھے بھی یاد کرو

(۲) ترجمہ۔ جب مراد کی کمر میں تم امید کا ہاتھہ ڈالو۔ تو درمیاں میں ہماری صحبت کے عہد کو بھی یاد کرو۔

میان بمعنے کمر۔ درمیان اور درمیانہ میں صنعت تجنیس۔

(۳) ترجمہ۔ جب شراب کا عکس ساقی کے چہرہ میں جلوہ افروز ہو۔ تو میری پرہیزگاری کو سرود و ترانہ سے یاد کرو۔

یعنے ساقی کے چہرہ میں شراب کا عکس دیکھکر تمہاری پرہیزگاری تو جاتی رہیگی۔ میری پرہیزگاری کو بھی یاد کرنا

کہ وہ بھی جاتی رہے۔

(۴) ترجمہ۔ سرخوشی کے وقت عاشقوں کے آہ و نالہ سے۔ نغمۂ چنگ و چغانہ کی آواز سے یاد کرو۔

سرخوشی۔ مستی کی ایک حالت تحقیق کے لیے دیکھو شعر ت ۲۳/پ

یعنے جب تم بزم وصال میں مست بیٹھے ہو اور نغمہ ہائے چنگ و چغانہ کے سماع میں مصروف ہو۔ تو ان عاشقوں

کے آہ و نالہ کو یاد کرو جو آتشِ فراق سے جل رہے ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ تم تھوڑی دیر کے لئے بھی وفاداروں کی غمخواری نہیں کرتے۔ دورِ زمانہ کی بیوفائی کو یاد کرو

فرماتے ہیں کہ ہم وفاداروں کی غمخواری کرو۔ اور دورِ زمانہ کی بیوفائی کو یاد کرو اگرچہ آج تم بزم وصال

میں خوش و خرم بیٹھے ہو۔ لیکن زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا۔

(۶) ترجمہ۔ دولت کا گھوڑا اگرچہ تند اور سرکش ہے۔ لیکن تازیانہ کے ذریعے ہمراہیوں کو یاد کرو۔

یعنے اگرچہ تم اسوقت دولتِ وصال سے مالا مال ہو اور خوش نصیب ہو اور خوش نصیبی انسان کو تند اور سرکش

یعنے مغرور کردیتی ہے۔ لیکن دولت کے سرکش گھوڑے کو تازیانہ لگاؤ اور قابو میں لاؤ اور اپنے پیادہ پا

ہمراہیوں کو یاد کرو۔ تاہم سمندِ دولت پر سوار ہو۔ وہ بیچارے پیادہ پا چل رہے ہیں۔ ان کو مت بھولو عزیز

نہ کرو۔ انہیں اپنے ساتھہ لے لو۔

(۷) ترجمہ۔ آصدرِ جلال کے رہنے والو مرحمت کے وقت۔ حافظ کے چہرہ اور اس آستانہ کو یاد کرو۔

ساکنان صدرِ جلال سے مراد معشوق کے ہم نشیں۔ یا خود معشوق (بصیغہ جمع)

مطلب یہ ہے کہ حافظ نے بھی مدتوں اس آستانہ پر سر (چہرہ) رکھا ہے۔ اسلئے وہ بھی نظرِ لطف کا

مستحق ہے۔ اسے نہ بھولو۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی	اے خانہ برانداز چمن کچھہ تو ادھر بھی

غزل ۱۲۸

من و صلاح و سلامت کس این گمان نبرد	۱	کہ کس برند خرابات ظن آن نبرد
من این مرقع پشمینہ بہر آن دارم	۲	کہ زیر خرقہ کشم می کس این گمان نبرد
مباش غرہ بعلم و عمل فقیہ زمان	۳	کہ ہیچکس ز قضای خدای جان نبرد
مشو فریفتہ رنگ و بو قدح در کش	۴	کہ زنگ غم ز دلت جز می مغان نبرد
اگرچہ دیدہ بود پاسبان توای گل	۵	بہوش باش کہ نقد تو پاسبان نبرد

(۶) سخن نبرد سخندان ادا مکن حافظ
کہ تحفہ کس در و گوہر بحر و کان نبرد (۶)

(۱) ترجمہ ۔ میں اور صلاح و سلامت کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کوئی آدمی خرابات کے رند پر یہ ظن نہیں کر سکتا۔

یعنے میں خرابات کا رند ہوں۔ کوئی آدمی مجھ سے صلاحیت اور درستی کی امید نہیں رکھ سکتا۔ خراباتِ دنیا کے تمام ساکنوں کا یہی حال ہے۔

	صلاح کار کجا ؛ من خراب کجا		ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا	

(۲) ترجمہ ۔ میں یہ اونی گدڑی اس لئے پہنتا ہوں کہ خرقہ کے نیچے شراب پیئے پھروں اور کوئی شخص شک ہی نہ کرے۔ طریق ادا نہایت مستحسن ہے مطلب یہ ہے کہ زاہدانِ ظاہردار اور صوفیانِ ریاکار نے فقیرانہ لباس صرف اس لئے پہنا ہے کہ وہ شراب پیئیں اور اس لباس کی وجہ سے کوئی ان پر شک نہ کرے۔

	واعظ کتابِ وعظ لئے ہے تو کیا ہوا		بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے	

(۳) ترجمہ ۔ اے زمانہ کے فقیہ علم و عمل پر مغرور نہ ہو۔ کیونکہ کوئی آدمی خدا کی قضا سے جان نہیں بچا سکتا۔

یعنے اعمال پر مغرور نہ ہو۔ خدا جانے قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اور [illegible] منظور ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ رنگ بو پر فریفتہ نہ ہو۔ پیالہ پی۔ کیونکہ شرابِ مغاں کے بغیر کوئی چیز تیرے دل سے غم کا زنگ دور نہیں کر سکتی۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۳/۱ ت ۲۲/۳ ت ۴/۴ ت ۴۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵/۶ ت ۹۲/۳ ت ۸۲/۵ د ۷/۱-۲-۳ د ۹۸/۶ د ۸۲/۶ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ ۔

(۵) ترجمہ :- اے پھول اگرچہ آنکھ تیری پاسبان ہو لیکن ہوش میں رہ کہ تیرا نقد پاسبان ہی نہ لے جائے۔

آنکھ کو پاسبان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام بیرونی حوادث کی اطلاع وجود کو دیتی ہے۔ گویا وہ وجود کی نگہبان ہے کہ ہر قسم کے خطروں سے اسے آگاہ کرتی ہے۔ گویا وہ وجود کی نگہبان ہے۔ کہ ہر قسم کے خطروں سے اسے آگاہ کرتی ہے لیکن یہی آنکھ کبھی کبھی رہزنی بھی کرتی ہے۔ کیونکہ انسان سے برے افعال پر اکثر آنکھوں کے ذریعے ہی مائل ہوتا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے اور دل کو خبر دیتی ہے جس سے وہ گمراہ ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ آنکھ اگرچہ تجھے نیک بد سے آگاہ کرتی ہے لیکن ہوشیار رہنا چاہئے کہ یہی آنکھ تجھے گمراہ نہ کر دے اور تیرے نقد ایمان کو ضائع نہ کر دے۔ خواجہ صاحب نے پھول کی تمثیل اس لئے دی ہے۔ کہ پھول خود آنکھ کی شکل کا ہوتا ہے۔ اور اسکے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہے۔ جسے زرگل کہتے ہیں۔

(۶) ترجمہ :- اے حافظ سخندان کے نزدیک سخن ادا نہ کر۔ کیونکہ کوئی شخص موتی اور لعل کا تحفہ سمندر اور کان کے پاس نہیں لے جاتا۔

یعنے سمندر میں موتی بکثرت ہیں۔ اور کانوں میں لعل بہت ہیں۔ اس لئے ان کے پاس در و گوہر کا تحفہ لے جانا بیوقوفی ہے۔ اسی طرح سخندان آدمی کے سامنے اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ناجائز ہے کیونکہ وہ خود ان سب باتوں کو جانتا ہے۔

غزل (۱۲۹)

مرا می دگر بارہ از دست برد	۱	بمن باز آورد می دستبرد
ہزار آفرین بر می سرخ باد	۲	کہ از روی ما رنگ زردی ببرد
بنازم بدستی کہ انگور چید	۳	مریزاد پائی کہ درہم فشرد
برو زاہد خوردہ بر من مگیر	۴	کہ کار خدائی نہ کاریست خرد
مرا از ازل عشق شد سرنوشت	۵	قضای نبشتہ نشاید سترد

مزن دم ز حکمت کہ در وقت مرگ	۶	ارسطو دہد جان چو بیچارہ کرد	
مکن رنج بیہودہ خرسند باش	۷	قناعت کن از نیت اطلس بہ برد	
چناں زندگانی کن اندر جہاں	۸	کہ چوں مردہ باشی نگویند مرد	

(۹)　شود مست وحدت ز جام الست　هر آنکو چو حافظ می صاف خورد　(۹)

(۱) ترجمہ۔ مجھ کو شراب نے ایکدفعہ پھر بیخود کر دیا۔ شراب نے دوبارہ مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔

مرا از دست برد۔ یعنے مجھے بیخود کر دیا۔ (مجھے ہاتھ سے لے گئی) **دستبرد** غلبہ۔ دست برد اور دستبرد میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ۔ شراب سرخ پر ہزار آفریں ہو۔ کیونکہ وہ ہمارے چہرہ سے زردی کا رنگ اڑا لے گئی۔

شراب پینے سے چہرہ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ خدا کرے وہ ہاتھ ہمیشہ رہے جس نے انگور چنے۔ اور وہ پاؤں کبھی نہ گرے۔ جس نے ان کو نچوڑا۔

در ہم **فشرد**۔ نچوڑا۔ مطلب یہ ہے کہ جن ہاتھوں نے انگور چنے اور شراب بنانے کے لئے ان کو نچوڑا۔ خدا کرے وہ سلامت رہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اے زاہد جا میری عیب جوئی نہ کر۔ کہ خدا کا کام کوئی چھوٹا کام نہیں ہوتا

یعنے خدا نے جو کچھ کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے اسکے تمام فعل حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ مجھ جیسا اس نے بنایا ہے ویسا ہی ہوں۔ میری عیب جوئی نہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ روز ازل سے ہی عشق میری قسمت میں لکھا گیا۔ لکھی ہوئی تقدیر نہیں مٹا سکتے۔

یعنے عشق میری قسمت میں روز ازل سے لکھا ہے میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ فی الحقیقت عشق کی ابتدا صبح میثاق سے ہوئی۔

چو سر نوشت مرا کلک کردگار نوشت	خط غلامی خوبان روزگار نوشت	(حبری)

(۶) ترجمہ۔ حکمت کا دم نہ مار کہ موت کے وقت۔ ارسطو ایک بیکس کی طرح جاں دیدیتا ہے۔

ارسطو۔ مخفف ارسطاطالیس۔ سکندر اعظم کا اتالیق۔ یہ مشہور حکیم گذرا ہے۔ یونان کا باشندہ تھا۔ افلاطون

کا شاگرد تھا معلم اول اسکا خطاب ہے
کُرد ۔ صحرانشینوں کا ایک گروہ ۔ ایک جاہل قوم کا نام ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ حکمت اور فلسفہ طب اور منطق قضا کو نہیں روک سکتے ۔ موت کے سامنے جاہل و عالم دونو مجبور رہتے ہیں ۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک طبیب اور کرُد کی منظوم حکایت لکھی ہے ۔

شبے کردے از درد پہلو نخفت	طبیبے دراں ناحیت بود وگفت
ازیں دست کو برگ رز مے خورد	عجب دارم ارشب بیاباں برد
کہ در سینہ پیکان تیر تتار	بہ از نقل ماکول ناسازگار
قضارا طبیب اندراں شب بمرد	چہل سال ازیں رفت و زندہ است کُرد

(۷) ترجمہ ۔ بیہودہ رنج نہ کر ۔ خوش رہ ۔ اگر اطلس نہیں تو معمولی کپڑے پر صبر کر ۔
بُرد ۔ ایک قسم کا کپڑا ۔ جامۂ مخطط
(۸) ترجمہ ۔ جہان میں اسطرح زندگانی بسر کر ۔ کہ جب تو مرجائے تو لوگ نہ کہیں کہ مرگیا ہے ۔
یعنے زندگی اس طرح بسر کرنا کہ مرنے کے بعد بھی تیرا نام رہے ۔
(۹) ترجمہ ۔ جام الست سے وحدت کا مست ہوجائیگا جس شخص نے حافظ کی طرح صاف شراب پی ۔
جام الست سے مراد اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى ۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص شراب صاف پیتا ہے عشق ازلی کے جام سے شراب وحدت پی کر مست ہوجاتا ہے ۔

غزل ۱۴۰

مرا مہر سیہ چشماں ز سر بیروں نخواہد شد	۱	قضائے آسماں ست ایں و دیگر گوں نخواہد شد
مرا روز ازل کاری بجز رندی نفرمودند	۲	ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد
مجال من ہمیں باشد کہ پنہاں عشق او ورزم	۳	کنار و بوس و آغوشش چہ گویم چوں نخواہد شد

شراب لعل و جای امن و یار مهرباں ساقی	۴	دلا کی به شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد
بیا تا در صف رنداں به بانگ چنگ مے نوشیم	۵	که ساز شرع زیں افسانه بی قانوں نخواہد شد
شبی مجنوں بلیلی گفت کای محبوب بے ہمتا	۶	ترا عاشق شود پیدا ولے مجنوں نخواہد شد
رقیب آزارہا فرمود و جای آشتی نگذاشت	۷	مگر آہ سحرخیزاں سوی گردوں نخواہد شد
بیا تا در مے صافیت راز دہر بنمایم	۸	که کار عشق ازیں افسانه بی افسوں نخواہد شد
(۹)	مشوی ای دیده نقش غم ز لوح سینه حافظ که زخم تیر دلدارست و رنگ خوں نخواہد شد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ سیاہ چشموں کی محبت میرے سر سے باہر نہیں نکلے گی۔ یہ آسمان کی قضا ہے۔ دگرگوں نہیں ہوسکے گی

یعنے حسینوں کا عشق میری قسمت میں لکھا ہے۔ اس میں تغیر ممکن نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ازل کے دن مجھے رندی کے بغیر اور کسی کام کا حکم نہ ملا۔ جو تقسیم کہ اس وقت ہوگئی وہ کم وبیش نہیں ہوسکتی۔

یعنے روز ازل سے ہی رندی میرے حصہ میں آئی ہے۔ اب اس نوشتہ میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔

(۳) ترجمہ۔ میری طاقت صرف یہی ہے کہ اس سے پوشیدہ پوشیدہ محبت کروں کنار و بوس اور آغوش کا ذکر ہی کیا کروں جب یہ ہونے کے ہی نہیں۔

یعنے کنار و بوس کی جب امید ہی نہیں تو اسکا ذکر ہی کیا۔ البتہ اسکے ساتھ دل سے محبت رکھتا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ سرخ شراب۔ امن کی جگہ اور ساقی یار مہرباں۔ اے دل تیرا کام کب اچھا ہوگا۔ اگر اب اچھا نہ ہوا۔

یعنے شراب سرخ موجود ہے۔ امن کا مقام ہے ساقی مہربان ہے اب بھی اگر دل کو فرحت نصیب ہوئی تو کب ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ آتا کہ رندوں کی مجلس میں چنگ کی آواز سے شراب پئیں۔ کیونکہ شریعت کا ساز اس بات سے بے قانون نہیں ہو جائیگا۔

یعنے ہمارے شراب پینے سے کچھ بنتا بگڑتا نہیں ہے۔ چنگ۔ ساز اور قانون (۱) شرع۔ دستور

(۲) ساز کا نام) کی رعایت ظاہر۔

بیاکہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود
زز ہد ہمچو تو ئے وز فسق ہمچو منے

(۶) ترجمہ۔ ایک رات مجنوں نے لیلیٰ کو کہا کہ اے بے نظیر معشوق۔ تیری عاشق تو پیدا ہو جائینگے۔ لیکن مجنوں کوئی نہ ہوگا۔

یعنے عاشق تو ہزاروں پیدا ہو جائینگے۔ لیکن مجھ جیسا عاشق ملنا محال ہے۔

اڑاتی ہوا اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
مری جان جانیئے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے (داغ)

(۷) ترجمہ۔ رقیب نے تکلیفیں دیں اور صلح کی گنجائش نہ چھوڑی۔ لیکن کیا سحر خیزوں کی آہ آسمان کو نہ جائیگی؟

یعنے رقیب نے ہمیں ہر طرح کے آزار پہنچائے۔ لیکن اسے ڈرنا چاہیئے کہ مظلوم کی آہ آسمان تک جاتی ہے

منجنیق آہِ مظلوماں بہ صبح
سخت گیرد ظالماں را در حصار

(۸) ترجمہ۔ آکہ تجھے صاف شراب میں زمانہ کا راز بتاؤں۔ کیونکہ عشق کا کام اس افسانہ سے بغیر افسون کے نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک فسانہ ہے۔ اس میں عشق کا کام بغیر کسی افسوں یعنی جادو کی مدد کے نہیں چل سکتا اور وہ افسوں یہ ہے کہ تو شراب صاف پی کر زمانہ کی حقیقت کو معلوم کرے۔ شراب تجھے دنیا کی ناپائداری اور زمانہ کی غداری سے آگاہ کر دیگی۔ پھر دنیا میں تو عشق کا کام بخوبی سر انجام دے سکیگا۔ اگر دوسرا مصرعہ اس طرح ہو کہ ع

کہ کارِ عشق ازیں افسانہ دافسوں نخواہد شد

تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کے کاروبار اور ماسوا اللہ کی محبت ایک فسانہ و افسوں ہے اسلیئے اس فسانہ و افسوں میں عشق کا کام نہیں چل سکتا۔ پس تو شراب صاف پی تاکہ تو زمانہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے

(۹) ترجمہ۔ اے آنکھ حافظ کے سینہ کی تختی سے غم کا نقش نہ دھو۔ کیونکہ یہ معشوق کی تیر کا زخم ہے اور اس خون کا رنگ نہیں جائیگا۔

یعنے میرے سینہ پر معشوق کے تیر کا زخم ہے۔ اور اس زخم کے خون کا رنگ دھونے سے دور نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے اس نقش کو دھو کر صاف کرنے کی کوشش فضول ہے۔

غزل ۱۳۱

معاشران گرہ از زلف یار باز کنید	۱	شبی خوش ست بایں قصہ اش دراز کنید
حضور مجلس انس ست و دوستاں جمع اند	۲	وان یکاد بخوانید و در فراز کنید
رباب و چنگ بہ بانگ بلند میگویند	۳	کہ گوش ہوش بہ پیغام اہل راز کنید
ہر آنکسی کہ دریں حلقہ نیست زندہ بعشق	۴	برو چو مردہ بفتوای من نماز کنید
میان عاشق و معشوق فرق بسیار ست	۵	چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
بجان دوست کہ غم پردہ شما ندرد	۶	گر اعتماد بر الطاف کارساز کنید
نخست موعظہ پیر مے فروش اینست	۷	کہ از معاشر ناجنس احتراز کنید

(۸) اگر طلب کند انعامی از شما حافظ
حوالتش بہ لب یار دل نواز کنید۔ (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے یاران مجلس معشوق کی زلف سے گرہ کھولو اچھی رات ہے اسی قصہ سے اسے لمبا کرو یعنے صحبت کی رات ہے اسے جہاں تک ممکن ہو لمبا کرنا چاہیئے۔ پس زلف معشوق کی گرہ کو کھولنا شروع کردو کیونکہ اس گرہ کا کھولنا بھی ایک طویل کام ہے۔ زلف معشوق کو بوجہ سیاہی اور لمبائی کے شب دیجور سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قصہ ہائے عشق میں رات بسر کرو۔

(۲) ترجمہ۔ محبت کی مجلس کا حضور ہے اور دوست جمع ہیں۔ وان یکاد پڑھو اور دروازہ بند کردو

وان یکاد۔ تحقیق کے لیئے دیکھو شعر د ۳۳/۲۔ یہ آیت دفع نظر بد کے لئے پڑھتے ہیں۔

فراز۔ یہ لفظ لغات اضداد میں سے ہے۔ پھیلا ہوا۔ بند ہوا۔ کشادہ۔ بند۔ نزدیک۔ دور۔ آگے۔ پیچھے۔ اوپر۔ نیچے۔ بلند۔ پست۔ بلندی۔ نشیب۔ ان تمام متضاد معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بمعنے بند۔

مطلب یہ ہے کہ دوست احباب جمع ہیں۔ دروازہ بند کرو اور وان یکاد پڑھو تاکہ چشم زخم سے محفوظ رہو۔

(۲) ترجمہ۔ رباب و چنگ بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اہلِ راز کے پیغام کو گوشِ ہوش سے سنو۔

(۴) ترجمہ۔ جو شخص اس حلقہ میں عشق سے زندہ نہیں ہے۔ اس پر میرے فتوے سے مردہ کی طرح نمازِ جنازہ پڑھ دو
یعنی میں فتوے دیتا ہوں کہ جس شخص کا دل عشق سے زندہ نہیں وہ مردہ ہے اس پر جنازہ کی نماز پڑھ دو
مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں عشق نہ ہو وہ زندہ نہیں ہوتا۔ اصلی زندگی عشق میں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان بہت فرق ہے۔ جب معشوق ناز دکھلائے تو تم نیاز ظاہر کرو

(۶) ترجمہ۔ دوست کی جان کی قسم ہے کہ غم تمہاری پردہ دری کبھی نہ کریگا۔ اگر تم کارساز کی مہربانیوں پر بھروسہ کرو
یعنے خدا کے لطف و کرم پر بھروسہ رکھو۔ غم تمہارے نزدیک نہیں آئیگا۔

(۷) ترجمہ۔ پیر میفروش کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناجنس ہم صحبت سے پرہیز کرو۔
یعنے ناجنس کی صحبت سے بچو۔

(۸) ترجمہ۔ اگر حافظ تم سے انعام طلب کرے۔ تو اسکو دلنواز معشوق کے لب کے حوالہ کردو
یعنے لبِ یار کا ایک بوسہ حافظ کے لئے کافی انعام ہے۔

غزل (۱۳۲)

مرا بوصل تو گر زانکه دسترس باشد	۱	دگر ز طالع خویشم چه ملتمس باشد
اگر بہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست	۲	مرا ز ہر دو جہاں حاصل آن نفس باشد
بر آستانِ تو غوغای عاشقاں چه عجب	۳	که ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد
رہ خلاص کجا باشد آں غریقے را	۴	که سیل محنت عشقش ز پیش و پس باشد
چه حاجت است بشمشیر قتل عاشق را	۵	که نیم جاں مرا یک کرشمه بس باشد
ہزار بار شود آشنا و دیگر بار	۶	مرا به بیند و گوید که اینچه کس باشد
ازیں سبب که مرا دست بخت کوتاه است	۷	کلیم سبز بلند تو دسترس باشد

(۸)	خوش ست بادہ رنگیں وصحبت جاناں مدام حافظ بیدل دریں ہوس باشد	(۸)

(۱) ترجمہ۔ مجھہ کو تیری وصل پر اگر دسترس ہو۔ تو پہر مجھے اپنی بخت سے اور کیا آرزو ہو سکتی ہی۔
یعنے مجھے اپنی بخت سے اور کوئی آرزو نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اگر دونو جہانوں میں ایکدم بہی دوست کی ساتہہ گذاروں۔ تو مجھہ کو دونو جہانوں کا حاصل بہی ایکدم ہوگا
یعنے دنیا اور آخرت میں کام کا وہی ایکدم ہے۔ جو معشوق کے ساتہہ گذرے۔ ورنہ دونو جہاں اور کس کام کے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے آستانہ پر عاشقوں کا شور وغوغا کوئی عجیب بات نہیں۔ جس جگہ شکرستاں ہوتی ہی۔ مکھیاں ضرور ہوتی ہیں۔

(سعدی)	مردم و ملخ و مور گرد آئیند ہا		ہرکجا چشمہ بود شیریں	

(۴) ترجمہ۔ اس ڈوبے ہوئی کو بچنے کی راہ کہاں مل سکتی ہی۔ جسکے آگے پیچھے غم عشق کا طوفان ہو۔
یعنے بحر عشق کے غریق کا بچنا محال ہی۔

	پایاں پدید نیست چہ پایاں کنارہم		اندر جہاں منم کہ محیط غمم مرا	

(۵) ترجمہ۔ عاشق کو قتل کرنے کے لئی تلوار کی کیا ضرورت ہی کیونکہ میری آدہی جان کو صرف ایک کرشمہ ہی کافی ہے۔
یعنے میں پہلے ہی سے نیم جان ہوں میرے قتل کے لئی تلوار کی ضرورت نہیں۔ اشارہ ہی کافی ہی۔

	ناتوانی سی حریف دم عیسے نہ ہوا		مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب	

الگزینڈر سے آزاد نے کہا ہے۔

	خود نقص آپ میں نہ مری جاں نکالئے مژگاں نہ ہوں تو خنجر براں نکالئے		ساماں قتل میرے لئے کیا ضرور ہے ابرو نہ ہو تو تیغ ستم ریز کھینچیے	

(۶) ترجمہ۔ ہزار دفعہ مجھہ سے تعارف ہوتا ہے اور پہر۔ جب مجھے دیکھتا ہی تو پوچھتا ہی کہ یہ کون ہی
معشوق کی بے اعتنائی کا ذکر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ چونکہ میرے بخت کا ہاتھ چھوٹا ہے۔ اسلئے تیرے سرو بلند تک میری دسترس کب ہوسکتی ہے۔

بام ہمت بلا یا بلند اور نارسا بخشی کمند		یہ کہتے ہیں ہم اپنی معذوری پہ برہان اپنی	

(۸) ترجمہ۔ رخ شراب اور معشوق کی صحبت بہت اچھی چیزیں ہیں۔ بیدل حافظ ہمیشہ اسی ہوس میں رہتا ہے۔

غزل ۱۳۳

میزنم ہر نفس از دست فراقت فریاد	۱	آہ اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد
چہ کنم گر نکنم نالہ و فریاد و فغاں	۲	کز فراق تو چنانم کہ بد اندیش مباد
روز و شب غصہ و خون میخورم و چون نخورم	۳	چون ز دیدار تو دورم بچہ باشم دل شاد
تا تو از چشم من سوختہ دل دور شدی	۴	ای بسا چشمۂ خونین کہ دل از دیدہ کشاد
از بن ہر مژہ صد قطرۂ خون میش چکید	۵	چون بر آورد دل از دست فراقت فریاد

(۶)	حافظ دل شدہ مستغرق یادت شب و روز تو ازین بندۂ دلخستہ بکلی آزاد	(۶)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ زمانۂ فراق کی المناک زندگی کا نقشہ کھینچا ہے

(۱) ترجمہ۔ میں ہر وقت تیری جدائی کے ہاتھ سے فریاد کرتا ہوں۔ افسوس اگر میرا نالہ زار تجھ تک ہوا نہ پہنچائے یعنے تیرے فراق میں ہر وقت مصروف فغاں ہوں۔ اگر اب بھی تو میرے نالے نہ سنے تو افسوس ہوگا

(۲) ترجمہ۔ اگر میں نالہ فریاد اور فغاں نہ کروں تو کیا کروں۔ کیونکہ تیرے ہجر میں میری وہ حالت ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔

(۳) ترجمہ۔ میں دن رات غصہ اور خون کھاتا ہوں اور کسطرح نہ کھاؤں۔ جب تیرے دیدار سے دور ہوں تو اور کس چیز سے دل خوش کروں۔

(۴) ترجمہ۔ جب سے تو مجھ سوختہ دل کی آنکھ سے جدا ہوا ہے۔ خون کے کئی چشمے دل نے آنکھوں سے جاری کئے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ ہر ایک پلک کی جڑ سے خون کے سو سے زیادہ قطرے ٹپکے جب کہ دل نے تیری جدائی کے ہاتھ سے فریاد کی۔

(۶) ترجمہ۔ بیدل حافظ تیری یاد میں شب روز مستغرق ہے اور تو اس دلخستہ غلام سے بالکل آزاد ہے یعنی تو مجھے بالکل یاد نہیں کرتا۔ بندہ اور آزاد کا مقابلہ لطیف ہے

اے کہ ہر گز فراموشت نکنم		ہیچت از بندہ یاد می آید

غزل ۱۳۴

مژدہ ای دل کہ دگر باد صبا باز آمد	۱	ہدہد خوش خبر از طرف سبا باز آمد
برکش اے مرغ سحر نغمہ داؤدی را	۲	کہ سلیمان گل از طرف ہوا باز آمد
لالہ بوی می نوشین بشنید از دم صبح	۳	داغ دل بود بامید دوا باز آمد
عارفی کو کہ کند فہم زبان سوسن	۴	تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد
مردمی کرد و کرم بخت خدا دادہ من	۵	کاں بت سنگدل از راہ وفا باز آمد
چشم من از پی این قافلہ بس آب کشید	۶	تا بگوش دلم آواز درا باز آمد

(۷)	گرچہ ما عہد شکستیم و گنہ حافظ کرد لطف او بین کہ بصلح از در ما باز آمد	(۷)

اس غزل میں بھی تسلسل مضمون موجود ہے۔ گذشتہ غزل میں زمانہ فراق کا ذکر ہے۔ یہ غزل وصال کی خوشخبری ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے دل خوشخبری ہو کہ باد صبا پھر واپس آئی۔ اچھی خبر دینے والا ہدہد شہر سبا سے واپس آیا۔ ہدہد اور سبا کے لئے دیکھو شعر ۲۲/۱

مطلب یہ ہے کہ دیار محبوب سے قاصد آیا ہے اور معشوق کی تشریف لانے کی خبر لایا ہے (ہدہد شہر سبا سے ملکہ بلقیس کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لایا تھا)

(۲) ترجمہ۔ اے بلبل داؤدی نغمہ گا کیونکہ پہول کا سلیمان ہوا کی طرف سے واپس آیا۔

داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان ؑ کے والد تہے۔ نہایت خوش الحان تہے۔ لحن داؤدی مشہور ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے۔ پہول شگفتہ ہو گئے ہیں۔ اے بلبل تو بہی خوش الحانی سے نغمہ سرائی کر۔ داؤد۔ سلیمان اور ہوا کی رعایت ظاہر ہے دیکہو شعر دشے!!

(۳) ترجمہ۔ لالہ نے نسیم صبح سے خوش ذائقہ شراب کی خوشبو نہیں سونگہی۔ بلکہ دل کا ایک داغ تہا۔ جو دوا کی امید سے آیا

مطلب یہ ہے کہ یہ گل لالہ نہیں جو نسیم صبح سے شراب کی بو سونگہہ کر باہر آیا ہے۔ بلکہ یہ عاشق کے دل کا داغ ہے۔ جو علاج کی امید پر نکلا ہے۔ (گل لالہ کے اندر داغ ہوتا ہے جسے داغ دل سے تشبیہ دیتے ہیں)

(۴) ترجمہ۔ کون ایسا عارف ہے جو سوسن کی زبان کو سمجہے۔ تاکہ وہ کہے کہ کیوں گئی اور کیوں واپس آئی۔

سوسن۔ ایک پہول ہے جسکی پتیوں کو بوجہ مشابہت صوری زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ سوسن زبان حال سے یہ بتا رہی ہے کہ وہ کیوں (موسم خزاں میں) چلی گئی اور (اب موسم بہار میں) واپس آئی۔ لیکن کوئی ایسا عارف نہیں جو اسکی زبان کو سمجہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے خداداد بخت نے جو انمردی اور مہربانی کی۔ کہ وہ سنگدل بت وفا کی راہ سے واپس آیا

یعنے میرے سنگدل معشوق نے وفا شعاری اختیار کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ میرا بخت بیدار ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میری آنکہوں نے اس قافلہ کیلئے بہت سا پانی چہڑکا۔ حتے کہ میرے دل کے کانوں میں درا کی آواز سنائی دی۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے قافلہ کے آنے کی امید میں میری آنکہیں رستہ میں چہڑکاؤ کرتی رہیں تاکہ گرد نہ اٹہے۔ اتنی مدت پانی چہڑکنے کے بعد اب دور سے ابیعرسے جرس اور درا کی آواز آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قافلہ نزدیک آگیا۔ حاصل کلام یہ کہ معشوق کے انتظار میں کتنی مدت میں روتا رہا۔ اب اسکے آنے کی خبر سنی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ ہم نے عہد شکنی کی اور حافظ نے گناہ کیا۔ لیکن اسکی (معشوق کی) مہربانی دیکہہ کہ صلح سے ہمارے دروازہ سے اندر آیا۔

غزل ۱۳۵

نقد ہارا بود آیا کہ عیارے گیرند	۱	تا ہمہ صومعہ داراں پی کارے گیرند
مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار	۲	بگذارند و خم طرۂ یاری گیرند
خوش گرفتند حریفاں سر زلف ساقی	۳	گر فلک شاں بگذارد کہ قراری گیرند
یارب این بچہ ترکاں چہ دلیرند بخون	۴	کہ بہ تیر مژہ ہر لحظہ شکاری گیرند
رقص بر شعر تر و نالہ نی خوش باشد	۵	خاصہ رقصی کہ در و دست نگاری گیرند
قوت بازوی پرہیز بخوباں مفروش	۶	کہ دریں خیل حصاری بسواری گیرند
زاغ چوں شرم ندارد کہ نہد پا بر گل	۷	بلبلاں اسزدارد دامن خاری گیرند
تا کنند اہل نظر خاک رہت کحل بصر	۸	عمرہا شد کہ سر راہ گذاری گیرند

(۹) حافظ ابنای زماں را غم مسکیناں نیست
زاں میاں گر بتواں بہ کہ کناری گیرند (۹)

(۱) ترجمہ ۔ خدا کرے کبھی ایسا ہو کہ تمام نقدیوں کو پرکھا جائے۔ تاکہ تمام معبد نشیں کسی کام میں لگ جائیں۔

مطلب یہ ہے، کہ اگر ان تمام زاہدانِ ظاہر دار و عابدانِ ریاکار کے نقد اعمال کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ تو ضرور ہے کہ اکثر لوگوں کی نقدی کھوٹی نکلے گی ۔ اگر ایسا کیا گیا تو پھر یہ لوگ اس ریاکاری کو چھوڑ کر کسی کام میں لگ جائیں گے ۔ یعنے یا تو خلوص سے عبادت شروع کر دینگے۔ یا بالکل عبادت خانوں کا نام ہی نہ لینگے ۔ موجودہ صورت میں یہ لوگ نہ اِدھر کے ہیں نہ اُدھر کے۔ نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے ۔

(۲) ترجمہ ۔ میرے نزدیک مصلحت یہی ہے کہ یاران مشرب تمام کام چھوڑ دیں اور معشوق کی زلف کے خم کو پکڑ لیں ۔

یعنے تمام کاموں سے اچھا کام یہی ہے۔ کہ ہم معشوق کے ہو رہیں اور اسکی زلف کے اسیر ہو کر تمام

قیود سے آزاد ہو جائیں

(۳) ترجمہ ۔ جو لیفیوں نے ساقی کی سر زلف کو خوب پکڑا ہے ۔ بشرطیکہ آسمان انہیں اجازت دے کہ وہاں قرار پکڑ لیں

یعنے عاشق تو زلف معشوق میں گرفتار ہو چکے ہیں ۔ بشرطیکہ دور چرخ انکو وہاں ٹھیرنے دے ۔

(۴) ترجمہ ۔ اے خدا یہ ترک بچے خون کرنے میں کتنے دلیر ہیں ۔ کہ پلکوں کے تیر سے ہر لحظہ ایک شکار پکڑتے ہیں ۔

(۵) ترجمہ ۔ پاکیزہ شعر اور بانسلی کی آواز پر رقص کرنا بہت اچھا ہوتا ہے ۔ خصوصاً وہ رقص جس میں معشوق کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ہو ۔

(۶) ترجمہ ۔ اپنے بازوئے پرہیز کی قوت حسینوں کے سامنے ظاہر نہ کر ۔ کیونکہ اس لشکر میں ایک قلعہ کو صرف ایک سوار کے ذریعے فتح کر لیتے ہیں ۔

یعنے تو حسینوں کے سامنے اس بات کا غرور نہ کر کہ تو اپنے آپ کو ان سے بچا سکتا ہے ۔ کیونکہ حسینوں کی فوج کا تنہا ایک سوار ہی ایک قلعہ کو سر کر سکتا ہے ۔

(۷) ترجمہ جب کوا بہول پر پاؤں رکھنے سے شرم نہیں کرتا ۔ تو جائز ہوگا اگر بلبلیں کانٹے کا دامن پکڑ لیں

یعنے جب نااہل اس مردم ناشناسی کے زمانہ میں بلند مراتب پر پہنچ جاتے ہیں اور اس امر سے شرم نہیں کرتے کہ جس چیز کے وہ لائق نہیں اس پر کیوں قبضہ رکھیں ۔ تو پھر باکمال لوگ رنج و تعب میں عمر بسر نہ کریں تو اور کیا کریں ؎ احمقاں سرور شدستند وز بیم ٭ عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم ٭

(۸) ترجمہ ۔ تاکہ اہل نظر تیرے رستہ کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں ۔ مدتیں گذر گئیں کہ وہ رستہ پر بیٹھے ہوئے ہیں ۔

یہ شعر بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ ابنائے وقت کو مسکینوں کا غم نہیں ہے ۔ اگر ہو سکے تو بہتر ہے کہ ان سے کنارہ کشی کی جائے ۔

غزل (۱۳۶)

اس غزل کی تمام اشعار غزل (۲۸) میں آ چکے ہیں مطبوعہ دیوانوں میں غزل مذکورہ بالا میں سے

یہ چھہ شعر لے کر علیحدہ غزل کی صورت میں یہاں لکھ گئے ہیں۔ کاتبوں کی غلطی ہے۔ لہذا اس غزل کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

غزل ۱۳۷

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند	۱	نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست	۲	کلاہ داری و آئین سروری داند
ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست	۳	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
در آب دیدۂ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم	۴	کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند
غلام ہمت آن رند عافیت سوزم	۵	کہ در گدا صفتی کیمیاگری داند
سواد نقطۂ بینش ز خال تست مرا	۶	کہ قدر گوہر یکدانہ گوہری داند
بباختم دل دیوانہ و ندانستم	۷	کہ آدمی بچۂ شیوۂ پری داند
بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہ خوبان شد	۸	جہان بگیرد اگر دادگستری داند
وفای عہد نکو باشد ار بیاموزی	۹	وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند
تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن	۱۰	کہ دوست خود روش بندہ پروری داند

(۱۱) ز شعر دلکش حافظ کسی شود آگاہ
کہ لطف طبع و سخن گفتن دری داند (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ ہر ایک شخص جو چہرہ کو چمکا لے دلبری نہیں جانتا۔ ہر ایک شخص جو آئینہ بنا لے سکندری نہیں جانتا۔
آئینہ اور سکندر کے لئے دیکھو شعر الف ۳۔
مطلب یہ ہے کہ صرف حسین ہونے سے آدمی معشوق نہیں بن سکتا اور صرف آئینہ بنا لینے سے کوئی آدمی سکندر نہیں ہو سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ ہر ایک شخص جو ٹوپی کی کونہ کو ٹیڑھا کر کے رکھے اور مغرور ہو کر بیٹھے۔ بادشاہی اور سروری کا آئین نہیں جانتا۔

کلاہ داری - بادشاہی۔ سلطنت۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے لئے اور صدہا باتوں کی ضرورت ہے۔ صرف کج کلاہی اور غرور سے انسان بادشاہ نہیں بن سکتا۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی فرماتے ہیں

نہ ہر کہ کوٹ بپوشید و خت ممبری داند	نہ ہر کہ بحث بیاموخت لیڈری داند
نہ ہر کہ ہیٹ بپوشید و کوٹ در بر کرد	ادائے مغرب و آئین مسٹری داند

(۳) ترجمہ - اس جگہ ہزارہا نکتے بال سے بھی زیادہ باریک ہیں۔ ایک ہر شخص جو سر منڈائے قلندری نہیں جانتا۔ قلندر عموماً سر کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ صرف سر منڈوانے سے آدمی قلندر نہیں بن سکتا۔ قلندر بننے کے لئے ہزاروں اور باتیں بھی ضروری ہیں۔ مُو اور سر تراشیدن کی رعایت ظاہر۔ شعر ہذا اور شعر (۱) و (۲) میں ایک ہی مضمون ہے۔ اسی مضمون پر غالب نے کہا ہے۔

نے ہر ترانہ سنج نکیسا نوا بود	نے ہر سخن سرائے بہ سحباں برابر است
نے ہر شتر سوار بہ صالح بود ہمال	نے ہر شبان بموسیٰ عمراں برابر است
نے ہر کہ گنج یافت ز پرویز گوے برد	نے ہر کہ باغ ساخت برضواں برابر است

(۴) ترجمہ - میں اپنی آنکھ کے دریا میں (یعنی آنسوؤں میں) خود غرق ہوں کیا کروں کہ سمندر میں ہر ایک شخص تیرنا نہیں جانتا۔

(۵) ترجمہ - میں اس عافیت سوز رند کی ہمت کا غلام ہوں۔ جو گداگری میں بھی کیمیاگری جانے یا جو گداگری کو کیمیاگری جانے۔

یعنے باوجود مفلس ہونیکے ہمت شاہانہ رکھے عافیت سوز وہ شخص جو خوشی اور غم کو برابر سمجھے۔

(۶) ترجمہ - میرے نقطۂ بینش کی سیاہی خال ہے۔ گوہر یکدانہ کی قدر صرف گوہری ہی جانتا ہے۔

نقطۂ بینش - یعنے مردم چشم۔ آنکھ کی پتلی۔ **گوہر یکدانہ** - جسے دریتیم کہتے ہیں۔ صدف میں اگر صرف ایک موتی ہو۔ تو وہ موتی بہت بڑا اور نہایت آبدار ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میری آنکھ کی پتلی کو سیاہی تیرے خال سیاہ سے حاصل ہوئی اور تیرے خال کی قدر میں ہی جانتا ہوں۔ ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا۔

(۷) ترجمہ - میں نے اپنی دیوانہ دل کو ہار دیا اور نہیں جانتا تھا۔ کہ آدمی کا بچہ پری کا شیوہ جانتا ہوگا۔

یعنے مجھے معلوم نہ تہا کہ تو پریوں کا شیوہ رکہتا ہی اور آدمیوں سی بہاگتا ہی۔ ورنہ میں دل نہ ہارتا۔

(۸) ترجمہ۔ قد اور چہرہ سی جو شخص حسینوں کا بادشاہ ہوگیا۔ اگر وہ انصاف کرنا جانتا ہو تو تمام جہاں کو فتح کرسکتا ہے،

یعنے یہی قد اور گلعذار معشوق اگر کم و بیش انصاف بہی کرے اور محض ستمگار ہی نہ ہو۔ تو جہاں کو اپنا شیدا بناسکتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اگر تو وعدہ کو پورا کرنا سیکھ لی تو بیشک بڑی بات ہی ورنہ جس کسی کو دیکہو ستمگری جانتا ہی۔

یعنے جفا تو ہر ایک شخص کر سکتا ہی۔ اگر ہو سکی تو وفا کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ تو گداگروں کیطرح اجرت کی شرط پہ بندگی نہ کر۔ کیونکہ معشوق خود بندہ پروری کی روش کو جانتا ہے

مطلب یہ ہی کہ بہشت کے لئے نہیں بلکہ صدق دل اور خلوص سی عبادت کر اور اجر کا خیال نہ کر۔ خدا خود تیری ضرورتوں کو جانتا ہی۔ اور وہ بڑا بندہ نواز ہے۔

(غالب)	لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد		حصلہ ومزد مبیندیش کہ در ریزش عام

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کی دلکش شعر سے صرف وہی شخص واقف ہو سکتا ہی جسکی طبیعت میں لطافت ہو اور فارسی شعر گوئی جانتا ہو۔

دری۔ سات فارسی زبانوں میں سی ایک کا نام منسوب بدرہ کوہ۔ چونکہ زمانہ سابق میں جو لوگ پہاڑوں کے دروں میں رہتے تھے اور بیرونی دنیا سی انکا اختلاط نہ تہا انکی زبان بہی دوسری زبانوں سی مخلوط نہ ہوئی۔ اس لئے ان کی زبان کو زیادہ صحیح اور فصیح سمجہا جاتا تہا۔ جسے دری کہتے تھے۔ بعض کے نزدیک دری کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ بہمن کے زمانہ میں چونکہ اطراف و اکناف ملک سی لوگ دربار میں آتے تھے اور ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجہتے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ اہل دانش کہ زبان وضع کریں جو دربار میں بولی جائے چنانچہ اس زبان کا نام دری ہوا۔ فارسی زبان کی سات قسموں کے نام یہ ہیں۔

(۱) فارسی۔ (۲) دری۔ (۳) پہلوی۔ (۴) ہردی۔ (۵) سکزی (۶) زاولی (۷) سغدی۔ ان تمام میں سی سب سے زیادہ فصیح دری ہے۔

غزل ۱۳۸

نیست در شہر نگاری کہ دل ما ببرد	۱	بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد
کو حریفی خوش و سرمست کہ پیش کرمش	۲	عاشق سوختہ دل نام تمنا ببرد
در خیال این ہمہ لعبت بہوس می بازم	۳	بو کہ صاحب نظری نام تماشا ببرد
راہ عشق ارچہ کمینگاہ کمانداران ست	۴	ہر کہ دانستہ رود صرفہ ز اعدا ببرد
سحر با معجزہ پہلو نزند دل خوش دار	۵	سامری کیست کہ دست از ید بیضا ببرد
جام مینائی می سدرہ تنگدلیست	۶	منہ از دست کہ سیل غمت از جا ببرد
باغبانا ز خزان بیخبرت می بینم	۷	آہ ازان روز کہ بادت گل رعنا ببرد
رہزن دہر نخفتہ است مشو ایمن ازو	۸	اگر امروز نبردست کہ فردا ببرد
بانگ گاوی چہ صدا باز دہد عشوہ مخر	۹	کی سہا گوئے ز خورشید مصفا ببرد
علم و فضلی کہ بچل سال دلم جمع آورد	۱۰	ترسم آن نرگس مستانہ بیغما ببرد

(۱۱)

حافظ ار جان طلبد نرگس مستانہ او

خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد

(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ شہر میں کوئی ایسا معشوق نہیں جو ہمارا دل لے لے۔ اگر میرا بخت یاور ہو تو میرا اسباب یہاں سے لے جائے۔

یعنے اس شہر میں تو کوئی ایسا معشوق نہیں۔ جو ہمارا دل لے لے۔ البتہ آب و دانہ اگر کسی اور جگہ لیجائے تو شائد کوئی ایسا معشوق مل جائے۔ بعض شارحین شہر سے مراد دنیا لیتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ایسا خوش اور سرمست حریف کون ہی کہ اسکی مہربانی کے سامنے۔ سوختہ دل عاشق تمنا کا نام لے۔

یعنے ایسا معشوق کون ہی جسکی مہربانی کی امید پر اپنی آرزو بیان کی جائے۔

(۳) ترجمہ۔ میں خیال میں یہ تمام لعبت بازی اس امید پر کرتا ہوں کہ شاید کوئی صاحب نظر تماشا کا نام لے

لعبت ۔ کھلونا ۔ گڑیا ۔ تصویر ۔ پتلی ۔ لعبت بازی ۔ پتلیوں کا تماشا دکھانا

مطلب یہ ہو کہ میں اپنے خیالات کی لعبت بازی ۔ اس لیے کرتا ہوں کہ شاید کوئی اہل نظر آکر اس کو دیکھے یعنی میں یہ نغز گفتاری اور خیال آفرینی اس لیے کرتا ہوں کہ شاید کوئی اہل ل آکر اسے سنے

(۴) ترجمہ ۔ عشق کی راہ اگرچہ کمانداروں کی گھات کی جگہ ہو ۔ لیکن جو شخص دیکھ بھال کر چلتا ہو ۔ وہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے ۔

یعنے راہ عشق میں اگرچہ ہر مقام پر کماندار گھات لگائے بیٹھے ہیں اور قدم قدم پر جان کا خطرہ ہو ۔ لیکن جو راہرو احتیاط سے چلتا ہے ۔ وہ دشمنوں سے بچ کر نکل جاتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ جادو معجزہ کی برابری نہیں کر سکتا بے فکر رہ ۔ سامری کون ہو کہ ید بیضا سے بازی لے جائے ۔

سامری کے لئے دیکھو شعر ۲۴ **ید بیضا** ۔ چمکتا ہوا ہاتھ ۔ سفید ہاتھ ۔ حضرت موسیٰ اپنے ہاتھ کو بغل میں لیجا کر باہر نکالتے تھے تو مثل آفتاب روشن ہو جاتا اور آنکھوں میں چکا چوند آنے لگتی تھی ۔ یہ انکا معجزہ ہو سورہ القصص میں ہو ۔ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ ۔ یعنے اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں لے جا تاکہ سفید اور روشن نکلے ۔

(۶) ترجمہ ۔ شراب کی مینائی جام تنگدلی کو دور کرتا ہو ۔ اسے ہاتھ سے نہ چھوڑ ورنہ غم کا طوفان تمہیں بہا لے جائیگا ۔

سد رہ ۔ رستہ کی دیوار ۔ رستہ کی رکاوٹ ۔ مانع ۔ روکنے والا ۔ دور کرنے والا

(۷) ترجمہ ۔ اے باغبان میں تمہیں خزاں سے بے خبر دیکھتا ہوں ۔ اُس روز پر افسوس جب ہوا تیرے خوبصورت پھول کو خراب کر دے گی ۔

(۸) ترجمہ ۔ زمانہ کا رہزن سویا ہوا نہیں ہو اس سے بے فکر نہ ہو ۔ اگر آج نہیں لوٹا تو کل لوٹ لیجائیگا ۔

ان دونوں شعروں میں دنیا کی ناپائداری بیان کی گئی ہو ۔ چند روز بہار پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ خزاں اسکے تعاقب میں ہو ۔ زمانہ ایک رہزن ہو جو کبھی بیکار نہیں بیٹھتا ۔ اگر آج کسی کی متاع حیات اسکے ہاتھ سے بچ گئی ہو تو کل ضرور غارت ہو جائیگی ۔

(۹) ترجمہ ۔ بچھڑے کی آواز اگر بلند ہو تو اسکے دھوکہ میں نہ آ ۔ سحر خورشید صفا سے کب سبقت لے جا سکتا ہے

گاؤ ۔ سے مراد سامری کا بنایا ہوا وہ سونے چاندی کا گوسالہ جو زندہ بچھڑے کی طرح بولتا تھا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بہت سے لوگ سامری نے اس جادوگری سے گمراہ کیے ۔ مزید معلومات کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵ ۔

سہا۔ بنات النعش میں ایک باریک ستارے کا نام ۔ بنات میں دوسرے ستارہ کے ساتھ واقع ہے ۔

مطلب یہ ہے ۔ کہ سہا جیسا ایک باریک ستارہ آفتاب سے گوئے سبقت نہیں لیجا سکتا۔ اسی طرح سامری کی جادوگری حضرت موسےٰ ع کے معجزوں پر غالب نہیں آسکتی ۔

(۱۰) **ترجمہ** ۔ وہ علم اور فضل جو میرے دل نے چالیس سال میں جمع کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مست آنکھ یکمشت ہی لیجائیگی ۔ یعنے معشوق کی مست آنکھ ۔

(۱۱) **ترجمہ** ۔ اے حافظ اگر اسکی مست آنکھ جان مانگے ۔ تو خانہ وجود کو جان سے خالی کردے اور چھوڑ دے کہ وہ آئے لیجائے ۔

بعض دیوانوں میں دوسرا مصرع اسطرح ہے ع خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد ۔ یعنے خانہ دل کو خیالات غیر اللہ سے خالی کردے ۔

غزل (۱۳۹)

نفس باد صبا مشک فشان خواہد شد	۱	عالم پیر دگرباره جوان خواہد شد
ارغوان جام عقیقی بہ سمن خواہد داد	۲	چشم نرگس بشقایق نگران خواہد شد
گل عزیز است غنیمت شمریدش صحبت	۳	کہ بباغ آمد ازین راه و ازان خواہد شد
این تطاول کہ کشید از غم ہجران بلبل	۴	تا سراپرده گل نعره زنان خواہد شد
ای دل ار عشرت امروز بفردا فگنی	۵	مایہ نقد بقا را کہ ضمان خواہد شد
ماه شعبان منہ از دست قدح کاین خورشید	۶	از نظر تا شب عید رمضان خواہد شد
مطربا مجلس انس است غزل خوان و سرود	۷	چند گوئی کہ چنین رفت و چنان خواہد شد
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن	۸	مجلس وعظ دراز است و زمان خواہد شد
حافظ از بہر تو آمد سوئے اقلیم وجود	۹	قدمی نہ بوداعش کہ روان خواہد شد

یہ غزل خواجہ صاحب نے موسم بہار پر یا شرح صدر کی کیفیت پر لکھی ہے۔ مضمون مسلسل ہے۔

(۱) ترجمہ۔ بادِ صبا کا سانس مشک افشاں ہو جائیگا۔ بوڑہا زمانہ ازسرِ نو جوان ہو جائے گا۔

یعنے بادِ بہاری اپنی خوشبو سے دنیا کو ازسرِ نو جوان کر دیگی

(۲) ترجمہ۔ ارغوان عقیق کا پیالہ چنبیلی کو دیگا۔ اور نرگس کی آنکھ شقایق کو دیکھنے لگے گی۔

ارغوان ۔ ایک سرخ پہول تحقیق کے لئے دیکھو شعر د ۴۸ **عقیق** ۔ سرخ رنگ کا ایک قیمتی پتھر مجازاً شراب۔ **شقایق** ۔ گل لالہ۔ مفرد اور جمع ہر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب نے بزم چمن میں گل ارغواں کو جام عقیقی۔ سمن کو بادہ خوار۔ چشم نرگس کو عاشق کی آنکھ اور گل لالہ کو معشوق کا سرخ چہرہ بیان کیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ پہول عزیز ہے اور اسکی صحبت کو غنیمت جانو۔ کیونکہ یہ باغ میں اس رستہ سے آیا۔ اس رستہ سے چلا جائیگا۔

یعنے پہول کی بہار چند روزہ ہے اسے غنیمت جانو۔

(۴) ترجمہ۔ ظلم جو غم ہجراں سے بلبل نے اٹھائے۔ پہول کے سراپردہ تک نعرہ مارتی چلی جائیگی۔

سراپردہ ۔ بارگاہ بادشاہی۔ بڑا پردہ جو بطور دیوار کے خیمہ کے آگے لگاتے ہیں۔ گھر کا پردہ مطلب یہ ہے کہ بلبل ہجر کے ظلم کی فریاد بارگاہ گل میں لیجائیگی۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل اگر تو آج کی عشرت کو کل پر ڈالتا ہے۔ تو نقدِ ہستی کے سرمایہ کا ضامن کون ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ زندگانی کا کچھ بہروسہ نہیں۔ کون ضامن ہو سکتا ہے کہ ہم کل تک زندہ رہینگے۔ اس لئے چاہئے کہ آج ہی عیش و عشرت کرلیں اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۱۶

(۶) ترجمہ۔ رمضان کے مہینہ میں پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ کیونکہ یہ آفتاب (یعنے پیالہ) عیدالفطر کی رات تک آنکھوں سے غائب رہے گا۔

یعنے ماہ رمضان میں تو شراب کا پیالہ ملنے کا نہیں۔ تمام کسر ماہِ شعبان میں ہی نکال لو

گویند کہ ماہ رمضان گشت پدید	من بعد بہ سکر و بادہ نتواں گردید
در آخرِ شعباں خورم چنداں مے	کاندر رمضاں مست بیفتم تا عید

(۷) ترجمہ۔ اے مطرب محبت کی مجلس سے۔ غزل اور سرود سنا۔ کب تک تو کہیگا کہ ایسا ہی اور ویسا ہوگا۔

یعنے جب تک تو چنیں و چناں کرتا رہیگا ۔ بزم احباب ہو ۔ نغمہ سرائی کر ۔

(۸) ترجمہ ۔ اگر میں مسجد سے خرابات کیطرف چلا گیا تو عیب جوئی نہ کر ۔ وعظ کی مجلس لمبی ہوتی ہو اور دیر ہو جائیگی ۔

مطلب یہ ہے کہ زندگی کا وقت تہوڑا ہو ۔ کون مجلسِ وعظ میں اسے ضائع کرے ۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ تیرے لئے ملکِ وجود کیطرف آیا ۔ اسکو الوداع کہنے کے لئے قدم رنجہ فرما کہ اب روانہ ہو جائیگا ۔

یعنے حافظ صرف تیرے دیکھنے کیلئے ملکِ عدم سے اقلیم وجود میں آیا ۔ اب وہ پہر ملکِ عدم کو جا رہا ہے اسکو رخصت کرنے کے لئے تشریف لا ۔

غزل ۱۴۰

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد	۱	ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد
صوفی ما کہ ز وردِ سحری مست شدی	۲	شامگاہش نگراں باش کہ سرخوش باشد
خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں	۳	تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد
ناز پروردِ تنعم نبرد راہ بدوست	۴	عاشقی شیوۂ رنداں بلا کش باشد
خط ساقی گر ازیں گونہ زند نقش بر آب	۵	ای بسا رخ کہ بخونابہ منقش باشد
غم دنیای دنی چند خوری بادہ بخور	۶	حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

(۷) دلق و سجادۂ حافظ ببرد بادہ فروش
گر شراب از کف آں ساقی مہوش باشد (۷)

(۱) ترجمہ ۔ صوفی کا نقد تمام تر صاف اور آمیزش سے خالی نہیں ہوتا ۔ بہت سے ایسے خرقے ہیں جو جلائے جانے کے قابل ہیں ۔

یعنے صوفی کا نقدِ اعمال بالکل کھرا ہی نہیں ۔ اس میں ریا کی آمیزش بہی ہو اور یہ پارسائی کی لباس جو ظاہر

آتے ہیں ان میں سے کئی جلائے جانے کے قابل ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارا صوفی جو صبح کے ورد سے مست ہوتا تھا۔ شام کو وقت اسے دیکھو کہ (شراب پی کر) سرخوش ہوتا ہے۔

سرخوش۔ مستی کی ایک حالت تحقیق کے لئے دیکھو شعر ت ۳۲/۱

مطلب یہ ہے کہ زاہد جو صبح کے وقت ورد وظیفہ سے مست ہوتا ہے۔ شام کو شراب پی کر مست ہو جاتا ہے۔ زاہدِ ریاکار کے شرابِ لہو کیطرف اشارہ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ کیا اچھا ہو اگر تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آئے۔ تاکہ سیاہ رو ہو جائے جس میں کہ میل ہو۔

محک۔ کسوٹی۔ سنگِ زرکش جس پر سونے چاندی کی آزمائش کرتے ہیں۔

غش۔ کدورت۔ میل۔ آمیزش۔ ملاوٹ۔ کھوٹاپن۔ عیب۔ خیانت۔ تشویش۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تمام لوگوں کی نقدِ اعمال کو تجربہ کی کسوٹی پر لگایا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جائیگا جس شخص میں ذرا کدورت ہوگی وہ معرضِ امتحان میں آتے ہی سیاہ رو ہو جائیگا جسطرح کھوٹا سونا کسوٹی پر گھسنے سے سیاہی دیتا ہے۔ درو غش باشد یعنی در او غش باشد۔ دروغش باشد بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنے جس میں جھوٹ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ ناز و نعمت کا پلا ہوا شخص دوست تک نہیں پہنچ سکتا۔ عاشقی بلاکش رندوں کا کام ہے۔

یعنے عاشق کے لئے بلاکش اور رند ہونا ضروری ہے۔ اسے چاہیئے کہ ہر ایک قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے طیار رہے۔ ناز و نعمت کے پلے ہوئے آدمی منازلِ عشق کو کبھی طے نہیں کر سکتے اور نہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ ساقی کا خط اگر اسی طرح پانی پر نقش بنائیگا۔ تو بہت سے ایسے چہرے ہونگے جو خونکول سے منقش ہو جائینگے

یعنے اگر اسی طرح ساقی کے سبزہ خط کا عکس جامِ شراب میں پڑتا رہا اور عاشق اسے دیکھتا رہے۔ تو اکثر ان کے چہروں پر لہو کے آنسوؤں کے نقش پیدا ہونگے۔ یعنے عاشق خون کے آنسو چہرے پر گرائیں گے

(۶) ترجمہ۔ دنیائے دوں کا غم تو کب تک کھائیگا۔ شراب پی۔ افسوس دانا دل پر افسوس ہے جو تشویش میں ہو۔

یعنے افسوس ہے اس دل پر جو دانا ہو کر مغموم رہے۔ دانائی یہی ہے کہ دل میں دنیائے دوں کا غم مطلق نہ ہو۔

غم دیں خور کہ غم غم دین است		ہمہ غمہا فروتر از این است	حکیم ثنائی

(۷) ترجمہ ۔ حافظ کا خرقہ اور سجادہ (جائے نماز) میفروش سے ۔ اگر اس چاند کے چہرہ والے ساقی کے ہاتھ سے شراب سے

یعنے اگر وہ ماہوش ساقی اپنے ہاتھ سے شراب دے ۔ تو حافظ اپنا جبہ اور سجادہ شراب کے عوض دینے پر تیار ہے ۔ یعنی ترک زہد کرنے پر تیار ہے ۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انہیں جام شراب		شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو ۔

غزل ۱۴۱

نسبت رویت اگر با ماہ و پرویں کردہ اند	۱	صورت نادیدہ تشبیہی بتخمین کردہ اند
شمۂ از داستان عشق شور انگیز ماست	۲	این حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند
نکہت جانبخش دارد خاک کوی گلرخاں	۳	عارفاں زانجا مشام عقل مشکیں کردہ اند
خاکیاں بی بہرہ اند از جرعۂ کاس الکرام	۴	این تطاول بین کہ با عشاق مسکیں کردہ اند
شہپر زاغ و زغن زیبای صید و قید نیست	۵	کاین کرامت ہمرہ شہباز و شاہیں کردہ اند
ساقیا می دہ کہ با حکم ازل تدبیر نیست	۶	قابل تغییر نبود آنچہ تعیین کردہ اند
از خرد بیگانہ شو چون جانبش اندر بر بکش	۷	دختر رز را کہ نقد عقل کابین کردہ اند
در سفالین کاسۂ رنداں بخواری منگرید	۸	کاین حریفاں خدمت جام جہاں بیں کردہ اند
تیر مژگان دراز و غمزۂ جادو نکرد	۹	آنچہ آن زلف دراز و خال مشکیں کردہ اند
یک شکر انعام ما بود و لبت رخصت نداد	۱۰	ہم تو انصافش بدہ شیریں لباں این کردہ اند
شاہدان از آتش رخسار رنگیں و سبدم	۱۱	زاہداں را رخنہ ہا اندر دل و دیں کردہ اند

(۱۲)	شعر حافظ را کہ یکسر مدح احسان شماست ہر کجا بشنیدہ اند از لطف تحسیں کردہ اند	(۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ اگر تیرے چہرہ کو ماہ و پرویں سے نسبت کی ہے ۔ تو بات یہ ہے کہ انہوں نے اَن دیکھی چیز کو تخمیناً تشبیہ دی ہے ۔

یعنے کسی نے ہی تیرا چہرہ نہیں دیکھا صرف اپنے قیاس سے اسی ماہ و پروین سے تشبیہ دے رہے ہیں - ورنہ تیرا چہرہ کہاں اور ماہ و پروین کہاں -

آنانکہ وصفِ حسن تو تفسیر میکنند	خواب ندیدہ را بہمہ تعبیر میکنند

(۲) ترجمہ - ہمارے شور انگیز عشق کی داستان کا ایک حصہ ہے - یہ تمام کہانیاں جو لوگ شیریں فرہاد کی بیان کرتے ہیں
یعنے شیریں فرہاد کے عشق کے تمام قصے ہماری داستانِ عشق کا ایک ورق ہیں

اگر لیلی و مجنوں زندہ گشتے	حدیث عشق ازیں دفتر نوشتے

(۳) ترجمہ - گلعذار معشوقوں کے کوچہ کی مٹی جان بخش خوشبو رکھتی ہے عارفوں نے اس جگہ سے اپنی عقل کے مشام کو خوشبودار کیا ہے -

یعنے عارفوں کے مشام جان کوے محبوب کی خوشبو سے معطر ہوتے ہیں -

(۴) ترجمہ - خاکی انسان کاس الکرام کے گھونٹ سے محروم ہیں - اس ظلم کو دیکھ جو مسکین عاشقوں کے ساتھہ کیا گیا

کاس - پیالہ شراب - پیالہ کرام - جمع کریم - سخی لوگ - بزرگ لوگ

مطلب یہ ہے کہ خاکی انسان کو شرابِ عشق کے اس پیالہ سے محروم رکھا گیا ہے جس سے عالم علوی کے رہنے والے شراب پیتے ہیں - یہ ان بیچارے مسکین عاشقوں کے ساتھہ بے انصافی کی گئی ہے -

(۵) ترجمہ - کوے اور چیل کو شہید شکار اور قید کے لائق نہیں - یہ بزرگی شاہباز اور شاہین کو ہی دی گئی ہے

ظاہر ہے کہ کوئی آدمی کوے اور چیل کا شکار نہیں کرتا اور نہ انکو پکڑ کر پنجروں میں رکھتا ہے - وجہ یہ ہے کہ یہ حقیر اور مردار خوار جانور ہیں - اس عزت کے قابل نہیں کہ انکو شکار کیا جاوے یا انکو پکڑا جائے - یہ عزت اور بزرگی صرف شہباز اور شاہین کو نصیب ہے - مطلب یہ ہے کہ صیاد کی نظر ہی اچھی چیزوں پر پڑتی ہے - چنانچہ دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفات خدا کے نیک بندوں پر آتی ہیں -

(۶) ترجمہ - ساقی شراب دے کہ ازل کے حکم کے ساتھہ کوئی چارہ نہیں چل سکتا - جو کچھہ مقرر کیا گیا ہے وہ تغیر و تبدل کے قابل نہیں -

یعنے روز ازل سے ہی شراب ہماری قسمت میں ہے - اب کچھہ تغیر نہیں ہو سکتا

(۷) ترجمہ - عقل سے بیگانہ ہو جا اور جان کی طرح بغل میں دبا لے دختر رز کو جسکا مہر نقدِ عقل مقرر کیا گیا

مطلب یہ ہے کہ دخترِ رز کا حق مہر عقل ہے - عقل اسکے حوالہ کر اور اسکو بغل میں لے - یعنی شراب پی

اور عقل سے بیگانہ ہو جا۔ ع ہوش کو بیچ کے لے دارو ئی بیہوشی تو

(۸) ترجمہ۔ رندوں کے مٹی کے پیالہ کو نظر حقارت سے مت دیکھو۔ کیونکہ ان حریفوں نے جام جہان بین کی خدمت کی ہے
یعنے رندوں کے پاس اگرچہ مٹی کا پیالہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کے پاس جام جہان بین بھی ہے۔ جام جہان بین
سے یہاں مراد دل ہے۔ تحقیق کے لئے دیکھو الف ۳

(۹) ترجمہ۔ مژگان دراز کے تیر اور جادو گر غمزہ نے ہم پر اتنا ظلم نہیں کیا جتنا اُس لفِ دراز اور خالِ سیاہ
نے کیا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ صرف ایک بوسہ ہمارا انعام تھا۔ تیرے لب نے اسکی بھی اجازت نہ دی۔ تو ہی انصاف کر کہ شیریں
لبوں نے کیا کیا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ معشوقوں نے رنگین رخسار کی آگ سے دمبدم۔ زاہدوں کے دل و دین میں رخنے کئے ہیں۔
یعنے حسینوں کے چہرہ کی خوبصورتی زاہدونکے دل و دین کو بھی سلامت نہیں چھوڑتی۔

(۱۲) ترجمہ۔ حافظ کے شعر جو کہ تمہارے احسان کی تعریف میں ہیں۔ جہاں کسی نے سنے مہربانی
سے اُنکی تعریف کی۔

غزل ۱۴۲

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند	۱	چون بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس	۲	توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند
گوئیا باور نمیدارند روز داورے	۳	کایں ہمہ قلب و دغل در کار داور میکنند
یارب ایں نودولتاں را بر خر خودشاں نشاں	۴	کایں ہمہ ناز از غلام ترک و استر میکنند
بندہ پیر خراباتم کہ درویشان او	۵	گنج را از بی نیازی خاک بر سر میکنند
ای گدای خانقہ باز آ کہ در دیر مغاں	۶	میدہند آبی و دلہا را توانگر میکنند
حسن بے پایان او چندانکہ عاشق می کشد	۷	زمرہ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
خانہ خالی کن دلا تا منزل جاناں شود	۸	کیں ہوسناکاں دل و جان جای دیگر میکنند

آہ آہ از دست صرافان گوہر ناشناس	۹	ہر زمان خرمہرہ را با دُر برابر می کنند	
بر در میخانۂ عشق ای ملک تسبیح گوی	۱۰	کاندر انجا طینت آدم مخمر می کنند	

(۱۱) صبحدم از عرش می آمد خروشی عقل گفت
قدسیان گوئی کہ شعر حافظ از بر میکنند (۱۱)

(۱) ترجمہ ۔ یہ واعظ جو محراب منبر پر جلوہ دکہاتے ہیں ۔ جب خلوت میں جاتے ہیں تو وہ دوسرا کام کرتے ہیں
یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور تر اشعار میں سے ہے اور اکثر تحریر و تقریر میں استعمال کیا جاتا ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ واعظ مجلس وعظ میں جن کاموں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں ۔ خلوت میں خود انہیں کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ آن کار دیگر کا خاص اشارہ کسی ممنوع فعل کیطرف سمجھ لو ۔

(۲) ترجمہ ۔ میں ایک مشکل رکہتا ہوں مجلس کے دانشمند سے پوچہہ کہ توبہ کی ہدایت کرنے والے خود توبہ کیوں نہیں کرتے ۔
یعنے میرے لئے یہ بات ایک معما ہے اور سمجہہ میں نہیں آتی کہ جو لوگ لوگوں کو توبہ سکہاتے ہیں خود توبہ کیوں نہیں کرتے ۔ یعنے واعظ وعظ تو کرتے ہیں ۔ لیکن خود عمل نہیں کرتے ۔

ترک دنیا بمردم آموزند		خویشتن سیم وغلہ اندوزند	

(۳) ترجمہ ۔ گویا ان لوگوں کو قیامت کے دن پر یقین نہیں ہے کہ خدا کے کام میں اسقدر دہوکہ اور فریب کرتے ہیں
قلب ۔ کہوٹ ۔ ناخالص دہات ۔ **دغل** ۔ مکر حیلہ ۔ فریب کہوٹ ۔ عیب ۔ فساد ۔
یعنے یہ ریاکار زاہد اور دغاباز واعظ شاید قیامت کے دن کو دل سے نہیں مانتے ورنہ خدا کے کاموں میں اسقدر دہوکہ اور فریب نہ کرتے اور حقیقت یہی ہے ۔ کہ ان لوگوں کو قیامت پر یقین نہیں

(۴) ترجمہ ۔ اے خدا ان نو دولت لوگوں کو انکے اپنے گدہے پر بٹہا ۔ کیونکہ ترک غلام اور استر پر یہ لوگ اتنا ناز کرتے ہیں ۔
نو دولت ۔ وہ لوگ جو نئے امیر بنے ہوں ۔ عموماً ان لوگوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ جو نہایت ہی حقیر حالت سے دولتمند بن جاتے ہیں ۔
برخر خود شان نشان ۔ یعنے یہ لوگ گہوڑوں کے لائق نہیں جسطرح ابتدا میں یہ لوگ گدہے پر

سوار ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کو اب بھی گدھوں پر ہی سوار کر۔ یعنے ان کو اپنے اصلی مرتبے میں رکھ
بر خر نشاندن۔ رسوا کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ **استر** بمعنے خچر
مطلب یہ ہے کہ یہ نو دولت لوگ ترکی غلاموں اور خچر گھوڑے وغیرہ پر اتنا ناز کرتے ہیں اور اپنی اصلی حالت بھول گئے ہیں۔ اے خدا ان کو پھر اپنی اصلی حالت پر لے جا۔

(۵) **ترجمہ** :- میں پیر خرابات کا غلام ہوں کہ اس کے درویش۔ بے نیازی سے خزانہ کے سر پر خاک ڈالتے ہیں
پیر خرابات کے درویش یعنے رند لوگ اپنی بے نیازی سے دولت دنیا کے خزانہ کو حقیر اور ناچیز سمجھتے ہیں۔

(۶) **ترجمہ** :- اے خانقاہ کے درویش واپس آ جا کہ دیر مغاں میں۔ ایک پانی دیتے ہیں اور دلوں کو امیر کر دیتے ہیں۔
یعنے دیر مغاں میں شراب پلا کر دلوں کو تو انگر کرتے ہیں۔ اے خانقاہ کے فقیر تو بھی ادھر آ جا۔

(۷) **ترجمہ** :- اسکا بے حد حسن جتنے عاشقوں کو قتل کرتا چلا جاتا ہے غیب سے ایک اور گروہ اسکے عشق میں سر نکالتا ہے
یعنے جتنے عاشقوں کو وہ قتل کرتا چلا جاتا ہے۔ اتنے ہی اور عاشق پیدا ہوتے جاتے ہیں

(۸) **ترجمہ** :- اے دل گھر خالی کر تاکہ وہ معشوق کا مقام بن جائے۔ کیونکہ یہ ہوسناک لوگ دل و جان کو دوسروں کی جگہ بناتے ہیں
یعنے اہل دنیا دل و جان کو دنیا کی محبت کی جگہ بناتے ہیں۔ لیکن چاہیئے کہ خانۂ دل کو غیر سے بالکل خالی کیا جائے۔ تاکہ محبوب اس میں آکر ٹھیرے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک دل سے خیالات ماسوا کو دور نہ کیا جائے۔ خدا کا خیال نہیں ہو سکتا۔

(۹) **ترجمہ** :- گوہر ناشناس صرافوں کے ہاتھ سے افسوس افسوس۔ یہ لوگ ہمیشہ کوڑی کو موتی کے برابر کرتے ہیں
اہل زمانہ کی ناقدر شناسی کی شکایت ہے

(۱۰) **ترجمہ** :- اے فرشتہ میخانۂ عشق کے دروازہ پر تسبیح پڑھو۔ کیونکہ اسکے اندر آدم کی مٹی کو خمیر کرتے ہیں
یعنے آدم کی خاک کو عشق کے شراب خانہ میں گوندھا جا رہا ہے۔ اے فرشتو وہاں تسبیح پڑھو۔
دیکھو شعر ۵۴

خاک مرا آب محبت سرشتہ اند	تخم مرا مزرعۂ عشق کشتہ اند	(ظہیر)

(۱۱) ترجمہ - صبح کے وقت عرش سے شور سنائی دیتا تھا عقل نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے حافظ کے شعروں کو یاد کر رہے ہیں -

شاعرانہ فخریہ شعر ہے -

غزل ۱۴۳

ہر کہ شد محرم دل در حرم یار بماند	۱	وانکہ این کار ندانست در انکار بماند
اگر از پردہ برون شد دل من عیب مکن	۲	شکر ایزد کہ نہ در پردہ پندار بماند
صوفیان وا ستدند از گرو می ہمہ رخت	۳	خرقہ ماست کہ در خانہ خمار بماند
خرقہ پوشان ہمگی مست گذشتند و گذشت	۴	قصہ ماست کہ در ہر سر بازار بماند
داشتم دلقی و صد عیب مرا می پوشید	۵	خرقہ رہن می و مطرب شد و زنار بماند
از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر	۶	یادگاری کہ درین گنبد دوار بماند
ہر می لعل کزان جام بلورین ستدم	۷	آب حسرت شد و در چشم گہربار بماند
جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشق اوست	۸	جاودان کس نشنیدم کہ درین کار بماند
گشت بیمار کہ چون چشم تو گردد نرگس	۹	شیوۂ آن نشدش حاصل و بیمار بماند
بر جمال تو چنان صورت چین حیران شد	۱۰	کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند

(۱۱) بتماشاگہ زلفش دل حافظ روزی
شد کہ باز آید و جاوید گرفتار بماند (۱۱)

(۱) ترجمہ - جو شخص دل کا محرم ہوا - معشوق کے حرم میں رہا - اور جس شخص نے یہ کام نہ جانا - انکار میں رہا یعنے جس شخص نے اپنے دل کی حقیقت سمجھی اس نے خدا کو سمجھ لیا - اور جو آدمی اپنے دل کی کیفیت سے ناآشنا رہا - وہ خدا کو بھی نہ پہچان سکا - من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - یعنی جس شخص نے

اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اپنے خدا کو پہچان لیا

خیال ما مرغ گریبان واند مارا کوہ و صحرا	چہ سازد آوارہ دل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد

(۲) ترجمہ۔ اگر میرا دل پردہ سے باہر ہوگیا ہی تو عیب نہ لگا۔ خدا کا شکر ہی کہ پندار کے پردہ میں تو نہیں رہا
مطلب یہ ہی کہ اگرچہ میرے دل نے مستوری کو ترک کر دیا ہی اور مستی اختیار کی ہی۔ تاہم یہ
اُن دلوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ جو پردۂ پندار میں رہتے ہیں۔ یعنے جن میں تکبر اور غرور ہی۔ عارفوں
کے نزدیک پندار ہی ایک بت ہی۔ تفصیلی بیان کے لئے دیکھو شعر د ۵۵

کفر و دیں چیست جز آلایش پندار وجود (غالب)	پاک شو پاک کہ ہم کفر تو دین تو شود

(۳) ترجمہ۔ صوفیوں نے تو تمام اسباب شراب کے رہن سے واپس لے لیا۔ صرف
ہمارا ہی خرقہ ہی جو خانہ خمار میں رہ گیا
یعنے صوفیوں نے شراب کے عوض جو اسباب میفروش کے پاس رہن کیا تہا وہ چہڑا لیا ہی۔ صرف
ہمارا خرقہ ابہی تک باقی ہے
صوفیوں کی شراب نوشی اور عدم استقلال پر حملہ ہے۔
(۴) ترجمہ۔ تمام خرقہ پوش مست چلے گئے اور وہ وقت اور وہ باتیں بہی چلی گئیں۔ ہمارا
ہی قصہ ہی جو ہر سر بازار میں باقی رہا
مطلب یہ ہی کہ ہزاروں خرقہ پوش آئے اور چلے گئے اور ان کے قصے بہی ان کے ساتھ ہی
ختم ہو گئے۔ البتہ ہمارا قصہ ہی جو ہم سے بعد بہی گلی کوچوں میں مشہور ہی
(۵) ترجمہ۔ میرے پاس ایک خرقہ تہا جو میرے سو عیب چہپاتا تہا اب وہ تو مے و مطرب کے رہن ہو گیا
زنار باقی ہے۔
یعنے خرقہ تو رہن رکھ دیا ہی اب نیچے اُسکے زنار ہی نظر آرہا ہی۔ یعنے اب میرے تمام
عیب نظر آرہے ہیں۔ کیونکہ خرقہ جو اُنکو چہپاتا تہا وہ نہیں رہا۔
(۶) ترجمہ۔ کوئی یادگار عشق کی باتوں کی آواز سے زیادہ اچھی میں نے نہیں دیکھی جو اس گنبد
دوار میں رہی ہو۔
یعنے کوئی یادگار آسمان کے نیچے ایسی اچھی نہیں جیسی عشق کی قصہ کی یادگار جو عاشق کے

پیچھے رہ جاتی ہے۔ گنبد دوار۔ پھرنے والا۔ گنبد یعنی آسمان۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تاریخ عالم میں کوئی داستان ایسی دلچسپ نہیں۔ جیسی داستانِ عشق۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اس بلوری پیالہ سے جتنی سرخ شراب لی۔ وہ حسرت کا پانی بن کر میری آنکھ یا آنکھوں میں رہ گئی یعنی جتنی شراب میں نے ایکدفعہ پی۔ دوسری دفعہ پینے کی حسرت میں وہ تمام شراب آنسو بن کر نکل گئی۔ یعنی دوبارہ پینے کی حسرت میں روتا رہا۔ لعل۔ بلور۔ اور گوہر کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کے سوا جو ازل سے لیکر ابد تک سکا عاشق ہے۔ میں نے نہیں سنا کہ کوئی آدمی ہمیشہ اس کام میں رہا ہو یعنے میرے دل کے سوا اور کوئی دل ایسا نہیں۔ جو ازل سے لیکر ابد تک سکا عاشق رہا ہو۔

(۹) ترجمہ۔ نرگس بیمار ہوئی تاکہ تیری آنکھ کیطرح ہو جائے۔ تیری آنکھ کا شیوہ تو اسے حاصل نہ ہوا البتہ ہمیشہ کیلئے بیمار بن گئی۔

معشوق کی آنکھ کو بوجہ مستی چشم بیمار کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نرگس بھی تیری آنکھ کے مشابہ بننے کیلئے بیمار ہوئی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کیلئے بیمار تو ہو گئی۔ مگر تیری چشم بیمار کا شیوہ اسے حاصل نہ ہوا۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے جمال پر چین کی تصویر ایسی حیران ہوئی۔ کہ اسکی باتیں تمام جگہ درو دیوار پر رہ گئیں۔

چین کی نقاشی زمانہ قدیم میں مشہور عالم تھی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چین کی تصویریں جو بذات خود نہایت خوبصورت ہیں تیری جمال کو دیکھکر ایسی حیران ہوئیں کہ انکے قصے درو دیوار پر رہ گئے۔ یعنی در و دیوار پر جو چین کی تصویریں جو نظر آتی ہیں اور ہمہ تن حیرت ہیں۔ وہ حقیقت میں تیرے جمال کو دیکھکر حیران ہیں اور حیران رہینگی۔ تصویر کی حیرت ظاہر۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کا دل ایکدن اسکی زلف کی تماشا گاہ کیطرف گیا کہ واپس آ جاؤنگا۔ لیکن ہمیشہ کے لئے وہاں گرفتار ہو گیا۔

غزل ۱۴۴

ہر آنکو خاطر مجموع و یار نازنین دارد	۱	سعادت ہمدم او گشت و دولت ہمقرین دارد
جناب عشق را درگہ بسی بالاتر از عقل است	۲	کسی آن آستان بوسد کہ جان در آستین دارد

مصرع اول		مصرع دوم
بخواری منگر ای منعم ضعیفان و فقیران را	۳	که صدر مسند عزت فقیر رہ نشین دارد
دہان تنگ شیرینت مگر مہر سلیمان است	۴	که نقش خاتم لعلش جہان زیر نگین دارد
چو بر روی زمین باشی توانائی غنیمت دان	۵	که دوران ناتوانیہا بسی زیر زمین دارد
بلاگردان جان و دل دعای مستمندان است	۶	که بیند خیر ازان خرمن که ننگ از خوشہ چین دارد
صبا از عشق من رمزی بگو با آن شہ خوبان	۷	که صد جمشید و کیخسرو غلام کمترین دارد
لب لعل و خط مشکین چو آنش ہست و اینش ہست	۸	بنازم دلبر خود را که حسنش آن و این دارد

(۹)

اگر گوید نمیخواہم چو حافظ بندہ مفلس
بگوییدش که سلطانی گدائی رہ نشین دارد

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کو جمعیت خاطر حاصل ہو اور نازنین معشوق بھی پاس ہو سعادت اسکی ہمدم اور دولت اسکی ہمنشیں ہوتی ہی۔

(۲) ترجمہ۔ جناب عشق کی درگاہ عقل سے بہت بلند ہے۔ اس آستانہ کو وہی شخص چوم سکتا ہی جسنے جان کو ہاتھہ پر رکھا ہو۔

(۳) ترجمہ۔ اے دولتمند ضعیفوں اور فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھہ کیونکہ مسند عزت کا صدر رہ نشیں فقیر کے پاس ہی یعنے اصلی عزت فقیروں کو ہی حاصل ہی۔ تو انکو حقارت سے نہ دیکھہ تیری دنیاوی عزت کچھہ چیز نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تیرا شیریں اور تنگ دہن شاید حضرت سلیمان کی مہر ہی۔ کہ اسکے لب لعل کی مہر کا نقش تمام جہان کو زیر حکومت رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہی کہ تیرے لب لعل تمام جہان پر حکمرانی کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہی کہ تیرا دہن سلیمان کی مہر ہی (حضرت سلیمان ؑ اپنی مہر کی برکت سے حکومت کرتے تھی) دہن کو انگشتری اور لب لعل کو اسکا نگیں کہا ہی۔

(۵) ترجمہ۔ جب تک تو سطح زمین پر ہی طاقت کو غنیمت جان۔ کیونکہ زمانہ زمین کے نیچے بہت ناتوانیاں رکھتا ہی

ای که دستت میرسد کاری بکن	پیش ازان کز تو نیاید ہیچ کار

اسی مضمون پر ہی۔

جاگنا ہی جاگ لے افلاک کے سائے تلے	حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے

(۱۹) ترجمہ۔ حاجتمندونکی دعا دل اور جان سے بلا دور کرتی ہے۔ اس خرمن سے کون شخص نیکی دیکھ سکتا ہے جسکو خوشہ چین سے عار ہو۔

مطلب یہ ہے کہ جس خرمن سے کسی حاجتمند نے خوشہ چینی نہ کی ہو یعنی جس مال سے کسی محتاج کو فائدہ نہ پہنچا ہو۔ اس سے مالک کو کچھ فیض نہیں پہنچتا۔

چنانچہ قرآن شریف (سورہ قلم) میں اسکے متعلق ایک قصہ ہے۔ کما بلونا اصحاب الجنۃ اذ اقسموا لیصرمنہا مصبحین ولا یستثنون۔ فطاف علیہا طائف من ربک وھم نائمون فاصبحت کالصریم ہ فتنادوا مصبحین ہ ان اغدوا علی حرثکم ان کنتم صارمین ہ فانطلقوا وھم یتخافتون ہ ان لا یدخلنہا الیوم علیکم مسکین ہ وغدوا علی حرد قادرین ہ فلما راوھا قالوا انا لضالون ہ بل نحن محرومون ہ (جیسا ہم نے آزمایا باغ والوں کو) کہتے ہیں کہ ولایت یمن میں صنعا کے پاس ایک نیک بخت آدمی تھا جسکا ایک باغ تھا۔ میوہ چننے کے دن درویشوں کو باغ میں بلاتا تھا۔ اور انکو حصہ دیتا تھا۔ جب وہ فوت ہوگیا۔ تو اسکے لڑکوں نے کہا کہ مال تھوڑا ہے اور عیال بہت ہے اگر ہم نے باپ کے طرز عمل کو اختیار کیا گیا تو معیشت ہم پر تنگ ہو جائیگی۔ صبح سویرے جب فقیروں کو خبر بھی نہ ہو ہم باغ میں جائیں اور میوہ لے آئیں چنانچہ (انہوں نے آپس میں قسم کی کہ صبح جاکر میوہ لائینگے اور انشاء اللہ نہ کہا) جس رات انہوں نے یہ نیت کی قضائے ازلی نازل ہوئی (اور ایک طواف کرنے والی بلا خدا کی طرف سے باغ پر آ گئی اور وہ ابھی سو رہے تھے۔ پس انکا باغ اسطرح ہوگیا کہ گویا تمام میوہ چن لیا گیا ہے اور درختوں پر کچھ باقی نہ رہا پس صبح ان لڑکوں نے اٹھ کر ایکدوسرے کو بلایا تاکہ صبح سویرے ہی جاکر میوے لے آئیں۔ پس وہ باغ کی طرف آہستہ آہستہ گئے تاکہ فقیروں کو خبر نہ ہو جائے۔ اور وہ باغ میں پہنچ جائیں وہ اپنے اسی گمان میں باغ میں گئے۔ جب باغ کو ویران دیکھا تو حیران ہوگئے۔ بعض نے کہا کہ ہم راہ بھول آئے یہ ہمارا باغ نہیں۔ دوسروں نے باغ کی در و دیوار کو پہچان لیا اور کہا کہ باغ تو یہی ہے البتہ اپنے بخل کی وجہ سے ہم محروم کئے گئے ہیں)

اس لئے ضروری ہے کہ تو محتاجوں کی حاجت روائی کرے تاکہ وہ تجھے دعا دیں۔ ان لوگوں کی دعا سے بلائیں دور ہوتی ہیں

کار درویش مستمند بر آر	که ترا نیز کارها باشد

(۷) ترجمہ۔ اے صبا میرے عشق کا کچھ ذکر اس شہ خوباں سے جا کر کرو۔ کہ سو جمشید اور کیخسرو جسکے کمترین غلام ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ لبِ لعل اور خطِ مشکین معشوقوں کے حسن کا زیور ہیں۔ مجھے اپنے معشوق پر فخر ہے کہ جسکے حسن میں یہ دونو چیزیں موجود ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں حافظ جیسا مفلس غلام نہیں چاہتا تو اسکو کہو کہ رہ نشین گدا اگر بادشاہی رکھتا ہے۔

یعنے حافظ اگرچہ مفلس ہے لیکن حقیقت میں بادشاہ ہے۔ اگر "سلطانی" کے بجائے "سلطانے" پڑھا جائے اور "رہ نشین" کی بجائے "ہمنشیں" سمجھا جائے۔ تو دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے کہو کہ یہی سمجھو کہ وہ ملکیہ بادشاہ ہے اور میں ایک گدا ہوں جو اسکے پاس بیٹھا ہوں۔

غزل ۱۴۵

ہر آنکہ جانب اہلِ وفا نگہدارد	۱	خداش در ہمہ حال از بلا نگہدارد
گرت ہواست کہ معشوق نگسلد پیوند	۲	نگاہدار سرِ رشتہ تا نگہدارد
حدیثِ دوست نگویم مگر بحضرتِ دوست	۳	کہ آشنا سخنِ آشنا نگہدارد
سر و زر و دل و جانم فدای آں محبوب	۴	کہ حقِ صحبتِ مہر و وفا نگہدارد
دلا معاش چناں کن کہ گر بلغزد پائے	۵	فرشتہ‌ات بدو دستِ دعا نگہدارد
نگہ نداشت دلِ ما و جای رنجش نیست	۶	ز دستِ بندہ چہ خیزد خدا نگہدارد
صبا در آں سرِ زلف ار دلِ مرا بینی	۷	ز روی لطف بگویش کہ جا نگہدارد

(۸) غبارِ راہگذارت کجاست تا حافظ
بیادگارِ نسیمِ صبا نگہدارد (۸)

(۱) ترجمہ۔ جو شخص اہلِ وفا کی طرف نظر رکھتا ہے خدا اسکو ہر حال میں بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔

یعنے اہلِ وفا کی دلجوئی دافعِ بلیات ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگر تجھے خواہش ہو کہ معشوق قطعِ تعلق نہ کرے۔ تو تو آداب کا خیال رکھہ۔ تاکہ وہ بہی خیال رکھے۔

(۳) ترجمہ۔ میں معشوق کی باتیں سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں کہتا۔ کیونکہ آشنا ہی آشنا کی باتوں کو محفوظ رکھہ سکتا ہے۔

یعنے سوائے معشوق کے عاشق کا کوئی رازدار نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میرا سر اور مال دل اور جان اس معشوق پر قربان ہوں۔ جو مہر و وفا کی صحبت کے حق کو پہچانے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل زندگی اسطرح بسر کر کہ اگر تیرا پاؤں پہسلے۔ تو فرشتہ تجھے دعا کے دو ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

نہایت قیمتی نصیحت ہے مطلب یہ ہے کہ ایسی پاکیزہ زندگی بسر کر کہ فرشتے تیرے محافظ ہو جائیں۔ اور اگر تیرا پاؤں بہی پہسلے تو بجائے آدمیوں کے فرشتے دونو ہاتھوں سے تجھے سہارا دیں اور گرنے نہ دیں۔ یعنی فرشتے بہی تیری حفاظت کے لئے دستِ دعا اٹہائیں

(۶) ترجمہ۔ اس نے ہمارے دل کو محفوظ نہ رکہا لیکن ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ بندہ کے ہاتھہ ہی کیا ہو سکتا ہے خدا خود محفوظ رکہے۔

یعنے انسان کے ہاتھہ میں کچہہ نہیں۔ جو کچہہ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ اس لئے کسی آدمی کی طرف سے اگر کچہہ رنج پہنچے تو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد	از کمان دار بیند اہل خرد

(۷) ترجمہ۔ اے صبا اگر میرے دل کو تو معشوق کی زلف میں دیکھے۔ تو از روئے لطف اسکو کہو کہ اپنی جگہ کو نگاہ رکھے۔

یعنے میرے دل کو کہو کہ آداب کا خیال رکھے یا اپنی جگہ کو نہ چہوڑے اور ہمیشہ اسی زلف میں مقیم رہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے رستہ کا غبار کہاں ہے۔ تاکہ حافظ نسیمِ صبا کی یادگار میں اسے محفوظ رکھے

یعنے تیرے رستہ کا غبار ہی اگر مل جائے تو اسے نسیم صبا کی یادگار میں اپنے پاس رکھوں۔

غزل ۱۴۶

مصرع اول		مصرع دوم
ہمای اوج سعادت بدام ما افتد	۱	اگر ترا گذری بر مقام ما افتد
حباب وار براندازم از نشاط کلاہ	۲	اگر ز روی تو عکسے بجام ما افتد
ببارگاہ تو چون باد را نباشد راہ	۳	کی اتفاق مجال سلام ما افتد
چو جان فدای لبت شد خیال می بستم	۴	کہ قطرۂ ز زلالت بکام ما افتد
خیال زلف تو گفتا کہ جان وسیلہ مساز	۵	کزین شکار فراوان بدام ما افتد
ملوک را چو رہ خاک بوس این در نیست	۶	کی التفات جواب سلام ما افتد
بنا امیدی ازین در مرو بزن فالی	۷	بود کہ قرعۂ دولت بنام ما افتد
شبے کہ ماہ مراد از افق طلوع کند	۸	بود کہ پرتو نورے ببام ما افتد

(۹) ز خاکِ کوی تو ہر گہ کہ دم زند حافظ
نسیم گلشن جان در مشام ما افتد (۹)

(۱) ترجمہ۔ سعادت کی بلندی کا ہما ہمارے جال میں پھنس جائے۔ اگر ہمارے مقام پر کبھی تیرا گذر ہو۔

یہ شعر خواجہ حافظ کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے۔ اور دعوتی تحریروں میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ مطلب صاف ہے کہ اگر تو ہمارے مقام پر تشریف فرما ہو۔ تو ہم اپنے تئیں نہایت ہی سعادت مند اور نیک بخت تصور کرینگے

ظہیر فاریابی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

شبے اگر گذرت بر مقام ما افتد	نزولِ زہرہ ز گردوں ببام ما افتد

اسی مضمون پر ہے۔

دمے کہ یار گذارد قدم بخانۂ ما	سزد کہ کعبہ شود سنگِ آستانہ ما

(۲) ترجمہ۔ حباب کی طرح خوشی سے ٹوپی اتار دونگا۔ اگر تیرے چہرہ کا عکس ہمارے جام میں پڑے۔

بلبلہ کے نزدیک ہو کر اگر اسے دیکھا جائے تو آدمی کے چہرہ کا عکس اسمیں آجاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سانس کی حرکت کی وجہ سے بلبلہ پھوٹ کر معدوم ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کے چہرہ کا عکس ہمارے آئینہ دل میں پڑے اور ہمیں اسکا مشاہدہ نصیب ہو جائے۔ تو بلبلہ کیطرح ہم بھی کلاہ حیات سر سے اتار دیں یعنے فنا فی المحبوب ہو جائیں۔

یا یہ سمجھو کہ اگر معشوق کے چہرہ کا عکس ہمارے جام مے میں پڑے۔ تو ہم اتنے محظوظ ہوں کہ خوشی سے ٹوپی اتار کر پھینک دیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری بارگاہ میں جب ہوا کو بھی رستہ نہیں ملتا۔ تو ہمیں سلام کی مجال کا کب اتفاق ہو سکتا ہے۔

یعنے جب تیری بارگاہ میں ہوا کو بھی رسائی نہیں۔ تو ہماری کیا مجال ہے کہ ہم وہاں جا کر تجھے سلام کہیں۔

مولانا جامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

چوں شوم پیشِ تو محرم من محروم کہ نیست	باد را زہرۂ احرام حریم حرمت

(۴) ترجمہ۔ جب میری جان تیرے لبوں پر فدا ہوئی تو میں خیال کرتا تھا۔ کہ تیرے زلال سے ایک قطرہ ہمارے حلق میں بھی پڑیگا۔

زلال۔ آب شیریں سرد و صاف۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے خیال تھا کہ شاید تیرے لب لعل کا بوسہ نصیب ہو (مگر نہ ہوا) لبوں کو چشمۂ آب حیات بھی کہتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری زلف کے خیال نے کہا کہ جان کو وسیلہ نہ بنا کہ اس قسم کے بہت سے شکار ہمارے جال میں پھنستے ہیں۔

یعنے یہ نہ سمجھ کہ جان کے وسیلے سے تو کوئی کام نکال لیگا۔ ایسی ہزاروں جانیں یہاں گرفتار ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب بادشاہ بھی اس دروازہ کی خاکبوسی نہیں کر سکتے۔ تو ہمارے سلام کے جواب کا انہیں کب خیال ہے۔

اس در سے مراد درِ معشوق یعنی معشوق کا دروازہ

(۷) ترجمہ۔ اس دروازہ سے ناامید ہو کر نہ جا۔ فال دیکھ۔ ممکن ہے کہ دولت کا قرعہ ہمارے نام پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ درِ معشوق سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے مدعا حاصل ہو جائے۔

(۸) ترجمہ۔ جس رات مراد کا چاند افق سے نکلے۔ ممکن ہے کہ نور کا پرتو ہمارے بام پر بھی پڑے۔

یعنے مراد کے چاند کے نور کا پرتو ہمارے بام پر پڑے۔ اور ہمیں مراد حاصل ہو۔

(۹) ترجمہ۔ تیرے کوچہ کی مٹی سے جسوقت حافظ دم مارتا ہے۔ تو جان کے باغ کی ہوا اس کے مشام میں جاتی ہے۔

دم زدن۔ (۱) دم لینا (۲) دعویٰ کرنا۔ یہاں دونو معنوں کیطرف اشارہ ہے۔

مطلب یہ ہی کہ تیرے کوچہ کے غبار میں بہی گلشن روح وجان کی خوشبو ہی۔

غزل (۱۴۷)

هر کرا با خط سبزت سر سودا باشد	۱	پای ازین دائره بیرون ننهد تا باشد
در قیامت که سر از خاک لحد برگیرم	۲	داغ سودای توام سر سویدا باشد
ظل ممدود خم زلف توام بر سر باد	۳	کاندرین سایه قرار دل شیدا باشد
چون دل من دمی از پرده برون آی و درآی	۴	که دگر باره ملاقات نه پیدا باشد
تا کی ای در گرانمایه روا خواهی داشت	۵	کز غمت دیده مردم همه دریا باشد
از بن هر مژه ام آب روانست بیا	۶	اگرت میل لب جوی و تماشا باشد

(۷) چشمت از ناز بحافظ نکند میل آری
سرگرانی صفت نرگس شهلا باشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کو تیرے خط سبز کا سودا ہو۔ وہ جب تک زندہ رہی اس دائرہ سی پاؤں باہر نہیں نکالتا۔

(۲) ترجمہ۔ قیامت کو جب میں خاکِ لحد سے سر باہر نکالونگا تیری عشق کا داغ میرے سویدا کا راز ہوگا۔

سویدا۔ ایک سیاہ نقطہ جو انسان کی دل پر ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ میرے دل پر جو سیاہ نقطہ ہی حقیقت میں وہ تیرے عشق کا داغ ہی اور قیامت تک یہ داغ میرے دل پر رہیگا اس شعر کا دوسرا نسخہ یہ ہی

چوں من از خاکِ لحد لالہ صفت برخیزم	داغِ سودائے توام برِ دلِ شیدا باشد

(۳) ترجمہ۔ تیری زلف کی خم کا لمبا سایہ میرے سر پر ہو۔ کیونکہ اس سایہ میں دلِ شیدا کو قرار حاصل ہوتا ہی

ممدود۔ (از مد) کھنیچا ہوا۔ دراز۔ لمبا

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری زلف کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر ہو۔ کیونکہ میرے دل کو اسی میں آرام ہی (معشوق کی زلفوں کے لئے "ظل ممدود" اور دام ظلم کا خوب استعمال کیا ہی)

(۴) ترجمہ - میرے دل کیطرح تہوڑی دیر کیلئے پردہ سے باہر آ اور ادہر آجا - کیونکہ دوبارہ ملاقات نصیب نہ ہوگی

از پردہ بروں آمدن - پردہ سے باہر آنا مستوری ترک کرنا مستی اختیار کرنا - بے اختیار ہونا

مطلب یہ ہے کہ جسطرح میرا دل بے اختیار ہے اور مستوری ترک کر چکا ہے تو بہی تہوڑی دیر کے لئے مستوری چہوڑ کر (پردۂ حیا کو دور کر کے) میرے پاس آجا - شاید پہر ملاقات کا موقع نصیب نہ ہو -

(۵) ترجمہ - اے بہش بہا موتی تو کب تک روا رکھے گا کہ تیرے غم سے لوگوں کی آنکہیں سراپا دریا بن جائیں

یعنے اے معشوق تو اپنے عشق میں کب تک لوگوں کو رلاتا رہیگا - آنکہوں کے دریا ہونے سے مراد کثرت گریہ ہے در اور دریا کی صنعت ظاہری و معنوی ظاہر -

(۶) ترجمہ - میری ہر ایک پلک کی جڑ سے پانی رواں ہے - اگر تجہے لب جو اور تماشا کیطرف رغبت ہو -

یعنے اگر تو لب جو کے نظارہ کا مشتاق ہے تو آ دیکہہ کہ میری آنکہوں سے نہریں جاری ہیں - کثرت گریہ کا بیان ہے -

(۷) ترجمہ - تیری آنکہہ ناز کی وجہ سے حافظ کیطرف التفات نہیں کرتی - ہاں کیوں نہ ہو - غرور نرگس شہلا کی ایک صفت ہے -

شہلا - بفتح - (۱) زن میش چشم - (۲) نرگس کی ایک قسم جسکے پہول میں بجائے زردی کے سیاہی ہوتی ہے - چشم انسان کے مشابہ یہی نرگس ہے - جس گل نرگس میں زردی ہوتی ہے اُسے عبہر کہتے ہیں - بعض کے نزدیک (۳) سیاہ آنکہہ جو سرخی مائل ہو -

غزل ۱۴۸

هرگزم مهر تو از لوح دل و جان نرود	۱	هرگز از یاد من آن سرو خرامان نرود
آن چنان مهر توام در دل و جان جای گرفت	۲	که گرم سر برود مهر تو از جان نرود
از دماغ من سرگشته خیال رخ دوست	۳	بجفای فلک و غصهٔ دوران نرود
آنچه از بار غمت در دل مسکین من است	۴	برود دل ز من و از دل من آن نرود
در ازل بست دلم با سر زلفت پیوند	۵	تا ابد سر نکشد و ز سر پیمان نرود

۶	گر رود از پئی خوباں دل من معذورست	دردے دارد چہ کند کز پے درماں نرود

(۷) ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں
دل بخوباں ندہد در پئے ایشاں نرود (۷)

(۱) ترجمہ۔ تیری محبت ہرگز میری لوحِ دل و جاں سے دور نہیں ہوگی۔ میری یاد سے ہرگز وہ سروِ خراماں دور نہیں ہو سکتا

(۲) ترجمہ۔ تیری محبت اسطرح میرے دل اور جان میں جاگزیں ہوئی۔ کہ اگر میرا سر بھی چلا جائے تو تیری محبت جان سے دور نہیں ہو سکتی

(۳) ترجمہ۔ مجھ سرگشتہ کے دماغ سے معشوق کے چہرہ کا خیال۔ آسمان کے ظلم اور زمانہ کے غصہ سے دور نہیں ہو سکتا۔

یعنے زمانہ مجھہ پر کتنا ظلم کرے تیرا خیال میرے دل سے دور نہیں ہو سکتا۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار	غالب	لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

(۴) ترجمہ۔ تیرے غم کے بوجھ سے میرے مسکین دل میں جو کچھ ہے۔ میرا دل مجھ سے چلا جائیگا لیکن وہ نہیں جائیگا۔

یعنے دل چلا جائے مگر تیرا غم دل سے نہیں جائیگا۔

(۵) ترجمہ۔ ازل میں میرے دل نے تیری زلف کے ساتھ عہد کیا۔ اور ابد تک وہ سرکشی نہیں کریگا اور عہد سے نہیں پھریگا

من کہ مہرِ عارضت میورزم از صبحِ ازل		نگسلم از زلفِ تو پیوند تا شامِ اجل

بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے۔ ع تا ابد سر نکشد مہر تو از جاں نرود

یعنے جب تک ابد کی انتہا نہیں ہوتی تیری محبت جان سے نہیں دور ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ ابد کی کوئی انتہا نہیں اسلئے محبت کا بھی کبھی خاتمہ نہ ہوگا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر میرا دل حسینوں کے پیچھے جائے تو معذور ہے۔ درد رکھتا ہے۔ علاج کے پیچھے نہ جائے تو کیا کرے

یعنے میرا دل دردمند ہے اور اس درد کا علاج حسینوں کے پاس ہے۔ اس لئے میرا دل اگر حسینوں کے پیچھے جائے تو معذور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ جو شخص چاہتا ہے کہ حافظ کی طرح سرگرداں نہو۔ اسے چاہئے کہ دل حسینوں کو نہ دے اور ان کے پیچھے نہ جائے

غزل ۱۴۹

ہوس باد بہارم بسوئے صحرا برد	۱	باد بوی تو بیاورد وقرار از ما برد
ہر کجا بود دلی چشم تو برد از راہش	۲	نہ دل خستۂ بیمار مرا تنہا برد
جام می دی ز لب ہمدم تو دم از جاں بخشی زد	۳	آب ازی تاں لب جاں بخش و رواں افزا برد
راہ ما غمزہ آں ترک کماں ابرو زد	۴	رخت ما ہندوآں سرو سہی بالا زد
دل سنگیں ترا اشک من آورد براہ	۵	سنگ را سیل تواند برہ دریا برد

(۶)	بحث بلبل بر حافظ مکن از خوش سخنی پیش طوطی نتواں نام ہزار آوا برد	(۶)

(۱) ترجمہ۔ بادِ بہاری کی ہوس مجھ کو صحرا کی طرف لیگئی۔ ہوا تیری خوشبو لائی اور ہم سے قرار لیگئی (ہمیں بیقرار کردیا)

(۲) ترجمہ۔ جہاں کہیں کوئی دل تھا تیری آنکھ اسے اڑا لیگئی۔ صرف میرے بیمار اور خستہ دل کو ہی نہیں لے گئی۔

آنکس کہ دید شکل تو ویرا دل نداد کیست		اگر نہ دل برآید چہ دادی بہمراد	

(۳) ترجمہ۔ جام مے نے کل تیرے لبوں کے مقابلہ پر جاں بخشی کا دعوی کیا۔ اسلئے اسکی آبرو جان بخش اور رواں افزا لب لے گئے۔

آب سے مراد آبرو تراں۔ ازاں یعنے اس لئے مطلب یہ ہے کہ تیرے لبوں کی موجودگی میں جام مے نے جان بخشی کا غلط دعوی کیا ہے۔ اسلئے تیرے جان بخش اور روح پرور لبوں نے جام مے کی آبرو برباد کردی

(۴) ترجمہ۔ اس کماں ابرو ترک کے غمزہ نے ہماری راہ لوٹی۔ اور ہمارا مال اس سرو سہی بالا کی زلف لیگئی۔

یعنے اسکی زلف ہمارا نقد دل کو لوٹ لیگئی۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے سنگین دل کو میرے آنسو راہ پر لے آئے۔ کیونکہ سیلاب پتھر کو دریا کی راہ میں بہا لیجاتا ہے۔

آنسو کو سیلاب اور معشوق کے دل کو پتھر کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میرے رونے دھونے نے تیرے دل کو نرم کیا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ بلبل کی خوش گفتاری کی باتیں حافظ کی پاس نہ کر۔ کیونکہ طوطی کے سامنے بلبل کا نام نہیں لے سکتے۔
ہزار آوا مخفف ہزار آواز۔ بلبل۔ ہزار داستاں۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ ایک طوطی شیریں آواز ہے اسکی سامنے بلبل کا نام مت لو۔ بلبل اسکے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں۔ معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۱۵۰

یاد باد آنکہ نہانیت نظری با ما بود	۱	رقم مہر تو بر چہرہ ما پیدا بود
یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت	۲	معجز عیسویت در لب شکر خا بود
یاد باد آنکہ مہ من چو کلہ بشکستے	۳	در رکابش مہ نو پیک جہاں پیما بود
یاد باد آنکہ رخت شمع طرب مے افروخت	۴	وین دل سوختہ پروانہ بی پروا بود
یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدی	۵	درمیان من و لعل تو حکایتہا بود
یاد باد آنکہ دراں بزمگہ خلق و ادب	۶	آنکہ او خندہ مستانہ زدی صہبا بود
یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلس انس	۷	جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود
یاد باد آنکہ خراباتنشیں بودم و مست	۸	آنچہ در مجلسم امروز کم ست آنجا بود

(۹)	یاد باد آنکہ باصلاح شما می شد راست نظم ہر گوہر ناسفتہ کہ حافظ را بود	(۹)

خواجہ صاحب نے یہ غزل ایام عیش گذشتہ کی یاد میں لکھی ہے۔ ناظرین اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس پر حقیقی رنگ چڑھالیں یا مجازی۔

(۱) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب کہ ہم پر تیری بے انتہا توجہ تھی۔ تیری محبت کی تحریر ہمارے چہرہ سے ظاہر تھی۔

(۲) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب تیری آنکھ عتاب سے ہم کو قتل کرتی تھی۔ تو اعجاز عیسوی تیری لب شکر خا میں ہوتا تھا۔
یعنے تیرے غمزے ہمیں قتل کرتے تھے اور تیرے لبوں کے بوسے ہمیں از سر نو زندگی بخشتے تھے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب میرا (چاند) معشوق ٹوپی ٹیڑھی رکھتا تھا۔ تو اسکی رکاب میں ہلال ایک جہاں پیما قاصد ہوتا تھا

ہلال کو رکابِ معشوق سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ جب تیرا چہرہ شمعِ طرب روشن کرتا تھا۔ تو یہ جلا ہوا دل اسکا بے پروا پروانہ بنتا تھا۔
یعنے میرا دل تیری شمعِ رخسار کا پروانہ بے پروا ہوتا تھا۔ بے پروا یعنے مشتاق بدرجہ کمال جسے اپنے سود و زیاں ہستی اور نیستی
کی بھی پروا نہ رہی۔

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ جب پیالہ کا یاقوت ہنستا تھا تو میرے اور تیرے لبِ لعل کے درمیان کیا کیا باتیں ہوا کرتی تھی
یعنے جامِ مے میں شرابِ سرخ کی جھلک دیکھکر میں تیری لبِ لعل کی بوسی لیا کرتا تھا۔ یا تیری لبِ لعل کی سرخی کو شراب کی سرخی
سے افضل بیان کیا کرتا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ اس اخلاق و آداب کی مجلس میں صرف شرابِ سرخ ہی تھی جو مستانہ قہقہہ لگاتی تھی۔
یعنے اس بزمِ ادب میں خندۂ شراب کے سوا اور کوئی قہقہہ وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ شرابِ صبح پی کر اس بزمِ محبت میں میرے اور میرے شوق کے بغیر اور کوئی نہیں ہوتا تھا اور
خدا ہمارے ساتھ ہوتا تھا۔

(۸) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ میں خراباتی اور مست ہوتا تھا اور جو چیز آج میری مجلس میں کم ہے اس جگہ موجود تھی۔
یعنے شراب (شرابِ معرفت سمجھو یا شرابِ شیراز)

(۹) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ تیری اصلاح سے درست ہوتی تھی ہر گوہرِ ناسفتہ کی نظم جو حافظ کی تھی۔
گوہرِ ناسفتہ۔ یعنے نئے خیالات۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ کے اشعار کی تو اصلاح
کرتا تھا۔

غزل ۱۵۱

یاد باد آنکه سر کوی توام منزل بود	۱	دیده را روشنی از خاک درت حاصل بود
راست چون سوسن و گل از اثر صحبت پاک	۲	بر زبان بود مرا آنچه ترا در دل بود
دل چو از پیر خرد نقد معانی می جست	۳	عشق میگفت بشرح آنکه برو مشکل بود
آه ازین جور و تظلم که درین دامگه است	۴	وای ازان عیش و تنعم که دران منزل بود

در دلم بود که بی دوست نباشم هرگز	۵	چه توان کرد که سعی من و دل باطل بود
دوش بر یاد حریفان بخرابات شدم	۶	خم می دیدم خون در دل و پا در گل بود
بس بگشتم که بپرسم سبب درد فراق	۷	مفتی عقل درین مسئله لایعقل بود
راستی خاتم فیروزهٔ بواسحاقی	۸	خوش درخشید ولی دولت مستعجل بود

(۹) دیدی آن قهقههٔ کبک خرامان حافظ
که ز سرپنجهٔ شاهین قضا غافل بود (۹)

یہ غزل خواجہ صاحب نے ابواسحاق بادشاہ کے مرثیے پر لکھی ہے۔ امیر شیخ ابواسحاق شیراز و دیگر ممالک فارس کا بادشاہ سلطان ابوسعید بہادر خاں کے بعد بادشاہ ہوا۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا اس غزل میں خواجہ صاحب نے اس کی سلطنت کے سریع الزوال اور دولت مستعجل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ تھوڑی مدت سلطنت کرنے کے بعد امیر مبارز الدین ابن مظفر کے حکم سے ابواسحاق قتل کیا گیا۔ یہ غزل اسی واقعہ کی نوحہ خوانی ہے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۲۳-۱۲۴ اسود الخضری۔
مہری ہروی نے ایک غزل خواجہ صاحب کی اس غزل پر لکھی ہے جسکے چند اشعار غزل ہذا کے متقابل اشعار کی شرح میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جبکہ تیرے کوچہ میں میرا مقام تھا۔ آنکھوں کو تیرے دروازہ کی خاک سے روشنی حاصل تھی۔

(۲) ترجمہ یعنی سوسن و گل کی طبع پاک صحبت کا اثر ہے۔ جو کچھ تیرے دل میں ہوتا تھا میری زبان پر ہوتا تھا۔

سوسن کے پھول کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس پھول کی پنکھڑیاں علیحدہ علیحدہ زبان کی طرح ہوتی ہیں۔ برخلاف اسکے گل (گلاب کا پھول) پنکھڑیوں کا ایک گنجان مجموعہ ہوتا ہے۔ جسے دل سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح سوسن اور گل ہم نشین ہوتے ہیں اور جو کچھ گل کے دل میں ہوتا ہے وہ سوسن کی زبان پر ہوتا ہے (یعنی پنکھڑیاں گل کا دل اور سوسن کی زبان ہوتی ہیں) اسی طرح میں تیری پاک صحبت سے مستفیض ہوتا تھا اور جو کچھ تیرے دل میں ہوتا تھا میری زبان پر ہوتا یعنی میری زبان تیرے دل کی ترجمان تھی۔

خواستم سوز دل خویش بگویم با شمع	داشت او خود بزبان آنچه مرا در دل بود (مہری)

(۳) ترجمہ دل عقل کو بیرے معانی کا نقد ڈھونڈھتا تھا۔ عشق تشریح سے بیان کر دیتا تھا۔ جو اسکے نزدیک مشکل بات تھی۔

یعنے دل اسرار معرفت اور معانی عقل سے طلب کرتا تھا لیکن عقل کیلیے ان باتوں کا بیان مشکل تھا لیکن عشق ان باتوں کو بتوضیح و تشریح بیان کردیتا تھا ظاہر ہے۔ کہ معرفت کے معانی عقل بیان نہیں کرسکتی ۔صرف عشق بیان کرسکتا ہے اسی مضمون کے لیے دیکھو شعر (۷) غزل ہذا۔

(مہری)	از مودیم بیک جبہ عمی حاصل بود		حل نکہت کہ بہ پیر خرد مشکل بود

(۴) ترجمہ ۔ ظلم ہے افسوس ہے جو اس قیدخانہ میں ہے۔ اس عیش و عشرت پر حسرت ہے جو اس منزل میں تھا۔

گذشتہ عیش و عشرت پر حسرت اور موجودہ پریشان حالی پر افسوس کا اظہار ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ دوست کے بغیر ہرگز نہیں ہوگا۔ (لیکن) کیا کہوں کہ میری اور میرے دل کی کوشش بے سود تھی۔

یعنے میری آرزو باطل ہوئی اور تو مجھسے جدا ہوگیا۔

(۶) ترجمہ ۔ کل میں حریفوں کی یاد میں خرابات کیطرف گیا۔ خم مے کو میں نے دیکھا کہ اسکے دل میں خون ہے اور پا بگل ہے خم کے اندر شراب سرخ ہوتی ہے۔ اس لیے کہا کہ اسکا دل پر خون تھا اور خم کے نیچے زمین پر عموماً تھوڑا تھوڑا کیچڑ ہوتا ہے۔ لہٰذا پا در گل کہا مطلب یہ ہے کہ میخانہ کے در و دیوار سے مینوشوں کے نہ ہونے کی وجہ سے یاس و حسرت ٹپکتی تھی۔ اور خم مے خود خون در دل اور پا بگل تھی۔

(۷) ترجمہ ۔ میں بہت پھرا کہ درد فراق کا سبب پوچھوں لیکن عقل کا مفتی اس مسئلہ میں بے عقل تھا۔

لایعقل بفتح تحتانی و کسر قاف ۔لام آخر استعمال فارسی میں ساکن ہے اگرچہ اصل میں متحرک ہے صیغہ فعل مضارع منفی ہے۔ استمرار کے لیے آتا ہے ۔حیوان کی صفت میں واقع ہوتا ہے جس سے کمال نادانی کا اظہار مطلوب ہوتا ہے یعنے اب بھی بے عقل ہے اور آئندہ بھی بے عقل رہیگا۔

مطلب یہ ہے کہ مسائل عشق کو عقل ہرگز حل نہیں کرسکتی ۔ دیکھو شعر (۳) غزل ہذا تفصیلی بیان اور تشریح کے لیے دیکھو شعرت نمبر ۱۲ د نمبر ۵ ل نمبر ۳

(مہری)	دیدم کس کہ زوم بنجو د لایعقل بود		الغنم از مدرسہ پرسم سبب حرمت مے

(۸) ترجمہ ۔ سچ ہے کہ بواسحاقی فیروزہ کی انگشتری بہت اچھی چمکتی تھی لیکن ناپائدار دولت تھی۔

بواسحاقی ۔ نیشاپور میں فیروزہ کی کان ہے جسکو ابواسحاق کے نام پر بواسحاقی کہتے ہیں **مستعجل** شتابندہ شتاب کرنے والا۔ جلدی گزرنے والا۔ ناپائدار۔

شیخ ابو اسحاق بادشاہ شیراز کی دولتِ مستعجل کا بیان ہے۔

دولتے بود تماشائے رخت مہری را	حیف صد حیف کہ آن دولتِ مستعجل بود

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تونے کبکِ خراماں کے اس قہقہہ کو دیکھا۔ کہ شاہینِ قضا کے پنجہ سے غافل تھا۔

کبک خراماں سے یہاں مراد شیخ ابو اسحاق۔ قہقہہ سے مراد اسکی چند روزہ عیش و عشرت کی سلطنت اور شاہینِ قضا سے مراد موت۔

غزل (۱۵۲)

یاری اندر کس نمی بینیم یاران را چہ شد	۱	دوستی کے آخر آمد دوستداران را چہ شد
آب حیوان تیرہ گوں شد خضر فرخ پی کجاست	۲	خون چکید از شاخ گل باد بہاران را چہ شد
صد ہزاران گل شگفت و بانگ مرغی بر نخاست	۳	عندلیبان را چہ پیش آمد ہزاران را چہ شد
لعلے از کانِ مروت برنیامد سالہاست	۴	تابش خورشید و سعی ابر و باران را چہ شد
زہرہ ساز خود نمیگیرد مگر عودش بسوخت	۵	کس ندارد شوق مستی میگساران را چہ شد
کس نمیگوید کہ یاری داشت حق دوستی	۶	حق شناسان را چہ حال افتاد یاران را چہ شد
گوی توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند	۷	کس بمیدان درنمی آرد سواران را چہ شد

(۸) حافظ اسرار الٰہی کس نمیداند خموش
از کہ می پرسی کہ دورِ روزگاران را چہ شد (۸)

بظاہر خواجہ صاحب نے یہ غزل اپنے زمانہ کے متعلق لکھی تھی۔ مگر واقعات کو دیکھا جائے۔ تو یہ غزل لسان الغیب نے اسوقت کے لئے نہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے لکھی ہے۔ اُس زمانہ میں تو پھر گوئے "توفیق و کرامت" کو میدان میں دیکھکر سواروں کا دل للچاتا ہوگا۔ مگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں تو بالکل اس بات کا احساس ہی نہیں رہا۔ اُن دنوں میں تو کانِ مروت کے کئی لعل موجود تھے جنکی درخشندگی نے کئی سو سال بعد تک بھی زمانہ کو روشن رکھا لیکن آج فی الحقیقت کانِ مروت سے ایک لعل بھی دستیاب نہیں ہوتا۔ چند ایک سنگریزے ہیں جنکو مصنوعی

آب و تاب نے باقی پتھروں سے جدا اور ممتاز کیا ہوا ہے۔ لیکن انکا تصنع پائدار نہیں ان میں حقیقی جوہر نہیں۔ بیرونی نمائش ہے۔ غیر اقوام میں تو پھر کچھ نہ کچھ موجود ہے مسلمان بالکل محروم ہیں۔ تابش خورشید بدستور ہے۔ ابر و باراں کی سعی میں بالکل کمی واقع نہیں ہوئی باایں ہمہ کوئی لعل پیدا نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ لعل و گوہر کے طالب ہی نہیں رہے جس چیز کو زمانہ مانگتا ہے۔ وہ ان کے پاس موجود ہے جس مال کی خریداری نہ ہو۔ بازار میں کیونکر آئے۔ نور ایمان دلوں میں بہت کم ہے عشق الہی کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ رسول م کی عزت بھی صرف تبرکاً باقی ہے۔ آپ خود انصاف کریں کہ ان حالات میں تابش خورشید کیا کرے اب مسلمانوں میں نہ اسلامی سخاوت ہے نہ شجاعت۔ نہ وہ پرانی بردباری ہے نہ خودداری۔ نہ وہ اگلی خوش اخلاقی ہے نہ پہلا سا تہذیب نہ اسلامی اخوت ہے نہ دوست پروری۔ بھائی کا بھائی دشمن ہے۔ دوستی میں اخلاص نہیں۔ اتفاق کی بجائے نفاق ہے۔ ذوقِ عمل باقی نہیں رہا۔ ایثار کا نام ہی نہیں۔ پیدل چلنا ہی بھول گئے۔ سوار ہو کر میدان میں کسطرح آئیں۔ وہ بادہ نہیں وہ بادہ خوار نہیں۔ نہ خودی ہے اور نہ بیخودی نہ وہ مستی ہے اور نہ مستوری۔ صرف مغربی شراب باقی ہے جسے پیتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے ہیں۔ شرابِ انگور کی مستی کا دل میں شوق ہے۔ لیکن شرابِ طہور کا بالکل اس زمانہ میں سودا ہی نہیں۔ پھول ہزار کھلیں بلبل کو دل سے احساسِ عشق ہی اٹھ گیا ہو۔ تو پھر کیا ہو۔ حیاتِ جاوید کا کوئی طالب ہی نہ ہو تو خضر آئے بھی تو کیا کرے اور آب حیات ہو بھی تو کیا فائدہ جب بلبلیں نہیں تو شاخِ گل سے خون ہی پڑا ٹپکے۔ بادِ بہاری کو کیا پڑی ہے۔

یہ غزل موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی۔ تمدنی اور ملکی حالت کا بالکل صحیح نقشہ ہے

(۱) ترجمہ۔ یاری ہم کسی میں نہیں دیکھتے۔ یاروں کو کیا ہوا۔ دوستی کا کب خاتمہ ہوا اور دوستداروں کو کیا ہوا

(۲) ترجمہ۔ آب حیات سیاہ ہو گیا ہے مبارک قدم خضر کہاں ہے۔ شاخ گل سے خون ٹپک پڑا ہے۔ بادِ بہاری کو کیا ہو گیا۔ آج کل اسلام اسی شاخ گل کی طرح ہو گیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ لاکھوں پھول کھلے لیکن ایک پرندہ کی آواز بھی نہ آئی۔ بلبلوں کو کیا پیش آئی ہے۔ ہزاروں کو کیا ہوا ہے۔

ہزار سے مراد ہزار داستاں یعنے بلبل۔

(۴) ترجمہ۔ کئی سال ہوئے کہ مروت کی کان سے کوئی لعل نہیں نکلا۔ آفتاب کی تابش کو اور ابر و باراں کی سعی کو کیا ہوا۔

مروت - بضمتین وتشدید واؤ مفتوحہ - مردمی - مردی ماخوذ از مر بمعنی مرد

تابش خورشید اور ابر و باراں کے اثر سے پتھر لعل بنتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کوئی لعل نظر نہیں آتا۔ تابش خورشید کو کیا ہوا ہی مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مرد پیدا نہیں ہوتا۔ دست قدرت کو کیا ہوا اس سوال کا جواب خواجہ صاحب خود شعر د ۱۱۷ میں دے چکے ہیں۔

طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید		ہمچناں در عمل معدن و کانست کہ بود

اسی مضمون پر ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں تربیت عام تو ہی جوہر قابل ہی نہیں		راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا ہی نئی دیتے ہیں

(۵) **ترجمہ** - زہرہ اپنا ساز نہیں بجاتی۔ شائد اسکا عود جل گیا۔ کسی کو مستی کا شوق نہیں شرابخواروں کو کیا ہوا

زہرہ - ایک ستارہ کا نام جسے رقاصہ فلک بھی کہتے ہیں - **عود** - ایک ساز کا نام ہی جسے بربط بھی کہتے ہیں۔ ایک سیاہ لکڑی کا نام بھی ہی - جو جل کر نہایت عمدہ خوشبو دیتی ہی - عود اور سوخت کی رعایت ظاہر - مطلب یہ ہے کہ زہرہ کو رقص و سرود بھول گئے اور میخواروں کی مستی بھی نہیں رہی زمانہ کی کیفیت ہی دگرگوں ہی -

(۶) **ترجمہ** - کوئی یہ نہیں کہتا کہ ایک دوست تھا جسے دوستی کا حق حاصل تھا۔ حق شناسوں کا کیا حال ہوا اور یاروں کو کیا پیش آئی ہے۔

یعنے کوئی شخص حق دوستی نہیں پہچانتا - رابطہ محبت معدوم ہوا جاتا ہی -

(۷) **ترجمہ** - توفیق اور کرامت کی گیند درمیان پڑی ہی کوئی شخص میدان کیطرف رخ نہیں کرتا۔ سواروں کو کیا ہوگیا ہے -

توفیق - خداوند تعالے کا انسانوں کی خواہش کے مطابق اسباب پیدا کرنا تاکہ وہ خواہش پوری ہو

کرامت - بزرگی - عطا - عنایت -

مطلب یہ ہی کہ عاملان قضا و قدر نے (خدا نے) اسباب پیدا کردیئے ہوئے ہیں لیکن کوئی شخص

ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ کیا وجہ ہی۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ چپ رہ۔ خدا کے بھید ونکو کوئی نہیں سمجھ سکتا تو کس سے پوچھتا ہی کہ دور روزگار کو کیا ہوا

مطلب یہ ہی کہ اسرار الہی کا کسی شخص کو علم نہیں۔ تو کس سے پوچھ رہا ہی کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا۔

غزل ۱۵۳

مصرع اول		مصرع دوم
یک دو جامم دی سحر گہ اتفاق افتادہ بود	۱	وز لب ساقی شرابم در مذاق افتادہ بود
از سر مستی دگر با شاہد عہد شباب	۲	رجعتی میخواستم لیکن طلاق افتادہ بود
نقش می بستم کہ گیرم گوشۂ زان چشم مست	۳	طاقت صبر از خم ابروش طاق افتادہ بود
ساقیا جام دمادم دہ کہ در سیر طریق	۴	ہر کہ عاشق وش نباشد در نفاق افتادہ بود
ای معبر مژدہ فرما کہ دوشم آفتاب	۵	در شکر خواب صبوحی ہم وثاق افتادہ بود
در مقامات طریقت ہر کجا کردیم سیر	۶	عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود
گر نبودی شاہ یحیی نصرت الدین از کرم	۷	کار ملک و دین ز نظم و اتساق افتادہ بود

(۸) حافظ آن ساعت کہ این نظم پریشان می نوشت
طائر فکرش بدام اشتیاق افتادہ بود (۸)

(۱) ترجمہ۔ کل صبح کے وقت ایک دو پیالہ شراب پینے کا مجھے اتفاق ہوا اور لب ساقی سے شراب میرے منہ میں پڑی

مذاق۔ محل ذائقہ چکھنے کی جگہ۔ دہن و کام۔

مطلب یہ ہی کہ لب ساقی کے بوسہ نے مجھے مست کر دیا

(۲) ترجمہ۔ مستی کی وجہ سے عہد شباب کے معشوق کیطرف میں دوبارہ رجوع کرنا چاہتا تھا لیکن طلاق ہو چکی تھی

رجعت۔ بالفتح۔ مرد کا زن مطلقہ کیطرف رجوع کرنا۔ مطلق رجوع کرنا۔ بعض قسم کی طلاقوں میں طلاق

کے ہمیشہ کے لئے واقع ہو جانے سے پہلے رجعت ہی ہو سکتی ہی۔ لیکن طلاق واقع ہو جانے کے بعد رجعت نہیں

ہوسکتی۔ مطلب یہ ہو کہ مستی کی حالت میں میں دوبارہ عہد شباب کا لطف حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن عہد شباب جا چکا تھا اور ہمیشہ کے لئے جا چکا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ میں ارادہ کرتا تھا کہ اس چشم مست سے کنارہ کشی اختیار کرلوں لیکن صبر کی طاقت اسکے خم ابرو سے زائل ہوچکی تھی۔

یعنے کنارہ کشی کی طاقت نہیں رہی تھی۔ دل بے صبر ہوگیا تھا۔ طاق افتادن یعنے بر طاق افتادن بھول جانا۔ زائل ہوجانا۔ گوشہ و چشم اور خم ابرو و طاق کی رعائت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ اے ساقی پے در پے (متواتر) جام دے کہ راہ طریقت میں جو شخص عاشق نما نہیں ہوتا وہ منافق ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہو کہ عاشق ہمیشہ مست ہوتے ہیں اس لئے جو عاشق مستوری کا اظہار کری اور عاشقوں کیطرح مست نظر نہ آئے وہ منافق ہوتا ہی۔ لہذا چاہئے کہ پے در پے شراب پیتے جائیں۔ تاکہ ہمیشہ مست ہی رہیں اور مست ہی نظر آئیں مستوری نام کو نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اے تعبیر کرنے والے خوشخبری سنا کہ کل آفتاب۔ صبح کی میٹھی نیند میں میرا ہم منزل تھا۔

معبر۔ تعبیر کرنے والا۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے والا **وثاق**۔ خانہ۔ حرم سرائے۔ حرم۔ منزل۔

مطلب یہ ہو کہ میں کل صبح کی میٹھی نیند میں تھا کہ خواب میں آفتاب کو اپنے ساتھ ایک مکان میں دیکھا۔ خواجہ صاحب اسکی تعبیر یہ چاہتے ہیں کہ معشوق انکے گھر تشریف لائیگا۔ عموماً خواب سحر سچی سمجھی جاتی ہی۔

(۶) ترجمہ۔ ہم نے مقامات طریقت میں جہاں کہیں سیر کی۔ یہی دیکھا کہ آرام نظر بازی سے دور رہتا ہی۔

مطلب یہ ہو کہ آرام اور عشق دو متضاد باتیں ہیں۔ جہاں عشق ہوگا۔ آرام حرام ہوگا۔ عاشق کو آرام نصیب نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر شاہ یحیٰی نصرت الدین کی کرمفرمائی نہ ہوتی۔ تو ملک دین کا نظم ونسق بگڑ چکا تھا۔

یہاں خواجہ صاحب نے عشقیہ مضامین سے ممدوح کی مدح کیطرف گریز کیا ہی۔ شاہ یحیٰی کرلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ (۱۹) سوانحعمری

(۸) ترجمہ۔ جسوقت حافظ یہ پریشان نظم لکھتا تھا اسکی فکر کا پرندہ شوق کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔

یعنے طائرِ فکر آزاد نہ تھا۔ دامِ اشتیاق میں گرفتار تھا۔

غزل (۱۵۴)

یارم چو قدح بدست گیرد	۱	بازارِ بتاں شکست گیرد
در بحر فتادہ ام چو ماہی	۲	تا یار مرا بشست گیرد
در پاش فتادہ ام بزاری	۳	آیا بود آنکہ دست گیرد
ہر کس کہ بدید چشم او گفت	۴	کو محتسبے کہ مست گیرد

(۵) خرم دل آنکہ ہمچو حافظ
جامے زمیٔ الست گیرد (۵)

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق جب پیالہ ہاتھ میں لیتا ہے تو اور معشوقوں کا بازار سرد پڑ جاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں سمندر میں مچھلی کیطرح پڑا ہوں۔ تاکہ معشوق مجھ کو کانٹے سے پکڑ لے

شست ۔ بفتح ۔ اس لفظ کے کئی معنے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔ (۱) حلقہ زلف (۲) مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

مطلب یہ ہے کہ میں اس انتظار میں ہوں کہ معشوق اپنے خم زلف میں مجھ کو گرفتار کرے۔

(۳) ترجمہ۔ میں اسکے پاؤں میں عاجزی سے گرا ہوا ہوں۔ شاید کہ وہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے اسکی آنکھ دیکھی کہا کہ محتسب کہاں ہے کہ اِس مست کو پکڑ لے جائے۔

یعنے اسکی آنکھ مست ہے، محتسب اور مستوں کو پکڑتا ہے۔ اسے کیوں نہیں پکڑتا۔

(۵) ترجمہ۔ اس شخص کا دل خوش ہے جس نے حافظ کیطرح شرابِ الست سے پیالہ لیا۔

مئے الست ۔ سے مراد شرابِ عشق۔ الست بربکم قالوا بلیٰ کیطرف اشارہ ہے۔ جب خالق و مخلوق کے درمیان سلسلۂ عشق قائم ہوا۔ دیکھو شعر الف ا۔

خواجہ صاحب نے یہاں پھر اپنی شراب کی تشریح کر دی ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص خواجہ حافظ کی

شراب پر معترض ہو اعتراض کرے تو اسکی عقل پر افسوس !

ردیف ذ

غزل (۱)

بنویس دلا بیار کاغذ	۱	بفرست بہ آن نگار کاغذ
اے باد صبا بہ آن شوخ	۲	از عاشق بے قرار کاغذ
ہرگز ننویسد او جواب	۳	گر بنویسم ہزار کاغذ
تا نام تو نقش شد براو ماند	۴	بر صفحہ روزگار کاغذ

(۵) بنویس ز روے مہربانی
بر حافظ دل فگار کاغذ (۵)

(۱) ترجمہ ۔ اے دل معشوق کو خط لکھ ۔ اس معشوق کیطرف خط بھیج ۔

(۲) ترجمہ ۔ اے باد صبا اس شوخ کے پاس عاشق بیقرار کا خط لے جا ۔

(۳) ترجمہ ۔ وہ ہرگز جواب نہیں لکھتا ۔ اگر میں ہزار خط بھی اسکو لکھوں ۔

(۴) ترجمہ ۔ جب سے تیرا نام اس پر نقش ہوا ہی صفحہ روزگار پر کاغذ باقی رہ گیا ہی ۔
یعنے جب سے تیرا نام کاغذ پر لکھا گیا ہی ۔ اسکی برکت سے کاغذ صفحہ روزگار پر قائم اور باقی ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ براہ مہربانی حافظ خستہ دل کیطرف خط لکھ ۔

ردیف ر

غزل (۱)

الا اے طوطے گویاے اسرار	۱	مبادا از شکر خالیت منقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید	۲	که خوش نقشے نمودے از خط یار
سخن سربسته گفتی با حریفاں	۳	خدا را زین معما پرده بردار
بروے ما زن از ساغر گلابی	۴	که خواب آلوده ایم ای بخت بیدار
چه ره بود اینکه زد در پرده مطرب	۵	که می رقصند باہم مست و ہشیار
ازیں افیوں که ساقی در مے افگند	۶	حریفان را نه سر ماند نه دستار
خرد ہر چند نقد کائنات ست	۷	چه سنجد پیش عشق کیمیا کار
سکندر را نمی بخشند آبے	۸	بزور و زر میسر نیست ایں کار
بیا و حال اہل درد بشنو	۹	به لفظ اندک و معنی بسیار
بمستوران مگو اسرار مستی	۱۰	حدیث جاں مپرس از نقش دیوار
بت چینی عدوے دین و دل ست	۱۱	خداوندا دل و دینم نگهدار
خداوندی بجاے بندگاں کرد	۱۲	خداوندا ز آفاتش نگهدار

(۱۳)

بهمن دولت منصور شاہی
علم شد حافظ اندر نظم اشعار

(۱۳)

(۱) ترجمہ۔ ہاں اے اسرار بیان کرنے والی طوطی۔ تیری چونچ شکر سے کبھی خالی نہ ہو۔
(۲) ترجمہ۔ سر تیرا سبز اور دل تیرا ہمیشہ خوش رہے۔ کہ تو نے معشوق کے خط سے بہت اچھا نقش پیدا کیا ہے
(۳) ترجمہ۔ تو نے حریفوں کو بستہ (پوشیدہ) بات کہی ہے۔ خدا کے لئے اس معمہ سے پردہ اٹھا۔
گذشتہ ہر سہ اشعار میں خطاب طوطی گویائے اسرار کیطرف ہے اور مضمون مسلسل ہے
بعض کے نزدیک طوطی سے یہاں مراد مرشد ہے۔ جو اسرارِ معرفت بیان کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی باغ توحید کے خوش گفتار طوطی تھے اور دنیا کو اسرارِ حقیقت سے آگاہ کیا۔ اسصورت میں خطِ یار سے مراد قرآن کریم ہوگی۔ اگر زیادہ تاویلوں کی ضرورت نہ ہو تو دیارِ معشوق کے قاصد کو طوطی کہو کیونکہ وہ بھی اسرار و رموزِ عشق بیان کرتا ہے۔
(۴) ترجمہ۔ ہمارے چہرہ پر ساغر سے گلاب چھڑک۔ کیونکہ اے بختِ بیدار! ہم خواب آلودہ ہیں
نیند سے بیدار کرنے کے لئے عموماً پانی یا گلاب چہرہ پر چھڑکا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب یا تو بختِ بیدار کو ہی مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہم کو خوابِ غفلت سے بیدار کر اور ہمارے ساتھ ہو۔ یا ساقی کو بختِ بیدار کہا ہے۔ اور التماس کی ہے کہ ساغر سے گلاب ہمارے چہرہ پر چھڑک۔ اس صورت میں گلاب سے مراد شراب ہوگی۔
(۵) ترجمہ۔ یہ کیا سرود تھا جو مطرب نے پردہ ساز میں گایا۔ کہ مست و ہشیار سب یکجا رقص کر رہے ہیں۔
راہ زدن۔ سرود کہنا۔ نغمہ سرائی کرنا۔ گانا۔
مطلب یہ ہے کہ مطرب نے یہ کیسی نغمہ سرائی کی ہے۔ کہ مست و ہشیار تمام کے تمام حالتِ وجد میں آگئے ہیں۔
(۶) ترجمہ۔ اس افیون سے جو ساقی نے شراب میں ڈالی ہے۔ حریفوں کا سر رہا ہے نہ پگڑی
مطلب یہ ہے۔ کہ سالک نے اسرارِ عشق کے بیان کرنے میں جو رموزِ معرفت ظاہر کئے ہیں۔ ان کے سننے سے نہ سر کی ہوش رہی ہے نہ دستار کی۔
(۷) ترجمہ۔ عقل ہرچند کائنات کا نقد ہے۔ لیکن کیمیا گر عشق کی نظروں میں نہیں جچتی۔
یعنے عقل بہت اچھی چیز ہے لیکن عشق کا مقابلہ نہیں کر سکتی عشق کی مستی عقل کی مستوری سے بدرجہا افضل ہے تشریح کے لئے دیکھو شعر ت ۷/۲ د ۵/۲ د ۱۵/۱ ل ۵/۳۔ نقد و کیمیا کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ ۔ سکندر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں دیتے ۔ یہ کام زور اور زر سے حاصل نہیں ہوتا۔
مطلب یہ ہی کہ سکندر ایک بہت بڑا بادشاہ تھا۔ خضر علیہ السلام اسکو راہنما تھے ۔ پھر بھی آب حیات کا ایک گھونٹ اسی نصیب نہ ہوا۔ یہ کام زور اور زر سے نہیں چلتے۔

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ	ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اسی مضمون پر ہے۔

کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را	تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل

(۹) ترجمہ ۔ آ اور اہل درد کا حال سن ۔ تھوڑے سے لفظوں میں اور بہت سے معنوں میں۔
یعنے اہل درد کا بیان تھوڑے لفظوں میں ہوتا ہی لیکن بلحاظ معانی بہت جامع ہوتا ہے۔
(۱۰) ترجمہ ۔ مستوروں سے مستی کے اسرار بیان نہ کر ۔ جان کی باتیں دیوار کی تصویر سے نہ پوچھ۔
مطلب یہ ہی کہ زاہدان ظاہر پرست سے عشق کے اسرار و حقائق بیان نہ کر یہ لوگ صرف دیوار کی تصویر ہیں ۔ ان میں جان نہیں ظاہری عبادت ایمان کی تصویر ہے ۔ عشق الہی اسکی جان ہے۔
(۱۱) ترجمہ ۔ معشوق چینی دین و دل کا دشمن ہی ۔ اے خدا میرا دل اور دین اس سی بچا۔
بت چینی ۔ چین کی تصویریں مجسمے بہت خوبصورت ہوتے تھے ۔ اس لئے معشوقوں کو بت چینی کہتے ہیں
(۱۲) ترجمہ ۔ اس نے بندوں کے حق میں خداوندی کی ۔ خدا اس کو آفتوں سی محفوظ رکھے۔
یعنے اسکے لطف و کرم اور عدل و انصاف کے عوض خدا اسے تمام آفات سی بچائے۔
(۱۳) ترجمہ ۔ منصور شاہی دولت کے بن سی حافظ شعر نظم کرنے میں ممتاز ہو گیا ہے۔
علم شدن ۔ نشان ہونا ۔ ممتاز ہونا ۔ بلند ہونا ۔ (علم یعنے جھنڈا)
منصور شاہ ۔ شاہ یحیٰی کے بعد شیراز کا بادشاہ ہوا ۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا ۔ اور کئی غزلوں میں بھی خواجہ صاحب نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے ۔ دیکھو غزل (۲۰) ردیف د۔
تفصیلی حالات کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ ۔ ۲۰ سوانحعمری۔

ا

غزل (۲)

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ای باد مشکبو بگذر سوئے آن نگار	۱	بکشا گره ز زلفش و بوے بمن بیار
با او بگو که اے مہ نامہربان من	۲	باز آ که عاشقانِ تو مردند ز انتظار
دل داده ایم و مہر تو از جاں خریده ایم	۳	بر ما جفا و جور فراقت روا مدار
کردی چو روزگار فراموش بنده را	۴	زنہار عرض یارِ وفادار گوش دار
ای دل بساز با غمِ ہجران و صبر کن	۵	ای دیده در فراقش ازیں بیش خوں مبار
باری خیالِ دوست ز پیش نظر مشوے	۶	چوں بر وصالِ یار نداریم اختیار

(۷) حافظ تو تا بکی غم مال جہاں خوری
بسیار غم مخور که جہاں نیست پایدار (۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے خوشبودار ہوا اس معشوق کیطرف جا اسکی زلف سے گرہ کہول اور اسکی خوشبو مجہ تک لا۔

(۲) ترجمہ۔ اسکو کہو کہ اے میرے نامہربان معشوق۔ واپس آجا تیرے عاشق انتظار میں مر رہے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے دل دیا ہے اور تیری محبت جان سے خریدی ہے۔ ہم پر اپنے فراق کا جور و جفا روا نہ رکہ۔
یعنے ہم کو اپنی جدائی کے رنج و غم میں مبتلا نہ کر

(۴) ترجمہ۔ تو نے زمانہ کیطرح بندہ کو فراموش کر دیا۔ ضرور یارِ وفادار کی عرض کو سُن۔
یعنے تو نے زمانہ کی طرح بیوفائی کی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل غم ہجر کے ساتہہ موافقت پیدا کر اور صبر کر۔ اے آنکہ اسکے فراق میں اس سے زیادہ خون کے آنسو نہ رو۔

(۶) ترجمہ۔ ہاں معشوق کے خیال کو آنکہوں کے سامنے سے دور نہ کر جبکہ ہم کو وصالِ یار پر اختیار نہیں۔
یعنے وصال پر اختیار نہیں اسلئے کم از کم اتنا ضروری ہے کہ اسکی تصویر ہمیشہ آنکہوں کے سامنے رہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو کب تک دنیا کے مال کا غم کہائیگا۔ بہت غم نہ کہا کیونکہ دنیا ناپایدار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس ناپائدار دنیا کے مال و جاہ کے لئے غم نہیں کرنا چاہیئے۔

بس بگردید و بگردد روزگار		دل بدنیا در نہ بند و ہوشیار

غزل (۳)

ای بردہ گوی حسن ز خوبان روزگار	۱	قدت براستی چو سہی سرو جویبار
الحق وجود نقش و نشان دہان تو	۲	موہوم نقطہ ایست نہ پنہان نہ آشکار
دادیم دل بدست خط و زلف و خال تو	۳	از دست ہر سہ تا چہ کشد این دل فگار
با دہ ہزار دشمن اگر یار با من ست	۴	دانم مصاف را و نترسم ز کارزار
عشقت چو در سراچہ دل جایگیر شد	۵	زین در اگر بدر شوم آیم باضطرار
گر سرو پیش قد تو سرکش شد مرنج	۶	عقل طویل را نبود ہیچ اعتبار

(۷)	منصوبہ ہوای تو حافظ کنون چو باخت در ششدر غمت دل افتادہ مہرہ وار	(۷)

(۱) ترجمہ۔ کہ تو تمام جہاں کے حسینوں سے گوئی حسن لے گیا ہے تیرا قد راستی میں جوئبار کے سرو سہی کیطرح ہے۔ سرو عموماً لب جو لگائے جاتے ہیں۔ اس لئے سرو جوئبار کہا۔

(۲) ترجمہ۔ فی الحقیقت تیرے دہن کے نقش و نشان کا وجود ایک موہوم نقطہ ہے۔ جو نہ پوشیدہ ہے نہ ظاہر ہے۔ یعنے تیرا دہن تنگ ایک موہوم نقطہ ہے جو نہ معدوم ہے نہ موجود

دہنت را کہ خرد جوہر فردش خواند		جز بمنطق لبت اثبات وجودے نکند (جامی)

(۳) ترجمہ۔ ہم نے تیرے خط۔ زلف اور خال کے ہاتھ میں اپنا دل دیدیا ہے۔ دیکھئے ان تینوں کے ہاتھوں سے ہمارا زخمی دل کیا کیا تکلیفیں اٹھاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر دوست میرے ساتھ ہو تو ہزار دشمن ہوں (کچھ پرواہ نہیں) لڑائی جانتا ہوں اور جنگ سے نہیں ڈرتا۔ ع

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

(۵) ترجمہ۔ تیرا عشق جب سے میری دل کی منزل میں جاگزین ہوا ہے اس دروازہ سے اگر میں باہر چلا جاؤں تو بیقراری سے واپس آتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ دل معشوق کی منزل ہے اس لئے میں بھی اب در دل پر مقیم ہو گیا ہوں اور اگر وہاں سے چلا جاتا ہوں تو پھر بیقرار ہو کر وہاں ہی جا رہتا ہوں۔

خیال نامحرم گر یاد ندھ اندما را بکوہ و صحرا		چہ سازد آوارۂ در دل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد

(۶) ترجمہ۔ اگر سرو تیرے قد کے مقابلہ پر سر اٹھاتا ہے تو آزردہ نہ ہو لمبے قد والے کی عقل پر اعتبار نہیں ہوتا۔

مشہور ہے۔ کہ "کل طویل" احمق" اور "کل قلیل" فتنۃ" " یعنے تمام دراز قد احمق اور تمام پستہ قد فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ چونکہ سرو دراز قد ہے اسلئے احمق ہے۔ اگر تیرے قد کی برابری کا دعویٰ کرے تو معذور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ نے چونکہ اب تیرے عشق کی بازی لگائی ہے۔ تیرے غم کے ششدر میں اسکا دل مہرہ کیطرح گرفتار ہو گیا ہے۔

منصوبہ۔ کوئی شے برپا کی ہوئی۔ کسی کام کی تدبیر۔ بازی شطرنج۔ نرد کی سات بازیوں میں سے ساتویں بازی کا نام

ششدر۔ وہ جگہ جہاں سے رہائی دشوار ہو۔ بھلا ہوا بمعنے حیران۔ عاجز اور متحیر ہونا۔ ششدر حقیقت میں نرد کی کھیل میں چھہ خانہ کا نام ہے۔ اس کھیل میں دو تختے ہوتے ہیں فی تختہ بارہ بارہ در بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسطرح کہ ہر تختہ کی دائیں بائیں چھہ چھہ در ہوتے ہیں۔ دائیں اور بائیں در کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہوتا ہے جسوقت مہرہ اس در میں جو منتہائے تختہ پر ہوتا ہے بند ہو جاتا ہے اور اپنی طرف کی چھہ خانوں میں سے کسی خانہ میں نہیں جاسکتا۔ اسوقت اسکی رہائی حریف کو رہائی دینے کے بغیر ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس لئے مہرہ کا ششدر میں ہونا گویا اسکی گرفتاری کی دلیل ہے۔

غزل (۴)

ای خرم از فروغ رخت لالہ زار عمر	۱	باز آکہ ریخت بی گل رویت بہار عمر
از دیدہ گر سرشک چو باران رود رواست	۲	کاندر غمت چو برق بشد روزگار عمر
بی عمر زندہ ام من و زین بس عجب مدار	۳	روز فراق را کہ نہد در شمار عمر

اندیشہ از محیط فنا نیست ہر کرا	۴	بر نقطۂ دہان تو باشد مدار عمر	
در ہر طرف ز خیل حوادث کمینگہ است	۵	زاں رو عناں گسستہ دواند سوار عمر	
ایں یکدو دم کہ دولت دیدار ممکن ست	۶	دریاب کار دل کہ نہ پیداست کار عمر	
تا کی می صبوح و شکر خواب صبحدم	۷	بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبار عمر	
وی در گذار بود و نظر سوے ما نکرد	۸	بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذار عمر	

(۹) حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہاں
ایں نقش ماند از قلمت یادگار عمر (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرہ کے فروغ سے عمر کا باغ سرسبز ہے۔ واپس آ کہ تیرے چہرۂ کے پہول کے بغیر عمر کی بہار خراب ہو رہی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آنکھوں سے اگر آنسو بارش کیطرح جائیں تو جائز ہے۔ کیونکہ تیرے غم میں زندگی کا زمانہ بجلی کیطرح گذر گیا۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے فراق میں زندگی گذر رہی ہے۔ ہم جتنی اشکباری کریں۔ جائز ہے۔ (عمر چونکہ بجلی کی طرح گذرتی ہے اور بجلی کے ساتھ بارش بہی ضروری ہے اس لئے آنکھوں سے بارش کیطرح آنسو جاتے ہیں)

(۳) ترجمہ۔ میں عمر کے بغیر زندہ ہوں اور اس بات پر بہت حیران نہ ہو۔ ہجر کے دن کو عمر میں کون شمار کرتا ہے۔
یعنے جو دن ہجر میں گذرے ہیں وہ گویا کسی شمار میں نہیں۔ زمانہ عمر میں انکو کوئی شمار نہیں کرتا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ آجکل میں بغیر عمر کے زندہ ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ اس شخص کو محیط فنا سے کوئی ڈر نہیں جسکی عمر کا مدار تیرے دہن کے نقطہ پر ہو۔
دہن کو خود ایک نقطہ موہوم کہتے ہیں۔ پس جس شخص کی زندگی کا مدار ہی ایک نقطۂ موہوم پر ہوا۔ اس کو بقا و فنا سے کیا غرض۔ یوں ہی دہن معشوق کو زندگی بخش اور لب یار کو چشمۂ آب حیات کہتے ہیں اس صورت میں بہی فنا کا ڈر نہیں رہتا۔

(۵) ترجمہ۔ ہر طرف حوادث کا لشکر گہات لگائے ہے اس لئے عمر کا سوار (گہوڑے کو) بگٹٹ دوڑا رہا ہے
یعنے عمر اسلئے جلدی گزرتی ہے کہ چاروں طرف سے حوادث کا ڈر ہے۔ جتنا جلدی انساں اس کمینگاہ فنا سے گذر جائے اتنا ہی حوادث سے محفوظ رہتا ہے۔ عمر دراز کے ساتھ حوادث کا بہی ایک طویل سلسلہ وابستہ ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس ایک دم میں کہ دولتِ دیدار ممکن ہو۔ دل کا مقصد پورا کر کیونکہ عمر کا کچھ پتہ نہیں۔
یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ زمانہ وصال کے ایک دم کو بہی غنیمت جان۔

(۷) ترجمہ۔ صبح کی شراب اور صبح کی میٹھی نیند کب تک ہوگی۔ ہاں! بیدار ہو۔ کہ عمر کا اعتبار نہیں رہا۔
مطلب یہ ہو کہ صبح کی شراب اور صبح کی نیند کے نشہ میں غافل نہ رہ۔ اٹھہ بیدار ہو کہ وقت تہوڑا ہے۔

جاگنا ہو جاگ لے افلاک کے سائے تلے		حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے	

(۸) ترجمہ۔ کل وہ گزر رہا تہا اور ہماری طرف نظر نہ کی۔ بیچارہ دل کہ اُس نے عمر کے گزرنے سے کچھہ فائدہ نہ اٹھایا
مطلب یہ ہے کہ کل معشوق یہاں سے گذرا اور ہماری طرف نظر نہ کی ہمارے بیچارہ دل نے زندگی سے کچھہ فائدہ نہ اٹھایا۔
یا یہ سمجھو کہ کل ہمارا بیچارہ دل جو زندگی کے تمام فوائد سے محروم رہا۔ ہم کو چھوڑ کر چلا گیا اور ہماری طرف نہ دیکھا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ شعر کہہ کیونکہ صفحۂ جہاں پر تیرے قلم کا یہ نقش تیری زندگی کی یادگار رہے گا۔
یعنے تیرا کلام تیری یادگار رہنے گا۔ خواجہ صاحب کی یہ پیشینگوئی بالکل سچی ثابت ہوئی ہے۔ فی الحقیقت
ان کی غزلوں کا یہ دیوان اُن کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ جب تک زبانِ فارسی اور زبانِ فارسی کے سمجھنے والے
موجود ہونگے۔ خواجہ کا نام صفحۂ روزگار پر آفتاب کیطرح روشن رہیگا۔

سخن از پیشتراں ماند ہمانا زیں پس		ما نمانیم و بگیتی سخن از ما ماند	

غزل (۵)

ای صبا نکہتے از خاک رہ یار بیار	۱	ببر اندوہ دل و مژدۂ دلدار بیار
نکتۂ روح فزا از دہن یار بگوی	۲	نامۂ خوش خبر از عالم اسرار بیار
یا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام	۳	شمۂ از نفحات نفس یار بیار
بوفای تو کہ خاک رہ آں یار عزیز	۴	بے غباری کہ پدید آید از اغیار بیار
روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید	۵	ساقیا آں قدح آئینہ کردار بیار
گردی از رہگذر دوست بکوری رقیب	۶	بہر آسایش ایں دیدۂ خونبار بیار
دل دیوانہ ز زنجیر نمی اندیشد	۷	حلقۂ از خم آں طرۂ طرار بیار

خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازاں نیست	۸	خبرے ازبرآں دلبر عیار بیار
شکر آں را کہ تو در عشرتی ای مرغ چمن	۹	باسیراں قفس مژدہ گلزار بیار
کام جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بیدوست	۱۰	عشوۂ زاں لب شیریں شکر بار بیار

(۱۱) دلق حافظ بچہ ارزد بمیش رنگین کن
وانگہش مست و خراب از سر بازار بیار (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اے صبا معشوق کے دروازہ کی خاک کی خوشبو لا۔ دل کا غم دور کر اور معشوق کی خوشخبری لا۔

(۲) ترجمہ۔ معشوق کے دہن سے کوئی روح افزا نکتہ بیان کر۔ عالم اسرار سے خوشخبری کا نامہ لا۔

یعنے معشوق کے دہن کے متعلق یا معشوق کے دہن سے نکلا ہوا نکتہ بیان کر۔ اسرار سے مراد اسرار الٰہیہ۔

(۳) ترجمہ۔ تاکہ میں تیری نسیم کی لطافت (خوشبو) سے دماغ معطر کروں۔ معشوق کے نفس کی خوشبوؤں سے تھوڑی سی خوشبو لا۔

نفحات الرحمن کیطرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تجھے اپنی وفا کی قسم ہے کہ اس یار عزیز کے رستہ کی مٹی بغیر آمیزش اس غبار کے جو اغیار سے پیدا ہو۔ لا۔

یعنے معشوق کی اس راہ سے جس پر اغیار نے قدم نہ رکھا ہو۔ خاک لا۔ مطلب یہ ہے کہ خیالات ماسوا اللہ سے بے مجھے بیگانہ کر دے۔

(۵) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ دل نے مراد کا چہرہ نہیں دیکھا۔ اے ساقی وہ آئینہ صفات پیالہ لا۔

یعنے جام مے لا۔ جس سے چہرۂ مقصود نظر آئے۔

(۶) ترجمہ۔ علی الرغم دشمناں معشوق کے رستہ کی خاک۔ اس خونبار آنکھ کی آسائش کے لئے لا۔

بکوری رقیب۔ یعنے علی الرغم رقیب۔ دشمن کی خواہش اور مراد کے خلاف۔ دشمن کے اندھا کرنے کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ رقیب کی خواہش کے خلاف راہِ یار کی خاک لا۔ جسے سرمہ چشم بناؤں تاکہ خونبار آنکھوں کو راحت ہو۔

(۷) ترجمہ۔ میرا دیوانہ دل زنجیر سے نہیں ڈرتا۔ اس زلفِ طرار کے خم سے ایک حلقہ لا۔

یعنے میرا دیوانہ دل اور کسی زنجیر سے قابو نہیں آتا اس کے لئے زلفِ معشوق کا ایک حلقہ لا تاکہ اس میں بند

رہے - طرار بمعنے حیلہ گر - کیسہ بُر - تیز زبان -

(۸) ترجمہ - خامی اور سادہ دلی جانبازوں کا شیوہ نہیں - اس عیار معشوق کی کوئی خبر لا -
عیاری ضد ہی خامی اور سادہ دلی کی - مطلب یہ ہی کہ اس عیار معشوق کیطرف سے کوئی خبر لا - کیونکہ ہم جانباز ہیں اور سادہ دلی اور خامی ہمارا شیوہ نہیں -

(۹) ترجمہ - اے مرغ چمن اس بات کے شکریہ میں کہ تو عیش میں ہے قفس کے اسیروں کو باغ کی خوشخبری لادے -

(۱۰) ترجمہ - جان کا حلق اس صبر سے جو میں نے معشوق کے بغیر کیا تلخ ہو گیا ہے اس شکر بار اور شیریں لب سے کوئی عشوہ لا یعنے فراق میں صبر کرنے سے جان تلخ ہو گئی ہے معشوق کے لب شیریں کی کوئی بات سنا - تاکہ جان کی تلخی دور ہو

(۱۱) ترجمہ - حافظ کا خرقہ کس کام کی چیز ہے اسی شراب سے رنگین کر اور پھر اس کو مست اور خراب بازار سے لے آیا مطلب یہ ہے کہ حافظ کا خرقہ جو زہد ریائی کی علامت ہے ایک بیکار چیز ہے - اسی شراب سے رنگین کر کے حافظ کو بازار سے مست و خراب لے آ - تاکہ تمام لوگ دیکھیں کہ وہ آتا ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ زہد ریائی کی نیکنامی سے رندی کی بدنامی بدرجہا افضل ہے -

غزل (۶۱)

ای صبا نکہتے از کوی فلانی بمن آر	۱	زار و بیمار غمم راحت جانی بمن آر
قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد	۲	یعنی از خاک در دوست نشانی بمن آر
در کمینگاه نظر با دل خویشم جنگ ست	۳	ز ابرو و غمزہ او تیر و کمانی بمن آر
در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم	۴	ساغری ز کف تازہ جوانی بمن آر
منکران را ہم ازین می دو سہ ساغر بچشان	۵	و گر ایشان نستانند روانی بمن آر
ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن	۶	یا ز دیوان قضا خط امانی بمن آر

(۷) دلم از پردہ بشد دوش کہ حافظ می گفت
اے صبا نکہتے از کوی فلانی بمن آر (۷)

اس غزل کے قافیہ میں یائے مجہول اور یائے معروف کا تفاوت معلوم ہوتا ہی۔ جائز ہوگا

(۱) ترجمہ۔ اے صبا فلاں (معشوق) کے کوچہ سے میرے لئے خوشبو لا۔ میں غم سے زار اور بیمار ہوں۔ میرے لئے جان کی راحت لا۔

یعنے میری جانِ بیمار کی راحت کے لئے کوچۂ یار کی خوشبو لا۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے بے حاصل دل پر مراد کی اکسیر لگا۔ یعنی درِ دوست کی خاک سے مجھ تک نشانی لا۔

قلب۔ (۱) کھوٹی دہات۔ کھوٹا سکہ (۲) دل۔ لہذا قلب اور اکسیر کی رعایت ظاہر۔

مطلب یہ کہ ہمارا دل بے مراد ہی۔ اسے بامراد کردے جسطرح اکسیر سے ناقص دہات قیمتی دہات بن جاتی ہی۔ اسی طرح درِ دوست کی خاک سے میرا بے مراد دل بامراد ہوجائیگا۔

(۳) ترجمہ۔ نظر کی کمینگاہ میں مجھے اپنے دل سے لڑائی ہے۔ اسکے ابرو اور غمزہ سے میرے لئے تیر و کمان لا۔

ابرو و غمزہ اور تیر و کمان میں لف و نشر غیر مرتب ہی۔ مطلب یہ ہے کہ میری اپنے دل سے لڑائی ہی معشوق کی غمزہ وابرو کے تیر و کمان مجھے لادو۔ تاکہ کمین گاہِ نظر سے دل پر انکا وار کروں۔ ظاہر ہے کہ دل پر عشق کے تمام وار آنکھوں کے ذریعے ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلے آنکھ دیکھتی ہی۔ پھر دل بیقرار ہوتا ہی۔

(۴) ترجمہ۔ میں مسافری۔ فراق اور دل کے غم سے بوڑھا ہوگیا ہوں۔ شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھ سے مجھے لادے تاکہ میں دوبارہ جوان ہوجاؤں۔

(۵) ترجمہ۔ منکروں کو بھی اسی شراب کے دو تین پیالے پلادے۔ اگر وہ نہ لیں۔ تو جلدی میرے پاس لے آ۔

منکر سے مراد منکرِ شراب۔ مطلب یہ کہ منکروں کو بھی کسی نوجوان کے ہاتھ سے شراب پلا۔ تاکہ وہ آئندہ شراب کا انکار نہ کریں۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انہیں جام شراب		شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

اور اگر منکرانِ شراب شراب پینے سے انکار کریں تو انکا حصہ بھی مجھے لادو (خوب!)

(۶) ترجمہ۔ اے ساقی آج کی عیش کو کل پر نہ ڈال۔ یا دیوانِ قضا سے مجھے خطِ امانی لادے۔

خطِ امانی۔ امان کا پروانہ۔ یعنے اس امر کا پروانہ کہ میں کل تک زندہ رہوں گا

مطلب یہ ہی کہ آج کی عیش کو کل پر نہ چھوڑ۔ اگر چھوڑتا ہی تو قضاء و قدر کے دفتر سے مجھے اس امر کا پروانہ لادے کہ کل تک مجھے موت سے امان ہی۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ کل کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے جو عیش آج ہو

سکتی ہو اسی کل پر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ دیکھو شعر د ۱۳۹/۵

ای دل از عشرت امروز بفردا فگنی		مایۂ نقد بقا را کہ ضمان خواہد بود	

(۷) ترجمہ۔ میرا دل بے اختیار ہوگیا۔ جب حافظ نے کل کہا کہ اے بادِ صبا فلاں (معشوق) کی کوچہ سے میرے لیے خوشبو لا۔

یعنی حافظ کا یہ مصرعہ سنکر میرا دل بے اختیار ہوگیا۔ چونکہ واردات عشق کا ہر ایک شخص کو تجربہ ہوتا ہے۔ اس لیے ایک عاشق کی کوئی بات سنکر دوسرے آدمی کا بے اختیار ہوجانا غیر معمولی بات نہیں۔

غزل (۷)

دلا چندم بریزی خون ز دیدہ شرم دار آخر	۱	تو نیز ای دیدہ خوابی کن مراد دل برآر آخر
منم یارب کہ جاناں را ز عارض بوسہ میچینم	۲	دعای صبحدم دیدی کہ چوں آمد بکار آخر
چو باد از خرمن غیراں بودن خوشہ تا چند	۳	ز ہمت توشہ بردار و خود تخمی بکار آخر
مراد دنیا و عقبی بمن بخشید روزی بخش	۴	بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر
نگارستان چین دانم نخواہد شد سرا لیکن	۵	بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می نگار آخر

(۶)	بتی چوں ماہ زانو زد می چوں لعل پیش آورد تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر	(۶)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تو کب تک میرا خون آنکھوں سے گرائے گا آخر شرم کر۔ تو بھی اے آنکھ کبھی تو سو اور دل کی مراد بر لا۔ خواجہ صاحب اپنے دل کو خون باری سے اور آنکھوں کو دن رات کی بیداری سے منع کرتے ہیں۔ مگر یہ دونو چیزیں عشق میں ضروری ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اے خدا میں ہی ہوں جو عارضِ جاناں سے بوسہ لیتا ہوں۔ تو نے دیکھا کہ صبح کی دعا آخر کار کس طرح کارگر ہوئی۔

یعنی عارضِ جاناں کے بوسہ کی دولت مجھ ہی کو نصیب ہے اور یہ دولت دعائے سحری کی برکت سے ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اغیار کے خرمن سے ہوا کیطرح تو کب تک خوشہ چینی کریگا۔ ہمت سے توشہ اٹھا اور آخر خود ہی تو بیج بو
ایک نہایت زریں اصول ہے اور بہت قیمتی نصیحت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہوا کیطرح دوسرے لوگوں کے خرمنوں سے
کب تک خوشہ چینی کریگا۔ خود کمر ہمت باندھ اپنے ہاتھ پاؤں ہلا۔ اور خود بیج بو تا کہ تو ہی خرمن کا مالک ہو
اور دوسرے لوگ تیرے خرمن سے خوشہ چینی کریں۔ ایک عام فہم مثال سے خواجہ صاحب نے ایک عظیم الشان اصول کی
تعلیم دی ہے۔ ذوقِ عمل پر اس سے بہتر کوئی شعر نہیں ہو سکتا۔ ذوقِ عمل اور اسرارِ خودی پر آپ ایک پوری
مثنوی لکھیں۔ مگر وہ تمام مثنوی اس ایک شعر کی قیمت کی نہ ہوگی۔

(۴) ترجمہ۔ روزی بخشنے والے (خدا) نے مجھکو دنیا اور عاقبت کی مراد بخشی اول تو میرے کانوں میں چنگ کی
آواز اور پھر میرے ہاتھ میں معشوق کی زلف دی۔
یعنے دولت دنیا سے مجھے چنگ کی آواز اور دولتِ عاقبت سے معشوق کی زلف میرے لیے کافی ہے۔ خدا نے
مجھے یہ دو نعمتیں عطا کی ہیں یعنی دنیا میں چنگ کی آواز سن رہا ہوں اور خوش ہو رہا ہوں اور عاقبت
میں زلفِ محبوب میرے ہاتھ میں ہوگی یعنی وصالِ محبوبِ حقیقی مجھے حاصل ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا امکان نگارستانِ چین نہیں ہوگا۔ لیکن رنگ آمیز قلم کی نوک سے کوئی
نقش تو آخر تیار کر۔

نگارستان چین۔ زمانہ قدیم میں چین کی نقاشی مشہور عالم تھی۔ ارژنگ جو مانی کا نظیر تھا
چین کا مشہور نقاش تھا۔ بعض کے نزدیک مانی اور ارژنگ ایک ہی شخص کا نام ہے
چنانچہ نگارخانہ مانی کو ہی نگارستانِ چین کہتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ مان لیا کہ تو اپنے گھر کو
نگارستان چین نہیں بنا سکے گا۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ تو بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جائے آخر کچھ نہ کچھ
کرنا چاہیئے۔ نگارستان چین نہ سہی ایک نقش ہی سہی۔
نہایت عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی تعلیم ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انسان کسی کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔
لیکن اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ میں کیا ہوں اور میری بساط کیا ہے۔ میں کیا کر سکونگا۔ یہ بزدلانہ
خیالات نہایت مضر ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب ان خیالات سے نفرت رکھتے ہیں۔ اور فرماتے
ہیں۔ کہ نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔ جو کچھ ہو سکتا کر وہ تھوڑا کر سکو۔ یا بہت اسکی پرواہ نہ کرو مگر گذشتہ
سے پیوستہ شعر کی طرح یہ شعر بھی ذوقِ عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ مذہبی معاملات میں اکثر لوگ یہی عذر کیا کرتے

پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم اور کون سے اچھے کام کرتے ہیں۔ کہ یہ اچھا کام کریں۔ یہ عذر محض فضول ہے جب تک ہو سکے اور جس حد تک ہو سکے کوشش کرنی چاہیئے۔ دل میں اس خیال کو کبھی جاگزین نہ ہونے دو۔ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کریں تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔

(۶) **ترجمہ**۔ اے دل اگر شب بیداری کے ملک میں تو غم نہ کھائے گا۔ تو صبح کا وقت اس معشوق کیطرف سے تیری پاس کئی خوشخبریاں لائے گا۔

خواجہ صاحب خود سحر خیز اور شب بیدار تھے۔ اپنے کلام میں ہر جگہ شب بیداری کے فوائد پر زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تو شب بیداری کی تکلیفوں کو برداشت کریگا اور رات کا وقت خواب غفلت میں نہیں بلکہ محبوب حقیقی کی بندگی میں صرف کریگا۔ تو صبح کے وقت تجھے دیار محبوب سے کئی خوشخبریاں ملیں گی۔ یعنے عبادت شب کے بعد دعائے سحر قبول ہوگی اور گوہر مقصود تیرے ہاتھ آئیگا۔

سورہ مزمل میں ہے۔ **اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْئًا وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ہ**

(بے شک رات کا قیام زیادہ قوی ہے نفس بہیمہ کو پامال کرنے میں اور زیادہ درست ہے تلفظ میں) یعنے رات کا وقت اور رات کی عبادت بوجہ رنج و تکلیف اور ترک خواب راحت کے نفس پر شاق ہے علاوہ ازیں دل کو فراغت ہوتی ہے۔ کیونکہ دن بھر تو کاروبار معیشت کی مشغولیوں میں گزرتا ہے اور رات کے وقت انسان کا دل خواطر گوناگوں سے فارغ ہوتا ہے۔

خاموش شد عالم بہ شب تا چست باشی در طلب	زیرا کہ بانگ عربدہ تشویش خلوت گاہ ست

(۷) **ترجمہ**۔ چاند جیسا معشوق دو زانو ہو کر بیٹھا ہے اور لعل جیسی (سرخ) شراب سامنے لایا ہے۔ اے حافظ تو کہتا ہے کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔ آخر ساقی سے شرم کر۔

زانو زدن۔ مودب بیٹھنا۔ دو زانو بیٹھنا۔ آداب بجا لانا۔

مطلب یہ ہے۔ کہ ان حالات میں توبہ سے توبہ کر اور شراب پی۔ کیا تجھے ساقی سے بھی شرم نہیں۔ کہ توبہ کا نام لیتا ہے۔

غزل (۸)

دیگر ز شاخ سرو سہی بلبل صبور	۱	گلبانگ زد کہ چشم بد از روی گل بدور
ای گل بشکر آنکہ شگفتی بکام دل	۲	با بلبلان بیدل شیدا مکن غرور
زاہد اگر بہ حور و قصورست امیدوار	۳	ما را شراب خانہ قصورست و یار حور
از دست غیبت تو شکایت نمی کنم	۴	تا نیست غیبتی ندہد لذتی حضور
گر دیگران بعیش و طرب خرم اند و شاد	۵	ما را غم نگار بود مایۂ سرور
می خور ببانگ چنگ و مخور غصہ ور کسے	۶	گوید ترا کہ بادہ مخور گو ہو الغفور

(۷) حافظ شکایت از غم ہجراں چہ میکنی
در ہجر وصل باشد و در ظلمت است نور (۷)

(۱) ترجمہ۔ سرو سہی کی شاخ سے پہر صابر بلبل نے خوشی کا نعرہ لگایا ہے کہ پہول کے چہرہ سے نظر بد دور ہو! بدور۔ میں ب زائد ہے۔ بلبل کو صابر اس لئے کہا کہ موسم خزاں میں وہ صابر رہی ہے مطلب یہ ہے کہ باغ میں پہر بہار آئی ہے اور بلبلیں پہولوں کو دیکہکر چشم بد دور! کہہ رہی ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اے پہول اس بات کے شکرانہ میں کہ کہل کر تیرے دل کی مراد پوری ہوئی۔ بیدل اور شیدا بلبلوں کے ساتہ غرور نہ کر۔ ع

کامگارا نظرے کن سوئے ناکامے چند

اسی مضمون کے لئے دیکہو شعر $\frac{۳}{۲}$۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد اگر حور و قصور کا امیدوار ہے۔ تو ہمارے لئے شراب خانہ ہی قصور ہے اور معشوق ہی حور ہے یعنے زاہد کو تو بہشت میں حور و قصور کے ملنے کی امید ہے۔ ہمیں دنیا میں ہی یہ نعمتیں حاصل ہیں۔ شراب خانہ ہمارے لئے بہشتی محل ہے اور اپنا معشوق حور کے برابر ہے۔ قصور۔ جمع قصر۔ محل۔

(۴) ترجمہ۔ میں تیرے فراق کے ہاتہ سے شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ جب تک فراق نہ ہو وصال کی لذت نہیں ملتی۔

یعنے "قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید" (سعدی)

(۵) ترجمہ۔ اگر دوسرے لوگ عیش و طرب سے خوش و خرم ہیں۔ تو ہمارے لئے معشوق کا غم ہی مایۂ عیش و عشرت ہے

یعنے ہم غم عشق میں ہی خوش ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ چنگ کی آواز کے ساتھ شراب پی غصہ نہ کھا۔ اور اگر کوئی تجھے یہ کہے کہ شراب نہ پی تو کہو کہ خدا بخشنے والا ہے۔

یعنے غم غلط کرنے کے لئے شراب پی اور اگر کوئی آدمی تجھ کہے کہ شراب پینا گناہ ہے۔ تو کہو کہ خدا غفور الرحیم ہے۔ معاف کر دیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ غم فراق کی تو کیا شکایت کرتا ہے۔ ہجر سے ہی وصل ملتا ہے اور اندھیرے سے ہی نور نکلتا ہے قرآن کریم میں ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ یعنے ہر دشواری کے بعد آسانی اور ہر دشواری کے بعد آسانی ہے۔

غزل (۹)

روی بنما و مرا گو کہ دل از جان برگیر	۱	پیش شمع آتش پروانہ بجان گو درگیر
در لب تشنۂ من بین و مدار آب دریغ	۲	بر سر کشتۂ خویش آی و ز خاکش برگیر
چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چہ باک	۳	آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر
در سماع آی و ز سر خرقہ بر انداز برقص	۴	ورنہ در گوشہ رو و دلق ریا در سر گیر
دوست گو یار شو و ہر دو جہان دشمن باش	۵	بخت گو پشت مکن روی زمین لشکر گیر
ترک درویش مگیر ار نبود سیم و زرش	۶	در غمت سیم شمار اشک و رخش را زر گیر
میل رفتن مکن ای دوست دمی با ما باش	۷	بر لب جوی طرب جوی و بکف ساغر گیر
رفتہ گیر از برم ای آتش و آب دل و چشم	۸	گونہ‌ام زرد و لبم خشک و کنارم تر گیر
صوف برکش ز سر و بادۂ صافی درکش	۹	سیم در باز و بزر سیمبری در برگیر

(۱۰) حافظ آراستہ کن بزم و بگو واعظ را
کہ ببیں مجلسم و ترک سر منبر گیر (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ چہرہ دکھا اور مجھ کہہ کہ جان سے دل برداشتہ ہوجا۔ مجھے کہ شمع کے سامنے پروانہ کی آگ کو جان میں لگا دے۔

شمع سے مراد شمعِ رخسار اور آتش پروانہ سے مراد آتشِ عشق۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنا چہرہ دکھا تاکہ میں جان قربان کرنے پر تیار ہوجاؤں اور تیرے شمعِ رخسار کے سامنے اپنی جان کو پروانہ بناکر اسے آتشِ عشق سے جلا دوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرے پیاسے لب کو دیکھ اور پانی دینے میں دریغ نہ کر۔ اپنے مقتول کے پاس آ اور اسے زمین سے اٹھا ۔ یعنے میں تیرا کشتہ ہوں۔ لب پیاس سے خشک ہوگئے ہیں۔ آ اور مجھے خاک سے اٹھا اور پانی دے

(۳) ترجمہ۔ چنگ بجا اور اسے درست کر۔ اگر عود نہیں تو کیا ڈر ہے۔ میرے عشق کو آگ میرے دل کو عود اور میرے وجود کو مجمر فرض کرلے۔

عود (۱) ایک ساز کا نام ہے۔ (۲) ایک لکڑی جسے جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔

عموماً عیش وطرب کی مجلس میں جلائی جاتی ہے۔

مجمر۔ عوددان۔ وہ انگیٹھی جسمیں عود جلاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چنگ بجا اور بزمِ طرب کو گرم کر۔ اگر عود نہیں تو کیا پرواہ ہے۔ میرا جسم انگیٹھی ہے جسمیں آتشِ عشق سے میرا دل عود کیطرح جل رہا ہے۔ پھر اور عود کی کیا ضرورت ہے۔ چنگ و عود میں صنعت ایہام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سماع میں آ اور رقص میں سر سے خرقہ اتار کر پھینکدے۔ ورنہ گوشہ میں جا اور ریا کا خرقہ پہن لے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس سماع میں آتا ہے تو رندانہ آ۔ حالتِ وجد و رقص میں خرقہ اتار کر پھینکدے۔ ورنہ جا اور گوشۂ تنہائی میں ریاکاری کا شروع کردے۔ یا رندوں میں شامل ہو

یار ریا کاروں میں۔

خرقہ انداختن۔ سے مراد اپنے گناہ کا اعتراف کرنا۔ عاجز ہونا۔ خودی چھوڑ دینا بھی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دوست اگر مہربان ہوجائے تو دونوں جہاں بیشک دشمن بن جائیں بخت اگر پیٹھ نہ دکھائی تو بیشک تمام روئے زمین لشکر ہو جائے۔

یعنے دوست اگر مہربان ہو تو دشمنوں کی دشمنی سے کچھ خطرہ نہیں اور نصیب اگر یاور ہو تو تمام روئے زمین کے لوگ اگر لشکر بن کر حملہ آور ہوں تو بھی کبھی شکست نہ ہوگی۔

(۶) ترجمہ۔ درویش کو نہ چھوڑ اگر چہ اس کے پاس سونا چاندی نہیں۔ اپنے عشق میں اسکے آنسوؤں کو چاندی اور اسکے چہرہ کو سونا فرض کر۔

آنسوؤں کو بوجہ سفیدی چاندی اور چہرہ کو بوجہ زردی سونا کہا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے دوست جانے کا ارادہ نہ کر تھوڑی دیر ہمارے پاس رہ۔ نہر کے کنارے پر خوشی طلب کر اور پیالہ ہاتھ میں لے۔

جوی اور جوی میں صنعت تجنیس تام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کی آگ اور آنکھوں کا پانی مجھ سے گیا ہوا سمجھ۔ میرا چہرہ زرد۔ لب خشک اور میری آغوش کو تر دیکھ۔

آتش و آب اور دل و چشم میں لف و نشر مرتب ہے۔

گونہ۔ یعنے رخسار۔ چہرہ کی زردی اور لب کی خشکی آتش دل کی وجہ سے ہے۔ اور کنار و آغوش آنکھوں کے پانی سے یعنے رو رو کر تر ہو گئے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ صوف سر سے اتار دے اور صاف شراب پی۔ چاندی کو ہار اور جا کسی سیمبر معشوق کو بغل میں لے۔

صوف۔ بعض حیوانات کے بال۔ ایک پشمی کپڑا۔ صوفیوں کا لباس

مطلب یہ ہے کہ زہد ظاہری کو چھوڑ شراب پی اور کسی سیمبر معشوق کو بغل میں لے۔ زر و مال دنیا کو چھوڑ۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ مجلس آراستہ کر اور واعظ کو کہو کہ میری مجلس دیکھ اور منبر کو چھوڑ۔

یعنے واعظ کو اپنی بزم طرب کی شان و شوکت دکھا کر اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی کوشش کر۔

غزل (۱۰)

روی بنما و وجود خودم از یاد ببر	۱	خرمن سوختگان را همه گو باد ببر
ما که دادیم دل و دیده بطوفان بلا	۲	گو بیا سیل غم و خانه ز بنیاد ببر
زلف چون عنبر خامش که ببوید هیهات	۳	ای دل خام طمع این سخن از یاد ببر
سینه گو شعلهٔ آتشکدهٔ پارس بکش	۴	دیده گو آب رخ دجلهٔ بغداد ببر
سعی نابردہ درین راه بجائی نرسی	۵	مزد اگر می طلبی طاعت اُستاد ببر
دوش میگفت بمژگان درازت بکشم	۶	یارب از خاطرش اندیشهٔ بیداد ببر
روز مرگم نفسی وعدهٔ دیدار بده	۷	وانگهم تا بلحد فارغ و آزاد ببر
دولت پیر مغان باد که باقی سهل است	۸	دیگری گو برو و نام من از یاد ببر
بعد ازین چهرهٔ زرد من و خاک در دوست	۹	باده پیش آر و بیکجا غمم از یاد ببر

(۱۰) حافظ اندیشه کن از نازکی خاطر یار
برو از درگهش این ناله و فریاد ببر (۱۰)

(۱) ترجمہ - چہرہ دکہا تاکہ میرا اپنا وجود مجہے بہول جائے - ہم دل جلوں کی خرمن کو بیشک ہوا ہی اڑا کر لیجائے -
مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے مشاہدہ سے بیخود کردے تاکہ ہمارا خرمنِ ہستی برباد ہوجائے اور ہم آپ کو بہول جائیں -

(۲) ترجمہ - ہم نے جب اپنے دل اور آنکہہ کو طوفانِ بلا کے سپرد کردیا ہے - تو غم کے سیلاب کو آنے دو تاکہ وہ گہر کو بنیاد سے اکہاڑ کر لیجائے -
مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں غمِ عشق ہے اور آنکہوں سے طوفانِ اشک جاری ہے - یہی حالت رہی تو پہر زمانہ ہستی کو یہ سیلاب بنیاد سے بہا کر لیجائے گا -

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں		دیکہنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہوگئیں -

(۳) ترجمہ - اے خام طمع دل اس بات کو یاد سے بہلا دے کہ افسوس اسکی عنبر خام جیسی زلف کیا خوشبو دیتی ہے -
پہلے مصرعہ ثانی اور پہر مصرعہ اول کا ترجمہ کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ تیری آرزو بیفائدہ ہے زلف معشوق کو خوشبو

تجھے کب نصیب ہوسکتی ہے۔ اس خیال کو چھوڑ۔

(۴) ترجمہ۔ سینہ کو کہو کہ آتشکدہ پارس کے شعلہ کو بجھا دے۔ آنکھ کو کہو کہ دجلۂ بغداد کے چہرہ کی آبرو کو بہا دے۔

آتشکدہ پارس۔ پارسیوں کا آتشکدہ جس میں ہمیشہ آگ جلتی رہتی ہے اور شب و روز سالہا سال سے اسی طرح جلتی ہے۔ دجلۂ بغداد۔ دریائے دجلہ جسکے کنارہ پر شہر بغداد واقع ہے۔ مجازاً ہر ایک دریا کو دجلہ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کے سینہ کی آگ ایسی ہونی چاہئے کہ پارسیوں کا آتشکدہ بھی اسکے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھتا ہو۔ اور آنکھوں سے اسقدر سیلاب اشک جاری ہوں کہ دریائے دجلہ بھی اُن کے سامنے خشک رود نظر آئے۔ آتش و آب اور پارس و بغداد کا مقابلہ ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ کوشش کے بغیر اس رستہ میں منزل تک نہیں پہنچیگا۔ اگر تو صلہ چاہتا ہے تو استاد کی خدمت کر۔

مطلب یہ ہے کہ بغیر سعی کے تو منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکیگا۔ لیس للانسان الا ما سعی۔ خواجہ صاحب اگرچہ جبری خیال کے ہیں مگر سعی اور کوشش کو ضروری سمجھتے ہیں۔ انکا عقیدہ یہ ہے کہ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن انسان کو کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ کوشش کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

گفت پیغمبر بآواز بلند	با توکل زانوئے اشتر ببند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو	از توکل در سبب کاہل مشو
رو توکل کن تو در کسب اے عمو	جہد میکن کسب میکن مو بمو
جہد کن جدے نما تا وارہی	ور تو از جہد کشش بانی داری

(۶) ترجمہ۔ کل وہ کہتا تھا کہ میں مژگان دراز سے تجھے قتل کرونگا۔ اے خدا اُسکے دل سے اس ظلم کا خیال دور کر۔

(۷) ترجمہ۔ میری موت کے دن تھوڑی دیر کے لئے دیدار کا وعدہ دے۔ پھر تو قبر تک مجھے فارغ اور آزاد لے جا۔

یعنے اگر مرتے وقت بھی تو مجھے دیدار کا وعدہ دیگا تو میری موت آسان ہوجائیگی اور میں قبر میں بھی خوش ہونگا۔

(۸) ترجمہ۔ پیر مغاں کی دولت ہمیشہ رہے کیونکہ باقی آسان ہے۔ دوسرا کوئی جاتا ہے تو جائے اور میرا نام ہی یاد سے بھلا دے۔

یعنے ہم پیر مغان کی دولت کی بقا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور کسی کی ضرورت نہیں۔ باقی سب معمولی باتیں ہیں کوئی جائے نہ جائے ہمیں بھول جائے یا یاد رکھے ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اسکے بعد میرا زرد چہرہ ہوگا اور در معشوق کی خاک۔ شراب لا اور میرا غم ایکدم ہی دفعہ بھلا دے۔

(۱۰) ترجمہ :- اے حافظ معشوق کی نازک مزاجی کا خیال کر۔ چلا جا اور اسکی درگاہ پر یہ نالہ و فریاد نہ کر یعنے اپنے نالہ و فریاد سے اسکی نازک طبیعت کو پریشان نہ کر۔

غزل (۱۱)

ساقیا مایۂ شباب بیار	۱	یک دو ساغر شراب ناب بیار
دارو درد عشق یعنی مے	۲	کوست درماں شیخ و شاب بیار
آفتاب ست و ماہ بادہ و جام	۳	درمیاں مہ آفتاب بیار
غم دوراں مخور کہ رفت و نرفت	۴	نغمۂ بربط و رباب بیار
می کند عقل سرکشی تمام	۵	گردنش راز می طناب بیار
بزن ایں آتش مرا آبی	۶	یعنی آں آتش چو آب بیار
گل اگر رفت گو بشادی رو	۷	بادۂ ناب چوں گلاب بیار
غلغل قمری ار نماند رواست	۸	قلقل شیشہ شراب بیار
یا صواب ست یا خطا خوردن	۹	گر خطا ہست و گر صواب بیار
وصل او جز بخواب نتواں دید	۱۰	داروی کوست اصل خواب بیار
گرچہ مستم سہ چار جام دگر	۱۱	تا بکلی شوم خراب بیار

(۱۲)

یک دو رطل گراں بحافظ دہ

گر گناہ است و گر ثواب بیار

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ تمام اشعار میں طلب شراب ہے

(۱) ترجمہ :- اے ساقی جوانی کا سرمایہ لا۔ شراب خالص کے ایک دو پیالے لا۔

مایہ شباب سے مراد شراب

(۲) ترجمہ :- دردِ عشق کی دوا یعنے شراب جو بوڑھے اور جوان کا علاج ہے لا۔

(۳) ترجمہ ۔ شراب اور پیالہ چاند اور سورج ہیں۔ مہتاب میں آفتاب لا۔

آفتاب، ماہ اور بادہ وجام میں لف ونشر مرتب ہے۔ شراب کو آفتاب اور بادہ کو مہتاب کہا مطلب یہ ہے کہ پیالہ میں شراب لا۔

	ساقی قدح شراب دیدے		مہتاب میں آفتاب دیدے	

لفظ آفتاب فارسی محاورہ میں بمعنی شراب بھی آتا ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ زمانہ کا غم نہ کہا کہ یہ ہوا وہ نہ ہوا ۔ بربط ورباب کا نغمہ لا۔

یعنے زمانہ کے واقعات کے ہونے نہ ہونے کا غم نہ کہا نغمہ بربط ورباب سے دل خوش کر۔

(۵) ترجمہ ۔ عقل سرکشی کرتی ہے اسکی گردن میں شراب سے رسی ڈال

عقل اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف ۱ وغیرہ ۔

(۶) ترجمہ ۔ میری اس آگ پر پانی ڈال ۔ یعنے وہ پانی جیسی آگ لا۔

آتش چو آب سے مراد شراب سرخ ۔ مطلب یہ ہے کہ میری آتش شوق کو شراب سے فرو کر۔

(۷) ترجمہ ۔ پھول اگر گیا ہے تو کہو کہ خوشی سے جائے۔ گلاب کی طرح خالص شراب لا۔

مطلب یہ ہے کہ موسم گل اگر گزر چکا ہے تو کچھ پرواہ نہیں ۔ گلاب کی طرح خوشبودار شراب پھول کا نعم البدل ہے۔

(۸) ترجمہ ۔ قمری کا غلغلہ اگر نہیں رہا تو نہ سہی ۔ صراحی شراب کی قلقل لا۔

یعنے قلقل صراحی غلغل قمری سے زیادہ خوش آیند آواز ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ شراب پینا یا صواب ہے یا گناہ ۔ خواہ گناہ ہے خواہ صواب شراب لا۔

یعنے شراب پینا یا صواب ہوگا یا گناہ تیسری صورت تو کوئی ہو نہیں سکتی ۔ پس ان دونو صورتوں میں کوئی صورت ہو میں شراب پینے پر تیار ہوں شراب لا ۔ صواب وگناہ کا مجھ کو کوئی خیال نہیں ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ اسکا اصل خواب کے بغیر نہیں دیکھ سکتے ۔ وہ دوا جو نیند کی اصل ہے لا۔

یعنے شراب چونکہ نیند لاتی ہے اس لئے میں اسے پیتا ہوں ۔ تاکہ خواب میں معشوق کا دیدار کرسکوں ۔ خواب کے بغیر اسے دیکھنا تو محال ہے ۔

محبوب حقیقی کا مشاہدہ بھی بغیر شراب عشق پی کر بے خود ہونے کے حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اگرچہ میں مست ہوں تاہم تین چار پیالے اور لا تاکہ میں بالکل مست ہوجاؤں۔

(۱۲) ترجمہ۔ ایک دو بڑے پیالے حافظ کو دے۔ خواہ عذاب ہو یا ثواب شراب لا۔

غزل (۱۲)

شب وصل است و طے شد نامۂ ہجر	۱	سلام ہی حتیٰ مطلع الفجر
دلا در عاشقی ثابت قدم باش	۲	کہ در این رہ نباشد کار بی اجر
من از رندی نخواہم کرد توبہ	۳	ولو آذیتنی بالہجر والحجر
دلم رفت و ندیدم روی دلدار	۴	فغان از این تطاول آہ ازین زجر
برآی ای صبح روشن دل خدا را	۵	کہ بس تاریک می بینم شب ہجر

(۶) وفا خواہی جفاکش باش حافظ (۶)
فان الربح والخسران فی التجر

(۱) ترجمہ۔ وصل کی رات ہے اور ہجر کا نامہ طے ہو گیا۔ طلوع فجر تک اس میں سلامتی ہے۔

ہَجر۔ بالفتح مصدر ہے بمعنے جدائی کردن مثلاً۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (مزمل)

(۲) ہِجر۔ بالکسر اسم مصدر ہے بمعنے جدائی۔ اس شعر میں ہجر بالفتح آیا ہے۔

ہجر اور ہجر کا لطیفہ ایک دن نواب سعادت علی خان اور جان بیلی صاحب ریزیڈنٹ اودھ کے درمیان علمی مضامین پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی دوران میں نواب نے کہا کہ ہجر بالفتح ہی درست ہے جان بیلی صاحب نے کہا کہ خلاف محاورہ ہے۔ سعادت علی خان بولے کہ خیر لغت کے اعتبار سے جب درست ہے، تو استعمال میں کیا مضائقہ۔ اتنے میں سید انشا آ گئے۔ ریزیڈنٹ صاحب نے پوچھا کہ کیوں سید صاحب لفظ ہجر ہے یا ہِجر۔ سید صاحب کو یہاں کی خبر نہ تھی کہہ دیا کہ ہجر بالکسر۔ مگر ساتھ ہی سعادت علیخاں کی تیوری تاڑ گئے۔ اور فوراً بولے۔ حضور! جب ہی تو خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

شب وصل است طے شد نامۂ ہجر	سلام ہی حتیٰ مطلع الفجر

یہ سنتے ہی سعادت علیخاں شگفتہ ہو گئے اور اہل دربار ہنس پڑے۔ (آب حیات)

سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥ یہ آیت سورہ القدر میں ہے اور لیلۃ القدر کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ رات طلوع فجر کے وقت تک محض سلامتی ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ شب وصل ہے اور ہجر کا زمانہ گزر چکا ہے۔ یہ رات صبح تک عین سلامتی ہے۔

(۲) ترجمہ :- اے دل عاشقی میں ثابت قدم رہو۔ کیونکہ اس راستہ میں کوئی کام بغیر اجر کے نہیں۔ یعنی راہ عشق کی تمام تکلیفوں کا اجر عاشق کو مل جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ :- میں رندی سے توبہ نہیں کرونگا۔ خواہ تو مجھے باز داشت سے (یا پتھر سے) اور ہجر سے تکلیف دے۔ حَجْر۔ حِجْر۔ حُجْر۔ یعنے حرام۔ کسی کو تصرف سے روکنا۔ باز داشت۔ حَجَر یعنے پتھر۔ ہجر۔ یعنے جدائی کرنا (۲) ہذیان۔ ناسزا کہنا۔ گالی دینا۔

بعض دیوانوں میں بالہجر والہجر ہے۔ بعض میں بالحجر والہجر ہے اور بعض میں بالہجر والحجر ہے ناظرین ان الفاظ کے مختلف تلفظ و معانی کا خیال کرکے حسب منشا تقدیم و تاخیر کر سکتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ کسی تکلیف اور اذیت سے ڈر کر میں عاشقی نہیں چھوڑونگا۔

(۴) ترجمہ :- میرا دل چلا گیا اور میں نے معشوق کا چہرہ بھی نہ دیکھا۔ اس ظلم اور اس تعدی سے فریاد ہے

(۵) ترجمہ :- اے روشن دل صبح خدا کیلئے نکل۔ کیونکہ میں فراق کی رات کو بہت تاریک پاتا ہوں یعنے ہجر کی رات بہت تار و تاریک ہے خدا کرے کہ صبح صادق کا طلوع ہو۔

(۶) ترجمہ :- اے حافظ اگر تو وفا چاہتا ہے تو جفا کش بن۔ کیونکہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی۔ رِبح بالکسر۔ نفع جو تجارت سے حاصل ہو۔ خُسران بضم۔ زیان۔ نقصان۔ تَجَر تجارت۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تجارت میں بغیر نقصان کے نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عشق میں بھی جفا برداشت کرنے کے بغیر وفا کی امید فضول ہے۔

اے متاع درد در بازار جان انداختہ	گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ	(عرفی)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

شرط ست جفا کشیدن از یار
خرمست و خمار و گلبن و خار

غزل (۱۳)

صبا بمنزل جاناں گذر دریغ مدار	۱	وزو بعاشق مسکیں خبر دریغ مدار
بشکر آنکہ شگفتی بکام دل ای گل	۲	نسیم وصل ز مرغ سحر دریغ مدار
مراد ما ہمہ موقوف یک کرشمہ تست	۳	ز دوستان قدیم ایں قدر دریغ مدار
حریف بزم تو بودم چو ماہ نو بودی	۴	کنوں کہ ماہ تمامی نظر دریغ مدار
جہان و ہرچہ درو ہست سہل و مختصرست	۵	ز اہل معرفت ایں مختصر دریغ مدار
مکارم تو بآفاق مے برد شاعر	۶	ازو وظیفہ و زادِ سفر دریغ مدار
چو ذکر خیر طلب میکنی سخن اینست	۷	کہ در بہای سخن سیم و زر دریغ مدار
کنوں کہ چشمۂ نوش است لعل شیرینت	۸	سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار

(۹) غبار غم برود حال بہ شود حافظ
تو آب دیدہ ازیں رہگذر دریغ مدار (۹)

(۱) ترجمہ :- اے صبا منزلِ جاناں کی طرف جانے سے دریغ نہ کر اور معشوق کیطرف سے مسکین عاشق کے پاس خبر لانے سے دریغ نہ کر یعنے منزلِ جاناں کیطرف جا اور وہاں سے کوئی پیغام عاشق کو لاکر سنا۔

(۲) ترجمہ :- اے پھول اس بات کے شکریہ میں کہ تو اپنے دل کی مراد کے مطابق شگفتہ ہوا۔ وصل کی خوشبو بلبل کو پہنچانے سے دریغ نہ کر اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۵ ص ۲

(۳) ترجمہ۔ ہماری تمام مراد تیری ایک کرشمہ پر موقوف ہے۔ پرانے دوستوں کے ساتھ اس ذراسی بات سے تو دریغ نہ کر مطلب یہ ہے کہ جب ایک اشارہ سے تو ہماری تمام آرزوئیں پوری کر سکتا ہے۔ تو ہم نیازمندانِ قدیم کی مقصد براری سے کیوں دریغ کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب تو ماہِ نو (ہلال) کیطرح تھا تو میں تیری مجلس کا ہمنشیں تھا۔ اب جبکہ تو ماہِ کامل (بدر) ہوگیا ہے ہماری طرف ایک نظر دیکھنے سے دریغ نہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ جہاں اور کچھ اسمیں ہے معمولی اور مختصر چیز ہے۔ اہل معرفت کو یہ مختصر سی چیز دینے سے دریغ نہ کر۔
یعنے دنیا اور ما فیہا ایک تہوڑی سی حقیر چیز ہے۔ اگر اہل معرفت کو یہ مل جائے تو کیا ہرج ہے۔

(۶) ترجمہ۔ شاعر تیری مہربانیوں کو تمام جہان مین مشہور کریگا۔ اس کو وظیفہ اور زادِ سفر دینے سے دریغ نہ کر
اس شعر میں مخاطب ممدوح ہے اور صلہ کی درخواست ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تو نیکنامی چاہتا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ شعر کی قیمت میں سونے چاندی سے دریغ نہ کر۔
مطلب یہ ہے کہ اگر تو نیکنامی چاہتا ہے۔ تو شعر کے صلہ میں فیاضی سے کام لے۔

(۸) ترجمہ۔ اب کہ تیرے لب شیریں شہد کا چشمہ ہیں۔ بات کر اور طوطی سے شکر دریغ نہ رکھہ
معشوق کے لب شیریں کو شکرستان کہکر باتوں کو شکر اور عاشق کو طوطی کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ
کہ اپنی شیریں کلامی سے عاشق کو محظوظ کر۔

(۹) ترجمہ۔ غم کا غبار دور ہوجائیگا اور حالت اچھی ہوجائیگی۔ اے حافظ تو اس رستہ میں آنسو بہانے
سے دریغ نہ کر۔
جسطرح چہڑکاؤ سے رستہ کی گرد بیٹھ جاتی ہے۔ اسی طرح راہ عشق میں غبارِ غم کو بٹھانے کے لئے
ضروری ہے۔ کہ اشکباری کی جائے۔

غزل ۱۴

مصرع اول		مصرع دوم
عیدست و موسم گل و یاران در انتظار	۱	ساقی بروی شاه ببین ماه و می بیار
دل برگرفته بودم از ایام گل ولے	۲	کاری بکرد همت پاکان روزگار
گر فوت شد سحور چه نقصان صبوح هست	۳	از می کنند روزه کشا طالبان یار
جز نقد جان بدست ندارم شراب کو	۴	کان نیز بر کرشمهٔ ساقی کنم نثار
خوش دولتیست خرم و خوش خسروی کریم	۵	یارب ز چشم زخم زمانش نگاه دار
می خور بشعر بنده که زیبی دگر دهد	۶	جام مرصع تو بدین درِ شاهوار
دل در جهان مبند و زمستی سوال کن	۷	از فیض جام و قصهٔ جمشید کامگار

ای دل جناب عشق بلند ست ہمتی	۸	نیکو شنو حدیث و تو این قصہ کوشدار
زانجا کہ پردہ پوشی لطف عمیم تست	۹	بر نقد ما بپوش کہ قلبی ست کم عیار
ترسم کہ روز حشر عناں بر عناں رود	۱۰	تسبیح شیخ و خرقۂ رند شراب خوار

(۱۱)	حافظ چو رفت روزہ و گل نیز میرود ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ عید ہی موسم بہار ہی اور یار لوگ انتظار میں ہیں۔ اے ساقی بادشاہ کے چہرہ پر چاند دیکھ اور شراب لا۔ قاعدہ ہی کہ جب لوگ نیا چاند دیکھتے ہیں تو کسی نہایت ہی عزیز چیز یا عزیز آدمی کو دیکھتے ہیں۔ یہاں ماہ سے مراد ہلال عید ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں موسم بہار سے دل برداشتہ تہا۔ لیکن زمانہ کے پاک لوگوں کی ہمت نے کچھ کام نہ کیا۔

مطلب یہ ہی کہ میں نے ارادہ کرلیا تہا کہ موسم بہار میں شراب نہیں پیونگا یعنی میں نے توبہ کرلی تہی لیکن میں اس ارادہ پر قائم نہ رہ سکا اور زمانہ کے پاک لوگوں کی دعا اور ہمت بہی میری توبہ کو مضبوط نہ رکھہ سکی۔ چنانچہ میں نے بہار آتے ہی شراب نوشی شروع کردی۔

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر اس طرح ہے۔

دل برگرفتم از مے و از فصل گل و لے	کارے بکرد ہمت پاکان روزہ دار

یعنے میں بوجہ رمضان کے شراب اور بہار سے دل برداشتہ تہا لیکن روزہ داروں کی یمن و برکت سے آخر رمضان ما ہی گذر گیا۔

(۳) ترجمہ۔ اگر سحری نہیں ملی تو کیا نقصان ہی شراب صبح تو باقی ہی معشوق کے طالب شراب سے روزہ کہولتے ہیں سحور۔ رمضان میں سحر گہی کا کہانا۔

مطلب یہ ہی کہ رمضان میں سحری اور افطاری دونو شراب سے کرنی چاہئیں۔

(۴) ترجمہ۔ شراب کس طرح ملے کہ نقد جان کے علاوہ میرے ہاتہ میں کچھ بہی نہیں اور اسکو بہی ساقی کے کرشمہ پر نثار کرتا ہوں۔

مطلب یہ ہی کہ ایک جان ہی جسے ساقی کے کرشمہ پر قربان کرتا ہوں اسکے علاوہ میرے پاس کیا ہی جسکے عوض شراب لوں

(۵) ترجمہ۔ فیاض مہربان بادشاہ خوش نصیب ہے اور خوش و خرم ہے۔ اے خدا اسکو زمانہ کی نظر بد سے محفوظ رکھہ ممدوح کی طرف اشارہ ہے معشوق کی طرف بہی ہو سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے شعر کے ساتھ شراب پی کیونکہ تیرا جڑاؤ پیالہ اس شاہوار موتی کے ساتھ عجیب لطف دیگا۔

در شاہوار۔ وہ موتی جو بادشاہوں کے لایق ہو۔

خواجہ صاحب نے اپنے شعر کو در شاہوار کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو شراب پیتے وقت میری شعر پڑھیگا۔ تو شراب پینے کا لطف دوبالا ہو جائیگا۔

(۷) ترجمہ۔ دنیا سے دل نہ لگا اور پیالے کے فیض اور جمشید کامگار کے قصہ کے متعلق کسی مست سے پوچھ

مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائدار ہے دل لگانے کے لائق نہیں جمشید جیسے کامگار بادشاہ اور اس کے مشہور جام کی اب حکائتیں باقی ہیں۔ وہ نہیں رہا۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل عشق کی درگاہ بہت بلند ہے۔ ہمت کر۔ اس بات کو اچھی طرح سن اور اس قصہ کو کان دہر کر سن

مطلب یہ ہے کہ عشق کی درگاہ بہت بلند ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے بڑی ہمت درکار ہے۔ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے بغیر یہاں کچھہ نہیں بن سکتا۔

(۹) ترجمہ۔ چونکہ تیرا لطف عام پردہ پوشی کرتا ہے۔ ہمارے نقد کی بھی پردہ پوشی کر کیونکہ یہ نہایت ہی ناخالص اور کہوٹا سکہ ہے۔

یعنے ہمارے نقد اعمال کی پردہ پوشی کر۔ کیونکہ ہمارے اعمال محک امتحان کے لائق نہیں۔

(سعدی)	روزی کہ رازہا نشد از پردہ برملا		یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش

(۱۰) ترجمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے روز برابر برابر ہونگے۔ شیخ کی تسبیح اور شراب خوار رند کا خرقہ۔

مطلب یہ ہے کہ شیخ کی ریا آمیز پرہیزگاری اور رندوں کی علانیہ میخواری قیامت کے دن برابر سمجھی جائینگی۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعرالف ۴۲

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ جب رمضان گذر گیا ہے اور موسم بہار بھی گذر رہا ہے۔ تو ناچار شراب پی کہ موقع ہاتھہ سے نکل رہا ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ موسم بہار جا رہا ہے۔ پہر یہ موقع ہاتھہ نہیں آئیگا۔ رمضان بہی گذر چکا ہے۔ اب ضرور شراب پینی چاہیئے۔

غزل ۱۵

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار	۱	تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار
از لب جاناں نمی یابم نشان زندگی	۲	پس مرا ای جان من با جان و با جاناں چہ کار
کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوراں چہ غم	۳	مفلس و عورم مرا با زمرۂ دیواں چہ کار
قبلہ و محراب من ابروی دلدار است بس	۴	این دل شوریدہ را با این چہ و با آں چہ کار
چونکہ اندر ہر دو عالم یار مے باید مرا	۵	با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار
ہر کہ از خود شد مجرد در طریق عاشقی	۶	از غم و درد کش چہ آگاہی و با درماں چہ کار
صورت مرداں چہ خواہی سیرت مرداں گزیں	۷	مرد عاشق پیشہ را با صورت ایواں چہ کار

(۸)	**حافظا** گر عاشق و مستی دگر رہ باز گوی عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار	(۸)

(۱) ترجمہ۔ میں یار کا عاشق ہوں مجھے کفر اور ایماں سے کیا کام۔ میں درد (یاد درد) کا پیاسہ ہوں مجھے وصل اور ہجر سے کیا کام۔

مطلب یہ ہے کہ میں عاشق ہوں اور میرا مذہب عشق ہے کفر و ایمان سے میرا کچھ واسطہ نہیں۔

ملتِ عشق از ہمہ دینہا جدا ست	عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست

دوسرے مصرعہ کا مطلب ہے کہ میں درد عشق کا طالب ہوں۔ میں وصل و ہجر کو نہیں سمجھتا۔ اسی خواہش میں مستغرق ہوں کہ درد عشق بڑھتا جائے

(۲) ترجمہ۔ معشوق کے لب سے میں زندگی کا نشاں نہیں پاتا۔ پس اے میری جان مجھے جان و جاناں سے کیا غرض یعنے معشوق جب مجھے اپنے لب کے بوسہ سے زندگی نہیں بخشتا۔ تو مجھے جان و جاناں سے کیا کام ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں عشق کا کشتہ ہوں مجھے زمانہ کی کوتوال سے کیا غم میں مفلس اور برہنہ ہوں میرا اہل دفتر سے کیا کام

عور۔ برہنہ۔ ننگا۔

(۴) ترجمہ۔ میرا قبلہ اور محراب معشوق کا ابرو ہی ہے اور بس۔ اِس شوریدہ دل کو اِس سے اور اُس سے کیا کام۔

یعنے میرے شوریدہ دل کو قبلہ و محراب سے کیا کام ہے میرا قبلہ اور محراب معشوق کا طاقِ ابرو ہے

قبلۂ اہلِ نظر جز رخ جاناں نبود	ہر کہ رو تا ابد از یں قبلہ مسلماں نبود

(۵) ترجمہ۔ چونکہ دونو جہانوں میں مجھے معشوق چاہئے اس لئے بہشت اور دوزخ۔ حور و غلمان سے میرا کچھ واسطہ نہیں۔

یعنے دین و دنیا میں میرا مطلوب صرف معشوق ہی ہے نہ بہشت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا ڈر۔

اگر تو طالب یاری وصال دوست طلب	بہشت و حور مجو کاں قصور خواہد کرد (امین الدین)

اسی مضمون پر ہے۔

نہ جنت خواہم و نے حور و نے انہار میخواہم	ز تو ارزانی اے زاہد ہمہ من یار میخواہم

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ (کوائف بہشت)

(۶) ترجمہ۔ جو شخص طریقِ عاشقی میں اپنے آپ سے علیحدہ ہو گیا درد کے غم کو نہیں جانتا اور نہ اسی درماں سے کچھ سروکار ہوتا ہے۔

یعنے جس عاشق نے خودی چھوڑ دی۔ اسکو درد و درماں کی کچھ پرواہ نہیں رہتی۔

(۷) ترجمہ۔ مردوں کی صورت کیا مانگتا ہے۔ ان کی سیرت اختیار کر۔ عاشق ہیشہ مرد کو محل کی تصویر سے کیا کام۔

مطلب یہ ہے کہ سیرت کے بغیر صورت ایسی ہی ہے۔ جیسی دیوار پر کی تصویر۔

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا	سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو عاشق اور مست ہے تو دوبارہ کہو کہ "میں یار کا عاشق ہوں مجھے کفر و ایمان سے کیا سروکار۔

مقطع کا مصرعہ ثانی وہی ہے جو مطلع کا مصرعہ اول ہے۔

چونکہ مصرعہ ذرا تیز ہے اس لئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو عاشق و مست ہے تو اس مصرعہ کو دوبارہ کہہ۔ مطلب یہ ہے کہ خواہ لوگ کچھ کہیں۔ میں اِس خیال کو ظاہر کرنے سے نہیں ڈرتا۔

غزل ۱۶

گر بود عمر بمیخانہ روم بار دگر	۱	بجز از خدمت رندان نکنم کار دگر
خرم آں روز کہ با دیدۂ گریاں بروم	۲	تا زنم آب در میکدہ یکبار دگر
معرفت نیست دریں قوم خدایا مددی	۳	تا برم گوہر خود را بخریدار دگر
عافیت مے طلبد خاطرم ار بگذارند	۴	غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرار دگر
گر مساعد شودم دائرۂ چرخ کبود	۵	ہم بچرخ آورمش باز بپرگار دگر
راز سربستہ ما بیں کہ بدستاں گفتند	۶	ہر زماں با دف و نی بر سر بازار دگر
یار اگر رفت و حق صحبت دیرین نشناخت	۷	حاش للّٰہ کہ روم من ز پی یار دگر
ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت	۸	کندم قصد دل زار بآزار دگر

(۹) باز گویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست (۹)
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیار دگر

(۱) ترجمہ۔ اگر زندگی ہوئی تو میخانہ میں پہر جاؤنگا۔ رندوں کی خدمت کے بغیر اور کوئی کام نہیں کرونگا۔

(۲) ترجمہ۔ وہ دن مبارک ہوگا۔ جب میں دیدہ گریاں کے ساتہہ جاؤنگا اور میخانہ کے دروازہ پر ایکدفعہ پہر آبپاشی کرونگا۔

یعنے آنسوؤں سے درِ میخانہ پر چہڑکاؤ کرونگا۔

(۳) ترجمہ۔ اس قوم میں معرفت نہیں اے خدا مدد کر تاکہ میں اپنا جوہر کسی اور خریدار کے پاس جاؤں

یعنے اس قوم میں قدر شناسی نہیں خدا کرے کہ کسی اور جگہ جاکر اپنے کمال کی داد لوں

(۴) ترجمہ۔ میری طبیعت آرام ڈھونڈہتی ہے۔ بشرطیکہ اسکا شوخ غمزہ اور طرار زلف اسے آرام کرنے دیں

(۵) ترجمہ۔ اگر چرخ کبود کا دائرہ میرا مددگار ہوا۔ تو کسی اور پرکار سے میں اسے دائرہ میں لاؤں گا۔

دائرہ چرخ کبود سے مراد چرخ نیلی یعنے آسمان۔ مطلب یہ ہو کہ اگر آسمان ذ میری مدد کی یعنے اگر نصیب یاور ہوئے تو میں کسی نہ کسی تجویز سے معشوق کو اپنے قابو میں لاؤنگا۔ چرخ اور چرخ میں صنعت تجنیس۔ دائرہ و پرکار کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ دیکھو کہ ہمارے مخفی بھید کو داستان کیطرح۔ دف و نے کیساتھ ہر وقت سر بازار بیان کرتے ہیں مطلب یہ ہو کہ ہمارے عشق کے سربستہ اسرار ہر وقت سر بازار بیان کئے جاتے ہیں حقیقت یہی یہی ہو کہ جو معمولی باتیں لوگ افسانہ کے طور پر سر بازار بیان کرتے ہیں۔ یا جو کچھ دف و نے سے گاتے ہیں وہ عشق کی مخفی بھید ہوتے ہیں ہر ایک عاشق کے دل میں وہ کیفیت موجود ہوتی ہے۔ سنتا ہے اور حیران ہوتا ہے کہ یہ راز جو میرے سینہ میں تہا ظاہر کسطرح ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق اگرچہ چلا گیا ہو اور دیرینہ صحبت کا حق نہیں پہچانا۔ تاہم میں ہرگز ہرگز دوسرے معشوق کے پیچھے نہیں جاؤنگا۔

حاش للہ یا حاشا اللہ۔ خدا کو اس کام سے پاکی اور دوری ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا ہرگز نہیں

(۸) ترجمہ۔ میں ہر وقت درد سے روتا ہوں کہ آسمان ہر گھڑی میرے دل زار کو نئے نئے آزار دینے کا قصد کرتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس واقعہ میں صرف حافظ ہی مبتلا نہیں۔ اس صحرا میں درکئی لوگ بھی تباہ ہوگئے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۰۷

(سعدی)	کہ چو من سوختہ در خیل تو بسیار ہست		نہ من خام طمع عشق تو میورزم و بس

غزل ۱۷۰

ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر	۱		نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
کہ در کمین گہ عمر ست مکر عالم پیر	۲		ز وصل روے جوانان تمتعے بردار

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بدو جو	۳	که این متاع قلیل ست و آن بهای حقیر
معاشری خوش و رودی بساز میخواهم	۴	که درد خویش بگویم بناله بم و زیر
بران سرم که ننوشم می و گنه نکنم	۵	اگر موافق تدبیر من شود تقدیر
دل رمیده ما را که پیش میگیرد	۶	خبر دهید بمجنون خسته از زنجیر
چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند	۷	گر اندکی نه بوفق رضاست خورده مگیر
بعزم توبه نهادم قدح ز کف صد بار	۸	ولی کرشمه ساقی نمیکند تقصیر
چو لاله در قدحم ریز ساقیا می ناب	۹	که نقش خال نگارم نمی رود ز ضمیر
می دو ساله و محبوب چارده ساله	۱۰	همین بس ست مرا صحبت صغیر و کبیر
نگفتمت که حذر کن ز زلف او ای دل	۱۱	که میکشند دراں حلقه باد در زنجیر
بیار ساغر یاقوت و فیض در خوشاب	۱۲	حسود گو کرم آصفی ببین و بمیر
بنوش باده و عزم وصال جانان کن	۱۳	سخن بشنو که زنندت زبام عرش صفیر
حدیث توبه دریں بزمگه مگو واعظ	۱۴	که ساقیان کمان ابروت زنند به تیر

(۱۵) چه جای گفته خواجو و شعر سلمان ست
که شعر حافظ شیراز به ز شعر ظهیر (۱۵)

(۱) ترجمہ۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں سن اور بہانہ نہ کر۔ جو کچھ تجھے مہربان ناصح کہے اسے مان لے

(۲) ترجمہ۔ جوانوں کے چہرہ کے دیدار سے بہرہ اندوز ہو۔ کیونکہ بوڑھے زمانہ کا مکر عمر کی گھات میں ہے۔
مطلب یہ ہے کہ کہن سال آسمان ہر وقت تیری عمر کی گھات میں ہے اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں
اس لئے تجھے چاہیے کہ حسینوں کے دیدار سے مستفیض ہونے اب وقت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دونو جہانوں کی نعمتیں عاشقوں کے نزدیک دو جو کی قیمت کے ہیں۔ کیونکہ یہ تھوڑی
متاع ہے اور وہ حقیر چیز ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے نزدیک دنیا و عاقبت کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔

اہل عقبی سود برد و طالب دنیا زیاں	معین الدین	گرمی بازار او سود و زیاں من بسوخت

(۴) **ترجمہ** - میں چاہتا ہوں کہ ہم نشیں خوش و خرم ہو اور رود ساز میں ہو۔ تاکہ میں اپنے درد کو زیر و بم کے نالہ کے ساتھ بیاں کروں۔

رود - ایک ساز کا نام ہے۔ **زیر** - گانے میں دھیمی اور باریک آواز کا نام - **بم** بلند اور بُرآواز جو نقارہ وغیرہ سے نکلتی ہے - مقابل زیر۔

مطلب یہ ہے کہ مجلس میں یار بھی ہو اور رود چنگ بھی تاکہ اپنے دردِ دل کا قصہ زیر و بم میں بیان کروں۔

(۵) **ترجمہ** - میرا ارادہ ہے کہ شراب نہ پیوں اور گناہ نہ کروں بشرطیکہ تقدیر میری تدبیر کے موافق ہو۔

یہاں خواجہ صاحب نے پھر مسئلہ جبر و قدر پر اپنی رائے بیان کی ہے - مطلب یہ ہے کہ بغیر تائید ایزدی کے آدمی خود بخود گناہوں سے توبہ نہیں کر سکتا۔ دیکھو شعر الف ۲۳ ت ۱۸

(۶) **ترجمہ** - ہمارے بھاگے ہوئے دل کو کون سامنے سے آکر روکتا ہے۔ زنجیر سے نکلے ہوئے مجنوں کی خبر دو۔

پیش گرفتن - کسی شخص کو سامنے سے آکر روک لینا - بھاگتے ہوئے آدمی کو مقابل سے آکر پکڑ لینا - حائل ہونا - حاجب ہونا - (بہار عجم)

خواجہ صاحب نے اپنے دلِ رمیدہ کو مجنونِ جستہ از زنجیر کہا ہے - یعنے وہ ایک دیوانہ ہے جو زنجیر سے نکل کر بھاگ گیا ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے - کہ ہمارا دیوانہ دل اختیار سے باہر ہو کر بھاگ گیا ہے - اب ہمیں اس کا کچھ پتا نہیں - کوئی ایسا شخص ہے ؟ جو اس دیوانہ کو سامنے سے آکر روک لے اور ہمیں اسکی کچھ خبر آکر دے - یا یہ کہ اس مجنون کے بھاگ جانے کی لوگوں کو خبر کر دو تاکہ کوئی شخص اسکو پکڑ لے۔

(۷) **ترجمہ** - جب قسمتِ ازلی ہماری غیر حاضری میں ہوئی ہے تو اگر تھوڑے بہت کام رضا کے موافق نہیں تو عیب جوئی نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ جب خدا نے ازل کے دن ہماری قسمت ہماری غیر حاضری میں مقرر کی ہے اور اس تقسیم میں ہماری رائے اور خواہش کو کچھ دخل نہیں دیا گیا - تو ظاہر ہے - کہ ہم اس نوشتہ قسمت

کے ذمہ وار نہیں ہم وہی کام کرتے ہیں جو ہماری قسمت میں روز ازل سے لکھا ہے۔ اس لئے اگر ہمارا کوئی کام تجھے نامناسب نظر آئے تو ہم پر عیب نہ لگا۔

مرزا غالب اپنی سبکدوشی کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق	آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

(۸) ترجمہ۔ توبہ کے ارادہ پر میں سو دفعہ پیالہ ہاتھ سے رکھا لیکن ساقی کا کرشمہ (توبہ شکنی میں) کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔

یعنے میں تو توبہ کا ارادہ کرتا ہوں اور جام سے ہاتھ میں لیکر چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن ساقی کا کرشمہ توبہ نہیں کرنے دیتا۔

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی لالہ کیطرح میرے پیالہ میں خالص شراب ڈال۔ کیونکہ معشوق کے خال کی تصویر میرے دل سے دور نہیں ہوتی گل لالہ پیالہ کا ہمشکل ہوتا ہے اور اسکے اندر ایک داغ بھی ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُسے داغدار دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لہذا لالہ۔ قدح اور خال کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ دو سالہ شراب اور چودہ سالہ معشوق۔ میرے لئے صغیر و کبیر کی یہی صحبت کافی ہے۔

ظاہری مطلب ظاہر ہے۔ بڑوں میں سے دو سال کی پرانی شراب اور چھوٹوں میں سے چودہ سال کا کم سن معشوق میرے لئے کافی ہیں۔ اور کسی چھوٹے بڑے کی مجھے ضرورت نہیں۔ حقیقی معانی کے شایق سے دو سالہ سے مراد قرآن مجید لیں۔ باعتبار نزولہ مرتین و شمولہ مرتین۔ قرآن مجید دو دفعہ نازل ہوا۔ ایکدفعہ تو تمام قرآن شریف یکبار ماہ رمضان میں شبقدر کو بارگاہ احدیت و لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر نازل ہوا۔ اور دوسری دفعہ وہاں سے ۲۳ سال کے عرصہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نجماً نجماً نازل ہوا۔ تیرہ سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں علاوہ ازیں ایکدفعہ تمام قرآن شریف کا علم یکبار خدائے تعالے نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دل عرش منزل کو عطا فرمایا۔ چنانچہ ابتدائے بعثت میں جب جبرئیل ع وحی لاتے تھے جناب رسالتمآب پوری وحی ادا ہونے سے پہلے تلاوت شروع کر دیتے تھے۔ اس پر ارشاد ربانی ہوا کہ لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ۔ یعنے قرآن شریف کے پڑھنے میں جلدی کر پیشتر اسکے کہ اسکی وحی پوری نازل ہو۔ دوسری دفعہ قرآن شریف بذریعہ وحی نجماً نجماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

معشوق چاردہ سالہ کا اس صورت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوگا۔ چاردہ سالہ یعنے ۱۴×۰۰= ۴۰ سالہ ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی تھی ۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اے دل کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اسکی زلف سے ڈرتا رہ ۔ کیونکہ اس حلقہ میں ہوا کو بھی (پابزنجیر) قید کر لیتے ہیں ۔

یعنی اسکی زلف کے حلقہ میں ہوا جیسی لطیف چیز بھی اسیر ہوسکتی ہے۔ تو دل کا اسیر ہونا تو معمولی بات ہے ۔ اے دل تو نے میرا کہا نہ مانا اسکی زلف کی طرف گیا اور وہاں قید ہوا ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ یاقوتی پیالہ لا اور خوش آب موتی کا فیض ۔ حاسد کو کہو کہ آصف کی فیاضی دیکھ اور مر

خوشاب ۔ خوش آب یعنی اچھی آب لا ۔ در ۔ موتی ۔ جواہر ۔ در خوشاب سے مراد شراب خوشرنگ اور بعض نے کہا ہے ۔ کہ اشعار آبدار

آصف ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام ۔ یہاں مراد عماد الدین محمود سے ہے جو سلطان قطب الدین والی اصفہان کا وزیر تہا۔ خواجہ صاحب ہی اکثر آصف اور آصفِ عہد کہہ کر یاد کرتے ہیں ۔ چنانچہ دیکھو شعر د ۱۱/۸ ۹

(۱۳) ترجمہ ۔ شراب پی اور معشوق کی وصال کا ارادہ کر ۔ بات سن کہ بام عرش ہی تجھے آواز دیتے ہیں ۔

ظاہر ہے کہ عرش سے جس شراب اور جس معشوق کے لئے آواز آتی ہو وہ شراب کونسی ہو اور وہ معشوق کون ہے

(۱۴) ترجمہ ۔ اے واعظ اس بزم میں توبہ کی بات نہ کر ۔ ورنہ کمان ابرو ساقی تجھے تیر سے مار یگا ۔

تیر سے مراد تیر غمزہ یا تیر مژگان

(۱۵) ترجمہ ۔ خواجو کا کلام اور سلمان کے شعر تو کس شمار میں ہیں ۔ حافظ شیراز کے شعر ظہیر کے شعروں سے بھی اچھے ہیں ۔

معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے ۔ شاعری میں اسی جائز سمجھا جاتا ہے ۔

خواجو ۔ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۸ سوانحمری سلمان ساوجی خواجہ صاحب کے وقت کا ایک شاعر ۔ ظہیر ۔ فاریابی ۔ ایک مشہور شاعر سن وفات ۵۹۸ھ

بعض پرانے قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے ۔ ان دیوانوں میں غزل کا مقطع شعر (۱۴) ہے جسمیں بجائے واعظ کے لفظ حافظ لکھا ہے ۔

غزل ۱۸

یوسف گم گشته باز آید بکنعاں غم مخور	۱	کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور
ایں دل غمدیده حالش به شود دل بدمکن	۲	وین سر شوریده باز آید بساماں غم مخور
دور گردوں گر دو روزی بر مراد ما نگشت	۳	دائما یکساں نماند کار دوراں غم مخور
گر بهار عمر باشد باز بر تخت چمن	۴	چتر گل بر سر کشی ای مرغ خوشخواں غم مخور
ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سر غیب	۵	باشد اندر پرده بازیهای پنہاں غم مخور
ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخواری نیافت	۶	آخر الامر او بغمخواری رسد ہاں غم مخور
در بیاباں گر بشوق کعبه خواہی زد قدم	۷	سرزنشها گر کند خار مغیلاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب	۸	جمله میداند خدای حال گرداں غم مخور
ای دل ار سیل فنا بنیاد ہستی بر کند	۹	چوں ترا نوح ست کشتیباں ز طوفاں غم مخور
گرچه منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید	۱۰	ہیچ راہی نیست کو را نیست پایاں غم مخور

(۱۱) حافظا در کنج فقر و خلوت شبهای تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور (۱۱)

یہ غزل آیۂ کریمہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۰ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۰ کی بہت اچھی تفسیر ہے اور غمدیدہ دلوں کی تسکین کی نہایت اعلیٰ تدبیر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ گم گشتہ یوسف پھر کنعاں میں واپس آئیگا غم نہ کھا۔ غم کا مقام ایک روز باغ ہو جائیگا۔ غم نہ کھا۔

(۲) ترجمہ۔ اس غم دیدہ دل کی حالت اچھی ہو جائیگی بد دل نہ ہو۔ اور یہ پریشان (دیوانہ) دماغ پھر باسر و سامان ہو جائیگا غم نہ کھا۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کا دور اگر ایک دو روز ہماری مراد کے مطابق نہیں ہوا۔ تو زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا۔ غم نہ کھا۔

ز رنج و راحت گیتی مرنجاں دل مشو خنداں	کہ آئین جہان گاہی چنیں گاہی چناں باشد

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۲۵۹

(۴) ترجمہ۔ اگر عمر کی بہار رہی (یعنے زندگانی ہوئی) تو پھر تختۂ چمن پر پھول کا تاج تو سر پر رکھے گا۔ غم نہ کہا۔

یعنے اے بلبل اگر زندگانی نے وفا کی تو پھر باغ میں بہار آئیگی اور تجھے وصل گل نصیب ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ جب تو غیب کے بھید ونسے واقف نہیں ہی۔ تو ہرگز نومید نہو۔ پردہ کے اندر پوشیدہ بازیاں ہونگی غم نہ کہا۔

مطلب یہ ہی کہ جب تو غیب کے اسرار سے واقف نہیں۔ تو ظاہری چندروزہ تکلیف پر غمگین کیوں ہوتا ہی۔ کیونکہ پردۂ غیب میں تیرے حسب مراد کئی کام ہورہے ہیں جو آخر کار ہونگے۔ اور تیری موجودہ تکلیفیں آنے والی عظیم الشان خوش حالی کا پیش خیمہ ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جو شخص جہاں میں سرگردان پھرتا ہی اور کوئی غمخوار اسے نہیں ملتا۔ اخرالامر اسی بھی ضرور کوئی غمخوار مل جائیگا۔ غم نہ کہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں

اذا اشتملت علے الیاس القلوب	وضاق لما بہ الصدر الرحیب
واوطنت المکارہ والھانت	وارست فی اماکنہا الکروب
ولم یرلانکشاف الضروجہ	ولا اغنی بحیلتہ الاریب
اتاک علے قنوط منک غوث	یمن بہ اللطیف المستجیب
وکل الحادث اذا تناھت	فموصول بہ فرج قریب

یعنے جب دل ناامید ہوجائیں اور سینے تنگ۔ غم ومحنت جاگزیں ہوجائیں۔ اور اس تکلیف سے رہائی کی تجویز کسی عاقل کو نہ سوجھتی ہو۔ تو تیری اس ناامیدی کے بعد ایک فریادرس آئیگا جو لطف اور مہربانی کریگا تمام حوادث کا جب وقت اخیر ہوتا ہے۔ تو اسکے ساتھ ہی خوشی نصیب ہوتی ہی۔

(۷) ترجمہ۔ اگر کعبہ کے شوق میں تو بیابان میں قدم رکھنا چاہتا ہی۔ تو اگر ببول کے کانٹے سرزنش کریں تو غم نہ کہا۔

مغیلاں۔ درخت ببول۔ کیکر۔ دراصل یہ لفظ اُمّ غیلان ہی۔ یعنی دیووں کی ماں۔ اُمّ بمعنے مادر و غیلاں جمع غول بمعنے دیو۔ پس مغیلاں جمع مغیل کی نہیں۔ جیساکہ بعض کا خیال ہی۔ قاموس میں لکھا ہی کہ مغیلاں

درخت سمرہ کا نام ہے۔ جسے طلح بھی کہتے ہیں اور یہ بڑے بڑے خاردار درخت ہیں جو ریگستان عرب میں پائے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے حج کا شوق ہے تو رستے کی تکالیف کا سامنا فراخ حوصلگی سے کرنا چاہیئے۔ دنیا میں کوئی کام بغیر سعی۔ کوشش اور تکلیف کے نہیں ہو سکتا۔ سفر حجاز میں کانٹوں سے ڈرنا۔ موتیوں کی تلاش میں موجوں سے خطرہ بزدلوں کا کام ہے۔ خواجہ صاحب نے جا بجا اپنے کلام میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ بغیر جد و جہد کے دین و دنیا کے مقاصد کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق کے فراق اور رقیب کی رنج دہی سے جو کچھ ہمارا حال ہے۔ وہ حالت تبدیل کرنے والا خدا سب جانتا ہے۔ غم نہ کھا۔

ابرام۔ استوار کرنا۔ رنجگین کرنا۔ ملول کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ خدا جو حالتوں کو تبدیل کرنے والا ہے۔ ہماری حالت سے واقف ہے۔ ضرور ہماری اس بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کر دیگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے دل اگرچہ فنا کا سیلاب زندگی کی بنیاد کو اکھاڑ دیتا ہے لیکن جب نوح تیرا کشتیبان ہے تو طوفان سے نہ ڈر

مطلب یہ ہے کہ جب نوح ؑ مددگار ہو تو طوفان سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ اسی طرح جب خداوند تعالیٰ تمہارا اولی و مددگار ہے تو تم کو حوادث سے بالکل بیفکر رہنا چاہیئے اور چند روزہ عارضی تکلیف سے بیدل نہیں ہونا چاہیئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا نعتیہ شعر ہے۔

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان	چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیبان

(۱۰) ترجمہ۔ اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے اور مقصد کا پتہ بھی نہیں لیکن کوئی ایسا رستہ نہیں جسکا انجام نہ ہو غم نہ کھا

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے رستہ دشوار گذار ہے۔ چپہ چپہ پر جان کا ڈر ہے اور منزل مقصود کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ کہ کہاں ہے اور کتنی دور ہے۔ تاہم تجھے ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ مردوں کی طرح رستہ کو طے کرتا جا اور تمام مصیبتوں کو برداشت کرتا جا۔ آخر کار تو ضرور منزل مقصود پر پہنچ جائیگا

نہایت زریں اصول ہے۔ مردان راہ کے لئے نہایت جرأت آموز سبق ہے۔ اور ذوق عمل و سعی کی نہایت پاکیزہ تعلیم ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ فقر کے گوشہ اور سیاہ راتوں کی خلوت میں جب تک دعا اور قرآن کا درس تیرا ورد ہوگا۔ تجھے

کچھ ڈر نہیں۔

خواجہ صاحب کی سوانحعمری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تمام عمر درسِ قرآن میں گذری۔ آپ بڑے درجے کے شب بیدار اور سحر خیز عابد تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب تک دعا اور درسِ قرآن تیرا ورد ہے۔ تجھے کچھ خطرہ نہیں۔ سعادت دارین تجھ کو حاصل ہوگی۔

ہر ایک مسلمان کو یہ نصیحت گوشِ ہوش سے سننی چاہیے۔ کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی بہبودی قرآن کریم سے وابستہ ہے۔

ردیف ز

غزل (۱)

ای سرو ناز حُسن کہ خوش میروی بناز	۱	عشاق را بناز تو ہر لحظہ صد نیاز
فرخندہ باد طلعت نازت کہ در ازل	۲	ببریدہ اند بر قد سروت قبای ناز
آں را کہ بوی عنبر زلف تو آرزوست	۳	چوں عود گو بر آتش سوزاں بسوز و ساز
از طعنۂ رقیب نگردد عیار کم	۴	چوں زر اگر برند مرا در دہانِ گاز
پروانہ را ز شمع بود سوز دل ولے	۵	بی شمع عارض تو دلم را بود گداز
دل کز طواف کعبۂ کویت وقوف یافت	۶	از شوق آں حریم ندارد سرِ حجاز
ہر دم بخون دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست	۷	بی طاق ابروی تو نماز مرا جواز
صوفی ما کہ توبہ ز مے کردہ بود دوش	۸	بشکست عہد چوں در میخانہ دید باز

(۹)	چوں بادہ مست بر سر خم رفت کف زناں حافظ کہ دوش از لب ساغر شنید راز	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے نازِ حسن کے سرو تو ناز سے خوشخرامی کرتا ہے۔ عاشقوں کو تیرے ناز پر ہر وقت سو نیاز ہیں۔

یعنے تیرے ایک ایک ناز پر عاشق سو سو نیاز ظاہر کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تجھے ناز کی خلعت مبارک ہو کہ ازل کے دن ہی تیرے سرو جیسے قد پر ناز کا لباس قطع کیا گیا۔

یعنے روز ازل سے ہی تجھے ناز دیا گیا۔ لہذا تجھے ناز مبارک ہو۔

(۳) ترجمہ۔ جس شخص کو تیری زلف عنبریں کی خوشبو کی آرزو ہے۔ اسے چاہئے کہ جلتی ہوئی آگ پر عود کی طرح جلے اور اس سوزش سے موافقت پیدا کرے۔

عود۔ ایک لکڑی جو آگ پر جلانے سے خوشبو دیتی ہے۔ نیز ایک باجہ کا نام ہے۔

ساز۔ از مصدر ساختن۔ موافق ہونا۔ کسی حالت کے ساتھہ طبیعت کو مانوس کر لینا۔ رنج و غم اور تکلیف کی حالت کا عادی ہو جانا اور اسکی ساتھہ موافقت پیدا کر لینا نیز بیعنے باجہ لہذا عود و ساز کی رعائت ظاہر مطلب یہ ہے۔ کہ بغیر جد و جہد اور کامل ایثار کے گوہر مقصود ہاتھہ نہیں آتا۔

بعض قلمی دیوانوں میں آتشِ سوزاں کی بجائے آتشِ سودا ہے۔ یعنے آتش شوق۔ اور یہ نسخہ زیادہ موزوں نظر آتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رقیب کے طعنوں سے میرا عیار کم نہیں ہوتا۔ خواہ سونے کیطرح مجھے مقراض کے منہ سے کاٹیں۔

عیار۔ کھرا پن۔ خالص ہونا۔ کھرانی۔ خلوص۔ گاز۔ دانت۔ مقراض جس سے کپڑا کاغذ یا سونا چاندی کاٹتے ہیں۔ سونے کو اگر دہن مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں۔ تو بھی سونا خالص ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر رقیب مقراضِ دہن سے مجھے کاٹے یعنے مجھے مورد لعن وطعن کرے تو اس سے میرے خلوص اور اخلاص میں کمی واقع نہ ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ پروانے کا دل تو شمع کی موجودگی سے جلتا ہے۔ لیکن میرا دل تیرے رخسار کے شمع کے موجود نہ ہونے سے گھلا جاتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ پروانہ تو شمع کے سامنے جلتا ہے لیکن عاشق کا دل معشوق کے سامنے نہ ہونے سے جلتا ہے

(۶) ترجمہ۔ جو دل تیرے کوچے کے کعبہ کے طواف سے واقف ہو گیا۔ وہ اس حریم کے شوق میں حجاز کا خیال چھوڑ دیتا ہے۔

یعنے جو دل کوئی معشوق سے ایک دفعہ ہو آیا وہ اس حریم حرم کا ایسا دلدادہ ہو جاتا ہے کہ حریم کعبہ کا دل سے خیال ہی

جاتا رہتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہر وقت لہو کے آنسوؤں سے وضو کرنے کا کیا فائدہ۔ جب کہ تیرے محراب ابرو کے بغیر میری نماز ہی جائز نہیں یعنی تیرے محراب ابرو کے بغیر میری نماز جائز نہیں۔ اور جب یہ محراب ہی میرے سامنے نہیں۔ تو ہر وقت خونِ دل سے وضو کرنیکا کیا فایدہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں خون رونے سے کیا حاصل۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے صوفی نے کل شراب سے توبہ کی تہی۔ جب پہر میخانہ کا دروازہ دیکہا۔ تو توبہ کا عہد توڑ دیا

(۹) ترجمہ۔ حافظ جام سے کیطرح مست اور جوش کرتا ہوا خم کے پاس گیا۔ کیونکہ کل اسنے لب ساغر سے راز کی بات سنی تہی۔

بادہ ۔ (۱) شراب (۲) شراب کا پیالہ۔ **کف** (۱) ہتھیلی (۲) جہاگ۔ کف زناں سے مراد بحالتِ جوش یعنے حافظ چونکہ کل شراب پی کر اسرار سے واقف ہو گیا تہا۔ اس لئے پہر جوش و مستی کی حالت میں خم کے پاس پہنچا۔ تاکہ اور شراب پیئے۔

غزل (۲)

برا امیسکده عشاق است در تنگ و ناز	۱	همان نیاز که حجاج را براه حجاز
چه گویمت که ز سوز درون چه می بینم	۲	ز اشک پرس حکایت که من نیم غماز
غرض کرشمهٔ حسن است ورنه حاجت نیست	۳	جمال دولت محمود را بزلف ایاز
بهیچ در نروم بعد ازین ز حضرت دوست	۴	چو کعبه یافتم آیم ز بت پرستی باز
شبی چنین بسحر گه ز بخت میخواهم	۵	که با تو شرح سر انجام خود کنم آغاز
تنم ز هجر تو چشم از جهان فرو میدوخت	۶	امید دولت وصل تو داد جانم باز
چه حلقه ها که زدم بر در دل از سر سوز	۷	بوی روز وصال تو در شبان دراز
چو غنچه سر نهفته نهاں کجا ماند	۸	دل مرا که نسیم صباست محرم راز

(۹) ز شوق مجلس آن ماه خرگهی حافظ
گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز (۹)

(۱) ترجمہ۔ میکدہ کی راہ میں عاشق اسی نیاز سے تگ و تاز کرتے ہیں۔ جس سے حاجی حجاز کے رستہ میں۔

یعنے جس نیاز سے حاجی راہ حجاز کو طے کرتے ہیں۔ اسی نیاز سے عاشق شراب خانہ کے رستے کو طے کرتے ہیں

(۲) ترجمہ۔ میں تجھ کو کیا کہوں کہ دل کی سوز سے میری کیا حالت ہے۔ یہ بات آنسوؤں سے پوچھ۔ میں چغل نہیں ہوں

مطلب یہ ہے کہ میرا سوز دروں میری اشکباری سے ظاہر ہو رہا ہے۔ میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی غماز ہوں کہ رازِ عشق کا افشا کروں۔ آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۱۰۶

(۳) ترجمہ۔ حسن کا کرشمہ ظاہر کرنے سے مراد تھی ورنہ محمود کے جمالِ دولت کو زلفِ ایاز کی کیا ضرورت تھی۔

مطلب یہ ہے کہ محمود کو جو ایک عظیم الشان بادشاہ اور فاتح تھا اپنے ایک ادنےٰ سے غلام ایاز پر عاشق ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ ایاز سے بڑھکر حسین اور بہت سے تھے۔ لیکن خدا کو حسن کا یہ کرشمہ حسن کی طاقت اور اسکا یہ اعجاز ظاہر کرنا منظور تھا۔ کہ ایک بادشاہ بھی اپنے غلام پر عاشق ہو سکتا ہے۔ یعنی حسن اگر غلام میں بھی ہو تو بادشاہ اسکا غلام ہو جاتا ہے۔

محمودِ غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت	عشقش چناں گرفت غلامِ غلام شد

(۴) ترجمہ۔ دوست کی درگاہ کو چھوڑ کر اب میں کسی دروازہ پر نہیں جاؤنگا۔ جب میں نے کعبہ پا لیا تو بت پرستی سے باز آجاؤنگا۔

(۵) ترجمہ۔ میں سحر کے وقت اپنے بخت سے ایسی رات مانگونگا۔ کہ اپنی سرگذشت کا بیان تجھ سے شروع کرونگا۔

دعائے سحر عموماً قبول ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں سحر کے وقت دعا کرونگا۔ کہ مجھ کو کوئی ایسی رات نصیب ہو کہ تو میرے پاس ہو تاکہ میں اپنا حال تجھ سے عرض کروں۔

(۶) ترجمہ۔ میرا جسم تیرے فراق میں دنیا سے آنکھیں بند کرنا چاہتا تھا کہ تیرے وصل کی دولت کی امید نے مجھے از سر نو جان دی۔

یعنے میں تیرے ہجر میں مر چکا تھا لیکن وصال کی امید نے از سر نو زندگی بخشی۔

(۷) ترجمہ۔ لمبی ہجر کی راتوں میں وصال کے دن کی امید پر سوز سے میں نے دل کے دروازے پر بہت زنجیر کھٹکھٹائے

حلقہ بر در زدن۔ دروازے کا کنڈا کھٹکھٹانا۔ لمد دروازہ کھلوانا۔ گھر والے کو دروازہ کھولنے کے لئے بلانا۔ مطلب یہ ہے کہ ہجر کی لمبی راتوں میں میں اپنے دل کو روزِ وصال کی امید دلایا کرتا تھا۔

(۸) ترجمہ۔ غنچہ کی طرح میرے دل کا چھپا ہوا بھید کب پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ جب کہ نسیم صبا اس کی محرم راز ہے جسطرح نسیم صبا غنچہ کو شگفتہ کردیتی ہے اور اسکی خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے اسی طرح عاشق کے دل کے راز یعنے رازِ عشق کو بھی نسیم صبا افشا کردیتی ہے۔ صبا کی غمازی کے لئے دیکھو شعر ۱۰/۲

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر اس ماہ خرگہی کی مجلس کے شوق میں شمع کیطرح تجھ پر کوئی ظلم ہو تو جل اور اس جلنے کو گوارا کر۔ ماہ خرگہی۔ وہ چاند جسکے گرد ہالہ ہو۔ یعنی معشوق۔ کیونکہ اسکے چاند جیسے چہرہ کے گرد زلف کا ہالہ ہوتا ہے۔ ساز۔ دیکھو شعر ۱/۴
شمع اندھیری رات میں جلتی ہے۔ گویا چاند کی صحبت کے شوق میں جل رہی ہے۔ اسی طرح اگر تو بھی اپنے معشوق کے چاند جیسے چہرہ کے دیدار کے شوق میں جلتا ہے تو اس جلنے سے موافقت پیدا کر اور اس سوز کو گوارا کر

غزل (۳)

بر نیامد از تمنای لبت کامم ہنوز	۱	بر امید جام لعلت دُردی آشامم ہنوز
روز اول رفت دینم در سرِ زلفین تو	۲	تا چہ خواہد شد دریں سودا سرانجامم ہنوز
از خطا گفتم شبے موی ترا مشکِ ختن	۳	میزند ہر لحظہ تیرے مو براندامم ہنوز
نام من رفتہ است روزی بر لبِ جاناں بسہو	۴	اہل دل را بوی جاں می آید از نامم ہنوز
پرتو روی ترا در خلوتم دید آفتاب	۵	میدود چوں سایہ ہردم بر لبِ بامم ہنوز
در ازل دادہ ست ما را ساقی لعل لبت	۶	جرعۂ جامی کہ من سرگرم آں جامم ہنوز
ساقیا یک جرعۂ زاں آبِ آتشگوں کہ من	۷	درمیان پختگان عشق او خامم ہنوز
ای کہ گفتی جاں بدہ تا باشدت آرام دل	۸	جاں بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز

(۹) در قلم آورد حافظ قصہ لعل لبش
آب حیواں میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز (۹)

(۱) ترجمہ۔ تیرے لب کی تمنا میں اب تک میرا مقصد پورا نہ ہوا تیری سرخ شراب کے جام کی امید میں اب تک درد

نوش ہوں۔

یعنے اب تک آرزو میں رہا تیرے لب کا بوسہ نصیب ہوا۔ اور اب تک درد پی رہا ہوں شراب سرخ نصیب ہوئی

(۲) ترجمہ۔ میرا دین پہلے روز ہی تیری زلفوں کے خیال میں صرف ہو گیا۔ ابھی دیکھیے کہ اس سودا میں میرا انجام کیا ہوتا ہے

زُلفَین۔ عربی دان فارسیوں نے زلف کا تثنیہ بنایا ہے۔ یعنے دائیں بائیں کی دو زلفیں۔ **زُلف**۔ دراصل زُلف ہے جمع زلفہ کی۔ رات کا ایک حصہ۔ فارسیوں نے تصرف کر کے زُلف کہنا شروع کر دیا اور مجازاً معشوق کے بالوں کا جو کانوں کے پاس ہوتے ہیں۔ بوجہ غایت سیاہی زلف کہہ دیا۔ بعض کے نزدیک زُلف مخفف زُلفین کا ہے یعنے زنجیر۔ معشوق کے بالوں کو پیچدار خمدار اور حلقہ در حلقہ ہونے کی وجہ سے زُلفیں اور بعدہٗ زُلف کہنے لگ گئے۔

(۳) ترجمہ۔ غلطی سے ایک رات میں نے تیرے بالوں کو مشکِ ختن کہہ دیا اس لئے تیرے بال ہر لحظہ میرے جسم پر تیر مارتے ہیں۔

یعنے اس غلطی کی سزا میں کہ میں نے تیرے بالوں کو مشکِ ختن جیسی ایک حقیر چیز سے کیوں تشبیہ دی۔ اب تک تیرے بال مجھے تیر مارتے ہیں۔ خطا و ختن صنعت ایہام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ایک دن معشوق کے لب پر میرا نام بھولے سے آ گیا۔ اسلئے آج اہلِ دل لوگوں کو میرے نام سے جان کی خوشبو آتی ہے

یعنے معشوق کے جان بخش لب پر آنے سے میرے نام میں یہ تاثیر پیدا ہو گئی ہے کہ اب تک عاشقوں کو میرے نام سے جان کی خوشبو آتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آفتاب نے تیرے چہرے کے پرتو کو میری خلوت میں دیکھا۔ اس لئے اب تک سایہ کی طرح ہر وقت میرے لب بام پر دوڑتا پھرتا ہے۔

آفتاب کا لب بام آنا ایک معمولی روزمرہ کی بات ہے۔ خواجہ صاحب اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آفتاب نے میری خلوت گاہ میں میرے معشوق کے چہرہ کے نور کو کہیں دیکھ لیا ہے اب ہر وقت اسی شوق میں ادھر آتا جاتا ہے۔ صنعت حسن تعلیل ہے آفتاب کو روئے معشوق کے پرتو کے مقابلہ میں سایہ کہا ہے۔ جب آفتاب غروب ہونے لگتا ہے تو سایہ دیوار دوڑ دوڑ کر مکان پر چڑھ جاتا ہے۔ تاکہ آفتاب کو دیکھ سکے۔ اسی طرح آفتاب میرے معشوق کو میری خلوت میں دیکھنے کے لئے سایہ کی طرح لب بام پر آ جاتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ازل میں تیرے لبِ لعل کے ساقی نے ہم کو ایک ایسے ساغر سے گھونٹ پلایا کہ میں اب تک اس جام سے مست ہوں۔

یعنے روز ازل تیری محبت کا جام ہم نے پیا اور اب تک اسی جام سے مست ہیں ۔ الست بربکم قالو بلیٰ کی طرف اشارہ ہے ۔

الست از ازل ہمچناں شان بگوش	بفریاد قالو بلی در خروش

(۷) ترجمہ ۔ اے ساقی اس آب آتشگوں سے ایک گھونٹ دے کیونکہ میں اسکے عشق کے پختہ دماغوں میں سے ابھی خام ہوں آب آتشگوں سے مراد شراب سرخ ۔

(۸) ترجمہ ۔ اے مخاطب تو کہتا ہے کہ جان دیدے ۔ تاکہ تجھے دل کا آرام حاصل ہو ۔ میں نے اپنی جان اسکے غموں کے حوالہ کردی ۔ لیکن اب تک آرام نصیب نہیں ہوا ۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ نے اسکے لب لعل کا قصہ قلم سے لکھا ۔ اس لئے میرے قلموں سے اب تک آب حیات بہتا ہے معشوق کے لبوں کو آب حیات کے چشمہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اس لئے لب لعل کی تعریف لکھنے سے قلم ہی چشمۂ حیوان ہوگیا ۔

غزل (۴)

صبا بمقدم گل راح روح بخشد باز	۱	کجاست بلبل خوشگوی گو بر آر آواز
دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم	۲	غمست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
دوتا شدم چو کمان از غم و نمیگویم	۳	ہنوز ترک کمان ابروان تیر انداز
حکایت شب ہجراں بدشمناں مکنید	۴	کہ نیست سینہ ارباب کینہ محرم راز
ز طرۂ تو پریشانی دلم شد فاش	۵	ز مشک نیست غریب آری ار بود غماز
ہزار دیدہ بروی تو ناظرند و تو خود	۶	نظر بروی کسے بر نمیکنی از ناز
اگر بسوزدت ای دل ز درد نالہ مکن	۷	دم از محبت او میزن و بدرد بساز

(۸)	ہزار خاطر با چشم خصم کور کنند تو رخ بخاک نہ ای حافظ از مقام نیاز	(۸)

(۱) ترجمہ۔ صبا پھول کے خیر مقدم میں پھر روح کو خوشی بخش رہی ہے۔ خوش گفتار بلبل کہاں ہے۔ اسے کہو کہ آواز نکالے۔

راح روح۔ (۱) روح کی خوشی۔ روح کی تازگی۔ (۲) باربد کے تیس لحن میں سے ایک کا نام۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار آگیا ہے۔ بادِ صبا اپنی خوشبو سے دماغوں کو تازہ کر رہی ہے۔ بلبل کو کہو کہ نغمہ سرائی کرے

راح روح اور آواز میں صنعت ایہام۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل ہجر سے فریاد نہ کر کیونکہ جہاں میں غم اور خوشی۔ کانٹا اور پھول پستی اور بلندی لازم ملزوم ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں غم سے کمان کی طرح جھک گیا ہوں لیکن اب بھی میں کمان ابرو اور تیر انداز معشوقوں کو ترک نہیں کرتا۔

(۴) ترجمہ۔ شب ہجر کے قصے دشمنوں سے بیان نہ کر کیونکہ ارباب کینہ کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا

(۵) ترجمہ۔ تیرے طرّہ سے میرے دل کی پریشانی ظاہر ہو گئی۔ ہاں مشک سے کیا عجب ہے اگر غمازی کرے۔

مشک (کستوری) کا خاصہ ہے کہ اگر پردے میں بھی ہو تو اپنی خوشبو ہر طرف پھیلا دیتی ہے۔ گویا رازِ درونِ پردہ کو فاش کرتی ہے اور غمازی کرتی ہے۔ معشوق کی زلف کو بوجہ خوشبو کے مشک سے تشبیہ دیتے ہیں۔ زلفِ معشوق کی پریشانی سے عاشق کا دل بھی پریشان ہو جاتا ہے اور رازِ عشق افشا ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری زلف مشکیں نے میرے دل کی پریشانی کو ظاہر کر دیا۔ کیونکہ نہ ہو۔ مشک ہمیشہ غماز (چغل) ہوتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہزارہا آنکھیں تیرے چہرہ کو دیکھ رہی ہیں اور تو خود ناز کی وجہ سے کسی کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتا۔

(۷) ترجمہ۔ اے دل اگر درد سے تجھے جلائے تو درد سے نالہ و فریاد نہ کر۔ اس کے عشق کا دم مار اور درد سے موافقت پیدا کر۔

یعنی عشق میں درد کو گوارا کر۔ اور نالہ و فریاد نہ کر۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے دل کا غبار دشمن کی آنکھ کو اندھا کرتا ہے۔ اے حافظ تو نیاز کی وجہ سے خاک پر منہ رکھ۔

مطلب یہ ہے کہ ہمیں خاکساری اختیار کرنی چاہیے اور نیاز کی وجہ سے سر خاک پر رکھنا چاہیے کیونکہ خاکساروں کے دل کی کدورت دشمنوں کو اندھا کرتی ہے۔ غبار چشم اور خاک کی رعایت ظاہر

غزل (۵)

منم غریب دیار و توئی غریب نواز	۱	دمی بحال غریب دیار خود پرداز
بهر کمند که خواهی بگیر و بازم بند	۲	بشرط آنکه ز کارم نظر نگیری باز
بر آستین خیال تو مید هم بوسه	۳	بر آستان وصالت چو نیست دست نیاز
نه این زمان من شوریده دل نهادم روی	۴	بر آستان تو کاندر ازل نهادم باز
نوالامنال ز شامی که صبح در پئے اوست	۵	که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز
کرم چو خاک زمین خوار میکنی سهل ست	۶	خرام میکن و بر خاک سایه می انداز
درون سینه دلم چون کبوتران بطپید	۷	چه آتشی ست که بر جان ما نهادی باز
خیال قد بلند تو میکند دل من	۸	تو دست کوته من بین و آستین دراز

(۹)

حدیث درد من ای مدعی نه امروزست
که **حافظ** از ازل اوز ندبود و شاهد باز

(۹)

(۱) ترجمہ۔ میں غریب الوطن ہوں اور تو غریب نواز ہے۔ اپنے شہر کے مسافر کے حال پر تہوڑی دیر کے لئے توجہ کر۔

(۲) ترجمہ۔ جس کمند سے تو چاہئے مجھے پکڑ اور پھر باندھ۔ لیکن شرط یہ ہی کہ تو میرے کام کو نظر انداز نہ کرے۔ یعنے بشرطیکہ تو میری طرف ہمیشہ متوجہ رہے۔ اور میرے مدعا کو پورا کرے۔ یہ جسطرح چاہئے تو مجھے پکڑ اور باندھ سکتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں تیرے خیال کی آستین پر ہی بوسہ دیتا ہوں۔ جب کہ میرا دستِ نیاز تیرے آستانِ وصال پر نہیں پہنچ سکتا۔

مطلب یہ ہی کہ جب تیرا وصال ممکن نہیں۔ تو صرف خیال میں ہی تیری تصویر کو بوسے دیتا ہوں۔

آستین خیال اور آستانِ وصال کا لفظی کا اور معنوی مقابلہ بہت لطیف ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری آستانہ پر مجھ شوریدہ دل نے اسوقت سر نہیں رکھا۔ بلکہ روزِ ازل سے ہی میں نے وہاں سر رکھا ہے۔

یعنے میں روزِ ازل سے ہی عاشق ہوں اور اس آستانہ پر سر رکھا ہے۔ آج عاشق نہیں ہوا

(۵) ترجمہ۔ اے دل اس شام سے نہ رو جسکے پیچھے صبح لگی ہوئی ہو۔ کیونکہ ڈنک اور تریاق بلندی اور پستی باہم ہوتے ہیں۔

نیش۔ نوک کی تیزی۔ جیسے چھری کی نوک۔ بچھو یا سانپ کا ڈنک۔ **نوش**۔ شہد شیریں گوارا۔ آب حیات۔ تریاق۔ زندگی

یعنی شام ہجر کی مصیبتوں پر رونا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اسکے بعد صبح وصال آنے والی ہے پستی کے بعد بلندی ہے اور ہر تلخی کے بعد شیرینی۔ اس لئے کسی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

(۶) ترجمہ۔ اگر تو مجھے زمین کی خاک کیطرح ہی خوار کرے تو کچھ بات نہیں لیکن تو ناز سے چل اور میری خاک پر سایہ ڈال۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تو مجھے خاکِ راہ ہی بنا دے تو منظور ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تو اس خاک پر اپنا سایہ ڈالے اور ادھر سے ہو کر گذرے۔

(۷) ترجمہ۔ میرا دل سینہ کے اندر کبوتروں کیطرح تڑپتا ہے۔ یہ کیسی آگ ہے کہ تو نے ہماری جان میں لگا دی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل تیرے بلند قد کا خیال کرتا ہے۔ تو میرا چھوٹا ہاتھ اور لمبی آستین دیکھ

یعنے میں کہاں اور تیرا قدِ بلند کہاں۔ میری وہاں تک کسطرح رسائی ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی میرا دل تیرے قد کا خیال کرتا ہے دیکھ کہ میری بساط کیا ہے اور آرزوئیں کتنی بڑی ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے مدعی میرے درد کی حکایت آج سے نہیں۔ حافظ تو روزِ ازل سے ہی رند اور شاہد باز ہے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو د ۲۵/۸ ت ۱۱/۸ ت ۱۲/۴ د ۳۴/۴ ت ۲/۱ د ۱۵/۱

غزل (۶)

منم که دیده بدیدار دوست کردم باز	۱	چه شکر گویمت ای کارساز بنده نواز
نیاز مند بلا گو رخ از غبار مشوی	۲	که کیمیای مرادست خاک کوی نیاز
بیک دو قطره که ایثار کردی ای خواجه	۳	بسا که در رخ دولت کنی کرشمهٔ ناز
طهارت ار نه بخون جگر کند عاشق	۴	بقول مفتی عشقش درست نیست نماز
ز مشکلات طریقت عنان متاب ای دل	۵	که مرد راه نیندیشد از نشیب و فراز
درین مقام مجازی بجز پیاله مگیر	۶	درین سراچه بازیچه غیر عشق مباز
من از نسیم سخن چین چه طرف بربندم	۷	چو سرو راست درین باغ نیست محرم راز
اگرچه حسن تو از عشق غیر مستغنی ست	۸	من آن نیم که ازین عشقبازی آیم باز

(۹) غزل سرائی ناهید صرفهٔ نبرد
درآن مقام که حافظ برآورد آواز (۹)

(۱) ترجمہ۔ میں نے معشوق کے دیدار پر آنکھیں کھولی ہیں۔ اے بندہ نواز کارساز تیرا شکر کہاں تک ادا کروں۔

(۲) ترجمہ۔ نیاز مند عشق کو کہو کہ چہرہ سے غبار نہ دھو۔ کیونکہ کوچہ نیاز کی خاک کیمیائے مراد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خاکساری سے تمام مرادیں حاصل ہو جاتی ہیں اس لئے چاہیئے کہ انسان اپنے چہرہ سے غبار نیاز کو دور نہ کرے۔

(۳) ترجمہ۔ اے خواجہ ان ایک دو قطروں کی بدولت جو تو نے قربان کئے۔ دولت کے چہرہ پر تو بہت کرشمہ و ناز کریگا یعنے ایک دو قطرے آنسوؤں کے جو تو نے انتظار میں بہائے۔ ان کی برکت سے تجھے دولتِ دیدار نصیب ہوگی۔

(۴) ترجمہ۔ اگر عاشق خونِ جگر سے وضو نہ کرے۔ تو مفتی عشق کے فتویٰ کے مطابق اسکی نماز جائز نہیں

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۱/۴ د ۱۳/۴

نمازِ عشق میں خونِ جگر سے ہو وضو لازم	ہمارے مفتی عشق و محبت کا یہ فتویٰ ہے

(۵) ترجمہ۔ اے دل طریقت کی مشکلات سے باگ نہ موڑ۔ کیونکہ مسافر رستے کی بلندی اور پستی سے نہیں ڈرتا۔
مطلب یہ ہے کہ سالک کو راہِ عشق کی تمام مشکلات کا مردانگی سے مقابلہ کرنا چاہیئے ہمت نہیں ہارنی چاہیئے
(۶) ترجمہ۔ اس مقامِ مجازی میں پیالہ کے سوا اور کچھ نہ لے۔ اس بازی گاہ میں بازیٔ عشق کے سوا اور کوئی بازی نہ کھیل۔
مقامِ مجازی اور **سراچہ بازیچہ** سے مراد دنیا۔ قرآن کریم میں ہے۔ **وما الحیٰوۃ الدنیآ الا لعب ولھو**۔
مطلب یہ ہے کہ دنیا مقامِ مجازی ہے اور ہر وقت خطرہ ہے کہ انسان حقیقت سے دور جا پڑے اس لئے چاہیئے کہ شرابِ عشق کے پیالہ کے بغیر انسان اور کچھ چیز ہاتھ میں نہ لے۔ کیونکہ باقی تمام چیزیں مجاز کے ساتھ وابستگی پیدا کرتی ہیں اور حقیقت سے نا آشنا کرتی ہیں۔ صرف جامِ مے ایک ایسی چیز ہے۔ جو حقیقت کیطرف رہنمائی کرتی ہے۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک بازیچۂ اطفال ہے بازیٔ عشق کے سوا اور کوئی بازی یہاں نہیں کھیلنی چاہیئے۔ ورنہ بچوں کی طرح تمام عمر ضایع کر دو گے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔
(۷) ترجمہ۔ مجھے سخن چینِ نسیم سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جب کہ سروِ راست قد بھی اس باغ میں محرمِ راز نہیں ہے۔
مطلب یہ ہے کہ سروِ راست قد باوجود اپنی راستی کے جب محرمِ راز نہیں تو نسیم جو کہ مشہور غماز ہے اور زلفِ جاناں کی خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے کس اعتبار کے قابل ہو سکتی ہے اور اس پر رازِ عشق کے پوشیدہ رکھنے کی کسطرح امید ہو سکتی ہے۔
(۸) ترجمہ اگرچہ تیرا حسن غیر کے عشق سے مستغنی ہے لیکن میں وہ نہیں ہوں جو اس عشقبازی سے باز آؤں۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تجھے ہمارے عشق کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہم کسی صورت میں عشقبازی سے باز نہیں آسکتے کیونکہ ہمیں تجھ جیسا اور کوئی حسین نہیں ملتا

مرا چوں تو دگر نہ نیفتد کسے	ترا بندہ از من بہ افتد بسے

(۹) ترجمہ۔ ناہید کی غزل سرائی اس جگہ کبھی غالب نہیں ہو سکتی۔ جہاں حافظ آواز نکالے۔
ناہید۔ زہرہ ستارہ جو تیسرے آسمان پر ہے۔ اسے مطربۂ فلک بھی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مطربۂ فلک بھی حافظ کی غزل سرائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

غزل (۷)

مصرع اول		مصرع دوم
ہزار شکر کہ دیدم بکام خویشت باز	۱	ز را بکام خود و با تو خویش را دمساز
روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند	۲	رفیق عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز
غم حبیب نہان بہ ز جستجوی رقیب	۳	کہ نیست سینۂ ارباب کینہ محرم راز
چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت	۴	کہ کرد نرگس مستش سیہ بسرمۂ ناز
بدین سپاس کہ مجلس منور است بدوست	۵	گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز
ملامتی کہ بروی من آمد از غم عشق	۶	ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
امید قد تو میداشتم ز بخت بلند	۷	نسیم زلف تو میخواستم ز عمر دراز
بہ نیم بوسہ دعائی بخر ز اہل دلے	۸	کہ کید دشمنت از جان و جسم دارد باز

(۹) فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق (۹)
نوای بانگ غزلہای حافظ شیراز

(۱) ترجمہ۔ ہزار شکر ہی کہ مینے تجھے پھر اپنے مقصود کے ساتھہ دیکھا ہی۔ تجھے اپنے مقصود کے ساتھہ اور اپنے آپ کو تیرے ساتھہ موافق دیکھا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ راہِ حقیقت کے چلنے والے بلا کی راہ طی کرتے ہیں۔ عشق کا سالک بلندی پستی سے نہیں ڈرتا۔

وہی مضمون ہی جو شعر ن ۶/۵ کا ہے۔ دوسرا مصرعہ بہی اسی شعر سے لیا گیا ہی۔

(۳) ترجمہ۔ رقیب کی دریافت پر معشوق کا غم پوشیدہ رکھنا ہی اچھا ہے۔ کیونکہ اہل کینہ کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہی کہ رقیب سے اپنا عشق پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ دوسرا مصرعہ وہی ہی جو شعر ذ ۲/۱۲ میں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ قضا کی مشاطہ نے کیا فتنہ اٹھایا کہ اسکی مست آنکھ کو سرمۂ ناز سے سیاہ کر دیا ہے۔

مشاطہ۔ وہ عورت جسکا پیشہ دوسری عورتوں کو بنانے سنوارنے کا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہی کہ عالمانِ

قضا و قدر نے اسکی مست آنکھوں کو سرمۂ ناز سے سیاہ کرکے ایک جہاں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہے جو اسکی سیاہ اور مست آنکھوں کو دیکھتا ہی مبتلا ہوجاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس شکریہ میں کہ مجلس معشوق رونق افروز ہے۔ اگر تجھ سے شمع کیطرح کوئی جفا ہو تو جل اور اس جلنے سے موافقت کر۔

مطلب یہ ہے کہ جسطرح شمع محفل دوست میں جلتی ہے۔ تو بھی جل۔ دوسرا مصرعہ وہی ہے جو شعر نمبر ۲ کا ہے۔ مضمون بھی قریباً وہی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ غم عشق سے جو ملامت میرے چہرہ پر ہوئی۔ اسکا قصہ میرے آنسوؤں سے پوچھ کیونکہ میں خجل نہیں ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ غم عشق میں (رو رو کر) جو حال میرے چہرہ کا ہوا ہے۔ وہ آنسوؤں سے پوچھ۔ دوسرا مصرعہ وہی ہے جو شعر نمبر ۲ میں ہے۔ مضمون بھی وہی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں اپنی بلند بخت سے تیرے قد کی امید رکھتا تھا اور لمبی عمر سے تیری زلف کی خوشبو چاہتا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنے نصیب سے صرف یہی سوال ہے کہ تیرے قدِ بلند کو دیکھ لوں اور اپنی لمبی عمر سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ ایکدفعہ اپنی عمر میں تیری زلف کی خوشبو سونگھ لوں۔ قد اور بخت بلند۔ زلف اور عمر دراز کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ آدھے بوسہ پر کسی اہل دل کی دعا خرید لے۔ تاکہ دشمن کے مکر سے تیرے جسم اور جان کو محفوظ رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ آدھا بوسہ دیکر کسی اہل دل کی دعا لے لے تاکہ دشمنوں کے مکر و فریب سے محفوظ رہے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظِ شیراز کی غزلوں کی آواز نے۔ حجاز اور عراق میں عشق کا زمزمہ ڈال دیا۔

مطلب یہ ہے کہ حافظِ شیراز کی غزلیں حجاز اور عراق میں پہنچکر لوگوں میں عشق کا جوش اور چرچا پیدا کر رہی ہیں۔ (نہ صرف حجاز و عراق بلکہ تمام دنیا میں حافظ کی غزلوں نے عشق کا چرچا پھیلایا)

غزل (۸)

بیا و کشتی ما در شطِ شراب انداز	۱	غریو و ولولہ در جان شیخ و شاب انداز

مرا بکشتی بادہ در افگن ای ساقی	۲	کہ گفتہ اند نکوئے کن و در آب انداز
زکوی میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا	۳	مرا دگر ز کرم در رہِ صواب انداز
بیار از اں می گلرنگ مشکبو جامے	۴	شرار رشک و حسد در دل گلاب انداز
اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن	۵	نظر برین دل سرگشتہ خراب انداز
بہ نیم شب اگرت آفتاب میباید	۶	ز روی دختر گلچہر رز نقاب انداز
مہل کہ روز وفاتم بخاک بسپارند	۷	مرا بمیکدہ بر در خم شراب انداز

(۸) گراز تو یک سر مو سرکشد دل حافظ
بگیر و در خم زلفش بہ پیچ و تاب انداز (۸)

(۱) ترجمہ۔ آ اور ہماری کشتی کو شراب کے دریا میں ڈال۔ بوڑہے اور جوان کی جان میں جوش و خروش پیدا کردے
شط۔ رود۔ کنارہ دریا۔ نہر۔ کشتی۔ علاوہ معنی معروف۔ ایک قسم کا شراب کا پیالہ

(۲) ترجمہ۔ اے ساقی مجہو شراب کی کشتی میں ڈال دے۔ مثل مشہور ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔
بے شک مثل مشہور ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال مگر اسکا مطلب یہ ہے کہ نیکی کر اور بہول جا یا بغیر توقع مزد نیکی کر
لیکن خواجہ صاحب اس سے عجیب معنے لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تو یہ نیکی کر کہ مجھے شراب کے دریا میں ڈال دے

(۳) ترجمہ۔ میں غلطی سے میکدہ کے دروازہ سے پھر گیا ہوں۔ مجھے پھر مہربانی کر کے صحیح رستہ میں ڈال۔
یعنے پہر شرابخانہ کا رستہ بتا میری غلطی تہی۔ کہ میں نے اس رستہ سے روگردانی کی۔

(۴) ترجمہ۔ اس پہول کی رنگ والے اور مشک کی خوشبو والے شراب سے ایک پیالہ لا۔ اور گلاب کے دل میں رشک و حسد کی آگ لگا دے۔
یعنے گلاب بہی شراب کے رنگ و بو پر حسد کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ مست اور خراب ہوں تو بہی مہربانی کر اور اس خراب سرگشتہ دل پر ایک نظر ڈال۔

(۶) ترجمہ۔ آدہی رات کے وقت اگر تجہو آفتاب چاہیئے تو شراب گلرنگ کے چہرہ سے پردہ اٹہا۔
دختر گلچہر رز یعنے سرخ شراب
یعنے شراب سرخ آدہی رات کے وقت بہی سورج کیطرح چمکتی ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ ایسا نہ ہونے دو کہ مرنے پر مجہے خاک کے سپرد کریں ۔ مجہے شرابخانہ میں لیجا اور شراب کے مٹکے میں ڈال دے یعنے بجائے دفن کرنے کے مجہے خم شراب میں غرق کردو ۔

(۸) ترجمہ ۔ اگر حافظ کا دل بال برابر بہی تجہہ سے سرکشی کرے ۔ تو اسکو اپنی زلف کے خم میں گرفتار کرکے پیچ و تاب میں ڈال ۔ مو اور زلف کی رعایت ظاہر ۔

غزل (۹)

حال خونین دلاں کہ گوید باز	۱	وز فلک خون جم کہ جوید باز
جز فلاطون خم نشیں شراب	۲	سر حکمت بما کہ گوید باز
شرمش از چشم مے پرستان باد	۳	نرگس مست اگر بروید باز
ہر کہ چوں لالہ کاسہ گرداں شد	۴	زیں جفا رخ بخوں بشوید باز
بسکہ در پردہ چنگ گفت سخن	۵	ببرش موئے تا نموید باز
بگشاید دلم چو غنچہ اگر	۶	ساغر لالہ گوں ببوید باز
(۷) گرد بیت الحرام خم حافظ		گر تواند بسر بپوید باز (۷)

(۱) ترجمہ ۔ خونیں دلوں کا حال کون بیان کرے ۔ آسمان سے جمشید کے خون کا کون بدلہ لے مطلب یہ ہے کہ زمانہ نے کئی دلوں کا خون کیا ہے کون انکے قصے بیان کرے اور جمشید جیسے ہزاروں کا آسمان نے خون کیا ہے ۔ کون انتقام لے جمشید جام اور مجلس طرب کے لئے مشہور تہا ۔

(۲) ترجمہ ۔ شراب کے خم نشین افلاطوں کے سوا حکمت کے راز ہم کو کون بتائے ۔

افلاطوں ۔ ایک مشہور یونانی فلاسفر جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تہا ۔ حکمائے اشراقیہ میں سب سے زیادہ مشہور گذرا ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس نے زمین کے اندر مٹکے دفن کئے ہوئے تہے جن میں بیٹھکر اسرار و رموز حقائق و معرفت معلوم کرتا تہا اور شاگردوں کو تعلیم دیتا تہا ۔

یہاں خواجہ صاحب نے شراب کو افلاطونِ خم نشیں کہا ہی۔ مطلب یہ ہے کہ صرف شراب ہی اسرارِ حکمت بیان کرسکتی
ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۵۶/۴ ۔

(۳) ترجمہ۔ نرگس مست اگر پھر پیدا ہو تو اسے مے پرستوں کی آنکھ سے شرم کرنی چاہئے۔

مطلب یہ ہی کہ مے پرستوں کی مست آنکھوں کی موجودگی میں نرگسِ مست کو ظاہر نہیں ہونا چاہئے۔

(۴) ترجمہ۔ جو شخص لالہ کیطرح کاسہ گرداں ہوا۔ وہ اس ظلم کی وجہ سے خوں سے منہ دھوئیگا۔

گل لالہ ہمشکلِ پیالہ ہوتا ہی اور سرخ رنگ کا ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گلِ لالہ کیطرح جو شخص کاسہ گرداں ہوگا
یعنے سائل بنے گا وہ غم وغصہ میں مبتلا ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ چونکہ چنگ نے پردہ میں بہت سی باتیں کہی ہیں۔ اسکے بال کاٹ دو۔ تاکہ پھر نہ بولے۔

موئید۔ از مصدر موئیدن۔ رونا۔ مردہ پر رونا۔ نوحہ کرنا۔ آواز۔ لحن۔

مطلب یہ ہی کہ چونکہ چنگ نے پردہ کی باتیں کی ہیں اسلئے اس کی تار کاٹ دو تاکہ پھر نہ بول سکے۔

پردہ یعنے پردہ ساز و معنے معروف۔

(۶) ترجمہ۔ اگر لالہ گوں (سرخ) ساغر کی خوشبو آئے تو میرا دل غنچہ کیطرح شگفتہ ہوجاتا ہی۔

یعنے جس طرح غنچہ بادِ صبا سے شگفتہ ہوتا ہے۔ میرا دل بھی شراب سرخ کی خوشبو سے شگفتہ ہوجاتا ہی۔

(۷) ترجمہ۔ خُم کے بیت الحرام کے گرد اگر ہوسکا تو حافظ سر کے بل پھریگا۔

بیت الحرام۔ حرمت کی جگہ۔ عزت وحرمت کا وہ گھر جس میں بعض مباحات سے منع کیا گیا ہی۔ خانہ کعبہ۔
یہاں خم یعنے شراب کے مٹکے کو خواجہ صاحب نے بیت الحرام کہا ہی۔ لطف یہ ہی کہ ایک تو خُمِ مے مینوشوں کے لئے بمنزلہ کعبہ کے
ہے اور دوسرا یہ کہ خم میں شراب ہوتی ہی جو حرام ہے۔ مطلب یہ ہی کہ حافظ خمِ مے کے گرد طواف کریگا۔
کیونکہ اسکا کعبہ یہی ہی۔

غزل (۱۰)

خیز و در کاسۂ زر آبِ طربناک انداز	۱	پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادیِ خاموشان ست	۲	حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز
ملک این مزرعہ دانی کہ ثباتی نکند	۳	آتشے از جگرِ جام در افلاک انداز

بسر سبز تو ای سرو که چون خاک شوم	۴	ناز از سر بنه و سایه بر این خاک انداز
دل ما را که ز مار سر زلف تو بخست	۵	از لب خود بشفا خانهٔ تریاک انداز
غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند	۶	پاک شو اول و پس دیده برآن پاک انداز
یارب آن زاہد خود بین که بجز عیب ندید	۷	دود آہیش در آئینهٔ ادراک انداز
چشم آلوده نظر از رخ جاناں دور است	۸	بر رخ او نظر از آئینهٔ پاک انداز

(۹) چوں گل از نکہت او جامہ قبا کن حافظ
آن قبا در رہِ آن قامتِ چالاک انداز (۹)

(۱) ترجمہ۔ اٹھ اور سونے کے پیالہ میں شراب ڈال پیشتر اسکے کہ سر کا پیالہ خاک میں مل جائے۔
آب طربناک۔ سے مراد شراب ہوتی ہے۔ **خاک انداز** یعنے در خاک انداختہ شدہ مٹی میں ملا ہوا
(۲) ترجمہ۔ آخر کار ہمارا مقام قبرستان ہے اسوقت تو گنبد افلاک میں شور و غلغلہ ڈال دے۔
وادئی خاموشاں۔ یا شہر خموشاں۔ قبرستان۔
مطلب یہ ہے کہ اب وقت ہے جو کچھ کرنا ہے کرلے۔ انجام کار خاموشی ہے۔ اب منہ میں زبان ہے اپنی خوش کلامی سے غلغلہ ڈال دے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئیگا۔

عاقبت در شہر خاموشاں روی	از خودی بیگانہ و بیخود شوی	
از عمل معزول اعضائے تو سرد	روئے تو چوں حال معزول زرد	
حالیا دستت رسد کاری بکن	غلغلہ انداز در چرخ کہن	(مولف)

یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے۔
(۳) ترجمہ۔ تو جانتا ہے کہ اس کھیتی کی ملک کو ثبات نہیں۔ ساغر کے جگر سے آسمانوں میں آگ لگادے۔
مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائدار ہے۔ شراب کا پیالہ پی اور مستی عشق میں زمین و آسمان کو بھول جا۔
(۴) ترجمہ۔ اے سرو تجھے اپنی سرسبزی کی قسم ہے کہ جب میں خاک ہو جاؤں ناز کو سر سے اتار اس خاک پر سایہ ڈال
یعنے جب میں مرجاؤں تو تھوڑی دیر کے لئے تو غرور چھوڑ کر میری قبر پر آ۔
(۵) ترجمہ۔ ہمارے دل کو جسے تیری زلف کے سانپ نے کاٹا ہے اپنے لب سے شفاخانۂ تریاک میں ڈال۔

تریاک ۔ یا تریاق ۔ زہر مہرہ ۔ زہر کی دوا

مطلب یہ ہو کہ میرے دل کو جسے تیری زلف نے پریشان کر دیا ہو۔ لب لعل کو ایک بوسے سے اطمینان بخش ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے آنسوؤں سے غسل کیا۔ کیونکہ اہل طریقت کہتے ہیں کہ پہلے خود پاک ہو اور پھر اس پاک کو دیکھ ۔ لوگ تو پانی سے نہاتے ہیں عاشق آنسوؤں سے غسل کرتے ہیں ۔

(۷) ترجمہ ۔ اے خدا وہ خود بین زاہد جو سوائے عیب کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اس کی عقل کے آئینہ پر آہ کا دھواں ڈال ظاہر ہے کہ سانس اور آہ سے آئینہ پر کدورت آجاتی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ مغرور زاہد جو ہمیشہ عیب جوئی اور نکتہ چینی ہی کرتا رہتا ہے خدا کرے کہ اسکی عقل کے آئینہ پر آہ کے دہوئیں سے کدورت آجائے ۔ یعنے کسی مظلوم کی بد دعا سے اسکے فہم و ادراک پر پردہ آجائے ۔

(۸) ترجمہ ۔ آلودہ نظر آنکھ معشوق کے چہرہ سے دور ہوتی ہے ۔ اسکے چہرہ پر پاک آئینہ سے نظر ڈال ۔ یعنے معشوق کو پاک آنکھوں سے دیکھنا چاہئے ۔ ناپاک آنکھیں اسکے چہرہ کو نہیں دیکھ سکیں ۔ محبوب حقیقی کے مشاہدہ کے لئے ضروری ہے کہ آئینہ دل ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور صاف ہو اور خیالات ماسوائے آلودہ نہ ہو ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ پہول کیطرح اسکی خوشبو سے جامہ چاک کر دے اور اس جامہ کو اس چالاک قد کی راہ میں ڈالدے جسطرح باد صبا کی نکہت سے پہول شگفتہ ہوتے ہیں اور اپنا جامہ چاک کرتے ہیں ۔ اور آخر کار پہول کی پنکھڑیاں باد صبا کی راہ میں گر جاتی ہیں ۔ اسی طرح عاشق کو بہی چاہئے کہ معشوق کی آمد کی خبر میں اپنا جامہ چاک کرے اور اسکی راہ میں فنا ہوجائے ۔

غزل (۱۱)

دلم ربودہ لولی وشیست شور انگیز	۱	دروغ وعدہ و قتال وضع و رنگ آمیز
فدای پیرہن چاک ماہرویاں باد	۲	ہزار جامہ تقوی و خرقہ پرہیز
فرشتہ عشق نداند کہ چیست اے ساقی	۳	بیار جام و شرابے بخاک آدم ریز
غلام آن کلماتم کہ آتش افروزد	۴	نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز
فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے	۵	کہ جز ولای توام نیست ہیچ دستاویز

بیا کہ ہاتف میخانہ دوش با من گفت	۶	کہ در مقام رضا باش و از قضا مگریز
پیالہ در کفنم بند تا سحرگہ حشر	۷	بمی ز دل ببرم ہول روز رستاخیز
(۸)	میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز	(۸)

(۱) ترجمہ۔ میرا دل ایک لولی وش جو فتنہ انگیز دروغ وعدہ قتال وضع اور رنگ آمیز ہے لے گیا ہے۔

لولی۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۶

شور انگیز۔ دروغ وعدہ۔ قتال وضع اور رنگ آمیز صفتیں ہیں۔ لولی وش موصوف

(۲) ترجمہ۔ معشوقوں کے پیرہن چاک پر فدا ہوں۔ ہزار جامۂ تقوی کے اور ہزار خرقے پرہیزگاری کے

مطلب یہ ہے کہ جامۂ تقوی اور خرقۂ پرہیز سے معشوق کا پیرہن چاک بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی زہد خشک سے عشق بہت افضل ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے ساقی فرشتہ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے۔ پیالہ مانگ اور آدم کی خاک پر شراب گرا۔

ساقی میخانہ عشق کو مخاطب کر کے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو معلوم نہیں کہ عشق کیا چیز ہے یہ نعمت انسان کے حصہ میں ہی آئی ہے۔ اس لئے شراب صرف آدم کی خاک پر ہی گرانی چاہیئے۔ پہلے کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ رابطۂ عشق صرف خدا اور انسان کے درمیان ہی ہے خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں عشق کی شراب صرف آدم کی مٹی میں ہی ملائی گئی۔ چنانچہ دیکھو شعر د ۵۴/۳ نیز دیکھو شعر الف ۱/۱

(۴) ترجمہ۔ میں ان کلمات کا غلام ہوں جو آگ بھڑکائیں۔ نہ یہ کہ تیز آگ پر باتوں میں سرد پانی ڈالا جائے۔

یعنے میں ایسے کلام کو پسند کرتا ہوں جس سے آتش عشق تیز تر ہو۔ یہ نہیں کہ الٹا آتش عشق پر ٹھنڈا پانی ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ میں عاشقانہ کلام کا شائق ہوں فلسفیانہ بحثیں دل کو ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ میں تیری درگاہ میں فقیر اور خستہ حال آیا ہوں رحم کر کیونکہ تیری محبت کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں

دستاویز۔ سند جس سے اپنا مطلب ثابت کریں۔ کوئی چیز جس کا سہارا ہو۔ مرکب از دست وآویز از مصدر آویختن۔

(۶) ترجمہ۔ آ کہ شراب خانہ کے ہاتف نے کل مجھے کہا کہ رضا کے مقام میں رہ اور قضا سے نہ بھاگ۔

ہاتف - آواز دینے والا۔ وہ فرشتہ جو غیب سے آواز دے۔ مطلب یہ ہے کہ شرابخانہ میں آ اور شراب پی کیونکہ شراب تجھے رضا و تسلیم کی تعلیم دے گی اور تجھے بتائے گی کہ قضا سے بھاگنا بے سود ہے۔

(۷) **ترجمہ** - میرے کفن میں پیالہ باندھ تاکہ حشر کی صبح کو دل سے روز قیامت کے ڈر کو شراب کے ذریعہ دور کروں

مطلب یہ ہے کہ میرے کفن میں شراب کا ایک پیالہ بھی رکھ دو تاکہ حشر کے دن اسے پی کر ہنگامہ رستاخیز کے ڈر سے اپنے دل کو بچاؤں۔ غم اور شراب کے لیے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۱۱/۲ ت ۱۷/۱ ت ۵۵/۹ ت ۹۵/۱۱ ت ۵۰/۷ ت ۶۲/۸ ت ۸۸/۵ د ۱۲/۱ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ د ۶۸/۷ د ۸۶/۹ د ۱۲۸/۱۴ غالباً اسی شعر سے ناراض ہو کر ڈاکٹر اقبال نے خواجہ صاحب کے متعلق اپنی مثنوی اسرار خودی میں کہا ہے کہ

رہن ساقی خرقۂ پرہیز او		مے علاج ہول رستاخیز او

لیکن خواجہ صاحب نے خود اپنے کلام میں اپنی شراب اور مستی کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے۔ لہذا اس قسم کے اعتراضوں کی قدر و قیمت معلوم۔ ظاہر ہے کہ شراب شیراز تو ہول رستاخیز کا علاج نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی اور ہی شراب ہوگی۔

(۸) **ترجمہ** - عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ اے حافظ اپنا پردہ تو آپ ہے۔ خود درمیان سے اٹھ جا۔ یعنی تیرے اور محبوب حقیقی کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔ البتہ تیری خودی کا پردہ درمیان میں حائل ہے۔ اسے اٹھا دے اور مشاہدۂ محبوب حاصل کر۔ خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

گفتمش تا چند در پردہ نہاں خواہی شدن		وقت آن آمد کہ دیگر رو نپوشانی ز ما
گفت من بے پردہ ام گر پردہ بینی آں توئی		تا تو ہستی در ہزاراں پردہ پنہانی ز ما

اسی مضمون پر ہے۔

نقاب ہستی خود را تو از میاں بر دار		دگر ببیں کہ جمال کہ مے شود پیدا	(معین الدین)
ہمیشہ ما ہست بر کنج جمالش نے نیاز		گنج مے آید بدست ار گشتہ گرد دارِ ما	

غزل ۱۲

روز عیش و طرب و ماہ صیام ست امروز	۱	کام دل حاصل و ایام بکام ست امروز

گو عروس فلکی رخ منمای از مشرق	۲	که مراد دیدن آن ماه تمام ست امروز
زاهدی را که نبودی چو صوامع جائی	۳	بین که در کنج خرابات مقام ست امروز
صبحدم بلبل مست از چه سبب می نالد	۴	کار او چون ز بهاران بنظام ست امروز
محتسب بیهده گو پند مده رندان را	۵	کانکه با شاهد و می نیست کدام ست امروز

(۶) گو بگویند خلائق که همی حافظ را
چشم بر روی نگار و لب جام ست امروز (۶)

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱) ترجمہ۔ آج عیش طرب کا دن ہے اور ماہ رمضان ہے۔ آج دل کی مراد حاصل اور زمانہ حسب مراد ہے۔

عیش و طرب اور رمضان کے لئے دیکھو شعرت ۳/۴ دمتاش ۳/۴

(۲) ترجمہ۔ عروس فلک کو کہو کہ آج مشرق سے چہرہ نہ دکھائے۔ کیونکہ آج میں نے اس ماہ تمام کو دیکھنا ہے۔

عروس فلک۔ آفتاب۔ **ماہ تمام** پورا چاند۔ چودھویں کا چاند۔ مراد معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کے سامنے آفتاب کی روشنی کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد جسکے نزدیک عبادتگاہوں کے برابر اور کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ دیکھ کہ آج اسکا مقام کنج خرابات ہے۔

(۴) ترجمہ۔ صبح کے وقت مست بلبل کس لئے روتی ہے۔ جب کہ اسکا کام بہار کی وجہ سے درست ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور باغ میں پھول شگفتہ ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ آج کل بھی بلبل روتی ہے اس سوال کا جواب خواجہ صاحب بلبل کی زبانی پہلے دے چکے ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعرت $\frac{۵۸}{۲}$۔

(۵) ترجمہ۔ محتسب کو کہو کہ رندوں کو بیہودہ پند و نصیحت نہ کرے۔ کیونکہ آج ایسا کون آدمی ہے جسکے پاس معشوق اور شراب نہ ہو۔

یعنے موسم بہار ہے۔ آج کل تمام لوگ۔ مے و معشوق کے شغل میں ہیں۔ محتسب رندوں کو شاہد بازی و میخواری سے کیوں منع کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ لوگ بے شک کہیں کہ آج حافظ کی آنکھ معشوق کے چہرہ پر اور اسکے لب پر ہے۔

یعنے لوگوں کو کہو کہ وہ بیشک ایسا کہیں۔ مجھے کسی کے طعنوں کی پرواہ نہیں۔

غزل ۱۴

زلفین سیہ خم بخم اندر زدہ باز	۱	وقت من شوریدہ بہم برزدہ باز
زان روی نکو چشم بدان دور کہ امروز	۲	بر مہ زدہ طعنہ و بر خور زدہ باز
بر ساغر عیشم زدہ سنگ و لیکن	۳	با تو چہ توان گفت کہ ساغر زدہ باز
از دود دل خستہ ام ای دوست حذر کن	۴	کاتش بمن سوختہ دل بر زدہ باز
من سر چو قلم بر سر سودای تو دارم	۵	با آنکہ من سر زدہ را سر زدہ باز
نقد سرہ قلب کہ پالودہ ام از چشم	۶	بر سکہ رویم ہمہ بر زر زدہ باز
از غالیہ بر ہم زدہ خوش شکر و قند	۷	امروز ہمہ بر گل و شکر زدہ باز

(۸) شہباز غمت است کبوتر دل حافظ
ہشدار کہ بر صید کبوتر زدہ باز (۸)

یہ غزل بھی بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ غالباً الحاقی ہے

(۱) ترجمہ۔ تو نے پھر اپنی دو سیاہ زلفوں کو پیچ در پیچ کیا ہے اور پھر شوریدہ دل کے وقت کو پھر پریشان کیا ہے
یعنے اپنی زلفوں کو پیچ و تاب سے میرے دل کو پریشان کیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اس خوبصورت چہرہ سے بدوں کی آنکھ دور ہو دیا چشم بد دور) کہ آج تو نے چاند پر طعنہ مارا ہے اور
پھر خورشید پر بھی طعنہ زنی کی ہے۔
یعنے تیرے چہرہ کی روشنی چاند اور سورج کی روشنی کو مات کرتی ہے چشم بد دور

(۳) ترجمہ۔ تو نے میرے عیش کے پیالہ پر پتھر مارا ہے لیکن تجھے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ تو نے شراب پی ہے۔
یعنے تو نے میرے ساغر عیش کو توڑ دیا ہے۔ لیکن تو نے یہ کام مستی میں کیا ہے۔ تجھے کچھ کہہ نہیں سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ اے دوست میرے خستہ دل کے دہوئیں (آہ) سے پرہیز کر۔ کیونکہ مجھ دل جلے کو تو نے پھر آگ لگا دی۔
مطلب یہ ہے کہ میرے دل کو تو نے جلا دیا۔ اس آگ کے دہوئیں یعنی میری آہوں سے ڈر۔

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن		اجابت از در حق بہر استقبال مے آید	لسعدی

(۵) ترجمہ۔ میں نے قلم کیطرح تیرے سودا پر سر رکھا ہوا ہی۔ باوجودیکہ تونے مجھ بیخبر کا سر کاٹ دیا۔

سودا۔ عشق۔ دیوانگی جسم انسان کی چار خلطوں میں سے ایک کا نام ہی جسکا رنگ سیاہ ہوتا ہی۔ سیاہ رنگ عورت کو بھی کہتے ہیں۔ سر زدہ۔ بے خبر۔ سر زدۂ۔ از مصدر سر زدن۔ گردن مارنا سر کاٹ کر علیحدہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ قلم کا سر ہمیشہ کاٹا جاتا ہی لیکن باوجود اسکے وہ کاتب کے ہاتھ میں سرنگوں ہوتا ہی اور ہمیشہ سیاہ حروف پر سر رکھے رہتا ہی۔ اسی طرح عاشق کا سر بھی اگرچہ معشوق کاٹتا ہی لیکن عاشق پھر بھی اسکے عشق سے باز نہیں آتا اور سر جھکائے رہتا ہی لفظ سودا (بوجہ سیاہی) اور قلم کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ دل کا کھرا نقد جسکو میں نے آنکھوں سے صاف کیا ہی۔ میرے چہرہ کی سکہ پر تو نے اسی پھر سونے پر مارا ہی مطلب یہ ہی کہ میں نے رو رو کر اپنے دل کے نقد کو صاف کر دیا ہے یعنی آنکھوں کے پانی سے اسے دہوتا رہا ہوں نتیجہ یہ ہوا ہے کہ میرا چہرہ سونے کیطرح زرد ہوگیا ہی حاصل کلام یہ ہی کہ خون دل رو رو کر اب نقد دل تو باقی نہیں رہا البتہ اسکی بجائے چہرہ سنہری ہوگیا ہی یعنے زرد ہوگیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تونے غالیہ سے شکر اور قند کو خوب برہم کیا ہی۔ آج تو نے گل اور شکر پر حملہ کیا ہے۔

غالیہ۔ مشہور خوشبو ہی۔ مشک۔ عنبر۔ کافور وغیرہ سے مرکب ہے۔

مطلب یہ ہی کہ تیرا غالیہ گل و شکر سے بڑھ کر ہے۔ اسکی سامنے گل و شکر کچھہ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے عشق کی شہباز کے لئے حافظ کا دل کبوتر ہے۔ ہشیار رہ کہ تونے کبوتر کے شکار پر باز چھوڑا ہے مطلب یہ ہے کہ تیرا عشق باز ہے اور حافظ کا دل کبوتر۔ ڈر ہی کہ یہ کبوتر اس باز سے جانبر نہ ہوسکیگا۔ اس لئے تجھے چاہئے کہ اس کبوتر کی جان کا خیال رکھے۔

غزل ۱۴

درآ کہ در دل خستہ تواں درآید باز	۱	بیا کہ در دل مردہ رواں ددآید باز
بیا کہ فرقت تو چشم من چناں بربست	۲	کہ فتح باب وصالت مگر کشاید باز

بہ پیش آئینۂ دل ہر آنچہ میدارم	۳	بجز خیال جمالت نمی نماید باز
غمی کہ چون سپہ زنگ ملک دل بگرفت	۴	ز خیل شادی روم رخت زداید باز
ز خوف بادیہ دل بد مکن بنبد احرام	۵	کہ مرد راہ نیندیشد ارچہ ناید باز
بدان مثل کہ شب آبستن است دور از تو	۶	ستارہ می شمرم تا کہ شب چہ زاید باز

(۷) بیا کہ بلبل مطبوع خاطر حافظ
ببوی گلشن وصل تو می سراید باز (۷)

(۱) ترجمہ۔ آکہ میری خستہ دل میں پھر طاقت آجائے۔ آکہ میرے مردہ دل میں پھر جان پڑ جائے۔

(۲) ترجمہ۔ آکہ تیری فراق نے میری آنکھیں اسطرح بند کی ہیں کہ تیرے وصل کے دروازے کے کھلنے پر ہی شاید کھلیں یعنے میری آنکھیں بند ہوگئی ہیں۔ اب صرف تیرے آنے پر ہی کھل سکتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صرف تیرے دیدار سے ہی اب آنکھیں روشن ہو سکتی ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دل کے آئینہ کے سامنے جو کچھ میں رکھتا ہوں۔ تیرے جمال کے خیال کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مطلب یہ ہے کہ ذراتِ عالم میں تیری ہی ذات اور صفات کا پرتو دیکھتا ہوں۔ کوئی چیز ایسی نہیں۔ جس میں تیرے جمال کا نقشہ نہ ہو۔

ای نہان در کنج غیب از دیدۂ ابصار ما	نیست جز تو کس عیان در کوچہ و بازار ما

(۴) ترجمہ۔ وہ غم جس نے زنگی لشکر کی طرح ملکِ دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ تیرے چہرہ کے روم کی خوشی کے لشکر سے ہی تباہ ہو سکتا ہے۔

زنگ۔ زنگبار۔ براعظم افریقیہ کا ایک مشہور ملک۔ **زداید**۔ از مصدر زدائیدن۔ زدودن۔ زُدودن۔ صاف کرنا۔ زنگ دور کرنا۔ صیقل کرنا۔

غمِ ہجر کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہے۔ دیدار کی خوشی کو روم کا لشکر کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح لشکرِ زنگ کو روم کی فوج شکست دے سکتی ہے اسی طرح غمِ ہجر کو دیدار کی خوشی ہی دور کر سکتی ہے۔ زنگ اور زداید کی رعایت ظاہر۔ روم کے لوگ چونکہ سرخ و سفید ہوتے ہیں اس لئے معشوق کے چہرہ کو روم کہا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ بیابان کے خوف سے بدل نہ ہو احرام باندھ کیونکہ مردِ راہ نہیں ڈرتا اگرچہ وہ واپس نہ آسکے۔

احرام بمقررہ مقاموں سے زیارت کعبہ سے پہلے کچھ دنوں بعض حلال و مباح چیزوں کا اپنے اوپر حرام ٹھہرا لینا
حرم میں جانا قصد و نیت۔ **احرام بستن**۔ حج سے پہلے مقررہ رسوم اسلامی کا ادا کرنا قصد و نیت کرنا
مطلب یہ ہے کہ مسافر کو دلیر ہونا چاہئے۔ اور راہ کی مشکلات سے بددل نہیں ہونا چاہئے۔ خواہ رستہ
ایسا دشوار گذار ہو کہ وہاں سے واپسی کی بھی امید نہ ہو لیکن مرد راہ اس بات سے ہرگز نہیں ڈرتا۔

طلب میں تیری نکل گئے جو نہ جھجکے دریائے پرخطر سے	گئے وہ کود آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر حج اور زیارت کعبہ کا شوق ہے۔ تو بیابان حجاز کی مشکلات سے نہ ڈرو کمر ہمت باندھو اور
بڑھتے چلو۔ دیکھو شعر ۳ ش۱ ذوق عمل اور ایثار کی تعلیم ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس مثل کے مطابق کہ رات حاملہ ہے خدا اسے تجھ سے دور رکھے۔ میں (رات بھر) ستارے گنتا رہتا ہوں کہ
رات کیا جنتی ہے۔

دور از تو جملہ دعائیہ معترضہ ہے۔ اسے چھوڑ کر شعر کا مطلب یہ ہے کہ مثل مشہور ہے کہ رات واقعات اور حادثات
کی حاملہ ہے یعنی رات سے حوادث پیدا ہوتے ہیں اس لئے تمام رات ستارے گنتا رہتا ہوں یعنی جاگتا رہتا ہوں یا
علم نجوم کے ذریعے معلوم کرتا رہتا ہوں کہ رات کیسے واقعات پیدا کرتی ہے۔ اور کل کیا پیش آتا ہے۔

ستارہ شمردن یعنی رات بھر جاگتے رہنا محاورہ ہے۔ رات کے حاملہ حوادث ہونیکے متعلق مولانا جامی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شب آبستن بود آن دم کہ آید	برائے عاشقاں اندوہ زائد
چو آرد از مشیمہ بچہ بیروں	بجائے شیر از دل ہا مکد خوں
ازاں مادر کہ برخوردار باشد؟	کز ینساں بچہ اش خونخوار باشد

(۷) ترجمہ۔ آ کہ حافظ کے فکر کی پسندیدہ بلبل تیرے وصل کے باغ کی خوشبو سے
پھر نغمہ سرائی کرے (یا کرتی ہے)
خواجہ صاحب نے اپنی طبیعت کو بلبل خوش گفتار کہا ہے۔

ردیف س

غزل (۱)

مصرع اول		مصرع دوم
ای صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس	۱	بوسه زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس
منزل سلمی که بادش هر دم از ما صد سلام	ق ۲	پر صدای ساربان بینی و آهنگ جرس
محمل جانان ببوس آنگه بزاری عرضه دار	۳	کز فراقت سوختم ای مهربان فریاد رس
عشرت شبگیر کن می نوش کاندر راه عشق	۴	شبروان را آشنائیهاست با میر عسس
دل برغبت می سپارد جان بچشم مست یار	۵	گرچه هشیاران ندادند اختیار خود بکس
منکه قول ناصحان را خواندمی بانگ رباب	۶	گوشمالی خوردم از هجران که اینم پند بس
طوطیان در شکرستان کامرانی می کنند	۷	وز تحسر دست بر سر میزند مسکین مگس
عشقبازی کار بازی نیست ای دل سر بباز	۸	زانکه گوی عشق نتوان زد بچوگان هوس

(۹) نام حافظ گر بر آید بر زبان کلک دوست
از جناب حضرت شاهم بس است این ملتمس (۹)

(۱) ترجمہ - اے صبا اگر تو نہر ارس کے کنارے سے گذرے تو اس وادی کی خاک کو بوسہ دے اور اپنے نفس (سانس) کو خوشبودار کر۔

ارس - بفتحتین - (۱) ایک شہر کا نام (۲) ایک نہر کا نام جو آذربیجان کے کنارہ پر ہے - (آذربایجان ایران کی شمال مغربی حد میں ایک مشہور علاقہ کا نام ہے - جسکا دارالخلافہ تبریز ہے)

خواجہ صاحب اکثر اپنے کلام میں سلطان احمد بن اویس والی بغداد کو جو اُن کا قدردان تھا - یاد

کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس غزل میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہو اور یہ غزل اسی کو لکھکر بھیجی ہو۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱-۲۲ سوانحعمری

(۲) ترجمہ سلمیٰ جس پر ہماری طرف سے ہر دم سو سلام ہوں اسکی منزل کو صدائے ساربان اور آواز جرس (جب) تو دیکھو۔

(۳) ترجمہ پہلے معشوق کے محمل کو بوسہ دے اور پھر زاری سے عرض کر کہ اے مہربان میں تیرے فراق سے جل گیا ہوں میری فریاد سن۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں **سلمیٰ** - عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ اب ہر ایک معشوق کے واسطے بولتے ہیں۔

دونو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ جب تو بانگ جرس اور صدائے ساربان سنکر میرے معشوق کی منزل پر پہنچے۔ پہلے اس محمل کو جس میں معشوق ہو بوسہ دے اور پھر عرض کر کہ میں تیرے ہجر میں جل گیا ہوں۔ میری فریاد سن

(۴) ترجمہ - رات کے وقت عشرت کر اور شراب پی کیونکہ راہِ عشق میں شبرو لوگوں کو کوتوال سے آشنائی ہوتی ہے۔

شبگیر (۱) رات سحرگاہ (۲) رات کو سفر کرنا (۳) ایک پرندہ جو سحر کے وقت غمگین آواز کرتا ہے۔ (۴) وہ آدمی جو آخرِ شب عبادت کیلئے اٹھے **شبرو** - (۱) وہ چور جو رات کے وقت چوری کرنے جاتے - (۲) اہل اللہ لوگ جو رات کو عبادت کرتے ہیں **عسس** بفتحتین - وہ شخص جو رات کے وقت شہر کی حفاظت کرنے کے لیے پھرتا رہے عسس جمع عاس کی ہے بمعنے شحنۂ شب چوکیدار - مگر استعمال فارسی میں یہ لفظ بمعنی مفرد استعمال ہوتا ہے۔

میر عسس - چوکیداروں کا امیر یعنے کوتوال - میر شبگیر بھی کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب ظاہری یہ ہے کہ رات کو شراب پی اور عشرت کر اور کوتوال سے نہ ڈر کیونکہ کوتوال ہمیشہ چوروں کا دوست ہوتا ہے حقیقی معنے یہ کہ شب بیدار ہو اور رات کو عبادت کر کیونکہ خدا شب بیداروں سے دوستی رکھتا ہے۔ شبگیر - شبرو اور میر عسس کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ - میرا دل خوشی سے جان کو معشوق کی مست آنکھ کے حوالے کرتا ہے۔ اگرچہ ہشیار لوگ اپنا اختیار کسی کو نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ زمام اختیار دوسرے کے ہاتھ دینا ہوشیاری اور دانائی نہیں لیکن میرا دل رضا و رغبت سے جان کو معشوق کی چشم مست کے حوالے کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ - میں تو واعظوں کی بات کو رباب کی آواز جانتا تھا لیکن ہجر نے ایسا کان مروڑا کہ بس یہی نصیحت کافی ہے مطلب یہ ہے کہ میں پہلے واعظوں کی بات کو رباب کی آواز سمجھتا تھا یعنی جب وہ مجھ کو عشق سے منع کرتے تھے تو ان کی بات کو بیہودہ اور لغو جانتا تھا لیکن ہجر نے ایسی نصیحت دی ہے کہ اب کان ہو گئے ہیں۔ رباب اور گوشمالی کی رعایت ظاہر

(۷) ترجمہ۔ طوطی شکرستان میں کامیابی کے مزے اڑا رہی ہیں۔ اور مسکین مکھی حسرت سے سر پر ہاتھ مارتی ہے۔ مکھی کو دیکھو تو اکثر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر پر ہاتھ مارتی ہے۔ گویا افسوس کرتی ہے مطلب یہ ہے کہ رقیب عیش و عشرت کر رہے ہیں اور میں ہجر میں کفِ افسوس مل رہا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل عشقبازی کھیل نہیں ہے۔ سر ہار دے۔ کیونکہ عشق کی گیند کو ہوس کے بلے سے نہیں مارتے۔

جاب آب سا محیطِ عشق سے جو پار اترتے ہیں	گزر جاتی ہیں پہلا سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

(۹) ترجمہ۔ اگر معشوق کے قلم کی زبان پر حافظ کا نام آجائے۔ تو حضرتِ شاہ کی درگاہ سے میری یہی التماس ہے اور بس ملتمس۔ بفتح میم ثانی۔ التماس۔ عرض۔ خواہش۔ مطلب یہ ہے کہ میری آرزو بس یہی ہے کہ وہ میری طرف ایک خط لکھ دے۔

غزل (۲)

جاناں ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس	۱	بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس
ز آنجا کہ لطفِ شامل و خلقِ کریم تست	۲	جرمِ گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس
خواہی کہ روشنت شود احوالِ سوزِ عشق	۳	از شمع پرس قصہ ز بادِ صبا مپرس
ہیچ آگہی ز عالمِ درویشیش نبود	۴	آنکس کہ با تو گفت کہ درویش را مپرس
از دلق پوشِ صومعہ نقدِ طرب مجوے	۵	یعنی ز مفلساں سخنِ کیمیا مپرس
در دفترِ طبیب خرد بابِ عشق نیست	۶	ای دل بدرد خو کن و نامِ دوا مپرس
نقشِ حقوقِ خدمت و اخلاص و بندگی	۷	از لوحِ سینہ محو کن و نامِ ما مپرس
ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم	۸	از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

(۹)	حافظ رسید موسمِ گل معرفت مخواں در یاب نقدِ عمر و ز چون و چرا مپرس	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جانِ من! تجھ سے کس نے کہہ دیا ہے کہ ہمارا حال نہ پوچھ۔ بیگانہ ہو جا۔ اور کسی آشنا کی بات نہ پوچھ۔

(۲) ترجمہ - چونکہ تیرا لطف شاملِ حال اور خلقِ کریم ہو - گذشتہ جرموں کو معاف کر دے اور ماجرا نہ پوچھ -

لطفِ شامل - لطفِ عام - لطف جو ہر کسی کے شاملِ حال ہو - **خلقِ کریم** - کرم کی عادت

بعض قلمی دیوانوں میں "جرم گذشتہ" کی بجائے "جرم بکردہ" ہو یعنی ہمارے جرم کرنے سے پہلے ہی ہمارا جرم معاف کر دے -

(۳) ترجمہ - اگر تو چاہتا ہو کہ سوزِ عشق کا حال تجھ پر ظاہر ہو جائے - تو شمع سے یہ بات پوچھ بادِ صبا سے نہ پوچھ -

مطلب یہ ہو کہ شمع عاشق صادق ہو سر تا پا جل جاتی ہو لیکن استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیتی - بے صبری اور بیقراری کا اظہار نہیں کرتی - برعکس اسکے بادِ صبا ہرجائی ہو عشق کے مصائب سے ناآشنا ہو اور مزید براں شمع کے پاس سے ہو کر گذرے تو اس کو بھی بجھا دیتی ہو اس لئے اگر تو سوزِ عشق کے حال سے آگہی حاصل کرنا چاہتا ہو تو شمع سے جا کر حاصل کر وہ اِس سوز سے آشنا ہے - بادِ صبا اس سوز سے بیگانہ ہے -

(۴) ترجمہ - اس شخص کو عالم درویشی سے بالکل واقفی نہیں تھی - جس نے تجھے کہا کہ درویش کا حال نہ پوچھ -

(۵) ترجمہ - عبادت گاہ کے خرقہ پوش (زاہد) سے نقدِ عیش نہ ڈھونڈھ - یعنی مفلسوں سے کیمیا کی باتیں نہ پوچھ -

مطلب یہ ہو کہ مفلس لوگ علم کیمیا نہیں جانتے (ورنہ مفلس کیوں رہتے) اس لئے ان سے کیمیا کی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں - اسی طرح زاہدوں سے عیش و طرب کی طلب نہ کر وہ خود اس نعمت سے محروم ہیں تجھے کیا دینگے - حاصل کلام یہ ہو کہ زاہدانِ خشک اسرارِ حقائق و معارف سے ناآشنا ہوتے ہیں - یہ باتیں کسی عارف سے پوچھ -

(۶) ترجمہ - طبیبِ عقل کی کتاب میں عشق کا باب ہی نہیں - اے دل درد کا عادی ہو جا اور دوا کا نام نہ پوچھ -

مطلب یہ ہو کہ طبیبِ عقل دردِ عشق کی دوا نہیں جانتا - اس لئے دوا کا نام نہ لے اور درد برداشت کرنے کی عادت ڈال عقل و عشق کے لئے دیکھو ت $\frac{۶}{۲}$ د $\frac{۵}{۴}$ د $\frac{۱۵}{۷}$ ر $\frac{۱}{۲}$ ل $\frac{۵}{۵}$

عاشقی پیدا است از زاریٔ دل　　نیست بیماری چو بیماریٔ دل
علتِ عاشق ز علتہا جدا است　　عشق اصطرلابِ اسرارِ خدا است
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت　　شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
(مولانا روم)

(۷) ترجمہ - حقوقِ خدمت - اخلاص اور بندگی کے نقش کو لوحِ سینہ سے مٹا دے اور ہمارا نام نہ پوچھ -

یعنے ہماری اخلاص - بندگی اور حقِ خدمت کو بھول جا اور ہمارا نام بھی نہ پوچھ - اگر یہ شعر مطلع کے ساتھ ہوتا اور اسکے ساتھ قطعہ بند ہوتا - تو زیادہ موزون تھا -

(۸) ترجمہ ۔ ہم نے سکندر اور دارا کا قصہ نہیں پڑھا ۔ ہم سے بجز مہر و وفا کی حکایت کے بغیر اور کچھ نہ پوچھ ۔
یعنے ہم عشق کے قصے جانتے ہیں ۔ بادشاہوں کے قصے ہمیں یاد نہیں ۔
(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ بہار کا موسم آگیا ہے معرفت کی باتیں چھوڑ ۔ نقد عمر کو حاصل کر اور چوں و چرا نہ پوچھ ۔
معرفت مخواں ۔ یعنے معرفت کے قصے بیان نہ کر ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موسم بہار ہے زندگی کا لطف حاصل کر
ان معرفت کی باتوں کو چھوڑ ۔ چوں و چرا سے کیا فائدہ ۔ وہی مضمون ہے جو شعر نمبر ۲ میں ہے ۔

غزل (۳)

دارم از زلف سیاہت گلہ چنداں کہ مپرس	۱	کہ چناں زو شدہ ام بے سر و ساماں کہ مپرس
کس بامید وفا ترک دل و دیں مکناد	۲	کہ چنانم من ازیں کردہ پشیماں کہ مپرس
بہ یکے جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست	۳	زحمتی می کشم از مردم ناداں کہ مپرس
گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود ولے	۴	فتنہ میکند آں نرگس فتاں کہ مپرس
زاہد از ما بسلامت بگذر کایں مے لعل	۵	دل و دیں می برد ازدست بدانساں کہ مپرس
گفتم از گوی فلک صورت حالی پرسم	۶	گفت آں می کشم اندر خم چوگاں کہ مپرس
(۷)	گفتمش زلف بکیں کہ کشادی گفتا حافظ ایں قصہ دراز است بقرآں کہ مپرس	(۷)

(۱) ترجمہ ۔ مجھے تیری زلف سیاہ سے اتنی شکایتیں ہیں کہ کچھ نہ پوچھ ۔ کیونکہ میں اس سے اتنا بے سر و ساماں ہوگیا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ ۔
(۲) ترجمہ ۔ کوئی شخص وفا کی امید پر اپنے دین کو نہ چھوڑے ۔ کیونکہ میں یہ کام کر کے اتنا پشیمان ہوا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ ۔
یعنے میں نے اس امید پر دل و دین کو چھوڑ دیا کہ معشوق مجھ سے وفا کریگا لیکن آخر میں اس فعل پر پشیمان ہوا اس لئے آئندہ کوئی شخص معشوقوں کی وفا کی امید پر دل و دین نہ ہارے ۔ کیونکہ حسین کبھی وفادار نہیں ہوتے ۔
(۳) ترجمہ ۔ ایک گھونٹ (شراب) کے لئے کہ کسی کو اس سے آزار نہیں پہنچتا ۔ نادان لوگوں سے میں اتنی تکلیفیں برداشت کرتا ہوں کہ نہ پوچھ

(۴) ترجمہ۔ ہمیں گوشہ نشینی اور سلامتی کی آرزو تہی لیکن وہ فتنہ انگیز آنکھ اتنے فتنے بپا کرتی ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

سلامتی سے مراد دل و دین کی سلامتی۔

(۵) ترجمہ۔ اے زاہد ہمارے پاس سے سلامتی سے چلا جا کیونکہ وہ سرخ شراب دل اور دین کو اسطرح ہاتھ سے لیجاتی ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

یعنے اگر ہماری مجلس شرب میں کچھ دیر بیٹھا تو شراب سرخ ہماری طرح تمہارے دل و دین کو بھی سلامت نہیں چھوڑیگی۔ کیونکہ جو شخص اسے ایکدفعہ دیکھہ لیتا ہے اس پر شیدا ہو جاتا ہے۔ اس ہی اگر تجھے دل و دین کی سلامتی چاہیئے۔ تو رندوں کی بزم میں مت آ۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ آسمان کی گیند سے میں صورت حال پوچھتا ہوں اس نے کہا کہ میں آسمان کو اپنے خم چوگان سے اسطرح کھینچتا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ۔

دوسرا مصرعہ مقولہ معشوق ہے مطلب یہ ہے کہ آسمان ایک گیند ہے جو میرے بلے کی مطیع ہے۔ اسکی کیا حقیقت ہے کہ اس سے صورت حال پوچھتا ہے۔ سب کچھ میرے اختیار میں ہے۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں	کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(۷) ترجمہ۔ میں نے اس سے کہا کہ کس کینہ کے لئے تو نے زلف کھولی ہے اس نے جواب دیا کہ اے حافظ قرآن کی قسم کہ یہ قصہ بہت لمبا ہے کچھ نہ پوچھ

میں نے پوچھا کہ کس کی شامت آئی ہے کہ آپ اسطرح زلفیں پریشاں کئے بیٹھے ہیں۔ جواب دیا کہ یہ قصہ بہت دراز ہے قابل بیان نہیں۔ دراز اور زلف کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ کس کس کا نام لوں ہزاروں کے دل اس زلف پریشان کو دیکھکر پریشان ہو جائینگے۔ اصطلاح تصوف میں زلف کو عالم کثرت سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اسصورت میں یہ مطلب ہوگا کہ خدا نے کائنات کو جو عالم کثرت ہے۔ پیدا کر کے ہزاروں لاکھوں عاشقوں کے دلوں کو فریفتہ کیا اور یہ سلسلہ اتنا طویل ہے کہ معرض بیان میں نہیں آسکتا۔

ز ذرات جہاں آئینہ ہا ساخت	ز روئے خود بہر یک عکس انداخت	
رخ خود شمع زاں آتش برافروخت	بہر کاشانہ صد پروانہ را سوخت	(جامی)

غزل (۴۷)

درد عشقی کشیده ام که مپرس	۱	زهر هجری چشیده ام که مپرس

<table dir="rtl">
<tr><td>گشته ام در جہان و آخر کار</td><td>۲</td><td>دلبرے برگزیدہ ام کہ مپرس</td></tr>
<tr><td>آن چنان در ہوای خاک درش</td><td>۳</td><td>می رود آب دیدہ ام کہ مپرس</td></tr>
<tr><td>بے تو در کلبہ نہانے خویش</td><td>۴</td><td>رنجہائی کشیدہ ام کہ مپرس</td></tr>
<tr><td>من بگوش خود از دہانش دوش</td><td>۵</td><td>سخنانی شنیدہ ام کہ مپرس</td></tr>
<tr><td>سوی من لب چہ میگزی کہ مگوے</td><td>۶</td><td>لب لعلی گزیدہ ام کہ مپرس</td></tr>
<tr><td>(۷)</td><td>ہمچو حافظ غریب در رہ عشق
بمقامی رسیدہ ام کہ مپرس</td><td>(۷)</td></tr>
</table>

(۱) ترجمہ ۔ مینے عشق کا وہ درد برداشت کیا ہی کہ کچھہ نہ پوچھہ۔ ہجر کی ایسی زہر چکھی ہی کہ کچھہ نہ پوچھہ ۔

یعنے عشق اور ہجر میں وہ تکلیفیں برداشت کی ہیں کہ قابل بیان نہیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ تمام جہان پھرا ہوں اور آخر کار ایسا معشوق انتخاب کیا ہی کہ کچھ نہ پوچھ

یعنے ایک لاثانی معشوق ڈھونڈ نکالا ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اُس کے دروازے کی آرزو میں میری آنکھوں سے اتنا پانی جاتا ہی کہ کچھہ نہ پوچھ

یعنے درِ معشوق کی خاکبوسی کی آرزو میں اسقدر رو رہا ہوں کہ بیان سے باہر ہے ۔ خاک و آب کا مقابلہ اور ہوا کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ ۔ اپنے گوشۂ تنہائی میں تیرے بغیر ۔ اسقدر تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ کچھہ نہ پوچھ

(۵) ترجمہ ۔ مینے اپنے کانوں سے کل اسکو منہ سے ایسی باتیں سنی ہیں کہ نا قابلِ بیان ہیں ۔

خدا جانے خواجہ حافظ نے اپنے شرحِ صدر کی کسی کیفیت کا ذکر کیا ہی یا عہدِ میثاق کی گفتگو کیطرف اشارہ ہے ۔

یہ بہی ممکن ہی کہ سورہ نجم کی آیت ذیل کے مضمون کیطرف اشارہ ہو ۔ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی

یعنے وحی کیا خدا نے اپنے بندے کیطرف جو کچھہ کہ وحی کیا ۔ مطلب یہ ہی کہ جو باتیں خدا تعالیٰ نے حضرتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی معراج کے وقت کہیں وہ بیان نہیں ہو سکتیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ تو میری طرح کیا ہونٹ کاٹتا ہی کہ نہ بول ۔ مینے ایسے لب لعل کاٹے ہیں کہ کچھہ نہ پوچھہ

قاعدہ ہی کہ جب کوئی آدمی ناگفتنی بات کہتا ہی تو دوسرا آدمی اسو اشارہ سے منع کرتا ہی اور اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے دباتا ہی ۔ گویا ایکطرح سمجھاتا ہی کہ منہ بند کرو ۔ خاموش ہو جاؤ ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مینے نہایت

سشیریں اور سرخ لبوں کے بوسے لئے ہیں۔ اور اب انکار کر رہا ہوں۔ تو ہونٹ کاٹ کاٹ کر مجھکو کیا منع کرتا ہے۔ میں ضرور انکار کرونگا۔

(۷) ترجمہ۔ راہ عشق میں مسافر حافظ کیطرح میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ یعنے اعلے مقامات پر پہنچ گیا ہوں۔

غزل (۵)

در ضمیر ما نمیگنجد بغیر از دوست کس	۱	ہر دو عالم را بدشمن دہ کہ ما را دوست بس
یار گندم گوں ما گر میل کردی نیم جو	۲	ہر دو عالم پیش چشم ما نمودی یکعدس
ہیری عیں شمع و جمعی از پس و پیشت دواں	۳	نی غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
غافل ست آں کو بہ شمشیر از تو می پیچد عناں	۴	قند را لذت مگر شیکو نمیداند مگس
خاطرم وقتی ہوس کردی کہ بینم چیز ہا	۵	تا تراد یدم نکردم جز بدیدارت ہوس
مرداں را از عسس شب گر خیالی در سرست	۶	من چنانم کز خیالم باز نشناسد عسس
کوی ات از اشکم چو دریا گشت و می ترسم کہ باز	۷	بر سرآنند این رقیباں سبکسارت چو خس

(۸) **حافظا** این رہ بپای لاشہ لنگ تو نیست
بعد از ین بنشیں کہ گردی بر نخیزد زین فرس (۸)

(۱) ترجمہ۔ ہمارے دل میں سوائے معشوق کے کچھ نہیں سماتا۔ دونو جہان دشمن کو دیدو کیونکہ ہمیں معشوق کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں ماسوا اللہ کی گنجایش نہیں۔ دنیا و عاقبت ہمیں نہیں چاہیئے ہمارے لئے ہمارا دوست کافی ہے

بیر تسبیح ملک را و صفا رضواں را	دوزخ بدرا و بہشت مزنکیاں را	
دنیا جم را و قیصر خاقاں را	جاناں ما را و جان ماجاناں را	(ابو سعید ابوالخیر)

(۲) ترجمہ۔ ہمارا گندمی رنگ معشوق اگر نصف جو کے برابر بھی ہماری طرف رغبت کرتا۔ تو دونو جہان ہماری آنکھوں میں مسور کا دانہ نظر آتے۔

گندم - جو اور عدس کی رعایت ظاہر -

(۳) ترجمہ - تو شمع کی مانند چار ہا ہی اور لوگ تیری آگے پیچھے دوڑ رہے ہیں - نہیں نہیں!! میں نے غلط کہا ہی شمع کا پس و پیش تو ہوتا ہی نہیں -

یعنے شمع کی روشنی چاروں طرف ہوتی ہی اس لئے اسکا پس و پیش کوئی نہیں ہوتا -

(۴) ترجمہ - وہ شخص غافل ہی جو تلوار کے ڈر سے تجہہ سے منہ موڑتا ہی - شاید کبھی قند کی لذت کو اچھی طرح نہیں جانتی -

مطلب یہ ہی کہ جو شخص درد عشق کو برداشت نہ کرسکے عشق سے باز آتا ہی وہ گویا معشوق کی حسن و شیرینی سے ناواقف ہی

(۵) ترجمہ - ایک وقت تہا کہ میرا [illegible] کو دیکھنے کی آرزو کرتا تہا جب سے تجھے دیکہا ہی تیرے دیدار کے سوا اور کسی چیز کی ہوس نہیں رہی -

	جب سے پڑی ہی آنکھہ کسی روئے صاف پر		ہیں مہر و ماہ دونوں نظر سے گرے ہوئے -	(امیر مینائی)

(۶) ترجمہ - لوگوں کو رات کے وقت کوتوال کا کچھہ خیال (ڈر) ہوگا میرا تو حال ہی کہ کوتوال میری خیالات کی تہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا -

یا یہ کہ مجھہ میں اور ایک خیالی تصویر میں امتیاز ہی نہیں کرسکتا - پھر سمجھہ کیا کہے گا -

(۷) ترجمہ - تیرا کوچہ میری آنسوؤں سے دریا کیطرح ہوگیا ہی اور یہہ ڈر ہی کہ تیرے سبکسار رقیب تنکے کیطرح اوپر نہ چڑھ آئیں -

ظاہر ہے کہ تنکا غرق نہیں ہوتا - پانی کے اوپر تیرا آتا ہی - خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ اگرچہ میں نے تیری کوچہ کو آنسوؤں سے دریا کیطرح کردیا لیکن پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ رقیب جو خس و خاشاک کیطرح ہیں غرق نہیں ہونگے بلکہ تیر کر اوپر آجاینگے -

(۸) ترجمہ - اے حافظ یہ رستہ تیرے اسپ لنگ کے پاؤں کے لائق نہیں - اسکو بیٹھ جا کہ یہ گھوڑا ہلاک نہ ہوجائے -

لاشہ زبون - لاغر - دبلا ضعیف - کمزور خواہ انسان ہو خواہ حیوان - اور اکثر یہ صفت گھوڑے اور گدہے کی واقع ہوتی ہی اور گدہے کے معنے میں بھی آتا ہے - **گرد برخاستن** از چیزے - پامال ہونا تباہ اور برباد ہونا ہلاک ہونا -

مطلب یہ ہی کہ یہ رستہ نہایت دشوار گذار اور خطرناک ہی ضعیف اور لنگڑے گھوڑوں سے طے نہیں ہوسکتا اس رستہ میں قدم نہ رکھہ ہلاکت کا ڈر ہے - اس راہ سے مراد راہ عشق -

---

غزل (۶)

دلا رفیق سفر بخت نیکخواهت بس	۱	نسیم روضهٔ شیراز پیک راهت بس
دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش	۲	کہ سیر معنوی و کنج خانقاهت بس
بصدر مصطبہ بنشین و ساغر می نوش	۳	کہ اینقدر ز جہاں کسب مال و جاهت بس
زیادتی مطلب کار بر خود آساں کن	۴	کہ شیشۂ می صاف و بت چو ماهت بس
فلک بمردم ناداں دهد زمام مراد	۵	تو اهل دانش و فضلی همیں گناهت بس
وگر کمیں بکشاید غمی بہ کشور دل	۶	حریم درگہ پیر مغاں پناهت بس
هوای مسکن مالوف و عهد یار قدیم	۷	ز رهروان سفر کردہ عذر خواهت بس
بمنت دگراں خو مکن کہ در دو جہاں	۸	رضای ایزد و انعام پادشاهت بس

(۹)	بهیچ ورد دگر نیست حاجت ای حافظ دعای نیم شب و ورد صبحگاهت بس	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تیرا رفیقِ سفر تیرا نیک خواہ بخت کافی ہے اور باغِ شیراز کی نسیم تیرے لئے کافی پیک راہ ہے
روضہ۔ باغ۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ **پیک**۔ قاصد۔ بدرقہ

(۲) ترجمہ۔ اے درویش منزلِ معشوق سے سفر نہ کر کیونکہ معنوی سیر اور کنجِ خانقاہ تیرے لئے کافی ہے
معنوی سیر سے مراد روحانی سیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سالک کنجِ خانقاہ میں ہی بیٹھ کر تمام عالم بلکہ ہر دو عالم کی سیر کر سکتا ہے۔ لہذا منزلِ معشوق میں ہی مقیم رہنا چاہیے۔

خیالِ نامحرم گریبان و دامن مارا کجوہ و صحرا	چہ سازد آوارۂ دردِ دل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد (بیدل)

(۳) ترجمہ۔ میخانہ کے صدر پر بیٹھ اور شراب کا پیالہ پی کیونکہ تیرے لئے دنیا میں ہی کسبِ مال و جاہ کافی ہے۔
مَصطَبہ۔ شراب خانہ۔ قاموس میں لکھا ہے کہ مِسطَبہ مِصطَبہ اور مِضطبہ ہر طرح درست ہے
مطلب یہ ہے کہ میخانہ کے صدر پر بیٹھنا کافی مرتبہ اور شراب پینا کافی دولت ہے۔ زیادہ جاہ و مال کی ضرورت نہیں

(۴) ترجمہ زیادہ نہ مانگ اپنے لئے کام آسان کر۔ کیونکہ شرابِ صاف کا شیشہ اور چاند جیسا معشوق تیرے لئے کافی ہے
یعنے مے و معشوق پر اکتفا کر۔ اس سے زیادہ ہوس نہ کر۔ اور اپنے آپ کو مشکلات میں نہ ڈال۔

سبکساراں مردم سبکتر روند		حق نیست صاحبدلاں بشنوند

(۵) ترجمہ۔ آسمان نادان لوگوں کے ہاتھ میں مراد کی باگ دیتا ہے۔ تو دانا اور اہلِ فضل ہے تیرا یہی گناہ کافی ہے۔
قاعدہ ہے کہ دانا ہمیشہ تنگ حال اور ناداں ہمیشہ بامراد ہوتے ہیں۔ اہلِ کمال ناسازی زمانہ کو شاکی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ آسمان ہمیشہ ناداں لوگوں کو بامراد کرتا ہے اس لئے تیری دانائی اور فضیلت ہی تیرے لئے موجب حرمان ہے تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۱۲۶/۷ د ۱۲۰/۲ ت ۱۸/۳ اور غزل (۱۲۱) ردیف دال۔

احمقاں سرور شدستند وز بیم		عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم	(مولانا روم)

(۶) ترجمہ۔ اگر ملکِ دل پر کوئی غم گھات لگائے۔ تو پیرِ مغاں کی درگاہ کی حریم تیرے لئے کافی پناہ ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غم تیرے دل کے نزدیک آئے۔ تو پیرِ مغاں کے پاس جا کر شراب پی اور غم کو دور کر۔

(۷) ترجمہ۔ وطنِ مالوف کی محبت اور یارِ قدیم کا عہد سفر کرنے والے مسافر کے پاس تیری عذر خواہی کرنے کے لئے کافی ہے
یعنے تیرے دوست سفر پر چلے گئے اور تو ان کے ساتھ نہ گیا۔ اُن کی شکایت کا تیرے پاس یہ کافی جواب ہے کہ وطنِ مالوف کی محبت اور یارانِ قدیم کا حقِ صحبت دامن گیر ہے۔

(۸) ترجمہ۔ دوسروں کے احساں کا عادی نہ ہو کیونکہ دونوں جہانوں میں۔ خدا کی رضا اور بادشاہ کا انعام تیرے لئے کافی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تجھ کو کسی اور ورد کی ضرورت نہیں۔ آدھی رات کی دعا اور صبح کا ورد تیرے لئے کافی ہے
خواجہ صاحب جا بجا اپنے کلام میں شب بیداری سحر خیزی کے فوائد بیان کرتے ہیں۔ وہ خود شب بیدار تھے

غزل (۷)

گلعذاری ز گلستان جہان ما را بس	۱	زین چمن سایۂ آن سرو رواں ما را بس
من و ہمصحبتی اہل ریا دورم باد	۲	از گرانان جہان رطل گراں ما را بس
قصر فردوس بپاداش عمل می بخشند	۳	ما کہ رندیم و گدا دیر مغاں ما را بس

بنشین بر لب جوی و گذر عمر ببین	۴	کاین اشارت ز جہاں گذران ما را بس
نقد بازار جہاں بنگر و آزار جہاں	۵	گر شمارا نہ بس این سود و زیان ما را بس
یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم	۶	دولت صحبت آں مونس جان ما را بس
از در خویش خدارا بہ بہشتم مفرست	۷	کہ سر کوی تو از کون و مکان ما را بس
نیست ما را بجز از وصل تو در سر ہوسے	۸	وین تجارت ز متاع دو جہاں ما را بس

(۹) حافظ از مشرب قسمت گلہ بی انصافیست (۹)

طبع چوں آب و غزلہای روان ما را بس

(۱) ترجمہ۔ دنیا کی باغ سے ایک گلعذار ہمارے لیے کافی ہے اس چمن میں اس سرو رواں کا سایہ ہمارے لئے کافی ہے۔

سرو رواں سے مراد معشوق راست قد

(۲) ترجمہ۔ میرا اور اہل ریا کی صحبت، خدا مجھے اس سے دور رکھے۔ دنیا کی بڑی چیزوں میں سے میرے لئے شراب کا بڑا پیالہ کافی ہے

(۳) ترجمہ۔ بہشت کے محل تو عمل کی مد میں دیتے ہیں۔ ہم رند اور گدا ہیں ہمارے لئے دیر مغاں ہی کافی ہے۔

اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے فرماتے ہیں کہ بہشت کے محل تو اعمال کے عوض دیے جاتے ہیں ہمارے پاس نقد عمل تو نہیں ہے اور نہ ہم اس بیع و شری کے قائل ہیں۔ ہم گدا ہیں ہمارے لئے شرابخانہ ہی بہشت کے محلوں کے برابر ہے مطلب یہ ہے کہ ہم عاشق ہیں عابد نہیں ہیں کہ عبادت پر بھروسہ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ نہر کے کنارے پر بیٹھ جا اور عمر کی روانی دیکھ۔ کیونکہ گذرنے والے جہاں کا یہی اشارہ ہمارے لئے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جسطرح نہر کا پانی بہ رہا ہے اسی طرح عمر بھی گذر رہی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ بازار جہاں کا نقد اور جہاں کا آزار دیکھ۔ اگر تیرے لئے یہ سود و زیاں کافی نہیں تو ہمارے لئے تو کافی ہے

مطلب یہ ہے کہ بازار جہاں میں ذرا سے فائدہ اور آرام کے لئے ہزاروں تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں گویا نفع کم ہے اور نقصان زیادہ اگر تیرے لئے یہ سود و زیان عبرت آموز نہیں تو ہمارے لئے تو یہ کافی عبرت ہے۔

(۶) ترجمہ۔ یار ہمارے ساتھ ہے کیا ضرورت ہے کہ زیادہ مانگیں۔ اس مونس جان کی صحبت کی دولت ہمارے لئے کافی ہے یعنے ہمارے لئے معشوق کی صحبت کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خدا کے لئے اپنے دروازہ سے مجھے بہشت کیطرف نہ بھیج۔ کیونکہ کون و مکاں میں میرے لئے تیرا کوچہ کافی ہے۔

اگر تو طالب یاری و صالِ دوست طلب		بہشت و حور مجو کاں قصور خواہد کرد	

(۸) ترجمہ۔ تیری وصل کے سوا ہمیں سر میں اور کوئی ہوس نہیں۔ دو نو جہانوں کے متاع سے ہمارے لئے یہی تجارت کافی ہے

اہل عقبیٰ سود دیدہ و طالبِ دنیا زیاں		گرمیٔ بازار او سود و زیانِ من بسوخت	امعین یمین
غلافلاں در کارِ خویش و عاقلاں در کار دوست	معین الدین	عاشقان زیں ہر دو فارغ محو در دیدار دوست	

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ قسمت کے طریق پر گلہ کرنا بے انصافی ہے پانی کیطرح روان طبیعت اور پانی کی طرح رواں غزلیں ہمارے لئے کافی ہیں۔

یعنے قسمت کا گلا کرنا کہ ہم کو کچھ نہیں ملا۔ بے انصافی میں شامل ہے۔ کیا طبیعت کی روانی اور یہ روان غزلیں جو ہمارے حصہ میں آئی ہیں۔ کافی دولت نہیں؟

ردیف ش

غزل (۱)

اگر رفیق شفیقے درست پیماں باش	۱	حریف حجرہ و گرمابہ و گلستاں باش
شکنج زلف پریشاں بدست باد مدہ	۲	مگو کہ خاطر عشاق گو پریشاں باش
گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی	۳	نہاں ز چشم سکندر چو آب حیواں باش
رموز عشق نوازی نہ کار ہر مرغیست	۴	بیا و نوگل این بلبل غزلخواں باش
طریق خدمت و آئین بندگی کردن	۵	خدای را کہ رہا کن بیا و سلطاں باش
دگر بصید حرم تیغ برکش زنہار	۶	ازانچہ با دل ما کردہ پشیماں باش
تو شمع انجمنے یک زبان و یک دل شو	۷	خیال کوشش پروانہ بیں و خنداں باش

بشیوۂ نظر از ناظران دوراں باش	۸	کمال دلبری و حسن در نظر بازیست
(۹)	خموش حافظ و از جور یار نالہ مکن ترا کہ گفت کہ بر روی خوب حیراں باش	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر تو مشفق رفیق ہی تو وعدہ کا پکا ہو۔ حجرہ۔ گرمابہ اور باغ کا ساتھی بن گرمابہ یا گرمادہ۔ حمام غسلخانہ۔ مطلب یہ ہی کہ کسی وقت ساتھہ نہ چھوڑ۔ گھر میں باغ میں۔ سحرا میں حمام میں ہر وقت پاس رہ۔

(۲) ترجمہ۔ زلفِ پریشان کے شکن کو ہوا کی ہاتھہ میں نہ دی۔ یہ نہ کہو کہ عاشقونکا دل بیشک پریشان ہو۔ معشوق کی زلف کی پریشانی سی عاشق کا دل پریشان ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اپنی زلف کو ہوا سے پریشان نہ ہونے دو۔ اور یہ نہ کہو کہ عاشقونکا دل پریشان ہوتا ہی تو ہونے دو۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تجھی یہ آرزو ہی کہ تو خضر کے ساتھہ ہمنشیں ہو تو آبِ حیات کی طرح سکندر کی آنکھہ سی پوشیدہ رہ۔ مطلب یہ ہی کہ اگر تجھی حیاتِ جاوداں کی خواہش ہی تو اہلِ دنیا سی اپنے آپ کو پوشیدہ رکھہ۔ خِضر اور خَضر دونو طرح درست ہی۔ یہاں خِضر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رموزِ عشق کی نغمہ سرائی ہر پرندہ کا کام نہیں۔ آ اور اس بلبل غزلخواں کا تازہ پہول بن یعنے ہر پرندہ رموزِ عشق سی واقف نہیں۔ یہ بلبل کا ہی کام ہی۔ اس لئی آ اور بلبل کا معشوق بن۔ این بلبلِ غزلخواں سی مراد خود خواجہ حافظ

(۵) ترجمہ۔ خدمت کا طریقہ اور بندگی کرنے کا قاعدہ خدا کے لئے چھوڑ آ اور بادشاہ بن یعنے غلامانہ زندگی بسر کرنا اچھا نہیں۔ خود بادشاہ بن۔ مطلب یہ ہی کہ آزاد خیال ہو اور دل کا بادشاہ بن جا اغیار کی خدمت اور بندگی کو چھوڑ (علو ہمت اور آزادمنشی کی تعلیم ہے)

(۶) ترجمہ۔ صید حرم پر خبردار پہر تلوار نہ کھینچ۔ جو کچھہ ہمارے دل کی ساتھہ تو نے کیا ہی اسی سی پشیمان ہو۔ حرم کعبہ میں جو چیز داخل ہو جائے۔ وہ محفوظ ہو جاتی ہی انسان یا پرندوں وغیرہ کا قتل کرنا یا شکار کرنا اس جگہ منع ہی۔ شاعر عموماً عاشق کے دل کو صیدِ حرم کہتے ہیں۔ کیونکہ خانۂ کعبہ کی طرح دل کو بھی خانۂ خدا کہا گیا ہی۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

خونِ صاحب نظراں ریختی ای کعبۂ حسن		خونِ اینان کہ روا داشت کہ صید حرام اند

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ تو نے میرے دل کے ساتھ کیا ہے۔ اسی سے پشیمان ہو اور اتنا عاشقوں کے دلوں پر تیغ ستم نہ کھینچ۔

(۸) ترجمہ۔ دلبری اور حسن کا کمال نظر بازی میں ہی ہے۔ یہ نظر میں زمانہ کے نظر بازوں سے ہو۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ چپ رہ اور معشوق کے جور سے فریاد نہ کر۔ تجھ کو کس نے کہا تھا کہ خوبصورت چہرہ پر عاشق بن؟

دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ تجھ کو عاشق بننے کے لئے کس نے کہا تھا۔ کہ اب فریاد کرتا ہے۔ جب خود بخود عاشق ہوا ہے تو معشوق کے جور و ستم کو بھی برداشت کر۔

غزل (۲)

ای دل غلام شاہ جہان باش و شاہ باش	۱	پیوستہ در حمایت لطف اِلٰہ باش
از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند	۲	گو کوہ تا بکوہ منافق پناہ باش
چوں احمدم شفیع بود روز رستخیز	۳	گو این تن بلاکش من پر گناہ باش
آں را کہ دوستی علی نیست کافر است	۴	گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولای تو یا علی	۵	فردا بروح پاک امامان گواہ باش
قبر امام ہشتم سلطان دین رضا	۶	از جاں ببوس و بر در آں بارگاہ باش
دستت نمیرسد کہ بچینی گلی ز شاخ	۷	باری بپای گلبن ایشان گیاہ باش
مرد خدا کہ زاہد تقوی طلب بود	۸	خواہی سفید جامہ و خواہی سیاہ باش

(۹)	حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن وانگاہ در طریق چو مردان راہ باش	(۹)

یہ غزل الحاقی ہے تفصیل کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۳۸ - ۳۹ سوانحمری سنہ ۱۹۰ کا ایڈیشن دیوان میں بھی یہ

غزل نہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے دل جہان کے بادشاہ کا غلام ہو اور بادشاہ بن ہمیشہ لطفِ خدا کی حمایت میں ہو۔

شاہ جہان سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ یا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم۔

(۲) ترجمہ۔ ہزار خارجی کو ایک جو کے بدلے نہیں خریدتے۔ اگرچہ وہ پہاڑ سے لیکر پہاڑ تک مشارق پناہ ہو۔

خارجی۔ اہل اسلام کا ایک فرقہ جو رافضیوں کے مخالف ہے اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر۔ عمر۔ اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہم کو اچھا کہتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہیں مانتے۔ چونکہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا لہذا یہ نام پایا دوسرے مصرعہ کی ترکیب قدرے مشتبہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر خارجی کو تمام دنیا کی پناہ ہو تو بھی ایک جو کی قیمت کا نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے روز میرے شفیع ہونگے تو یہ میرا بلاکش وجود سراسر گناہوں سے پر ہو تو بھی کچھ پرواہ نہیں

(۴) ترجمہ۔ جس شخص کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوستی نہیں وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ زمانہ کا زاہد اور شیخ طریقت ہو۔

(۵) ترجمہ۔ یا علی آج میں تیری محبت سے زندہ ہوں کل اماموں کے روح پاک کے طفیل تو میرا گواہ بن کل سے مراد روز قیامت

(۶) ترجمہ۔ امام ہشتم سلطان ابن علی موسی رضا کی قبر کو جان سے بوسہ دے اور اسی بارگاہ کے دروازہ پر مقیم ہو۔

(۷) ترجمہ۔ تیرا ہاتھ نہیں پہنچتا کہ شاخ سے تو پھول چنے۔ البتہ تو ان (دوازدہ امام) کے گلبن کے نیچے گھاس بن جا۔

گلبن۔ درختِ گلِ سرخ۔ گلاب کا پیڑ۔

(۸) ترجمہ۔ مرد خدا جو زاہد اور تقوی طلب ہو۔ وہ خواہ سفید جامہ ہو۔ خواہ سیاہ لباس ہو۔

در عمل کوش و ہرچہ خواہی پوش ترک دنیا و شہوت ست و ہوس		تاج بر سر نہ و علم بر دوش پارسائی نہ ترکِ جامہ و لبس	(سعدی)

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ شاہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کر۔ پھر طریقت میں مردانِ راہ کیطرح ہوجا۔

شاہ سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ مطابق مطلع غزل۔

غزل (۳)

باز آئی دل تنگ مرا مونس جان باش	۱	وین سوختہ را محرم اسرار نہان باش
زان بادہ کہ در مصطبہ عشق فروشند	۲	ما را دو سہ ساغر بدہ و گو رمضان باش

در خرقه چو آتش زدی ای عارف سالک	۳		جهدی کن و سر حلقهٔ رندان جهان باش
آن یار که گفتا بتو ام دل نگران ست	۴		گو میرسم اکنون بسلامت نگران باش
خون شد دلم از حسرت آن لعل روان بخش	۵		آن درج محبت بهمان مهر و نشان باش
تا بر دلش از غصه غباری ننشیند	۶		ای سیل سرشک از عقب نامه روان باش

(۷) **حافظ** که هوس میکند از جام جهان بین
گو در نظر آصف جمشید مکان باش (۷)

(۱) ترجمہ ۔ واپس آ اور میرے تنگدل کا مونسِ جان بن اور اس سوختہ دل کو پوشیدہ اسرار کا محرم بن
یعنے آ اور میرا مونسِ جان اور محرمِ راز بن ۔
(۲) ترجمہ ۔ اس شراب سے عشق کا شراب خانہ نہیں بکتی ہے مجھکو دو تین پیالے دو خواہ رمضان ہی ہو
ظاہر ہے کہ شرابِ عشق کے لئے رمضان و شعبان کی کوئی تمیز نہیں ۔ رمضان و شراب کے لئے دیکھو ت ۲ دت ۱۱ ز ۲
(۳) ترجمہ ۔ اے عارفِ سالک جب تو نے خرقہ کو آگ لگادی ہے تو کوشش کر اور جہان کے رندوں کا سرگروہ بن
(۴) ترجمہ ۔ وہ یارِ حسین نے کہا ہے کہ تیرے لئے میرا دل منتظر ہے اسے کہو کہ میں آتا ہوں سلامتی سے منتظر رہے ۔
(۵) ترجمہ ۔ اس جان بخش لب کی حسرت سے میرا دل خون ہوگیا اور وہ محبت کی ڈبیہ اسی مہر و نشان کے ساتھ ہے
دُرجِ محبت سے مراد معشوق کا منہ ۔ درج جواہرات اور زیورات کی ڈبیہ ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دل لب لعل کو بوسہ کی
آرزو میں خون ہوگیا اور معشوق نے اپنے دُرجِ دہن کو اسی طرح با مہر و نشان بند رکھا ہوا ہے اور مجھے اپنے لعل کو بوسہ سے محروم رکھا ہے
درج اور لعل کی رعایت ظاہر ۔
(۶) ترجمہ ۔ تا کہ اسکے دل پر غصہ سے غبار نہ بیٹھے اے آنسوؤں کے سیلاب خط کے پیچھے تو بھی روانہ ہو جا
یعنے اگر میرے خط کو دیکھکر معشوق کی طبیعت پر غبارِ ملال آجائے تو اسکو دھونے کے لئے سیلِ اشک روانہ کرتا ہوں
مطلب یہ ہے کہ میں اس خیال میں رو رہا ہوں کہ معشوق میرے خط کو دیکھکر ناراض نہ ہو جائے ۔
(۷) ترجمہ ۔ حافظ چونکہ جامِ جہان بین کی ہوس رکھتا ہے اسے کہدو کہ آصفِ جمشید مکان کی نظر میں رہے ؛
آصفِ جمشید مکان سے مراد عماد بن محمود وزیرِ سلطان قطب الدین دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱ سوانحعمری مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرا
ممدوح وزیر ہے لیکن جمشید کا مرتبہ رکھتا ہے اس لئے اگر جام کی خواہش ہے تو اسی سے درخواست کرنی چاہئے ؛

غزل (۴۱)

باغباں گر پنج روزی صحبت گل بایدش	۱	بر جفای خار ہجراں صبر بلبل بایدش
ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال	۲	مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
با چنین زلف و رخی بادش نظر بازی حرام	۳	ہر کہ روی یاسمین و جعد سنبل بایدش
رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار	۴	کار ملک ست آنکہ تدبیر و تامل بایدش
تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست	۵	راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش
نازہا زیں نرگس مستانہ می باید کشید	۶	ایں دل شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش
ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند	۷	دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش

(۸) کیست حافظ تا ننوشد بادہ بی آواز چنگ
عاشق مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر باغباں کو چند روزہ پہول کی صحبت چاہیئے۔ تو خار ہجر کی جفا پر اسے بلبل کیطرح صبر کرنا چاہیئے۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل اس کی زلف کی قید میں پریشانی سے نہ رو۔ دانا پرندہ جب جال میں پھنس جائے تو اسے تحمل کرنا چاہیئے۔

مرغ زیرک ۔ یا مرغ زیرک سانہ دانا پرندہ۔ ایک پرندہ کا نام ہے جسے مرغ شب آویز بھی کہتے ہیں وہ کسی ٹہنی کے ساتھ ایک ہی پاؤں سے لٹک جاتا ہے اور برابر حق حق بولے جاتا ہے بعض کے نزدیک طوطی بعض کے نزدیک ہاروت ماروت بعض شیطان سے بھی مراد لیتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ایسے زلف و رخ کے باوجود جو شخص چنبیلی کے چہرے اور سنبل کی زلف کی آرزو رکہتا ہے اس پر نظر بازی حرام ہے۔

چنین زلف و رخ سے مراد زلف و رخ معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کے چہرے اور زلف کے مقابلہ میں جو شخص سمن و سنبل کے دیکہنے کی خواہش رکہتا ہے۔ اس پر عاشقی حرام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ عالم سوز رند کو مصلحت بینی سے کیا کام ہے۔ تدبیر و تامل سے کام لینا بادشاہوں کا کام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رندوں کو سراپا شوق ہونا چاہیئے۔ انہیں مصلحت اور تدبیر سے کیا کام؟

(۵) ترجمہ - تقویٰ اور دانائی پر بھروسہ کرنا طریقت میں کافری ہے۔ مسافر اگر سو ہنر بھی رکھتا ہو تو بھی اسے توکل چاہئے۔
مطلب یہ ہے کہ سالک کو صرف اپنے تقویٰ اور دانش پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ باوجود اپنے تقویٰ کے خدا پر توکل رکھنا چاہئے اور باوجود تدبیر کے تقدیر کا قائل رہنا چاہئے۔ خواجہ صاحب کا مذہب عین تعلیم اسلامی کے مطابق ہے۔ دیکھو شعر الف ۳ ت ۴ ب ۵ د

گفت پیغمبر بآواز بلند		بر توکل زانوئے اشتر ببند (مولانا روم)

اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

کسے راکہ بر طاعت خویش را اعتماد نیست		آں بے بصر بود کہ کند تکیہ بر عصا

(۶) ترجمہ - اس شوریدہ دل کو اس چشم مست کے ناز برداشت کرنے چاہئیں اگر اسے وہ زلف دوتا کل چاہئیں
مطلب یہ ہے کہ اگر دل کو معشوق کی زلف دوتا کل کا شوق ہے تو اسکی چشم مست کے ناز بھی برداشت کرنے ہونگے۔
(۷) ترجمہ - اے ساقی ساغر کی گردش میں تو کب تک یہ تعلل کریگا۔ جب عاشقوں تک دور جام پہنچے تو اسے متواتر جاری رکھنا چاہئے۔
تعلل - علت انگیزی۔ سبب پوچھنا۔ تاخیر۔ بہانہ جوئی۔ دیر۔ درنگ۔ اصطلاح اطبا میں کسی چیز کا تھوڑا تھوڑا کھانا
(۸) ترجمہ - حافظ کون ہے جو آواز چنگ کے بغیر شراب پئے۔ مسکین عاشق کو اتنی شان و شوکت کیوں چاہیئے۔
یعنے حافظ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ بغیر چنگ و رباب اور سرود و سماع کے شراب نہ پیئے۔ مسکین آدمی کو اتنا تجمل نہیں چاہیے
اگر مطرب نہیں تو نہ سہی۔ صرف شراب ہی مل جائے تو غنیمت سمجھے۔

غزل (۵)

بر وازمن قرار و طاقت و ہوش	۱ ق	بت سنگیں دل و سیمیں بنا گوش
نگاری چابکی شوخی پری وش	۲	حریفی مہوشی ترکی قباپوش
ز تاب آتش سودای عشقش	۳	بسان دیگ دائم میزنم جوش
چو پیراہن شوم آسودہ خاطر	۴	گرت ہمچوں قبا گیرم در آغوش
اگر پوسیدہ گردد استخوانم	۵	نگردد مہرش از جانم فراموش
دل و دینم دل و دینم ببردہ است	۶	بر و دوشش بر و دوشش برودوش

(۷)	دوا ئے تو دوا ئے تست حافظ لب نوشش لب نوشش لب نوشش	(۷)

(۱) ترجمہ - سنگیں دل اور سیمیں بناگوش معشوق - مجھہ سے قرار طاقت اور ہوش لیگیا -

بناگوش - نرمۂ گوش - کان کی لو - کان کا نیچے کا حصہ جو نرم ہوتا ہے - سیمین چاندی کی طرح صاف اور سفید -

سنگین دل اور سیمین بناگوش معشوق کی صفتیں ہیں - سنگ و سیم کا مقابلہ لطیف ہے -

(۲) ترجمہ - حسین چالاک شوخ اور پریرو - حریف مہوش ترک اور قبا پوش -

پہلے شعر سے قطعہ بند ہے یہ تمام صفتیں ہیں بت کی -

(۳) ترجمہ - اسکے عشق کے سودا کی آگ کی تپش سے - دیگ کیطرح ہمیشہ جوش کہا تا رہتا ہوں -

(۴) ترجمہ - پیراہن کیطرح میں آسودہ خاطر ہو جاؤنگا - اگر تجھے قبا کی طرح بغل میں لے لوں

پیراہن ڈھیلا اور کھلا جامہ ہے - قبا تنگ اور جسم کے ساتھہ ملی ہوتی ہے - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قبا کیطرح

تجھے بغل میں تنگ بھینچ لوں - تو پیراہن کیطرح آسودہ خاطر (فراخ) ہو جاؤنگا -

(۵) ترجمہ - اگر میری ہڈیاں بوسیدہ بھی ہو جائیں - تو بھی اسکی محبت میری جان سے فراموش نہیں ہوسکتی -

	سر و سامان وجودم شرر عشق بسوخت		زیر خاکستر دل سوز نہانم باقیست	(انیاز)

(۶) ترجمہ - میرا دل اور دین میرا دل دین لیگئے - اسکا سینہ اور کندھا اسکا سینہ اور کندھا سینہ اور کندھا

تکرار الفاظ تحسین کلام اور تاکید کے لئے ہے

(۷) ترجمہ - اے حافظ تیری دوا ہے تیری دوا ہے اسکا لب شیریں اسکا لب شیریں - لب شیریں -

نوش - شہد - شیریں - گوارا - آب حیات - تریاق - لفظ دوا اور نوش کی رعایت ظاہر -

غزل (۶)

بجد و جہد چو کار سے نمیرود از پیش	۱	بکرد گار رہا کردہ بہ مصالح خویش
بپادشاہے عالم فرو نیاوردم سر	۲	اگر ز سر قناعت خبر شود درویش

زسنگ تفرقہ خواہی کہ منحنی نشوی	۳	مشو بسان ترازو تو درپی کم و بیش
ریای زاہد سالوس جان من فرسود	۴	قدح بیار و بزن مرہمی برین دل ریش
بنوش بادہ کہ قسام صنع قسمت کرد	۵	در آفرینش از انواع نوشدار و نیش
ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام	۶	زہی طریقت و ملت زہی شریعت و کیش
بدلربائی اگر خود سر آمدی چہ عجب	۷	کہ نور حسن تو بود از اساس عالم بیش
(۸)	دہان تنگ تو دلخواہ جان حافظ شد بجان بود خطرم زین دل محال اندیش	(۸)

(۱) ترجمہ۔ جب جد و جہد سے کام نہیں چلتا۔ تو بہتر یہی ہے کہ اپنی مصلحت کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔
مطلب یہ ہے کہ صرف جد و جہد کافی نہیں خدا پر توکل کرنا بھی ضروری ہے اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د ۵/۲ ش ۵/۴
اور د ۱۲/۳ الف

جملہ افتادند از تدبیر و کار		ماند کار و حکمہائے کردگار	(مولانا روم)

(۲) ترجمہ۔ جہاں کی بادشاہی کیلئے بھی سر نہ جھکاؤ۔ اگر درویش قناعت کے بھید سے واقف ہو جائے۔
حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر قناعت کی دولت مل جائے۔ تو پھر بادشاہی بھی کچھ چیز نہیں۔

قناعت کن اے نفس براند کے چو یکسو نہادی طمع خسروی		کہ سلطان و درویش بینی یکے چلہ پیش خسرو بخواہش روی	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ سنگ تفرقہ سے خمیدہ نہ ہو جائے۔ تو ترازو کیطرح کم و بیش کے درپے نہ ہو۔
معنی خمیدہ۔ کوزہ پشت۔ جھکا ہوا۔ مجازاً ضعیف۔ ناتواں۔ لاغر۔ **سنگ تفرقہ**۔ (۱) پاسنگ۔ وہ پتھر جو ترازو کو برابر کرنے کی خاطر اسکی ایک پلڑی میں باندھتے ہیں (۲) تفرقہ کی تکلیف۔ وہ تکلیف جو سود و زیاں کے خیال سے ہوتی ہے۔ سنگ تفرقہ۔ ترازو۔ کم و بیش کی رعایت ظاہر
ترازو کی ایک پلڑی میں اگر ذرا بھی چیز زیادہ ہو۔ تو ادھر جھکتا ہے اسی طرح دو پلڑوں میں وزن کی کمی بیشی سے ترازو ادھر ادھر جھکتا رہتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تو سیدھا رہے اور خمیدہ قد نہ ہو۔ تو کم و بیش کا فکر چھوڑ دے کیونکہ اگر تو کم و بیش کے درپے ہوگا۔ تو ضرور ہے کہ ترازو کیطرح تجھے جھکنا پڑیگا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اگر راستی

منظور ہو تو صبر اختیار کرے۔

(۴) ترجمہ۔ مکار زاہد کے ریا نے میری جان گھلا دی۔ پیالہ لا اور اِس زخمی دل پر مرہم لگا۔

مطلب یہ ہو کہ زاہدانِ ریاکار کے طرزِ عمل سے میں تنگ آ گیا ہوں اور میرا دل زخمی ہو گیا ہو جامِ شراب لا کیونکہ وہ میرے زخمی دل کے لئے بمنزلہ مرہم کے ہے۔

(۵) ترجمہ۔ شراب پی کیونکہ قسامِ قدرت نے ابتدائے آفرینش میں مختلف قسم کی نوشدار وادو نیش لوگوں میں تقسیم کئے ہیں۔

قسامِ صنع۔ قسامِ قدرت۔ قسامِ ازل بمعنی خدا۔ قسام بمعنی حصہ کرنے والا تقسیم کرنے والا۔ بانٹنے والا قسمت کرنے والا۔ **قسمت** تقسیم کرنا۔ بانٹنا۔ حصہ مقرر کرنا۔ **نوشدارو**۔ تریاق۔ زہر کا علاج مومیائی۔ ایک مفرح اور مقوی معجون کا نام۔ مجازاً بمعنے شراب۔ **نیش**۔ نوک کی تیزی۔ بچھو یا سانپ کا ڈنک۔ زہر۔

مطلب یہ ہو کہ قسامِ ازل نے دنیا میں مختلف قسم کی نیش اور انکے مقابلہ میں مختلف قسم کی نوشدارو لوگوں کے حصے میں کئے ہیں ہمارے حصہ میں شراب آئی ہو جو ایک قسم کی نوشدارو ہو اور کئی قسم کی نیشوں کا علاج ہے۔ نوش اور نیش میں صنعت ایہام ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ریا کو حلال جانتے ہیں اور شراب کے پیالہ کو حرام کہتے ہیں ان لوگوں کی طریقت، ملت اور شریعت و مذہب عجب ہے یعنے زاہدوں کا عجیب مذہب ہے کہ شراب کو تو حرام کہتے ہیں اور ریاکاری کو حلال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ریاکاری شرابخواری سے بدرجہا زیادہ گناہ ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۲ ف ۳/۲ ت ۳/۱

(۷) ترجمہ۔ اگر تو دلربائی میں سب کا سردار ہوا ہے تو کیا عجب۔ کیونکہ تیرے حسن کا نور جہان کی بنیاد سے پہلے کا ہے۔

یہ شعر نعتیہ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کے سردار ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ان کا نور ابتدائے آفرینش عالم سے بھی پہلے کا ہے اور چونکہ وہ سب سے مقدم ہیں اس لئے سب سے افضل ہیں حدیث ہے۔ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین۔ یعنی میں نبی تھا جب کہ آدم مٹی اور پانی میں تھے نظامی گنجوی کا شعر ہے

کنت نبیاً کہ علم پیش برد
ختم نبوت بہ محمد سپرد

عارف جامی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی پیدائش کو کلکِ قدرت کی جنبشِ اول کہتے ہیں۔

جنبشِ اول زمحیطِ قدم
سلسلہ جنبانِ وجود از عدم
کلکِ عنایت چو رقم ساز کرد
از ہمہ پیش این رقم آغاز کرد

عرفی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

تا کونِ ترا اصلِ مہمات نخواندند
نشنید قضا ترجمۂ لفظِ اہم را

تا مجمع امکان و وجوب نوشتند تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل	مورد متعین نشد اطلاق اعم را سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

حدیث ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ یعنی جو چیز خدا نے سب سے پہلے پیدا کی وہ میرا نور تھا۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کی جان تیری تنگ دہن کو دل سے چاہتی ہے۔ مجھے اپنے محال اندیش دل سے جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ میرا دل تیرے دہن کا طالب ہے اور چونکہ تیرا دہن ایک معدوم اور محال (ناممکن الوجود) چیز ہے اور قاعدہ ہے کہ ناممکن چیزوں کا طالب کو ہمیشہ جان کا خطرہ رہتا ہے اس لئے میرا دل گویا میری جان کا دشمن ہے۔

غزل (۷)

بدور لالہ قدح گیر و بی ریا می باش	۱	ببوی گل نفسی ہمدم صبا می باش
نگویمت کہ ہمہ سال می پرستی کن	۲	سہ ماہ می خور و نہ ماہ پارسا می باش
چو پیر سالک عشقت بمی حوالہ کند	۳	بنوش و منتظر رحمت خدا می باش
گرت ہواست کہ چون جم بسر غیب رسی	۴	بیا و ہمدم جام جہان نما می باش
چو غنچہ گرچہ فروبستگیست کار جہان	۵	تو ہمچو باد بہاری گرہ کشا می باش
وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی	۶	بہرزہ طالب سیمرغ و کیمیا می باش

(۷) مرید طاعت بیگانگان مشو حافظ
ولی معاشر رندان آشنا می باش (۷)

(۱) ترجمہ۔ لالہ کے موسم میں پیالہ لے اور بے ریا بن کر رہ۔ پھول کی خوشبو کیلئے کچھ دیر صبا کا ہمدم ہو جا۔
مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں شراب پی اور ریا کاری چھوڑ۔ باغ میں جا کر پھول کی خوشبو اور باد صبا سے مشام جان کو معطر کر۔

(۲) ترجمہ۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ تمام سال شراب پیتا رہ۔ تین مہینے شراب پی اور نو مہینے پارسا بنا رہ
چہ خوب فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے شراب پینے کو کون کہتا ہے صرف بہار کے تین مہینے شراب پی اور باقی نو

یعنیے پارسابن کر لوگوں کو اپنے زہد و تقوی کا معتقد بناتا رہ۔ بادہ و بہار کے لئے دیکھو شعرف ۳/۴

(۳) ترجمہ۔ جب عشق کا پیر سالک تجھ شراب کے حوالے کرے۔ تو پی لے اور خدا کی رحمت کا منتظر رہ

وہی مضمون ہے جو شعر الف ۱/۴ میں ہے۔ شراب عشق پی کر خدا کی رحمت کا منتظر رہنا کوئی عجیب بات نہیں علاوہ بریں

رحمت سے تیری ہو گئی میخوار جنتی		سارے گناہ دھو دئیے جام شراب نے	

(۴) ترجمہ۔ اگر تجھے یہ آرزو ہے کہ جم کیطرح تو غیب کے رازوں کو پہنچ جائے۔ تو آ اور جام جہاں نما کا ہمدم بن جا۔

یعنے جام مے تجھے اسرار غیب سے واقف کر دیگا۔ دیکھو شعرف ۵۶/۱۴ ش ۱۵/۵

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ جہاں کا کام غنچہ کیطرح فروبستگی ہے لیکن تو باد بہاری کیطرح گرہ کشا بن جا۔

غنچہ گرہ کیطرح بند ہوتا ہے۔ باد بہاری آکر گرہ کشائی کرتی ہے اور اسکو شگفتہ کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جہاں کا کام تو غنچہ کیطرح گرہ لگائی ہے لیکن تو باد بہاری کیطرح گرہ کشا بن جا یعنی اگر زمانہ فروبستگی پیدا کرتا ہے تو اپنے لئے تو خود کشائش کار پیدا کر۔

(۶) ترجمہ۔ کسی سے وفا نہ ڈھونڈھ اور اگر تو میری بات نہیں سنتا تو فضول سیمرغ اور کیمیا کو ڈھونڈھتا رہ

مطلب یہ ہے کہ سیمرغ اور کیمیا کیطرح وفا کا بھی نام ہی نام ہے ورنہ دنیا میں اسکا وجود نہیں اسلئے تو کسی سے وفا کی امید نہ رکھ اگر رکھتا ہے تو یہی سمجھ کہ سیمرغ اور کیمیا کو ڈھونڈھ رہا ہے جو کبھی نہیں ملینگے۔ سیمرغ یا عنقا اور کیمیا مجہول الجسم اور معروف الاسم چیزیں ہیں۔

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے		گویا اس جہاں میں تھی ہی نہیں	

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اغیار کی بندگی کا مرید نہ ہو۔ بلکہ رندان آشنا کا ہمصحبت بن

مطلب یہ ہے کہ غیروں یعنی زاہدوں کی طاعت کا معتقد نہ ہو بلکہ رندان بادہ خوار کا ہم نشین بن۔ یا یہ کہ اغیار کی اطاعت نہ کر بلکہ اپنے ہمشرب رندوں کی صحبت میں رہ۔

غزل (۸)

من خرابم ز غم یار خراباتی خویش	۱	میزند غمزۂ او ناوک غم بر دل ریش
با تو پیوستم و از غیر تو دل ببریدم	۲	آشنای تو ندارد سر بیگانہ و خویش

بعنایت نظری کن کہ من دلشدہ را	۳	نرود بی مدد لطف تو کاری از پیش
آخر ای پادشہ حسن و ملاحت چہ شود	۴	گر لب لعل تو ریزد نمکی بر دل ریش
خرمن صبر من سوختہ دل داد بباد	۵	چشم مست تو کہ بگشاد کمین از پس و پیش
گر چلیپای سر زلف ز ہم بگشاید	۶	بس مسلمان کہ شود کشتہ آن کافر کیش
پس زانو منشین و غم بیہودہ مخور	۷	کہ ز غم خوردن تو رزق نگردد کم و بیش
چونکہ این کوشش بیفایدہ سودی ندہد	۸	پس میازار دل خود ز غم ای درویش
پرسش حال دل سوختہ کن بہر خدا	۹	نیست از شاہ عجب گر بنوازد درویش

(۱۰) حافظ از نوش لب لعل تو کامی نگرفت
کہ نزد بر دل ریشش و ہزاران سر نیش (۱۰)

(۱) ترجمہ - میں اپنے خرابات نشین معشوق کے عشق میں مست و خراب ہوں۔ اسکا غمزہ میرے زخمی دل پر غم کا تیر مارتا ہے۔

(۲) ترجمہ - میں تجھ سے مل گیا اور تیرے سوا تمام چیزوں سے دل ہٹا لیا تیرا آشنا اپنے پرائے کسی کو نہیں جانتا۔

(۳) ترجمہ - مہربانی سے نظر کر کیونکہ مجھ بیدل کا کوئی کام تیری مہربانی کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتا۔

(۴) ترجمہ - اے حسن و ملاحت کے بادشاہ آخر کیا ہو جائیگا۔ اگر تیرا لب لعل زخمی دل پر نمک چھڑک دے۔

عاشق اپنے زخمی دل کے لئے مرہم کی نہیں بلکہ نمک کی درخواست کرتا ہے۔

نمک چھڑکو نمک چھڑکو مزا اس میں ہی آتا ہے	قسم لے لو نہیں عادت میرے زخموں کو مرہم کی

ملاحت اور نمک کی رعایت ظاہر

(۵) ترجمہ - تیری مست آنکھ نے پس و پیش سے گھات لگا کر۔ مجھ سوختہ دل کے صبر کے خرمن کو برباد کر دیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تیری مست آنکھوں نے مجھے بیصبر اور بیقرار کر دیا ہے۔ (دوسرے مصرعہ کا ترجمہ پہلے کیا گیا ہے)

(۶) ترجمہ - اگر وہ زلف کے خم کو کھولے تو بہت سے مسلمان اس کافر کیش کے کشتے ہو جائینگے۔

چلیپا - (۱) صلیب (+) (۲) مجازاً ہر ایک کجدار اور پر خم چیز کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق زلف کو کھولے تو بہت سے مسلمان اس بت کافر پر عاشق ہو جائینگے۔ چلیپا، کافر، مسلمان۔ اور کشتہ کی رعایت ظاہر

(۷) ترجمہ - فکر میں نہ بیٹھ اور بیہودہ غم نہ کہا۔ کیونکہ تیرے غم کہانے سے رزق کم و بیش نہیں ہو سکتا۔

پس زانو نشستن ۔ سوچ میں پڑنا ۔ تامل کرنا (محاورہ ہے)

مطلب یہ ہو کہ رزق کے لئے غم نہ کہا ۔ کیونکہ تیرے غم کہانے سے رزق بڑہ نہیں سکتا ۔

چوں رزق تو آنچہ عدل قسمت فرمود		یک ذرہ نہ کم شود نہ خواہد افزود	
آسودہ زہر چہ نیست مے باید شد		وآزادہ زہر چہ ہست مے باید بود	

(۸) ترجمہ ۔ جب یہ بے سود کوشش تجہ کو کوئی فائدہ نہیں دیتی ۔ تو ای دور اندیش ! اپنے دل کو غم سے آزردہ نہ کر ۔

یہ پہلے شعر کے ساتہہ مضمون مسلسل ہے

(۹) ترجمہ ۔ خدا کے لئے مجہہ جلے ہوئے کے دل کا حال پوچہہ ۔ بادشاہ کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ گدا پر نوازش کرے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ نے تیرے لب لعل کی تریاق سے کبہی مقصد حاصل نہ کیا جب تک کہ اسکے زخمی دل پر دو ہزار ڈنگ نہ لگ

یعنے تیر ہجران سے ہزارہا زخم دل پر کہانے کے بغیر کبہی لب لعل کا بوسہ نصیب نہ ہوا ۔

غزل (۹)

چو بشکست صبا زلف عنبر افشانش	۱	بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش
کجاست ہمنفسی تا کہ شرح غصہ وہم	۲	کہ دل چہ میکشد از روزگار ہجرانش
نسیم صبح وفا نامہ کہ برد بدوست	۳	زخون دیدۂ ما بود مہر عنوانش
زمانہ از ورق گل مثال روی تو بست	۴	ولی ز شرم تو در غنچہ کرد پنہانش
بسی شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید	۵	تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش
جمال کعبہ مگر عذر رہروان خواہد	۶	کہ جان زندہ دلاں سوخت در بیابانش
دلم کہ مہر تو از غیر تو نہاں میداشت	۷	ببیں کہ دیدہ کند فاش پیش یارانش
بدیں شکستہ بیت الحزن کہ می آرد	۸	نشان یوسف دل از چہ زنخدانش
بگیرم آن سر زلف و بدست خواجہ دہم	۹	کہ داد من بستاند مگر ز دستانش

(۱۰)

سحر بطرف چمن می شنیدم از بلبل
نوای حافظ خوش لہجۂ غزل خوانش

(۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ جب صبا اُسکی عنبر افشاں زلف کو پریشان کیا تو جس شکستہ دل کے ساتھہ جا کر وہ ملی اُسکی جان تازہ ہوگئی۔
یعنے باد صبا اُسکی زلف معنبر کی خوشبو بیجا کر عاشقوں کو دل شکستہ کو از سر نو تازہ زندگی دیتی ہی جسطرح معشوق کی زلف کی خوشبو عاشق کو تازہ دم کرتی ہو اسی طرح نفس الرحمن کی خوشبو سے سالک کو فرحت اور نور ایمان حاصل ہوتا ہی

(محمود تبریزی)	بعالم در یکے کافر نماند کہ داد کش بوے آن زلف معطر	اگر زلفش شکنیں بر فشاند گل آدم شد آں لحظہ مخمر

(۲) ترجمہ ۔ ایسا محرم راز کہاں ہی جس سے غم کا بیان کروں کہ اُسکی ہجر کا زمانہ دل پر کیا کیا ظلم کرتا ہے۔
(۳) ترجمہ ۔ نسیم صبح جو وفا نامہ میری طرف سے معشوق کے پاس لیگئی اُسکے عنوان پر ہماری آنکھوں کے خون کی مہر تہی۔
مطلب یہ ہو کہ نسیم صبح ہمارے خون رونے کی خبر معشوق تک پہنچاتی ہی۔
(۴) ترجمہ ۔ زمانہ نے پہول کی پنکہڑی سے تیرے چہرہ کا نقش بنایا لیکن تیرے شرم سے اسی غنچہ میں پوشیدہ کردیا
مطلب یہ ہو کہ قدرت نے تیرے چہرہ کو ورق گل کے نمونہ پر بنایا لیکن تیرا چہرہ پہول سے بہی زیادہ خوبصورت تیار ہوا۔ اس شرم سے پہول کی پنکہڑیونکو قدرت تیرے چہرے کے مقابلہ میں ظاہر نہ کرسکی اور انکو غنچہ میں پوشیدہ کردیا (ظاہر ہے کہ پہول کی پنکہڑیاں غنچہ کی صورت میں وابستہ اور پوشیدہ ہوتی ہیں شگفتہ ہوکر ظاہر ہوتی ہیں) حسن تعلیل ہی۔
(۵) ترجمہ ۔ ہم بہت دور تک گئے لیکن تیرے عشق کا کوئی کنارہ ظاہر نہ ہوا تبارک اللہ کہ اس رستہ کی کوئی انتہا نہیں
تبارک اللہ ۔ کلمہ تحسین و تعجب مطلب یہ ہو کہ راہ عشق کی کوئی انتہا نہیں جتنا آگے جاؤ منزل مقصود اتنی ہی دور ہوتی جاتی ہی۔

(غنیمت)	کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا	نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا

(۶) ترجمہ ۔ کعبہ کا جمال شاید مسافروں کا عذرخواہ ہوگا۔ کیونکہ زندہ دلوں کی جان اُسکے بیابان میں جل گئی۔
مطلب یہ ہو کہ مسافران حجاز کو بیابان عرب کی جسقدر تکلیفیں ہوتی ہیں کعبہ کی زیارت اُن سب تکلیفوں کی تلافی کردیتی ہے اسی طرح امید ہی کہ راہ عشق میں عاشقوں کو جتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہی ان سب کی تلافی معشوق کے وصال سے ہوجائیگی
(۷) ترجمہ ۔ میرا دل تیری محبت کو اغیار سے پوشیدہ رکہتا تہا۔ دیکہہ کہ آنکہہ اسکو یاروں کے سامنے ظاہر کرتی ہی۔
یعنے میرا دل تو راز عشق کو چہپاتا ہی مگر چشم گریاں غمازی کرتی ہی۔ آنکہہ کی غمازی کیلئے دیکہو شعر د ۱/۵ ۶/۵
(۸) ترجمہ ۔ اس بیت الحزن کے شکستہ دل کے پاس معشوق کے چاہ زنخدان سے یوسف دل کا کون پتہ لائے۔
بیت الحزن (۱) غم کدہ ۔ غم کا گہر (۲) غریبوں بے کسوں کا گہر (۳) وہ گہر جس میں یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام

مفارقت پر غم کیا کرتے تھے۔ شکستہ بیت الحزن سے مراد عاشق۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کا دل معشوق کی چاہ زنخدان میں اسیر ہے۔ اسکا پتہ کون لائے۔ ۹۔ بیت الحزن۔ یوسف اور چاہ کی رعایت لطیف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں اسکی سیہ زلف کو لیکر خواجہ کے ہاتھہ میں دونگا۔ شاید وہ اسکے ہاتھوں سے میرا انصاف لے۔

یعنے میں معشوق کی زلف کے ہاتھہ سے ظلم اٹھا رہا ہوں اسکی زلف کو بادشاہ کے حوالہ کرونگا کہ وہ اسکے ہاتھوں سے مجھے بچائے اور میرا انصاف کرے۔ دستاں جمع دست۔ ہاتھ۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل میں باغ کے گوشہ میں بلبل سے اسکی غزل خواں اور خوش لہجہ حافظ کے آواز سنتا تھا۔

ضمیر ش۔ راجع بسوئے معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ اپنے معشوق کا خوش لہجہ غزل خوان ہے بلبلیں بھی باغ میں حافظ کی غزلیں گاتی ہیں معمولی شاعرانہ فخر یہ شعر ہے۔

غزل (۱۰)

مصرع اول		مصرع دوم
چو جام لعل تو نوشم کجا بماند ہوش	۱	چو چشم مست تو بینم بجا نماند گوش
منم غلام تو در زانکہ از من آزادی	۲	مرا بکوزہ فروش شرابخانہ فروش
ببوی آنکہ ز میخانہ کوزۂ یابم	۳	روم سبوی خراباتیاں کشم بر دوش
مرا مگوی کہ خاموش باش و دم درکش	۴	کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش
اگر نشان تو جویم کدام صبر و قرار	۵	و گر حدیث تو گویم کدام طاقت و ہوش
شراب پختہ بخامان دل فسردہ مدہ	۶	کہ بادہ آتش تیزست و پختگان در جوش
نعیم روضۂ جنت بذوق آں نرسد	۷	کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش

(۸) مرا چو خلعت سلطان عشق میدادند
ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش (۸)

یہ غزل اکثر قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم

(۱) ترجمہ۔ جب میں تیرا جام سرخ پیوں تو ہوش کہاں رہے۔ جب تیری مست آنکھ دیکھتا ہوں تو کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے

جام لعل سے مراد مئے سرخ کا پیالہ۔ یا لب لعل کا بوسہ۔ بجانماندگوش سے مراد یہ ہے کہ کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے بلکہ آنکھوں کی جگہ آنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی تیری مست آنکھوں کو دیکھ سکیں۔

(۲) ترجمہ۔ میں تیرا غلام ہوں اگرچہ تو مجھ سے آزاد ہے مجھ کو شراب خانہ کے کوزہ فروش کے پاس بیچ دے اس غلامی میں بھی فائدہ ہے۔ کوزہ فروش کے پاس بک کر شراب تو ملیگی۔

(۳) ترجمہ۔ اس امید پر کہ شراب خانہ سے مجھے کوزہ شراب ملیگا۔ جاتا ہوں اور شراب فروشوں کے گھڑے کو کندھوں پر اٹھاتا ہوں

(۴) ترجمہ۔ مجھ سے نہ کہو کہ بات نہ کر اور چپ رہ۔ کیونکہ باغ میں بلبل خاموش نہیں رہ سکتی۔

(۵) ترجمہ۔ مجھے صبر اور قرار کہاں ہے کہ تیرا پتہ نکالوں۔ طاقت اور ہوش کہاں ہے کہ تیری باتیں کروں

(۶) ترجمہ۔ پرانی شراب اول خام مزاجوں کو نہ دے۔ کیونکہ شراب تیز آگ ہے اور پختہ مزاج لوگ جوش میں ہیں۔ یعنے پختہ مغز لوگ شراب کے لئے جوش کر رہے ہیں۔ خام مزاجوں کو نہیں دینی چاہیے۔

(۷) ترجمہ۔ باغ بہشت کی ہوا کا اتنا لطف نہیں۔ جتنا اس بات میں کہ یار شراب پئے اور تو کہو کہ پی۔ یعنے عاشق کے لئے نسیم بہشت سے زیادہ پرلطف یہ بات ہے کہ وہ شراب پیئے اور تو کہو کہ ہاں پی۔

(۸) ترجمہ۔ جب سلطان عشق کی خلعت مجھے دی گئی۔ تو کہا گیا کہ اے حافظ چپ رہ چپ۔ یعنے جب سلطانِ قضا و قدر نے مجھے خلعتِ عشق پہنائی تو کہا کہ رازِ عشق افشا نہ کرنا۔

غزل (۱۱)

خوشا شیراز و وضع بیمثالش	۱	خداوندا نگهدار از زوالش
ز رکناباد ما صد لوحش الله	۲	که عمر خضر می بخشد زلالش
میان جعفرآباد و مصلی	۳	عبیرآمیز می آید شمالش
بشیراز آی و فیض روح قدسی	۴	بخواه از مردم صاحب کمالش
که نام قند مصری برد آنجا	۵	که شیرینان ندادند انفعالش
صبا زان لولی شنگول سرمست	۶	چه داری آگهی چونست حالش
مکن بیدار ازین خوابم خدارا	۷	که دارم عشرتی خوش باخیالش

گر آں شیریں پسر خونم بریزد	(۸)	دلا چوں شیر مادر کن حلالش
(۹)	چرا حافظ چو می ترسیدی از ہجر نکردی شکر ایام وصالش	(۹)

خواجہ صاحب کے دل میں حب وطن بہت زیادہ تہی اور اسی محبت نے انہیں شیراز سے باہر نہ نکلنے دیا۔ حالانکہ ممالک غیر کے قدردان خواجہ کو ہمیشہ بلاتے رہے۔ یہ غزل خواجہ صاحب نے شہر شیراز نہر رکناباد مصلے اور اللہ اکبر کی تعریف میں لکھی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ شیراز اور اسکی بے نظیر وضع بہت اچھی ہے۔ خدا اسکو زوال سے محفوظ رکھے۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے رکناباد پر سو وحش اللہ ہو۔ کیونکہ اسکا صاف پانی خضر کی زندگی بخشتا ہے۔

لو حش اللہ۔ اصل میں "لا اوحشہ اللہ" تہا۔ یعنی خدا اسے وحشت نہ دے۔ خدا اسے پریشان نہ کرے۔ خدا اسے محفوظ رکھے۔ فارسی محاورہ میں تعظیم و استعجاب کے موقع پر خواہش و تحسین کے معنے میں استعمال کرتے ہیں۔ رکناباد کے لئے دیکھو شعر الف ۹/۴

(۳) ترجمہ۔ جعفرآباد اور مصلی کے درمیان۔ اسکی ہوا خوشبودار آتی ہے۔

گذشتہ شعر سے قطعہ بند ہے یعنے رکناباد کی ہوا۔ مصلی کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۲

جعفرآباد۔ نام مقام

(۴) ترجمہ۔ شیراز میں آ اور اسکے اہل کمال لوگوں سے فیض روح القدس حاصل کر۔

(۵) ترجمہ۔ قند مصری کا نام شیراز میں کون لیتا ہے کہ اسکے شیریں اسکو شرمندہ نہیں کرتے۔

یعنے شیراز کے شیریں لب معشوقوں کے سامنے قند مصری کا نام لینے سے شرم آتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے صبا اس مرمست عیار معشوق کی تجہکو کچھ خبر ہے کہ اسکا کیا حال ہے۔

لولی۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر الف ۹/۴ شنگول یا شنگل۔ شوخ۔ عیار۔ زیبا۔ رہزن

(۷) ترجمہ۔ خدا کے لئے مجھے اس خواب سے نہ جگا۔ کیونکہ میں اسکے خیال (یا خیالی تصویر) کے ساتھ خوب عیش کر رہا ہوں

ضمیر شس راجع بسوئے لولی شنگول سرمست۔ در شعر گذشتہ

(۸) ترجمہ۔ اگر وہ شیریں تن معشوق میرا خون بھی گرائے۔ تو اے دل اسکے لئے شیر مادر کیطرح میرا خون حلال کر۔

(۹) ترجمہ ۔ جب حافظ ہجر سے ڈرتا تھا ۔ تو اسکو وصال کے دنوں کا شکر کیوں نہیں کرتا ۔
مطلب یہ ہے کہ غمِ ہجر میں شکرِ وصال کرنا چاہیئے ۔

غزل ۱۲

در عہدِ پادشاہ خطا بخش جرم پوش	۱	حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش
صوفی ز کنجِ صومعہ در پای خم نشست	۲	تا دید محتسب کہ سبو می کشد بدوش
احوالِ شیخ و قاضی و شرب الیہود شان	۳ ق	کردم سوال صبحدم از پیر می فروش
گفتا نہ گفتنیست سخن گرچہ محرمی	۴	درکش زبان و پردہ نگہدار و می بنوش
ساقی بہار میرسد و وجہ می نماند	۵	فکری بکن کہ خون دل آمد ز غم بجوش
عشق است و مفلسی و جوانی و نوبہار	۶	عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش
ای پادشاہ صورت و معنی کہ مثل تو	۷ ق	نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنیدہ ہیچ گوش
چندان بمان کہ خرقۂ ازرق کند قبول	۸	بخت جوانت از فلک پیر ژندہ پوش
تا چند ہمچو شمع زبان آوری کنی	۹	پروانہ مراد رسید ای محب خموش

(۱۰) دی شب ندا ز غیب بگوش دلم رسید
حافظ تو غصہ کم خور و بنشین و می بنوش (۱۰)

اس غزل میں "بادشاہ" سے مراد شاہ شجاع ہے جو امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کا بیٹا تھا امیر مبارز الدین کے حکم سے میخانے بند کیے گئے تھے ۔ شاہ شجاع نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ۔ چنانچہ اس غزل میں اور غزل (۱۴) ردیف ہذا میں اسی واقع کی طرف اشارہ ہے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴ ۔ ۱۵ سوانحمری ۔ اس غزل کے متعلق ایک لطیفہ بھی مشہور ہے ۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵۴ سوانحمری ۔

(۱) ترجمہ جرم پوش اور خطا بخش بادشاہ کے عہد میں ۔ حافظ قرابہ کش ہوگیا اور مفتی پیالہ نوش ہوگیا
قرابہ یا قرابہ شراب رکھنے کا شیشہ صراحی مطلب یہ ہے کہ شاہ شجاع کے عہد میں حافظ اور مفتی تمام شراب نوش ہوگئے ۔

(۲) ترجمہ۔ صوفی عبادت خانہ کی گوشہ سے نکلکر خم شراب کے پاس جا بیٹھا جب سے اُس نے دیکھا ہے کہ محتسب کاندھا اکندہ ہو پر لیے پھرتا ہے
یعنے اس عہد میں جب محتسب ہی شراب لیئے پھرتا ہے تو صوفی نے خود شراب خانہ میں جانا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ شیخ اور قاضی کی چھپ کر شراب پینے کا حال میں نے صبح کو وقت پیر میفروش سے پوچھا۔

(۴) ترجمہ۔ اسنے جواب دیا کہ اگرچہ تو محرم ہے لیکن بات کہنے کی نہیں۔ چپ رہ۔ پردہ کا خیال رکھہ اور شراب پیتا جا
یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ **شرب الیہود**۔ چھپ کر شراب پینا۔ لغوی معنی ہیں یہودیوں کا شراب پینا۔ چونکہ یہودی مسلمانوں کی ڈر سے شراب چھپکر پیتے تھے۔ اس لئے پوشیدہ طور پر شراب پینے کا یہی نام ہوا۔ دونو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اور قاضی کی شرب الیہود کے متعلق جب میں نے پیر میفروش سے سوال کیا تو اُسنے کہا کہ چپ رہ۔ تو بھی پردہ میں شراب پیتا رہ

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی موسم بہار آگیا ہے اور شراب خریدنے کی استطاعت نہیں ہے۔ فکر کی دل کا خون غم سے جوش میں آگیا۔

(۶) ترجمہ۔ عشق ہے اور مفلسی۔ جوانی ہے اور نو بہار۔ میرا عذر قبول کر اور جرم کو بخشش کی دامن سے ڈہانپ لے۔
مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے جوانی کا زمانہ ہے دل میں عشق بھی ہے لیکن ظلم یہ ہے کہ ساتھہ ہی افلاس بھی ہے کچھہ نہیں سکتے تیری مہربانی اور بخشش پر ہی بھروسہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے صورت و معنی کی بادشاہ کہ تیری مثال نہ کسی آنکھہ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اتنی دیر زندہ رہ کہ تیرا جوان بخت دلق پوش بوڑھے آسمان سے کبودی خرقہ قبول کرے۔
یہ شعر دعائیہ ہے اور گذشتہ شعر کے ساتھہ قطعہ بند ہے۔
ازرق۔ نیلا۔ کبودی۔ **ژنده**۔ دلق۔ مرقع۔ گدڑی۔ کہتے ہیں کہ ایران کی بادشاہوں میں یہ رواج تھا کہ جب بادشاہ تخت نشیں ہوتی تہی۔ تو ایک کبودی خرقہ پہن کر مسند شاہی پر بیٹھتے تھے۔ اور جب بہت بوڑھے اور ضعیف ہوجاتے تھے۔ تو یہ خرقہ کبودی اپنے جانشین ولیعہد کو دیکر خود ایک دلق پہنکر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تہی شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے جوان بخت ممدوح خدا تجھکو اتنی لمبی عمر عطا کرے کہ دلق پوش بوڑھا آسمان ضعیف ہونے کی وجہ سے خود دنیا کی سلطنت سے معزول ہو کر اپنا خرقہ کبودی تجھے پہنادے۔ یعنی اپنا قائم مقام تجھے بنادے۔

(۹) ترجمہ۔ شمع کیطرح کب تک تو زبان آوری کریگا۔ اے دوست مراد کا پروانہ آگیا ہے۔ خاموش ہوجا۔
زبان آوری۔ زیادہ گفتگو کرنا۔ شمع۔ زبان اور پروانہ کی رعائت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل رات غیب سے میرے دل کے کان میں آواز آئی۔ کہ اے حافظ غم نہ کھا بیٹھہ اور شراب پی۔

غزل ۱۳

دلم رمیده شد و غافلم من درویش	۱	که آن شکاری سرگشته را چه آمد پیش
چو بید بر سر ایمان خویش میلرزم	۲	که دل بدست کمان ابروییست کافر کیش
خیال حوصلۂ بحر می‌پزم هیهات	۳	چهاست بر سر این قطرۂ محال اندیش
بکوی میکده گریان و سرفکنده روم	۴	چرا که شرم همی آیدم ز حاصل خویش
نه عمر خضر بماند نه ملک اسکندر	۵	نزاع بر سر دنیای دوں مکن درویش
بنازم آں مژۂ شوخِ عافیت کش را	۶	که موج میزندش آب نوش بر سر نیش
ز آستین طبیبان هزار خون بچکد	۷	گرم بتجربه دستے نهند بر دل ریش
تو بندۂ گله از پادشه مکن اے دل	۸	که شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

(۹)　بداں کمر نرسد دست ہر گدا حافظ
خزینۂ بکف آور ز گنج قاروں بیش　(۹)

(۱) ترجمہ - میرا دل بھاگ گیا اور میں درویش ابھی غافل ہوں - (معلوم نہیں کہ) اس سرگشتہ شکاری کو کیا پیش آئی ہے - شکاری سرگشتہ سے مراد دل -

(۲) ترجمہ - بید کی طرح میں اپنے ایمان کیلئے کانپ رہا ہوں - کیونکہ میرا دل ایک کافر مذہب کمان ابرو کے پاس ہے - یعنی چونکہ میرا دل ایک بت کافر کے قبضہ میں ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایمان بھی ضائع نہ ہو جائے - بید سے مراد بید لرزاں -

(۳) ترجمہ - میں سمندر کی فراخی کا خیال پکا رہا ہوں افسوس کہ اس محال اندیش قطرے کو کیا ہو گیا مطلب یہ ہے کہ میرا دل ایک قطرہ کی مثال ہے اور عشق ایک بحرِ بے پایاں ہے - قطرہ کی کیا بساط ہے کہ سمندر کی وسعت حاصل کرے - یہ ایک محال یعنی ناممکن بات ہے

غمِ عشقت فراوان است و من یک غنچہ دل دارم	چہ ساں در شیشۂ ساعت کنم ریگِ بیاباں را

(۴) ترجمہ - شراب خانہ کے کوچہ میں روتے ہوئے اور سر نیچے ڈالے ہوئے جاؤنگا - کیونکہ مجھ اپنی بضاعت سے شرم آتی ہے یعنی میری بضاعت اعمال بہت تھوڑی ہے - قیامت کے دن صاحب میزان کے پاس شرمندہ اور سرنگوں جاؤنگا - شاید وہ مجھے اپنی آغوش رحمت میں لے لے -

(۵) ترجمہ - نہ خضر کی عمر ہمیشہ رہیگی اور نہ سکندر کا ملک ہمیشہ رہا - اے درویش اس کمینہ دنیا پر جھگڑا نہ کر - مطلب یہ ہے کہ جب خضر کی عمر کا سلسلہ بھی باوجود امتداد از منہ کے آخر کار منقطع ہوجائیگا اور سکندر اعظم جیسے عظیم الشان بادشاہوں کی سلطنت بھی باقی نہیں ہے - تو عمر اور دولت کا کیا بھروسہ ہے اس لئے اس دنیائے دوں کے لئے نزاع و جنگ جائز نہیں -

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری		آپ کے روز جیا کس سئے دارا مارا	

(۶) ترجمہ - میں اس شوخ عافیت کش مژگان پر نازاں ہوں - جن کی نوک پر آب حیات لہریں مارتا ہے - یعنے اگرچہ میرے معشوق کے تیر مژگاں دل کو زخمی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی نوک پر آب حیات یا تریاق ہے - جو اس زخم کو اچھا کر دیتا ہے -

(۷) ترجمہ - طبیبوں کی آستینوں میں ہزار ہا قطرے خون کے ٹپکیں اگر وہ تجربہ کے لئے میرے زخمی دل پر ہاتھ رکھیں -

نہ میری نبضوں پر ہاتھ رکھو بلا ہے گرمی حکیم صاحب		مجھ یہ ڈر ہے نصیب اعدا کہیں نہ تم کو بخار آئے	

(۸) ترجمہ - اے دل تو غلام ہے بادشاہ کی شکایت نہ کر - کیونکہ کم وبیش پر شکایت کرنا عاشقوں کا کام نہیں -

(۹) ترجمہ - اے حافظ اس کمر پر کہ اگر کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا - گنج قارون سے بڑا خزانہ مہیا کر - یعنی معشوق کی کمر پر ہاتھ پہنچانے کے لئے گنج قارون سے بھی زیادہ خزانہ پاس ہونا چاہیے مفلس فقیر کو یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی - اسی طرح مشاہدہ ذات کرنے کے لئے بھی اعمال صالح کا بہت بڑا سرمایہ ضروری ہے -

غزل ۱۴

سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش	۱	کہ دور شاہ شجاع است مے دلیر بنوش
شد آنکہ اہل نظر بر کنارہ می رفتند	۲ ق	ہزار گونہ سخن در دہان و لب خاموش
بہ بانگ چنگ بگوییم آن حکایتہا	۳	کہ از نہفتن آن دیگ سینہ میزد جوش

شراب خانگی از بیم محتسب خوردن	۴	بروی یار بنوشیم و بانگ نوشانوش
زکوی میکده دوشش بدوش می بردند	۵	امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش
دلا دلالت خیرت کنم براہ نجات	۶	مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش
محل نور تجلیست رای انور شاہ	۷	چو قرب او طلبی در صفای نیت کوش
بجز ثنای جلالش مساز ورد ضمیر	۸	کہ ہست گوش دلش محرم پیام سروش

(۹)	رموز مصلحت ملک خسروان دانند گدای گوشہ نشینی تو حافظا مخروش	(۹)

اس غزل کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴ - ۱۵ - سوا آخری -

(۱) ترجمہ - صبح کے وقت ہاتفِ غیب نے یہ خوشخبری میرے کانوں میں پہنچائی کہ شاہ شجاع کا زمانہ ہے دلیری سے شراب پی

(۲) ترجمہ - وہ زمانہ گیا کہ اہل نظر علیحدگی اختیار کرتے تھے - منہ میں ہزاروں باتیں ہوتی تھیں اور لب خاموش ہوتے تھے -

(۳) ترجمہ - اب چنگ کی آواز کے ساتھ ہم وہی باتیں کہتے ہیں - جن کے چھپانے سے سینہ کی دیگ جوش کھاتی تھی -

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں - مطلب یہ ہے کہ اب شاہ شجاع کا زمانہ ہے اور ہر طرح سے آزادی ہے - علانیہ شراب پیتے ہیں اور جو دل میں آتی ہے کہتے ہیں - امیر مبارزالدین کا وقت گیا -

(۴) ترجمہ - محتسب کے ڈر سے گھر میں ہی شراب پیا کرتے تھے - اب معشوق کے سامنے اور "پیو! پیو" کی آواز کے ساتھ شراب پیتے ہیں -

(۵) ترجمہ - امام شہر جو جانماز کو کندھوں پر لئے پھرتا تھا - کل اسی شرابخانہ کو چہ سے کندھوں پر اٹھا کر لئے جاتے تھے -

مطلب یہ ہے کہ زاہد جو ہر وقت سجادہ کندھوں پر لئے پھرتا تھا اور اپنے زہد کی نمائش کرتا تھا - کل شرابخانہ میں شراب پی کر اتنا مست ہو گیا کہ گھر تک چل کر نہ جا سکا - لوگ کندھوں پر اٹھا کر اسے لے گئے - دوش اور دوش میں صنعت تجنیس ہے -

(۶) ترجمہ - اے دل میں تجھے نجات کے رستہ کی نیک رہبری کرتا ہوں - فسق پر فخر نہ کر اور زہد فروشی بھی نہ کر -

فسق - خدا کے حکم سے باہر نکلنا - گناہ کرنا - بدکاری - گناہگاری - **مباہات** - فخر کرنا - مطلب یہ ہے کہ اپنے زہد کی نمائش بھی نہیں کرنی چاہئے اور گناہگاری پر فخر بھی نہیں کرنا چاہئے -

(۷) ترجمہ - بادشاہ کی روشن رائے نورِ تجلی کا مقام ہے - اگر تو اسکا قرب چاہتا ہے تو نیت کو صاف کرنے کی کوشش کر -

مطلب یہ ہے کہ روشن ضمیر بادشاہ کا دل نور تجلی کا مقام ہے۔ اگر تو اسکا قرب چاہتا ہے تو تو بھی آئینہ دل کو صاف کر

(۸) ترجمہ۔ اسکے جلال کی تعریف کے سوا اور کوئی ورد دل کیلئے نہ بنا۔ کیونکہ اسکے دل کا کان فرشتۂ غیب کے پیام کا محرم ہے

یعنے ہمیشہ اسکے جلال کی تعریف ہی دل میں کرتا رہ۔ کیونکہ اسکا دل پیام غیبی کا محرم ہے۔

(۹) ترجمہ۔ بادشاہ اپنے ملک کی مصلحت کے راز کو خود جانتے ہیں۔ اے حافظ تو ایک گوشہ نشین گدا ہے شور نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ اپنے ملک اور اپنی سلطنت کی بہبودی کے راز کے خود محرم ہیں اور انکو بہ زیادہ اپنے ملک کی مصلحت کا خیال ہے تو ایک گوشہ نشین مسکین آدمی ہے۔ ملکی معاملات میں کیوں شورش پیدا کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ نے یہ غزل اور اسطرح کی باقی تمام غزلیں شاہ شجاع کی خدمت میں لکھوا دینے پر بطور [illegible] لکھی ہیں۔ یہ شعر اور [illegible] وہ اشعار گویا ایک قسم کی معذرت ہے کہ بادشاہ ناراض نہ ہو جائے۔ اس شعر کے متعلق دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ [illegible]

غزل ۱۵

شراب تلخ میخواہم کہ مردافگن بود زورش	۱	کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش
بیاور می کہ نتوان شد ز مکر آسمان ایمن	۲	بلعب زہرہ چنگی و بہرام سلحشورش
کمند صید بہرامی بیفگن جام جم بردار	۳	کہ من پیمودم این صحرا نہ بہرامست و نہ گورش
نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست	۴	سلیمان با چنان حشمت نظرہا بود با مورش
بیا تا در می صافیت راز دہر بنمایم	۵	بشرط آنکہ ننمائی بکج طبعان دل کورش
شراب لعل میخواہم من از جام زمردگون	۶	کہ زاہد افعی وقت است میسازم ازین کورش
[illegible] دل فریبند ار و شہد آسائش	۷	مذاق حرص و آز ای دل بشوی از تلخ و از شورش

(۸) کمان ابروی جانان نمی پیچد سر از حافظ
ولیکن خندہ می آید بدین بازوی بی زورش (۸)

(۱) ترجمہ۔ میں تلخ شراب مانگتا ہوں کیونکہ اسکا زور مردافگن ہے۔ تا کہ تھوڑی دیر کیلئے دنیا اور اسکے شور و شر سے آسودہ ہو جاؤں

شراب کو مردافگن اسواسطے کہا ہے کہ جوان آدمی بھی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے اور گر جاتا ہے

(۲) ترجمہ ۔ شراب لا کیونکہ آسمان کی مکر سے محفوظ نہیں ہوسکتی ۔ زہرہ چنگی کی کھیل اور اسکی سلحشور بہرام کی وجہ سے ۔

زہرہ ۔ ایک ستارے کا نام ہے ۔ جسے رقاصۂ فلک ۔ مطرب فلک وغیرہ بھی کہتے ہیں ۔ دنیا میں رقص و سرود اسی کے اثر سے ہے زہرہ کو زہرۂ چنگی بھی اسی رعایت سے کہا ہے ۔ بہرام سے یہاں مراد ستارہ مریخ ۔ دنیا میں خونریزی ۔ لڑائی ۔ شجاعت اسی کے اثر سے ہے ۔ سلحشور ۔ ہتھیار والا سپاہی ۔ مرکب ہے سلح اور شور سے ۔ سلح مخفف سلاح بمعنی ہتھیار اور شور از مصدر شوریدن ۔ یعنی زیادہ ہتھیار استعمال کرنے والا ۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان زہرہ و مریخ وغیرہ سیارگان کی وجہ سے جو مکر کرتا ہے اس سے امن نہیں ہو سکتی بغیر اسکے کہ شراب پئیں اور اسکی برکت سے مکر آسمان سے محفوظ ہو جائیں

(۳) ترجمہ ۔ بہرام کی شکار کیلئے کمند ڈال اور جام شراب لے ۔ کیونکہ میں اس صحرا میں بہت پھرا ہوں نہ بہرام دیکھا نہ اسکا گور

بہرام ۔ عراق کا ایک بادشاہ کا نام جو بہت عادل اور سخی تھا ۔ چونکہ اکثر گورخر کا شکار کرتا تھا اس لئے اسی بہرام گور کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے نہ بہرام رہا ہے نہ اسکی گور اس لئے بہرام بننے کی کوشش نہ کر جام شراب لے اور پی ۔

نوشتہ است بر گور بہرام گور		که دست کرم به ز بازوی زور
اگر فتیم عالم بمردی و زور		ولیکن نبردیم با خود بگور

(۴) ترجمہ ۔ صدر نشینوں پر مہربانی کرنا بزرگی کے منافی نہیں سلیمان باوجود اتنی جاہ و حشمت کے چیونٹی کا بھی خیال رکھتا تھا ۔

(۵) ترجمہ ۔ آ تا کہ تجھے صاف شراب میں زمانہ کا راز دکھاؤں بشرطیکہ تو وہ راز کور دل کج طبع لوگوں کو نہ بتائے ۔

شراب کے کاشف راز دہر ہونے کے متعلق دیکھو شعر الف ۵۲ ۔ ق ۱۸۴ ۔ ش ۱۳۸ ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں زمرد کے رنگ والے پیالہ سے شراب کی تہ پیتا ہوں کیونکہ زاہد زمانہ کا سانپ ہے اسکو اسکی سبب اندھا کرتا ہوں

زمرد ۔ ایک سبز رنگ جوہر ہے ۔ کہتے ہیں کہ اسکے سامنے لانے سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ کمینہ پرور زمانہ کے دسترخوان پر آرام کا شہد نہیں ہے ۔ اے دل حرص اور لالچ کا مذاق اسکی کڑواہٹ اور نمکینی سے دھو ڈال ۔

سماط ۔ دسترخوان ۔ مذاق ۔ ذائقہ کا مقام ۔ یعنی منہ ۔ زبان حلق وغیرہ ۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے دسترخوان پر آرام کی شیرینی موجود نہیں ہے ۔ صرف رنج و تعب کی کڑواہٹ اور نمکینی ہے ۔ حرص و آز کے منہ میں یہی کڑواہٹ ڈال ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زمانہ سے آسودگی کی امید نہ رکھ ۔

(۸) ترجمہ ۔ معشوق کے ابرو کی کمان حافظ سے سر نہیں پھیرتی ۔ لیکن مجھے اسکی اس طاقت و بازو پر ہنسی آتی ہے ۔

ہنسی اس بات پر آتی ہی کہ ایسی پُرزور چیز کو حافظ جیسے کمزور آدمی پر استعمال کرتا ہی ۔ دیکھو شعر د ۱۲۲/۵

غزل ۱۶۱

صوفی گلی بچین و مرقع بخار بخش ۔	۱	وین زہد خشک را بمی خوشگوار بخش
طامات و زرق دررہ آہنگ چنگ نہ	۲	تسبیح و طیلساں بمی و میگسار بخش
زہد گراں کہ ساقی و شاہد نمی خرند	۳	در حلقۂ چمن بہ نسیم بہار بخش
راہم شراب لعل زدای میر عاشقاں	۴	خون مرا بچاہ زنخدان یار بخش
یارب بوقت گل گنہ بندہ عفو کن	۵	وین ماجرا بسر و لب جویبار بخش
ای آنکہ رہ بمشرب مقصود بردۂ	۶	زین بحر قطرۂ بمن خاکسار بخش
شکرانہ کہ روی ترا چشم بد ندید	۷	مارا بعفو و لطف خداوندگار بخش

(۸) ساقی چو شاہ نوش کند بادۂ صبوح
گو جام زر بحافظ شب زندہ دار بخش (۸)

(۱) ترجمہ ۔ اے صوفی پھول چن اور خرقہ کو کانٹوں کے حوالے کر دے اور اس خشک زہد کو خوشگوار شراب پر قربان کر دے ۔
ظاہر ہے کہ پھول چنتے وقت کپڑے کانٹوں کے حوالہ کرنے پڑتے ہیں یعنی کپڑے پھٹ جاتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ زہد خشک
چھوڑ کر عشق اختیار کر اور گوہر مقصود حاصل کرنے میں تکلیفیں برداشت کر ۔

(۲) ترجمہ ۔ لاف گزاف اور ریاکاری کو آواز چنگ کے رستہ میں ڈال دے تسبیح اور چادر کو شراب اور شراب فروش کے حوالہ کر دے
طیلساں تالسان کا معرب ہے ۔ ایک قسم کی چادر جو قاضی اور خطیب پہنتے ہیں ۔ یہ لفظ طیلَساں طیلِساں طیلُساں
ہر طرح درست ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ زہد گراں کو جسے ساقی اور معشوق نہیں خریدتے چمن کے حلقہ میں نسیم بہار کے حوالہ کر دے ۔
زہد گراں سے مراد زہد ریا آمیز جس پر فخر کیا جائے ۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے زہد کی معشوق کے دربار میں کچھ قدر و قیمت نہیں ہے ۔
اس زہد کو چھوڑ اور باغ میں جا کر صنعت کردگار دیکھ اور اسکی تعریف کر ۔

(۴) ترجمہ۔ اے عاشقوں کی سردار شراب سرخ نے (میر لعل دین) غارت کر دیا معشوق کی چاہ زنخداں کو میرا خون بخشدی۔ یعنے معشوق کی چاہ زنخداں میں اگر میری جان جاتی ہے تو مواخذہ نہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ اے خدا موسم بہار میں بندی کی گناہ کو معاف کر دے۔ اور یہ ماجرا لب نہر کے سرو کے طفیل بخشدے۔ مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں اگر سرو لب جو کے نیچے بیٹھکر عاشق شراب پیے۔ تو وہ قابل معافی ہے۔ کیونکہ موسم بہار میں باغ کا نظارہ توبہ شکن ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے مخاطب تو مشرب مقصود پر پہنچ گیا ہے۔ اس بحر سے ایک قطرہ مجھ خاکسار کو بھی عطا کر مشرب پینے کی جگہ لہذا مشرب و بحر کی رعایت اور قطرہ و خاک کا مقابلہ لطیف ہے مطلب یہ ہے کہ تو گوہر مقصود حاصل کر چکا ہے۔ میری بھی مدد کر۔

(۷) ترجمہ۔ اس بات کی شکر یہ میں کہ تجھ چشم بد نے نہیں دیکھا ہم خدا کے عفو و لطف کی طفیل معاف کر دے۔

(۸) ترجمہ۔ اے ساقی جسوقت بادشاہ شراب صبح پیئے۔ تو اس سے کہہ کہ ایک زرین پیالہ شب بیدار حافظ کو بھی عطا کرد صبوح و شب کا مقابلہ لطیف ہے۔ اپنی شب بیداری کی طفیل ساقی کوثر سے ایک پیالہ شراب طہور کی درخواست کرتا ہے

غزل (۱۷)

فکر بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش	۱	گل در اندیشہ کہ چوں عشوہ کند در کارش
دلربائی ہمہ آں نیست کہ عاشق بکشند	۲	خواجہ آنست کہ باشد غم خدمتگارش
جای آنست کہ خون موج زند در دل لعل	۳	زیں تغابن کہ خزف می شکند بازارش
بلبل از فیض گل آموخت سخن ورنہ نبود	۴	ایں ہمہ قول و غزل تعبیہ در منقارش
آں سفر کردہ کہ صد قافلہ دل ہمراہ اوست	۵	ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش
اگر از وسوسہ نفس و ہوا دور شدے	۶	بیشکی رہ ببرے در حرم دیدارش
ای کہ از کوچہ معشوقہ ما میگذری	۷	باخبر باش کہ سر می شکند دیوارش
صحبت عافیتت گرچہ خوش افتاد ای دل	۸	جانب عشق عزیزست فرو مگذارش
صوفی ار سرخوش ازینست کہ کج کرد کلاہ	۹	بدو جام دگر آشفتہ شود دستارش

(۱۰) دل حافظ که بدیدار تو خوگر شده است (۱۰)

ناز پرورد وصال ست مجو آزارش

(۱) ترجمہ۔ بلبل کا خیال صرف یہی ہی کہ پھول اسکا دوست ہوگیا۔ پھول اس خیال میں ہی کہ اس پر عشوہ کس طرح کرے۔
یعنے عاشق اس خیال میں ہی کہ معشوق اس پر مہربان ہوگیا اور معشوق اس خیال میں ہی کہ کسطرح عاشق پر مشق ستم کرے

(۲) ترجمہ معشوق کا صرف یہی کام نہیں کہ عاشقوں کو قتل کرے۔ آقا وہی ہوتا ہے جسکو اپنے نوکروں کا خیال بھی ہو۔

دلم بردی و دلداری نہ کردی ۔ غمم دادی و غمخواری نہ کردی

غم دیا اپنا مگر پروائے غمخواری نہ کی ۔ دلستانی آپنے فرمائی دلداری نہ کی (اکبر)

(۳) ترجمہ۔ جائز ہے اگر لعل کا دل میں خون ہو جائے۔ اس افسوس سے کہ ٹھیکری آج بازار کو سرد کر رہی ہی
تغابن۔ ایکدوسرے کا نقصان کرنا۔ زیانکاری۔ مجازاً بمعنے افسوس۔ مطلب یہ ہی کہ اس زمانہ میں نا اہل آرام و
تنعم میں ہیں اور اہل کمال ہزار طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اسلئے اگر اہل کمال کا دل اس افسوس سے خون ہو
جائے۔ تو کوئی عجیب بات نہیں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۵ غزل ۳۵

(۴) ترجمہ۔ بلبل نے پھول کے فیض سے یہ نغمہ سنجی سیکھی ہی ورنہ یہ قول و غزل اسکی چونچ میں اُسوقت نہیں تھی۔
یعنے بلبل کو یہ دلکش نغمہ سرائی پھول کے عشق نے سکھائی ہی ورنہ یہ غزل گوئی فطرتاً اسکی چونچ میں نہ تھی۔ شاعر کے دل میں
بھی جب تک دردِ عشق نہ ہو۔ موثر اور دلپذیر غزلیں نہیں کہسکتا۔

بسا مرغانِ خوش الحاں کہ ہستند ۔ کہ خلق از ذکر ایشاں لب ببستند

چو اہلِ دل ز عشق افسانہ گویند ۔ حدیثِ بلبل و پروانہ گویند (جامی)

(۵) ترجمہ۔ وہ سفر پر گیا ہوا کہ جسکے ساتھ دلوں کے سو قافلے ہیں۔ خدا جہاں کہیں بھی وہ ہو اسے سلامت رکھے
اس شعر میں کسی خاص عزیز کیطرف اشارہ ہی جو سفر پر گیا ہوا ہوگا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر نفس ہوا کے وسوسہ سے دور ہوتا۔ تو بیشک اُسکی حرم دیدار میں سے باریابی ہوتی
یعنے ہوا و ہوس کی طابعت چھوڑنے سے مشاہدہ معشوق ہوسکتا ہی۔

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جو ہمارے معشوق کی کوچہ سے گذرتا ہی خبردار رہے کہ اُسکی دیواریں سر توڑ دیتی ہیں۔
مطلب یہ ہی کہ کوئی معشوق سے دل اور دین کو سلامت لیجانا محال ہی۔

(۸) ترجمہ ۔ اے دل اگرچہ آرام کی صحبت تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن عشق کا پہلو بھی عزیز ہے اسے نہ چھوڑ۔

یعنے عشق نہ کرنے میں آرام تو بیشک ہے لیکن عشق میں بھی ایک عجیب لطف ہے۔ اسے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

(۹) ترجمہ ۔ صوفی اگر اسی بات سے خوش ہے کہ اس نے ٹوپی ٹیڑھی رکھی تو ایک دو پیالے اور پی کر اسکی پگڑی بھی کھل جائیگی

یعنے مغرور صوفی کی متانت بھی شراب کی مستی کا مقابلہ نہ کرسکیگی۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ کا دل جو تیرے دیدار کا عادی ہوگیا ہے۔ وصال کا ناز پروردہ ہے اسکو تکلیف نہ دے۔

یعنے اپنے ہجر کی تکلیف اسے نہ دے۔

غزل (۱۸)

کنار آب و پای بید و طبع شعر و یاری خوش	۱	معاشر دلبر شیرین و ساقی گلعذاری خوش
الا ای دولت طالع کہ قدر وقت میدانی	۲	گوارا بادت این عشرت کہ داری روزگاری خوش
عروس طبع را زیور ز فکر بکر می بندم	۳	بود کز نقش ایامم بدست افتد نگاری خوش
شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان	۴	کہ مہتاب دل افروزست و طرف لالہ زاری خوش
چہ می در کاسۂ چشم ست ساقی را بنام ایزد	۵	کہ مستی میکند با عقل و می آرد خماری خوش
ہر آنکس را کہ بر خاطر ز عشق دلبری باریست	۶	سپندی گو بر آتش نہ کہ داری کار و باری خوش

(۷) بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ
کہ شنگولان سرمستت بیاموزند کاری خوش (۷)

(۱) ترجمہ ۔ پانی کا کنارہ بید کا سایہ طبیعت موزون اور حسین معشوق ۔ ہمصحبت شیرین دلبر اور ساقی ایک خوبصورت گلرو۔

مطلب یہ ہے کہ خوبی قسمت سے یہ تمام نعمتیں حاصل ہیں اور عجیب لطف کی مجلس ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ ہاں اے بخت بیدار وقت کی قدر کر ۔ یہ عیش تجھے نصیب ہو کہ تو اچھا وقت رکھتا ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ طبیعت کی عروس کو تازہ خیالات کا زیور پہناتا ہوں ۔ شاید کہ زمانہ کی مساعدت سے کوئی خوبصورت

معشوق مل جائے

یعنے نئے نئے خیالات منظوم کرتا ہوں۔ تاکہ اس طریقہ سے کوئی معشوق ہاتہہ آجائے۔ یا کوئی قدردان مل جائے۔

(۴) ترجمہ۔ صحبت کی رات کو غنیمت جان اور اچہی طرح سے خوشدلی کرے۔ کیونکہ چاندنی دل افروز ہے اور باغ کا گوشہ خوش نما ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ساقی کی آنکہوں کے پیالہ میں نام خدا کیسی شراب ہے کہ عقل کے ساتہہ مستی کرتی ہے اور اسکو اچہا خمار لاتی ہے بنام ایزد۔ نام خدا کلمہ تحسین و تعجب۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی مست آنکھیں ہوش ربا ہیں۔

بخیالِ چشم کہ میزند قدحِ جنون دلِ تنگ ما	(بیدل)	کہ ہزار میکدہ مے دود بر کاب گردشِ رنگِ ما	
مے حاجت نیست مستیم را		در چشم تو تا خمار باشد	(امیر خسرو)

(۶) ترجمہ۔ جس شخص کے دل پر کسی دلبر کے عشق کا بوجہہ ہے۔ اسے کہو کہ آگ پر سپند جلائے کہ وہ بہت اچہا کاروبار رکہتا ہے یعنے جس شخص کے دل میں غم عشق ہو وہ بہت خوش نصیب ہے۔ اسلئے اسکو چاہئے کہ آگ پر سپند ڈالے تاکہ نظر بد سے محفوظ رہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری عمر غفلت میں گذر گئی ہمارے ساتہہ شرابخانہ میں آ کہ سرمست شوخ معشوق تجہے کوئی اچہا کام سکہلا دیں مشغول کے لئے دیکہو شعر ش ۱۱/۲ مطلب یہ ہے کہ عمر غفلت میں گذری شرابخانہ میں چل تاکہ تجہے کاروبار عشق کی تعلیم دیں۔

غزل ۱۹

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش	۱	باید برون کشید ازیں ورطہ رخت خویش
از بسکہ دست می گزم و آہ می کشم	۲	آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش
دوشم ز بلبلی چہ خوش آمد کہ می سرود	۳	گل گوش پہن کردہ ز شاخ درخت خویش
کای دل صبور باش کہ آن یار تند خوی	ق ۴	بسیار تند خوی نشیند ز بخت خویش
گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند	۵	عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش
خواہی کہ سخت و سست جہان بر تو نگذرد	۶	بگذر ز عہد سست و سخنہای سخت خویش

ایضاً	ای حافظ ار مراد میسر شدی مدام جمشید نیز دور نماندی ز تخت خویش	(۷)

(۱) ترجمہ۔ ہم نے اس شہر میں اپنا بخت آزمایا ہے اس گرداب سے اپنا اسباب باہر لیجانا چاہتے۔

یعنے اس شہر میں تو ہمیں آرام نصیب ہوا۔ اب کسی اور جگہ جانا چاہیے۔ اس شہر سے شہر شیراز سمجھو یا یہ دار فانی۔ خواجہ صاحب کو بھی جیسا اہل شیراز سے گلہ و شکایت تھی۔ مگر رکناباد کے پانی اور مصلی کی خاک نے انہیں اور کہیں کا نہ چھوڑا

(۲) ترجمہ۔ از بسکہ میں تہہ کا شا ہوں اور آہیں کھینچتا ہوں۔ پہول کی طرح میں نے اپنے پارہ پارہ جسم میں آگ لگا دی ہے۔

پہول سرخ آتشیں رنگ ہوتا ہے اور مختلف پنکھڑیوں کا مجموعہ ہوتا ہے گویا اسکے تن لخت لخت میں آگ لگی ہے۔

دست گزیدن سے مراد دست حسرت گزیدن۔

(۳) ترجمہ۔ کل مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ بلبل گا رہی تھی اور پہول نے اپنے پودے کی شاخ سے کان کھولے تھے۔

(۴) ترجمہ۔ کہ اے دل صبر کر کہ وہ تند خو معشوق اپنے بخت کی وجہ سے اسقدر تند خو بیٹھا ہے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر بلبل کا مقولہ ہے مطلب یہ ہے کہ کل بلبل کہتی تھی اور پہول سنتا تھا کہ اے دل صبر کر کیونکہ معشوق کی تند خوی اپنے بخت کی وجہ سے ہے۔ پہول کی بہار چونکہ چند روزہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ خود اپنی ناپائداری پر تند بیٹھا ہے۔ بلبل کی دل آزاری مطلوب نہیں۔

	بہلا گل تو تو ہنستا ہے ہماری نا شبائی پر		بتا روتی ہے کس کی ہستی موہوم پر شبنم	

اسی مضمون پر دیکھو شعر ت $\frac{۵۵}{۲۰۱}$

(۵) ترجمہ۔ اگر حوادث کی تند موج آسمان تک بہی پہنچ جائے۔ تو عارف اپنے بخت کے اسباب کو پانی سے تر نہیں ہونے دیتا حوادث دہر کو پانی کی موج سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حوادث کی موج آسمان تک بہی چڑھ جائے اور زمین و آسمان کے اندر حوادث کی ہی موج پہیل جائے۔ تو بہی عارف اس موج سے اپنا دامن تر نہیں ہونے دیگا۔ یعنی عارف کے دل پر حوادث کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

	پختہ طبیعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر		کوہساروں میں نشانِ نقش پا ملتا نہیں	(اکبر)

(۶) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ جہاں کی سختی کا تجہہ پر اثر نہ ہو۔ تو اپنے سست (کچے) وعدوں اور سخت باتوں سے باز آجا۔

یعنے معشوق سے جو۔ لے وعدے اور سخت کلامی نہ کر تاکہ جہاں کی سختی نرمی کا تجہہ پر اثر نہ ہو سخت و سست ادرست و

سخت کا مقابلہ لطیف ہے

(۷) ترجمہ :- حافظ اگر دائمی مراد حاصل ہوتی۔ تو جمشید بھی اپنے تخت سے دور نہ ہوتا۔
یعنے جب جمشید کی بزم عشرت ہی نہیں رہی۔ تو اور کس کو دائمی مراد حاصل ہو سکتی ہے دنیا کی ناپائداری بتائی ہے

غزل (۲۰)

مجمع خوبی و لطف است عذار چو مہش	۱	لیکنش مہر و وفا نیست خدایا بدہش۔
دلبرم شاہد و طفل است ببازی روزی	۲	بکشد زارم و در شرع نباشد گنہش۔
چاردہ سالہ بتی چابک و شیرین دارم	۳	کہ بجان حلقہ بگوش است مہ چاردہش۔
من ہمان بہ کہ از و نیک نگہدارم دل	۴	کہ بد و نیک ندیدہ است و ندارد نگہش
بوی شیر از لب ہمچون شکرش مے آید	۵	گرچہ خون میچکد از شیوہ چشم سیہش
در پی آن گل نو رستہ دل ما یا رب	۶	خود کجا شد کہ ندیدیم درین چند گہش
یار دلدار من ار قلب بدینسان شکند	۷	ببرد زود بسرداری خود پادشہش۔
(۸)	جان بشکرانہ کنم صرف گر آن دانہ در صدف دیدہ حافظ شود آرامگہش	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اسکا چاند جیسا چہرہ خوبی ولطف کا مجموعہ ہے لیکن اس میں مہر و وفا نہیں خدایا اسے مہر و وفا بھی دے۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دلبر معشوق ہے اور لڑکا ہے کسی دن کھیل کھیل میں مجھے بیرحمی سے مار ڈالے گا اور شریعت میں اس سے باز پرس نہیں ہوگی قانون اور شریعت میں طفل نابالغ کا فعل قابل مواخذہ نہیں ہوتا اور کھیل میں تو ارادہ قتل بھی نہیں ہوتا۔

(۳) ترجمہ :- میں چودہ سالہ عیار اور شیریں معشوق رکھتا ہوں۔ کہ چودھویں کا چاند بھی دل و جان سے اسکا حلقہ بگوش ہے۔

(۴) ترجمہ :- یہی بہتر ہے کہ میں اپنے دل کو اس سے اچھی طرح بچاکر رکھوں۔ کیونکہ اس نے نیک و بد دیکھا نہیں ہے اور میرے دل کی نگہداشت نہیں کریگا یعنے ناتجربہ کار ہے اور میرے دل جیسی نازک چیز کو محفوظ نہیں رکھے گا۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے دل کی خود نگہداشت کروں اور اسکے حوالے نہ کروں۔

(۵) ترجمہ ۔ اس کے شکر جیسے لبوں سے اب تک دودھ کی بو آتی ہے۔ اگرچہ اسکی سیاہ آنکھوں کے شیوہ سے خون ٹپکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اسکی سیاہ آنکھیں خونخوار ہیں لیکن ابھی تک وہ بچہ ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعرت ۳۱/۴

شیر اور شکر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ ۔ یا خدا اس گل نورستہ کے پیچھے ہمارا دل کدھر چلا گیا کہ ہم نے اتنے دنوں سے اسے نہیں دیکھا۔

(۷) ترجمہ ۔ میرا دلدار معشوق اگر اسی طرح سے قلب شکنی کریگا۔ تو بادشاہ جلدی ہی اسے اپنی سرداری میں لیگا۔

قلب ۔ (۱) دل (۲) لشکر کا درمیانی حصہ۔ یہاں دونو معنوں کیطرف اشارہ ہے۔ صنعت ایہام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر میرا معشوق اسی طرح قلب شکنی (دل شکنی) کرتا رہا تو بادشاہ اسے فوج کا سپہ سالار بنا دیگا۔ تاکہ دشمنوں کے لشکر کے قلب کو شکست دے۔

(۸) ترجمہ ۔ میں جان شکرانہ میں قربان کردونگا اگر حافظ کی آنکھوں کی صدف اس موتی کی دانہ کی آرام گاہ ہوجائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق حافظ کی آنکھوں میں منزل بنائے تو حافظ اس شکرانہ میں جان قربان کردیگا یعنی اگر مشاہدۂ ذات نصیب ہو تو جان قربان کردوں اور ظاہر ہے کہ جان قربان کرنے کے بغیر مشاہدہ نصیب ہی نہیں ہوتا

غزل ۲۱

مرا کاریست مشکل با دل خویش	۱	کہ گفتن می نیارم مشکل خویش
خیالت داند و جان من از غم	۲	کہ ہر شب در چہ کارم با دل خویش
ز واپس ماندگان یادی کن اے سر	۳	چہ رانی تند یارا محمل خویش
بگشتم چو مجنوں کوہ و صحرا	۴	مگر یابم سراغ از منزل خویش
مرادر اول منزل رہ افتاد	۵	کم آمد گشتیم در ساحل خویش
چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ	۶	ز بخت خوابناک غافل خویش

(۷) کم از جولانے خسرو در رہ ما
چو حافظ خاک کرد آب و گل خویش (۷)

(۱) ترجمہ۔ مجھ اپنے دل کے ساتھ ایک مشکل کام ہے کہ جس مشکل کو میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ تیرا خیال جانتا ہے اور میری جان کہ غم کی وجہ سے ہر رات مجھ اپنے دل کے ساتھ کیا ماجرا ہوتا ہے۔

یعنے تیرے خیال میں رات بھر دل و جان غم سے بسر کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ جو پیچھے رہ گئے ہیں انکو بھی آخر یاد کر۔ اے دوست تو اپنے محمل کو کیوں تیز لئے جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سفر میں سوار کو اپنے پیادہ ہمراہیوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے اس طرح سفر دنیا میں طاقت ور لوگوں کو کمزوروں کی نگہداشت کرنی چاہئے۔ اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

	آہستہ کہ در کوہ دگر باز پس اند		اے قافلہ سالار چنیں تند چہ رانی	

(۴) ترجمہ۔ میں مجنوں کی طرح کوہ و صحرا میں بہت پھرا۔ تاکہ شاید اپنی منزل کا کوئی سراغ ملے۔ لیکن نہ ملا۔

(۵) ترجمہ۔ میں پہلی ہی منزل میں لوٹا گیا میری کشتی کبھی ساحل پر نہ لگی۔

راہ افتادن۔ ڈاکہ پڑنا۔ رستہ کا لٹنا۔ نقصان پہنچنا۔ (محاورہ ہے) کم بمعنے نفی۔ بعض دیوانوں میں "کم" کی بجائے "گم" ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ میری کشتی اپنے ساحل پر ہی گم ہوگئی۔ یعنی چلنے سے پہلے ہی غرق ہوگئی۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کتنے فرصت کے موقع ضائع کر دیئے اپنے غافل خوابناک بخت کی وجہ سے۔

یعنے اپنی بدبختی اور غفلت سے کئی موقع ہاتھ سے جاتے رہے۔ اور ہم نے کچھ نہ کیا۔

(۷) ترجمہ۔ آخر ہمارے رستہ میں تیز روی تھوڑی کر۔ جب حافظ نے اپنے جسم کو خاک کر دیا ہے۔

آب و گل سے مراد جسم۔ تن۔ وجود۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ نے اپنے وجود کو خاک کر کے راہ میں ڈال دیا ہے۔ اس لئے تو اس رستہ میں اتنی تندرانی اور جولانی نہ کر۔

غزل (۲۲)

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش	۱	گفت ببخشند گنہ می بنوش
عفو الٰہی بکند کار خویش	۲	مژدۂ رحمت برساند سروش
ایں خرد خام بمیخانہ بر	۳	تا می لعل آوردش خوں بجوش

عفو صد ابشتر از جرم ماست	۴	نکتہ سربستہ چہ گوئی خموش	
گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند	۵	ہر قدر ای دل کہ توانی بکوش	
گوش من و حلقۂ گیسوے یار	۶	روی من و خاک درمی فروش	
داور دین شاہ شجاع آنکہ کرد	۷	روح قدس حلقۂ امرش بگوش	
ای ملک العرش مرادش بدہ	۸	وز خطر چشم بدش دار گوش	

(۹) رندی حافظ نہ گناہیست صعب
با کرم پادشہ عیب پوش (۹)

(۱) ترجمہ۔ میخانہ کے گوشہ میں کل ایک ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ گناہ بخش دینگے شراب پیو۔

(۲) ترجمہ۔ غیب کا خوشخبری سنانے والا رحمت کی یہ خوشخبری سناتا ہو کہ خدا کی بخشش اپنا کام کر گئی۔

(۳) ترجمہ۔ اس کچی عقل کو شرابخانہ میں لیجا۔ تاکہ سرخ شراب اسکے خون کو جوش میں لائے۔

یعنے شراب عقلِ خام کو پختہ کر دیتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ خدا کی بخشش ہمارے جرموں سے زیادہ ہو۔ یہ پوشیدہ راز ہو۔ کیوں بتاتا ہو۔ خاموش رہ۔
فی الحقیقت خدا کی بخشش اور عفو ہمارے گناہوں سے بہت زیادہ ہو لیکن یہ نکتہ ہر نا اہل کے کانوں تک نہیں پہنچانا چاہیئے کیونکہ اسکا اثر ایسے لوگوں کے دلوں پر بُرا ہوتا ہے۔

اے آنکہ پدید گشتم از قدرت تو	پروردہ شدم بناز و نعمت تو	
صد سال بامتحاں گنہ خواہم کرد	یا جرم من است بیش یا رحمت تو	(عمر خیام)

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ اسکا وصال کوشش سے نہیں ملتا لیکن ای دل جہاں تک ہو سکتا ہو تو کوشش کر۔
یہاں خواجہ صاحب نے پھر مسئلہ جبر و اختیار پر اپنی میانہ روی کا ثبوت دیا ہو جو عین تعلیم اسلامی کے مطابق ہو۔ خواجہ صاحب جابجا جد و جہد اور سعی و عمل کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی بتا جاتے ہیں کہ ہماری کوششوں کا نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ دیکھو شعر د نمبر ۵ ش ۵ ش ۶

(۶) ترجمہ۔ میرا کان ہو اور گیسوئے یار کا حلقہ۔ میرا چہرہ ہو اور درمیفروش کی خاک
یعنے میں زلفِ معشوق کا اسیر ہوں اور میفروش کے دروازہ کی خاک پر سر رکھا ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ دین کا حاکم شاہِ شجاع جس کے حکم کا حلقہ روح الامین کے کان میں ہے
یعنے روح الامین بھی شاہ شجاع کا حلقہ بگوش ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ اے عرش کے بادشاہ اسکی مراد پوری کر ۔ اور چشم بد کے نظر سے اسے محفوظ رکھ ۔
ملک العرش سے مراد خدا ۔ **گوش داشتن** ۔ متوجہ ہونا ۔ محافظت کرنا ۔ نگاہ رکھنا ۔ بچانا ۔ سنبھالے رکھنا ۔ شاہ شجاع کے حق میں دعا ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ کی رندی عیب پوشش بادشاہ کی بخشش کے مقابلہ میں کوئی بڑا گناہ نہیں ۔
یعنے بخشی جائیگی ۔

غزل ۲۳۱

یارب آن نوگل خندان که سپردی بمنش ۔	۱	می سپارم بتو از چشم حسود چمنش
همره اوست دلم باد بهر جا که رود	۲	همت اهل کرم بدرقه جان و تنش
گر بسر منزل سلمے رسی ای باد صبا	۳	چشم دارم که سلامی برسانی زمنش
بادب نافه کشائی کن ازان زلف سیاه	۴	جای دلهای عزیزست بهم برمزنش
چون دلم حق وفا با خط وخالش دارد	۵	محترم دار دران طرۀ عنبرشکنش
گرچه از کوی وفا گشت بصد مرحله دور	۶	دور باد آفت دور فلک از جان و تنش ۔
در مقامیکه بیاد لب او می نوشند ۔	۷	سفله آن مست که باشد خبر از خویشتنش
عرض و مال از در میخانه نشاید اندوخت	۸	هرکه این آب خورد رخت بدریا فگنش
هرکه ترسد ز ملال انده عشقش نه حلال	۹	سر ما و قدمش یا لب ما و دهنش ۔
(۱۰)	شعر حافظ همه بیت الغزل معرفتست آفرین بر نفس دلکش و لطف سخنش	(۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ اے خدا وہ نوشگفتہ پھول جسے تونے میرے حوالہ کیا ۔ باغ کے حاسدوں کی آنکھ سے میں اسی تیری حوالے کرتا ہوں

یعنے اُسے چشمِ حاسد سے محفوظ رکھہ۔

(۲) ترجمہ ۔ میرا دل اسکے ہمراہ ہی۔ جہاں کہیں وہ جائے۔ اہلِ کرم کی دعا اُسکی جان و تن کی محافظ ہو۔

(۳) ترجمہ ۔ اے بادِ صبا اگر تو سلمیٰ کی منزل پر پہنچے۔ مجھے امید ہے کہ تو میرا سلام اُسے پہنچائیگی۔

سلمیٰ عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ ۔ اس زلفِ سیاہ کی نافہ کشائی ادب سے کر۔ کئی عزیز دلوں کی وہاں جگہ ہی اسکو درہم برہم نہ کر۔

یعنے زلفِ معشوق میں کئی دل اسیر ہیں اسلئے اسکو آرام اور ادب سے کہول در خوشبو حاصل کر اس شعر میں بہی مخاطب بادِ صبا ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ چونکہ میرے دل کو اسکے خط و خال پر حقِ وفا ہی۔ اسلئے اسکا اس زلفِ معنبر میں محترم رکہہ۔

یہاں بہی بادِ صبا مخاطب ہے۔

(۶) ترجمہ ۔ اگرچہ وہ وفا کے کوچہ سے کئی سو منزلیں دور رہو گیا تاہم خدا کرے کہ اس کی جان و تن سے دورِ فلک کی آفت دور رہے

یعنے اگرچہ میرا معشوق بے وفا ہی تاہم میری دعا ہے کہ خدا اُسے آفتِ دہر سے بچائے رکہے۔

(۷) ترجمہ ۔ جس جگہ اسکی لب کی یاد میں شراب پئیں۔ وہاں اگر کسی مست کو اپنی خبر رہے۔ تو وہ کمینہ ہے۔

یعنے جس عاشق کو مے عشق پی کر بہی اپنے آپ کی خبر رہے وہ عاشقِ صادق نہیں۔

(۸) ترجمہ ۔ شرابخانہ کے دروازہ سے مال و متاع جمع نہیں کرنا چاہئے۔ جو شخص یہ پانی (شراب) پیئے اسکا اسباب کو دریا میں ڈال دو۔

عرض ۔ گہر کا مال و متاع۔ اسباب مطلب یہ ہی کہ شرابِ عشق پی کر مال و متاعِ دنیا کی ہوس نہیں رہنی چاہئے۔

(۹) ترجمہ ۔ جو شخص تکلیف سے ڈرتا ہی اس پر عزمِ عشق حرام ہے۔ ہمارا سر ہے اور اسکے قدم یا ہمارے لب ہیں اور اسکا منہ۔

لب و دہن سے مراد بوسہ

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ کے شعر معرفت کے نہایت اچھے بیت ہیں۔ اسکے دلکش نفس اور لطفِ سخن پر آفریں ہو

بیت الغزل ۔ منتخب اور بہتر شعر۔

معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۲۴

ای ہمہ شکل تو مطبوع و ہمہ جای تو خوش	۱	دلم از عشوۂ شیرین شکر خای تو خوش
ہمچو گلبرگ تری ہست وجود تو لطیف	۲	ہمچو سرو چمنی ہست سراپای تو خوش
ہم گلستان خیالم ز تو پر نقش و نگار	۳	ہم مشام دلم از زلف سمنسای تو خوش
شیوۂ ناز تو شیرین خط و خال تو ملیح	۴	چشم و ابروی تو زیبا قد و بالای تو خوش
پیش چشم تو بمیرم کہ بدان بیماری	۵	میکند درد مرا از رخ زیبای تو خوش
در رہ عشق کہ از سیل وفا نیست گذار	۶	می کنم خاطر خود را بتمنای تو خوش

(۷) در بیابان فنا گرچہ ز ہر سو خطر است
میرود حافظ بیدل بتولای تو خوش (۷)

(۱) ترجمہ۔ کہ تیری تمام شکل دلپذیر اور تیرے تمام اعضا خوشنما ہیں میرا دل تیری شیرین شکر خا عشوہ سے خوش ہے۔

(۲) ترجمہ۔ پھول کی تر و تازہ پنکھڑی کی طرح تیرا جسم لطیف ہے۔ اور سرو چمنی کیطرح تیرے تمام اعضا خوش شکل ہیں۔
سراپا۔ معشوق کے تمام اعضا۔ معشوق کے تمام اعضا کی تعریف۔

(۳) ترجمہ۔ میرے خیالات کا باغ بھی تجھ سے پر نقش و نگار ہے اور میرے دل کا مشام بھی تیری سمن بو زلف سے معطر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری ناز کا شیوہ شیرین ہے اور تیرے خط و خال ملیح ہیں۔ تیری آنکھیں اور ابرو زیبا ہیں اور تیرا قد بالا خوشنما ہے۔
ملیح۔ نمکین۔ سبز رنگ۔ گندمی رنگ۔

(۵) ترجمہ۔ میں تیری آنکھوں کے سامنے مرجاؤں کیونکہ اس بیماری سے میرے درد کو تیرے خوبصورت چہرہ کے ذریعے اچھا کرتی ہے۔
معشوق کی مست آنکھ کو بیمار کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری چشم بیمار کے سامنے ہی مر جاؤں
کیونکہ تیری آنکھ اپنی بیماری (مستی) کے باوجود تیرے خوبصورت چہرے کے سامنے میرے درد کو اچھا کرتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کی راہ میں جہاں سیلاب فنا سے گذرنا مشکل ہے۔ میں اپنے دل کو تیری تمنا میں خوش رکھتا ہوں۔
یعنے عشق کی راہ اگرچہ خطرناک ہے اور سیلاب فنا سے سلامت نکل جانا محال ہے۔ تاہم میں تیری شوق میں اپنے دل کو خوش رکھتا ہوں۔

(۷) ترجمہ — بیابانِ فنا میں اگرچہ چاروں طرف سے خطرہ ہے۔ لیکن حافظ بیدل تیری محبت میں خوش جا رہا ہے۔
وہی مضمون ہے جو گزشتہ شعر میں بیان ہوا۔

غزل ۲۵

دوش با من گفت پنہان کاردانی تیزہوش	ق ۱	کز شما پنہان نشاید داشت راز می فروش
گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روی طبع	۲	سخت میگیرد جہاں بر مردماں سخت کوش
وانگہم درداد جامی کز فروغش بر فلک	۳	زہرہ در رقص آمد و بربط زناں میگفت نوش
تا نگردی آشنا زین پردہ بوئی نشنوی	۴	گوش نامحرم نباشد جای پیغام سروش
در حریم عشق نتواں زد دم از گفت و شنید	۵	زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش
در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست	۶	یا سخن دانستہ گو اے مرد بخرد یا خموش
با دل خونیں لب خنداں بیاور ہمچو جام	۷	نی گرت زخمی رسد آئی چو چنگ اندر خروش
گوش کن پند ای پسر از بہر دنیا غم مخور	۸	گفتمت چوں در حدیثی گر توانی دار گوش

(۹) ساقیا می دہ کہ رندیہای حافظ عفو کرد
خسرو صاحبقراں جرم بخش عیب پوش (۹)

(۱) ترجمہ — ایک تیز ہوش رازداں نے کل خفیہ طور پر مجھ سے کہا کہ تجھ سے میفروش کا راز پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔

(۲) ترجمہ — کہا کہ اپنے اوپر کام کو آسان کیونکہ طبعاً جہاں سخت کوشش کرنے والے آدمیوں کو سخت پکڑتا ہے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ کل مجھ سے ایک ناراز داں نے کہا کہ تجھ سے راز کی بات پوشیدہ نہیں رکھ سکتے اس لئے بتاتی ہیں کہ دنیا میں سخت گیری اور سہل گیری اختیار کرو۔ کیونکہ تم جتنی کوشش کروگے زمانہ اتنی سختی تم سے کریگا ظاہر ہے۔ کہ اگر ایک شخص قانع ہوکر بیٹھ جائے اور کم و بیش کے لئے اپنے دل کو غم میں مبتلا نہ کرے تو اسکی زندگی بڑی آسانی اور آرام سے گذر جائیگی اور اگر چاروں طرف ہاتھ پاؤں پھیلانے کی کوشش کریگا۔ تو زمانہ اسکو ہمیشہ رنج و تعب میں رکھیگا۔ جہاں تک ممکن ہو طبیعت کو تعلقات سے آزاد رکھنا چاہیئے۔ ع ہرچہ ضروریست بداں شغل گیر۔

پر عمل کرنا چاہیے۔ نہ دنیاوی سود پر خوشی کرنی چاہیے اور نہ ایسے زیاں پر افسوس۔ ورنہ زمانہ ہمیشہ طبیعت کو پریشاں رکھے گا اور اطمینان قلب کبھی حاصل نہیں ہوگا۔

	حق ایں ست صاحبدلاں بشنوند		سبکبار مردم سبکتر روند	

(۳) ترجمہ۔ پھر اس نے مجھے ایک پیالہ دیا جسکے نور سے آسمان پر زہرہ رقص کرنے لگی اور بربط بجا کر کہا کہ پیو۔

در داد کا فاعل رازدانے تیز ہوش

(۴) ترجمہ۔ جب تک تو آشنا نہیں ہوگا اس پردہ سے کچھہ بو نہیں سونگھہ سکیگا کیونکہ نامحرموں کے کان پیغام سروش غیبی کے سننے کے قابل نہیں ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ پردۂ معرفت کا راز جب تک تو محرم نہ ہوگا تجھے معلوم نہیں ہو سکے گا۔

(۵) ترجمہ۔ حریم عشق میں گفت وشنید کا دم نہیں مار سکتے۔ کیونکہ اس جگہ ہمہ تن آنکھہ اور کان ہوجانا چاہیے۔

یعنے حریم عشق میں جاکر ہمہ تن آنکھہ ہوکر محو دیدار ہوجانا چاہیے اور ہمہ تن کان ہوکر گفتار معشوق کے سننے میں مصروف ہوجانا چاہیے وہاں گفتگو کے لئے زبان کھولنا بے محل ہے۔ مرزا بیدل نے اسی محویت اور مصروفیت کا ذکر کیا ہے۔

	مژہ برہم مزن تا نشکنی رنگ تماشا را		نزاکتہاست در آغوش مینا خانۂ حیرت	

(۶) ترجمہ۔ نکتہ دانوں کی بساط پر خود فروشی جائز نہیں۔ اے دانا آدمی یا بات سوچ سمجھہ کر کہہ یا خاموش رہ

خود فروشی ۔ اپنی لیاقت وغیرہ کی نمایش کرنا۔ لوگوں کے سامنے اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کرنا۔

(۷) ترجمہ۔ جام کیطرح خونیں دل کی باوجود لب خنداں رکھہ۔ یہ نہیں کہ اگر تجھے ایک زخم ہی پہنچے تو ستے کیطرح فریاد کرنے لگ جائے۔

پیالہ میں چونکہ سرخ شراب ہوتی ہے اسلئے وہ خونیں دل ہے اور چونکہ لب جام کو ہمیشہ خندہ سے تشبیہ دیتے ہیں اسلئے کہا ہے کہ جام کیطرح باوجود دل کے خونیں ہونے کے تجھے چاہیے کہ چہرہ کو بشاش و خنداں رکھے۔ یعنے اگر مصیبتوں اور تکلیفوں سے تیرا دل خون ہی ہوگیا ہو۔ تو بھی بشاش اور خنداں رہنے کی کوشش کرنی چاہیے یہ نہیں کہ ذراسے صدمہ پر نے کیطرح فریاد کرنے لگ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کیلئے استقلال صبر، تحمل اور حوصلہ ضروری ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے بیٹے نصیحت سن دنیا کے لئے غم نہ کھا میں نے تجھے موتی جیسی بات کہی ہے اگر ہوسکے تو کان میں ہر کے ثمن در اور گوش کی رعایت ظاہر

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے کیونکہ عیب پوش جرم بخش اور صاحبقراں بادشاہ نے حافظ کی رندی کو معاف کر دیا ہے۔

صاحب قران ۔ وہ شخص جسکی ولادت کے وقت زحل اور مشتری کا قران ہو۔ ایسا شخص نہایت ہی اقبالمند ہوتا ہی اور اسکی سلطنت دیرپا ہوتی ہے ۔

ردیف (ص)

غزل (۱)

از رقیبت دلم نیافت خلاص	۱	زانکہ القاص لایحب القاص
محتسب چشم شکست و من سراو	۲	سن بالسن و الجروح قصاص
مطرب ما ہمی بزد کہ بچرخ	۳	مشتری ہیچ زہرہ شد رقاص
گوہر از بحر کے بروں آرد	۴	ترک سر تا نمی کند غواص
نقد می از عشق جوئی نہ از عقل	۵	تا کہ خاص عوض چہ قدر خلاص

(۶)	حافظ اول ز مصحف رخ دوست خواند الحمد و سورہ اخلاص	(۶)

(۱) ترجمہ ۔ تیرے رقیب سے میرے دل نے کبھی خلاصی نہ پائی ۔ کیونکہ قصہ خواں قصہ خواں کو دوست نہیں رکھتا ۔

قاص ۔ قصہ خواں ۔ واعظ کسی کے پیچھے آنے والا ۔ خبر دینے والا مطلب یہ ہی کہ میرا دل رقیب کیطرف سے ہمیشہ آزردہ رہتا ہی کیونکہ ع بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن

(۲) ترجمہ ۔ محتسب نے خم توڑا اور میں نے اسکا سر ۔ دانت کے بدلے دانت اور زخم کا قصاص ۔

دوسرا مصرعہ ایک قرآنی آیت کا حصہ ہی ۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (المائدہ) یعنے ہم نے اُن پر لازم کیا کہ آدمی آدمی کے بدلے ۔ آنکھ آنکھ کے بدلے ناک ناک کے بدلے کان

کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص۔ مطلب یہ ہو کہ محتسب نے شراب کا مٹکا توڑا میں نے اسکے بدلے میں اسکا سر توڑا۔ اور یہی حکم ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارا مطرب نے ایسا سرود گایا کہ آسمان پر زہرہ کی طرح مشتری بھی ناچنے لگا۔
زہرہ تو رقاصۂ فلک مشہور ہی ہے مشتری جو قاضی فلک کہلاتا ہے وہ بھی ہمارے مطرب کے سرود پر ناچنے لگا۔

(۴) ترجمہ۔ سمندر سے موتی کب نکال سکتا ہے جب تک غوطہ زن سر کو ہتھیلی پر نہ رکھے۔
مطلب یہ ہے کہ بغیر ایثار کامل اور جد و جہد کے گوہر مقصود کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ ذوق عمل کی تعلیم ہے۔

(۵) ترجمہ۔ نقد عشق سے ڈھونڈھ نہ کہ عقل سے تاکہ خالص سونے کی طرح تو خالص ہو جائے۔
خلاص۔ خالص۔ برگزیدہ۔ سنار کی کٹھالی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو خالص ہونا چاہتا ہے تو عشق کو اپنا رہبر بنا نہ کہ عقل کو۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر ت ۱/۲ د ۵/۶ د ۱۵/۲ ل ۵/۶ ر ۱/۲ س ۲/۱

(۶) ترجمہ۔ حافظ نے سب سے پہلے معشوق کے چہرہ کی کتاب سے الحمد اور سورہ اخلاص پڑھی۔
الحمد سے مراد سورہ فاتحہ اور **اخلاص** سے مراد سورہ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد۔ الآیۃ

ز جبرئیل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم	ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

غزل ۳

نیست کس را از کمند سر زلف تو خلاص	۱	می کشی عاشق مسکین و نترسی ز قصاص
عاشق سوختہ دل تا بہ بیابان فنا	۲	نرود در حرم دل نشود خاص الخاص
جاں نہادم بمیان شمع صفت از سر شوق	۳	کردہ ام ایثار تن خویش ز روی اخلاص
آتشے در دل دیوانہ ما در زد و شد	۴	ہمچو دودم ہمیشہ بہوایت رقاص
کیمیای غم عشق تو تن خاکی را	۵	زر خالص کند ار چند بود ہمچو رصاص
بہواداری آں شمع چو پروانہ وجود	۶	تا نسوزی نشوی از خطر عشق خلاص
ناوک غمزہ او دست مبردار و ستم	۷	تا بجنبد پر او برد گرہ از دو قاص

(۸) قیمتِ درِّ گرانمایہ چہ دانند عوام (۸)
حافظا گوہرِ یکدانہ مدہ جز بخواص

(۱) ترجمہ۔ تیری زلف کی کمند سے کسی شخص کو خلاصی نہیں ہے۔ مسکین عاشق کو تو قتل کرتا ہے اور قصاص سے نہیں ڈرتا۔

(۲) ترجمہ۔ سوختہ دل عاشق جب تک بیابان فنا میں نہیں پہنچتا۔ حرم دل میں خاص الخاص نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک عاشق فنافی المعشوق نہیں ہوتا حریم حرم عشق میں باریاب نہیں ہو سکتا۔

بے فنا مہ خود میسر نیست دیدار شما	مے فروشند خویش را او دل خریدار شما

(۳) ترجمہ۔ شمع کی طرح شوق سے میں نے جان درمیان رکھدی اور اخلاص سے اپنے وجود کو قربان کر دیا۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے دیوانہ دل میں تو نے ایسی آگ لگائی ہے کہ ہم تیری آرزو میں دھوئیں کی طرح ہمیشہ چکر لگاتے رہتے ہیں

(۵) ترجمہ۔ تیرے عشق کے غم کی کیمیا خاکی جسم کو سونے کی طرح کر دیتی ہے اگرچہ وہ رانگ کی طرح ہی ہو۔
رصاص قلعی۔ رانگ۔ مطلب یہ ہے کہ عشق الٰہی کی برکت سے خاکی وجود زر خالص کی طرح قیمتی ہو جاتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس شمع کی آرزو میں جب تک پروانہ کی طرح تو اپنے وجود کو نہیں جلائیگا عشق کے خطرہ سے خلاصی نہیں پائے گا۔

(۷) ترجمہ۔ اس کے غمزہ کا تیر رستم پر غالب آگیا۔ اور اسکا ابرو کا چوبدار وقاص سے بڑھ گیا
حاجب ۔ دربان۔ پردہ دار۔ چوبدار۔ ابرو وقاص ۔ گردن توڑنے والا جنگجو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی کا نام جو فن تیراندازی میں ماہر کامل تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے غمزہ کا تیر رستم کو شکست دیتا ہے اور اسکا ابرو وقاص سے زیادہ تیرانداز ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ گرانمایہ موتی کی قیمت عوام الناس کیا جانتے ہیں۔ اے حافظ گوہر یکدانہ سوا خاص خاص آدمیوں کے کسی کو نہ دے
گوہر یکدانہ ۔ یعنے دُرِّ یتیم۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہی ہو۔ ایسا موتی بہت بڑا۔ آبدار اور قیمتی ہوتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ رموزِ عشق ہر کس و ناکس کو نہیں بتانے چاہئیں۔

ردیف ض

غزل (۱)

بیا که می شنوم بوی جان ازان عارض	۱	که یافتم دل خود را نشان ازان عارض
بگل بماند قد سرو ناز ازان قامت	۲	خجل شده است گل گلستان ازان عارض
معانیی که ز حوران بشرح میگویند	۳	ز حسن و لطف بپرس این بیان ازان عارض
گرفته نافهٔ چین بوی مشک ازان گیسو	۴	گلاب یافته بوی چنان ازان عارض
بشرم رفته تن یاسمین ازان اندام	۵	بخون نشسته گل ارغوان ازان عارض
ز مهر روی تو خورشید گشته غرق عرق	۶	نزار مانده مه آسمان ازان عارض

(۷) ز نظم دلکش حافظ چکید آب حیات (۷)
چنانکه خوی شدهٔ جانان چکان ازان عارض

(۱) ترجمہ۔ آکہ میں اس چہرہ سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اور مجھے اپنے دل کا پتا اسی رخسار سے ملا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اس قد کے شرم سے سرو ناز کا قد خاک میں گڑ گیا۔ اور باغ کا پھول اس رخسار سے شرمندہ ہو گیا ہے۔

سرو پا بہ گل ہوتا ہے۔ صنعت حسن تعلیل ہے۔

کدام گل کہ بروئے تو اند اندر باغ	کدام سرو کہ با قامتت سر افرازد	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ وہ معانی جو حوروں سے شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کا بیان حسن و لطف کے ساتھ اس عارض سے پوچھ۔

مطلب یہ ہے کہ حسن و لطف جو اس عارض میں ہے۔ حوروں میں بھی نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ نافہ چین کو اسی زلف سے کستوری کی خوشبو ملی ہی اور اسی رخسار سے گلاب کو ایسی اچھی خوشبو حاصل ہوئی ہی

(۵) ترجمہ۔ چنبیلی کا جسم اسکے اعضا سے شرم میں ہی اور ارغوان کا پھول اسی رخسار سے خون میں بیٹھا ہے۔

یعنے گل ارغوان عارضِ معشوق کے رشک سے خون ہو گیا (ارغوان نہایت سرخ رنگ ہوتا ہی لہذا خون)

(۶) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کی محبت سے یا تیرے چہرہ کے آفتاب سے سورج بھی پسینہ میں غرق ہی اور آسمان کا چاند اس رخسار سے عاجز ہو گیا ہے۔

مہر اور خورشید میں صنعت ایہام ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کی دلکش نظم سے آب حیات ٹپکتا ہی جسطرح کہ اس معشوق اس رخسار سے پسینہ ٹپکتا ہے

شاعرانہ فخریہ شعر ہے مطلب یہ ہی کہ جس طرح عارض جاناں سے پسینہ کے قطرے ٹپکتے ہیں اور آب حیات کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح حافظ کے شعروں سے آب حیات ٹپکتا ہی۔

غزل (۲)

حسن و جمال تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض ۱ شمس فلک خجل شدہ از رخ خوب ماہ ارض

از رخ تست مقتبس خور ز چہارم آسماں ۲ ہمچو زمین ہفتمین ماندہ بزیر بار قرض

دیدن حسن روی تو بر ہمہ خلق واجبست ۳ سجدۂ درگہ تو شد بر ہمہ شاہ ارض فرض

گر لب روح پرورت گلشکری نبخشدم ۴ کی تن دردمند من رستہ شود ازین مرض

بوسہ بجا کیای دوست کجا دھد ترا

قصۂ شوق حافظا خود کہ رساندش بعرض

(۱) ترجمہ۔ تیرے حسن و جمال نے تمام جہاں کے طول و عرض پر قبضہ کر لیا ہی۔ آسمان کا سورج زمین کے چاند کے چہرہ سے شرمندہ ہے

مطلب یہ ہی کہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ تمام عالم میں ہی اور کوئی شے ایسی حسین نہیں آفتاب بھی تیرے رخسار کے نور سے شرمندہ ہی۔ ماہِ ارض سے مراد معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ چوتھے آسمان کا آفتاب تیرے چہرہ سے نور عاریتاً حاصل کرتا ہی۔ ساتویں زمین کیطرح اس قرض کا زیر بار ہے۔

مقتبس۔ بضم میم وکسر بار۔ آگ لینے والا۔ روشنی لینے والا (مادہ قبس)

(۳) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے حسن کو دیکھنا تمام خلقت پر واجب ہے۔ اور تیری درگاہ کا سجدہ زمین کے تمام بادشاہوں پر فرض ہے۔

فرض و واجب کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ اگر تیرا روح پرور لب مجھے گلقند نہ دے۔ تو میرا دردمند جسم اس مرض سے کب شفایاب ہو سکتا ہے یعنے درد عشق کا علاج صرف تیرے لب لعل کا بوسہ ہے۔ یہ شعر الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی ارض۔ قرض۔ فرض کے مقابلہ میں لفظ مرض (بفتحتین) درست قافیہ ہو سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اسکی خاک پا کا بوسہ مجھے کب حاصل ہو سکتا ہے۔ اے حافظ ہمارے شوق کا قصہ اسکے پاس جاکر کون بیان کرے؟

ردیف ط

غزل (۱)

(۱) گرد عذار یار من تا بنوشت حسن خط
ماہ ز مہر روی او راست فتادہ در غلط

(۲) از ہوس لبش کہ آن ز آب حیات خوشتر است
گشتہ روان ز دیدہ ام چشمہ لب ہمچو شط

(۳) خال سیاہ را بر آن عارض سیم رنگ بین
راست ز مشک ماندہ آں بر رخ ماہ یک نقط

(۴) موی گشادہ کردہ خوی تا بچمن در آمدی
شد رخ گل چو زعفران مشک و گلاب شد سقط

(۵) گہ بہواش میدہم گرد مثال جان و دل
گاہ بآب میکشم آتش عشق ہمچو بط

(۶) گر بغلامی خودم شاہ قبول میکند
تا بمبارکی دہم بندہ بہ بندگیش خط

(۷) آب حیات حافظا گشتہ خجل ز نظم تو
کس بہوای عشق او شعر نگفتہ زین نمط

(۱) ترجمہ۔ میرے معشوق کے گال کے گرد جیسے حسین خط لکھا ہے۔ چاند اس کے چہرہ کو آفتاب سے بالکل غلطی میں پڑ گیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب سے معشوق کا چہرہ سبزہ خط کے اُگنے پر بمثل زیر پیش روشن اور منور ہو گیا حتی کہ چاند غلطی سے اسے آفتاب سمجھا بعض نسخوں میں "بنوشت" کی بجائے "ننوشت" ہے یعنی جب تک سبزہ خط نہ اُگا تھا چاند عارض یار کو آفتاب سمجھتا رہا۔ راست اور غلط کی ترکیب لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اسکے لب کی آرزو میں جو آب حیات سے زیادہ جاں بخش ہے۔ میری آنکھوں سے دریا کی طرح پانی کا چشمہ بہ رہا ہے

(۳) ترجمہ۔ اس چاندی کے رنگ والے رخسار پر سیاہ تل کو دیکھ۔ بالکل اسطرح ہے جیسے چاند کے چہرہ پر کستوری کا ایک نقطہ پڑ گیا ہے۔

معشوق کے لب و عارض پر خالِ سیاہ کو شاعروں نے کئی مختلف تشبیہیں دی ہیں مثلاً

(۱)	ای کہ خالِ سیاہ را کردہ بر کنج لب جاش	تو گوئی بر لب آب بقا بنشستہ ہندو	(ظہیر فاریابی)
(۲)	خالے کہ بعارضش فتادہ	زنگی بچہ رو بہ چین نہادہ	(حسن)
(۳)	ہے خالِ رخِ یار تجھے خوب بناتے	جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر	
(۴)	آتشیں رخ پہ ترے خال کا آنا کیسا	تمام النار پہ بارود کا دانہ کیسا	
(۵)	مصحف روئے ترا خال نگہبان شدہ است	این غلام حبشی حافظ قرآن شدہ است	(مخفی)

(۴) ترجمہ۔ بال کھولے ہوئے پسینہ میں تر جب تو باغ میں آیا۔ پھول کا چہرہ زعفران کی طرح زرد ہو گیا اور مشک اور گلاب پانی پانی ہو گئے

یعنی پھول تیرے چہرہ کو دیکھ کر زرد ہو گیا مشک تیری بالوں کی رنگت سے زبوں اور گلاب تیرے پسینے کے رشک سے پانی پانی ہو گیا

(۵) ترجمہ۔ کبھی حباب کی طرح دل کو آنکھ کی آرزو میں گرد کی طرح برباد کرتا ہوں اور کبھی صراحی کی طرح آتش عشق کو پانی سے فرو کرتا ہوں۔

یعنی صراحی کی طرح آتش عشق کو شراب سے فرو کرتا ہوں بط۔ شراب کی صراحی۔ ہوا۔ گرد۔ آب و آتش چاروں عناصر کو خوب جمع کیا ہے۔ اگر بط سے مراد بطخ لی جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح بطخ اپنی گرمی کو پانی میں تیر کر فرو کرتی ہے اسی طرح میں آتشِ عشق کو رو رو کر آنسوؤں کے پانی سے فرو کرتا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ اگر بادشاہ مجھے اپنی غلامی میں قبول کرے۔ تو اس مبارک خبر کے شکریہ میں بندہ اسے خط بندگی لکھ کر دے دے گا۔

یعنی میں غلامی کا اقرار نامہ لکھ دونگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری نظم سے آب حیات بھی شرمندہ ہوگیا ہے کیونکہ اُس کے عشق کی آرزو میں ایسے شعر نہیں کہے۔ یعنے تیرے شعر آب حیات سے بھی زیادہ جان بخش ہیں۔ کیونکہ یہ محبوب کے عشق میں کہے گئے ہیں۔

ردیف ظ

غزل (۱)

ز چشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ	۱	کہ کرد جملہ نکوئی بجاے ما حافظ
اگرچہ خون دلت خورد لعل او بستان	۲	بکام دل ز لبش بوسہ خونبہا حافظ
[illegible] و خال بتان دل مبند دیگر بار	۳	اگر بجستی ازین بند و این بلا حافظ
بیا کہ نوبت صلح ست و دوستی و صفا	۴	کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ
تو از کجا و امید وصال او ز کجا	۵	بدامنش نرسد دست ہر گدا حافظ
چہ ذوق یافت دل من ز وصل آن محبوب	۶	مراست تحفہ جان بخش غمزدا حافظ

(۷) بیا بخوان غزل خوب و طرفہ و پرسوز
کہ شعر تست فرح بخش جانفزا حافظ

(۱) ترجمہ۔ تیری خوبصورت چہرے کا چشم بد سے خدا حافظ ہو۔ کیونکہ اے حافظ اُس نے ہمارے ساتھہ تمام نیکیاں کی ہیں۔ پہلے مصرعہ میں مخاطب معشوق ہے اور دوسرے مصرع میں حافظ خود مخاطب اور معشوق کا ذکر بطور صیغہ غایب ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ اسکے لب لعل نے تیرے دل کا خون پیا ہے۔ لیکن تو بھی اے حافظ خون بہا کے طور پر اسکے لب کا بوسہ دل کی خواہش کے مطابق لے لے۔

(۳) ترجمہ۔ اے حافظ اگر ایک بار اس قید اور بلا سے تو رہائی پاوے تو دوسری دفعہ معشوقوں کی زلف اور خال میں دل کو

گرفتار نہ کرنا۔

(۴) ترجمہ۔ آ کہ صلح دوستی اور صفائی کی بارہی ہی۔ کیونکہ ای حافظ تجہہ سی میری لڑائی اور ماجرا نہیں ہی۔

(۵) ترجمہ۔ تو کہاں اور اسکی وصال کی امید کہاں ہے۔ حافظ اُس کے دامن تک ہر گدا کا ہاتہہ نہیں پہنچتا۔

(۶) ترجمہ۔ اس محبوب کے وصل سی میرے دل نے کیا لذت پائی۔ کہ ای حافظ میری لئے وہ جان فزا اور غم ربا تحفہ بن گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ آ اور خوب طرفہ پُرسوز غزل پڑھ۔ کیونکہ ای حافظ تیری شعر فرحت بخش اور جانفزا ہیں۔

ردیف ع

غزل

قسم بہ حشمت جاہ وجلال شاہ شجاع	۱	کہ نیست با کسم از بہر مال و جاہ نزاع
بہ فیض جرعہ جام تو تشنہ ایم ولی	۲	نمی کنیم دلیری نمیدہیم صداع
خدای را بہ میم شست و شوی خرقہ کنید	۳	کہ من نمی شنوم بوی خیر ازین اوضاع
ببین کہ رقص کنان میرود بنالہ چنگ	۴	کسی کہ اذن نمیدادی استماع سماع
بعاشقان نظری کن بشکر این نعمت	۵	کہ من غلام مطیعم تو پادشا مطاع
برو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو	۶	نہ بینیم پس ازین ہیچگہ بکنج بقاع

(۷)

ز زہد حافظ و طامات او ملول شدم
بساز رود و غزل گوی بر سرود و سماع

فقیہ عماد کی کرامت کا ایک غزل میں طنزاً ذکر کرنے کی وجہ سی خواجہ صاحب اور شاہ شجاع کی درمیان کچہہ رنجش ہو گئی تہی جسکے تفصیلی حالات لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶ سوانحعمری پر درج ہیں اور قابل ملاحظہ میرا غزل میں بہی اس

واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ شاہ شجاع کے جاہ و جلال و حشمت کی قسم ہر کہ میرا مال و جاہ کی وجہ سے کسی کے ساتھہ نزاع نہیں ہے۔

یعنے فقیہ عماد سے میرا کوئی تنازعہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ صاحب مال و جاہ ہے اور بادشاہ کا منظورِ نظر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے پیالے کے ایک گھونٹ کے فیض کے پیاسے ہیں لیکن دلیری نہیں کرتے اور تکلیف نہیں دیتے۔

یعنے مانگنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

(۳) ترجمہ۔ خدا کے لئے میرے خرقہ کو شراب سے دھو ڈالو۔ کیونکہ ان طریقوں سے مجھے خیر کی بو نہیں آتی۔

یعنی زمانہ کی موجودہ وضع ریا کی ہے اور اس وضع سے خیر کی امید نہیں۔ اس سے تو رندی ہی بہتر ہے۔ غالباً اس شعر میں بھی فقیہ عماد کی زہد ریا آمیز کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ دیکھہ کہ چنگ کی آواز کے ساتھہ ناچتا ہوا جا رہا ہے وہ شخص جو پہلے سرود سننے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

استماع سننا۔ **سماع** بفتح سننا بکسر گانا سننا۔ مجازاً بمعنے سرود و نغمہ۔ یہاں یہ لفظ بمعنے سرود استعمال ہوا ہے۔ اور اسی شعر کی سند پر اکثر لغت نویس اس لفظ کے معنے سرود کرتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اس نعمت کے شکر یہ میں عاشقوں پر نظرِ عنایت کر۔ کہ میں فرماں بردار غلام ہوں اور تو فرمانروا بادشاہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے ناصح جا اور نصیحت نہ کر کہ پھر تو مجھے اس کے بعد کبھی مسکانوں کی گوشہ میں نہ دیکھیگا۔

یعنے اب میں گوشہ نشینی ترک کر کے رندی اختیار کرتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے زہد اور اس کی لاف و گزاف سے میں ملول ہوں۔ رود بجا اور سرود و سماع پر غزل کہہ۔

یعنے اس زہد ریا آمیز سے میں بیزار ہوں۔ سرود و سماع شروع کرنا چاہئے۔ غالباً اس شعر میں بھی خواجہ عماد کے زہد پر حملہ ہے۔

غزل (۲)

بدولت گیتی فروز شاہ شجاع	۱	کہ ہست در نظرِ من جہاں حقیر متاع
صراحی و حریفی خوشم ز دنیا بس	۲	کہ غیر ازیں ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع
ز مسجدم بخرابات میفرستد عشق	۳	بسر ہمیرسد وم ای جان منیکنیم نزاع

بس است شب روشبانہ می مغانہ بیار	۴	حریف بادہ رسید ای رفیق توبہ وداع
ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست	۵	کجا روم بتجارت بدین کساد متاع
بیار می کہ چو خورشید مشعل افروزد	۶	رسد بکلبۂ درویش نیز فیض شعاع

(۷)	جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا مکناد ز خاک بارگہ کبریای شاہ شجاع	(۷)

(۱) ترجمہ - شاہ شجاع کی جہاں افروز دولت کی عظمت کی قسم ہے کہ میری نظر میں دنیا ایک حقیر متاع ہے۔

(۲) ترجمہ - دنیا کی دولت سے پہلو شراب کی صراحی اور ایک حسین معشوق کافی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ سب چیزیں تفرقہ اور تکلیف کا موجب ہیں۔

(۳) ترجمہ - عشق مجھے مسجد سے خرابات کی طرف بھیجتا ہے۔ آجہان میں سر وچشم سے جاتا ہوں جھگڑا نہیں کرتا

(۴) ترجمہ - رات کا ورد کافی ہے پیر مغاں کی شراب لا شراب کا حریف پہنچ گیا ہے آ تو بہ کا رفیق خدا حافظ!

مطلب یہ ہے کہ رات کی عبادت کافی ہے اب شراب کا وقت ہے شراب لا جب شراب آتی ہے تو توبہ رخصت ہو جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ - زمانہ ہنر کی قدر نہیں کرتا اور ہنر کے بغیر میرے پاس اور کچھ بھی نہیں۔ اس کھوٹے مال کے ساتھ میں کہاں تجارت کرنے جاؤں۔

یعنی اس زمانہ میں متاع ہنر کا کوئی خریدار نہیں اور میرے پاس متاع ہنر کے سوا اور کوئی متاع بھی نہیں کیا کروں ہنر کو متاع کساد اس لئے کہا ہے کہ اسکی قدر نہیں۔ اہل ہنر کو نا قدر دانی کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے۔

	قدر دانی کی کیفیت معلوم		عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوا	

(۶) ترجمہ - شراب لا۔ کیونکہ جب سورج مشعل روشن کرتا ہے۔ تو درویش کی جھونپڑی میں بھی شعاعوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا کی رحمت عمل پر ہی منحصر نہیں۔ جب بحر کرم موجزن ہوتا ہے۔ تو گنہگار بیگناہ سب فیضیاب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے رحمت پر بھروسہ کر اور شراب لا۔ خدا بخشنے والا ہے

	صلاح و مرد میندیش کہ در رہ شب ماہ		لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد	(غالب)

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے ماتھے اور چہرے کو خدا شاہ شجاع کی بلند بارگاہ کی خاک سے کبھی جدا نہ کرے

غزل (۳)

بامدادان که ز خلوتگه کاخ ابداع	۱ ق	شاه خاور فگند بر همه اطراف شعاع
برکشد آینه از جیب افق چرخ زمان	۲ ق	بنماید رخ گیتی به هزاران انواع
در زوایای طربخانهٔ جمشید فلک	۳ ق	ارغنون ساز کند زهره به آهنگ سماع
چنگ در غلغله آید که کجا شد منکر	۴	جام در قهقهه آید که کجا شد مناع
وضع دوران بنگر ساغر عشرت برگیر	۵	که به هر حال همین است بهین اوضاع
طرهٔ شاهد دنیا همه مکرست و فریب	۶	عارفان بر سر این نکته نجویند نزاع
عمر خسرو طلب ار نفع جهان می‌طلبی	۷ ق	که وجودیست عطابخش و کریم نفاع
مظهر لطف ازل روشنی چشم امل	۸	جامع علم و عمل جان جهان شاه شجاع

(۹)

حافظ ار باده خوری با غم گلرخ خور
که ازین به نبود در دو جهان هیچ متاع

(۹)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت جب دنیا کے محل کی خلوت گاہ سے مشرق کا بادشاہ (یعنی آفتاب) چاروں طرف شعاعیں ڈالتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ افق کی جیب سے گھومتا ہوا آئینہ نکالتا ہے اور زمانہ کے چہرہ کو ہزارہا رنگوں میں دکھاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جمشید فلک کے عشرت خانہ کے گوشوں میں زہرہ سرود کے ارادہ پر ارغنون کو بجانا شروع کرتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس وقت چنگ شور کرتی ہے کہ منکر کہاں ہے۔ پیالہ قہقہہ لگاتا ہے کہ منع کرنے والا کہاں ہے۔

یہ چاروں شعر قطعہ بند ہیں۔ ابداع۔ کسی شے کا پیدا کرنا۔ مراد دنیا کائنات۔ جام جو حباب ہے۔ شاہ خاور۔ مشرق کا بادشاہ یعنے آفتاب۔ ارغنون۔ ایک ساز کا نام ہے۔

مطلب یہ ہی کہ صبح کے وقت جب رخ افق سی آئینہ کیطرح گہومتا ہوا نکلتا ہی اور اسکی شعاعیں دنیا میں ہزاروں رنگ پیدا کرتی ہیں۔ اور آسمان پر زہرہ بہی چنگ ارغوان بجاکر نغمہ سرائی شروع کرتی ہی۔ اس وقت رندوں کی مجلس بہی گرم ہوتی ہی اور چنگ رباب باآواز بلند پکارتے ہیں کہ سرود وسماع کی منکر کہاں ہیں اور شراب کا پیالہ قہقہہ لگاتا ہے کہ شراب سی منع کرنے والے کہاں ہیں۔ اگر جرأت ہی تو سامنے آئیں۔ یعنی اس وقت نہ کوئی سرود وسماع سے انکار کرسکتا ہی اور نہ شراب سے منع۔

(۵) ترجمہ۔ زمانہ کی وضع دیکہہ اور عشرت کا پیالہ لے۔ کیونکہ بہرحال تمام وضعوں سی یہی وضع اچھی ہے

(۶) ترجمہ۔ شاہدِ دنیا کی زلف تمام مکروفریب ہے۔ عارف اس نکتہ پر جھگڑا نہیں کرتے۔

مطلب یہ ہی کہ دنیا سراسر مکروفریب ہی۔ اعتماد اور محبت کے قابل نہیں۔ عارف دنیا پر جھگڑا نہیں کرتے۔ یا اس بات پر متفق ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خسرو کی عمر کی زیادتی مانگ اگر تجہی جہاں کا فائدہ چاہیئے۔ کیونکہ اسکا وجود عطابخش سخی اور فائدہ مند ہے۔

خسرو سے مراد شاہ شجاع۔

(۸) ترجمہ۔ لطفِ ازل کا مظہر۔ چشم امید کی روشنی۔ علم وعمل کا جامع۔ جہاں کی جان یعنی شاہ شجاع۔

پچہلے شعر سے قطعہ بند ہے۔ لفظ خسرو کی توضیح کی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو شراب پیتا ہے۔ تو گلرو معشوق کے ساتہہ پی۔ کیونکہ دونو جہانوں میں اس سے بہتر کوئی متاع نہیں۔

غزل (۴)

در وفای عشق تو مشہور خوبانم چو شمع	شب نشین کوی سربازان و رندانم چو شمع
کوہ صبرم نرم شد چون موم از دست غمت	تا در آب و آتش عشقت گدازانم چو شمع

بی جمال عالم آرای تو روزم من شب ست	۳	با کمال عشق تو در عین نقصانم چو شمع
رشتۂ صبرم بمقراض غمت ببریده شد	۴	ہمچنان در آتش ہجر تو سوزانم چو شمع
گر کمیت اشک گلگونم نبودے تند رو	۵	کی شدی پیدا بہ گیتی راز پنہانم چو شمع
روز و شب خوابم نمی آید بچشم غم پرست	۶	بسکہ در بیماری ہجر تو گریانم چو شمع
درمیان آب و آتش ہمچناں سرگرم تست	۷	این دل زار و نزار و اشکبارانم چو شمع
در شب ہجراں مرا پروانۂ وصلی فرست	۸	ورنہ از آہے جہانے را بسوزانم چو شمع
سرفرازم کن شبی از وصل خود ای ماہرو	۹	تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع
ہمچو صبحم یک نفس باقیست بی دیدار تو	۱۰	چہرہ بنما دلبرا تا جاں بیفشانم چو شمع

(۱۱)	آتش مہر ترا حافظ عجب در سر گرفت آتش دل کی بآب دیدہ بنشانم چو شمع	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں تیرے عشق کی وفا میں شمع کیطرح حسینوں میں مشہور ہوں۔ سربازوں اور رندوں کے کوچہ میں شمع کیطرح رات بھر جاگتا رہتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے غم کے ہاتھ سے میرے صبر کا پہاڑ موم کیطرح نرم ہو گیا جب سے شمع کیطرح میں تیرے عشق کی آب و آتش میں جل رہا ہوں۔

لفظ آب کو شمع کے ساتھ یہ نسبت ہے کہ شمع میں موم پگھل کر پانی کیطرح ہوجاتا ہے۔ یا بہ رعایت روغن۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے عالم آرا جمال کے بغیر میرا دن رات کی مانند ہوتا ہے اور شمع کیطرح تیرے کمال عشق سے میں عین نقصان میں ہوں یعنے ہجر کا دن رات کیطرح سیاہ ہوتا ہے اور ہجر کی رات شمع کیطرح جلتے گذر جاتی ہے۔

شبم از روشنی داغ بروزم خندد		روزم از تیرگی خویش بہ شبہا ماند (غالب)

(۴) ترجمہ۔ میرے صبر کا تاگا تیرے عشق کی قینچی سے کاٹا گیا۔ تیرے ہجر کی آگ میں اسی طرح شمع کی مانند جل رہا ہوں جسطرح بتی کا سرا کاٹنے سے شمع اور تیز جلنے لگتی ہے۔ اسی طرح عاشق کے صبر کا رشتہ مقراض غم سے جب کٹ جاتا ہے۔ تو وہ اور بیقرار ہوجاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میرے سرخ (لہو کے) آنسوؤں کا گھوڑا اتنا تند رفتار نہ ہوتا۔ تو شمع کیطرح جہاں میں میرا پوشیدہ راز کب ظاہر ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ میں تو رازِ عشق کو چھپاتا ہوں۔ مگر آنسو غمازی کرتے ہیں۔ شمع کا رونا بھی مشہور۔ اشک کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۱۰/۲ ۶/۱ ش ۹/۲ ۔ ع ۸/۵ م ۲۶/۹ م ۶/۴ ن ۵/۴

(۶) ترجمہ۔ میری غم پرست آنکھوں میں دن رات نیند نہیں آتی۔ کیونکہ میں شمع کی طرح تیرے ہجر کی بیماری میں بہت روتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ میرا نازو نیاز اور اشکبار دل شمع کی طرح آب آتش میں اسی طرح تیرے شوق میں سرگرم ہے۔

آب آتش سے مراد آب اشک اور آتش عشق۔ مطلب یہ ہو کہ اگرچہ میں تیرے عشق میں جل رہا ہوں اور رو رہا ہوں لیکن پھر بھی تیرے شوق میں سرگرم ہوں۔ شمع کے ساتھ آب و آتش کی نسبت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ ہجر کی رات میں میرے پاس وصل کا پروانہ بھیج۔ ورنہ ایک آتشین آہ سے شمع کی طرح ایک جہان کو جلا دونگا۔

(۹) ترجمہ۔ آ اور کسی رات مجھے اپنے وصل سے سرفراز کر۔ تاکہ شمع کی طرح تیرے دیدار سے میرا مکان روشن ہو جائے۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے دیدار کے سوا صبح کی طرح میری زندگی کا ایک دم باقی ہے۔ اے معشوق چہرہ دکھا تاکہ شمع کی طرح جان دیدوں صبح کی زندگی چند لمحوں کی ہوتی ہے۔ زبان حال میں تیرے ہجر میں جاں بلب ہوں۔ دیدار سے مشرف کر کہ جان دیدوں۔ صبح کی چہرہ نمائی پر شمع بجھا دی جاتی ہے۔ اس لئے "ہمچو صبحم" کا تعلق "چہرہ بنما" سے بھی ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ تیرے عشق کی آگ حافظ کے سر پر عجیب طور سے لگی ہے۔ شمع کی طرح دل کی آگ کو آنکھوں کے پانی سے کس طرح فرو کروں یعنے جس طرح شمع کی آگ شمع کے رونے سے فرو نہیں ہوتی اسی طرح میرے رونے سے بھی آتش عشق فرو نہیں ہو سکتی ہے۔ آگ دل میں ہے اور پانی آنکھوں میں۔ فرو کس طرح ہو۔

ردیف۔ غ

غزل (۱)

سحر چو بلبل بیدل دمی شدم در باغ	۱	کہ تا چو بلبل بیدل کنم علاج دماغ

بچهرهٔ گل سوری نگاه میکردم	۲	که بود در شب تاری بروشنی چو چراغ
چنان بحسن و جوانی خویشتن مغرور	۳ ق	که داشت از دل بلبل هزار گونه فراغ
گشاده نرگس رعنا بحسرت آب از چشم	۴	نهاده لالهٔ احمر بجان و دل صد داغ
زبان کشیده چو تیغی بسرزنش سوسن	۵ ق	دهان گشاده شقایق چو مردمان بناغ
یکی چو باده پرستان صراحی اندر دست	۶	یکی چو ساقی مستان بکف گرفته ایاغ

(۷) نشاط و عیش و جوانی چو گل غنیمت دان
که حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ (۷)

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ موسم بہار میں باغ کے منظر کو ایسے دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ خواجہ صاحب کا ہی حصہ ہے۔ مقطع میں نتیجہ کے طور پر ایک نصیحت بھی کر دی ہے۔ جو گوش ہوش سے سننے کے قابل ہے۔

(۱) ترجمہ۔ سحر کے وقت بیدل بلبل کی طرح میں تھوڑی دیر کے لئے باغ میں گیا۔ تا کہ بلبل بیدل کی طرح میں بھی دماغ کا علاج کروں

بیشک سیر باغ دماغ کا بہترین علاج ہے۔

(۲) ترجمہ۔ گل سرخ کے چہرہ کو میں دیکھتا تھا کہ اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن ہے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ اپنے حسن اور جوانی پر اتنا مغرور تھا کہ بلبل کے دل سے ہزار طرح کی بے اعتنائی رکھتا تھا۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ نرگس رعنا حسرت سے آنکھوں سے پانی بہا رہی تھی۔ لالہ سرخ کی جان و دل پر سو داغ تھے۔
نرگس کو آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شبنم کو جو گل نرگس پر پڑتی ہے۔ آنسو کہا ہے۔ گل لالہ کے اندر چونکہ ایک داغ ہوتا ہے۔ اس لئے اسکو عاشق کے دل سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ غالباً نرگس کی حسرت اور لالہ کا داغ گل سرخ کے عشق کی وجہ سے ہے۔ پہلا مصرعہ بعض قلمی دیوانوں میں اسطرح ہے۔ ع

گشادہ نرگس رعنا دو دیدہ از حسرت

(۵) ترجمہ۔ سوسن نے تلوار کی طرح سرزنش کے لئے زبان نکالی تھی۔ اور شقائق نے دو جو رو دائے مردوں کی طرح منہ کھولا تھا۔

سوسن۔ نیلے (سوسنی) رنگ کا ایک پہول جسکی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ **شقائق**۔ لالہ کا پہول۔ مفرد اور جمع دونو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **نباغ یا انباغ یا نباہج**۔ سوکن۔ ایک خاوند کی دو بیویاں۔

دو جوروکا خاوند مشہور ہے کہ ہمیشہ پشیمان اور پریشان رہتا ہے۔ منہہ کہولنا ہی پریشانی کی علامت۔ گل لالہ کو پیالہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اسکا منہ کہلا ہوتا ہے۔

(۶) **ترجمہ**۔ ایکے ہاتہہ میں بادہ پرستوں کیطرح صراحی تہی۔ دوسرے نے مستوں کی سی کیطرح پیالہ ہاتہہ میں لیا ہوا تہا پچہلے شعر سے قطعہ بند ہے مطلب یہ ہے کہ سوسن کے ہاتہہ میں صراحی اور لالہ کے ہاتہہ میں پیالہ تہا۔ سوسن صراحی نما اور گل لالہ پیالہ کی شکل کا ہوتا ہے۔

(۷) **ترجمہ**۔ جوانی کی عیش و نشاط کو پہول کیطرح غنیمت سمجہہ۔ اے حافظ رسول کا صرف یہی فرض ہے کہ پیغام پہنچا دے مطلب یہ ہے کہ پہول کیطرح جوانی کی بہار بہی چند روزہ ہے اسلئے اسے غنیمت سمجہہ اور حتی الامکان اس سے مستفید ہو۔ یہ وقت پہر ہاتہہ نہیں آئیگا۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ بتا دیں ماننا نہ ماننا آپکا کام ہے

وما علینا الا البلاغ

ردیف (ف)

غزل (۱)

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف	۱	گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف
طرف کرم ز کس نبست این دل پر امید من	۲	گرچہ صبا ہمی برد قصہ من بہر طرف
چند بناز پرورم مہر بتان سنگدل	۳	یاد پدر نمیکنند این پسران ناخلف
از خم ابروی توام ہیچ کشایشی نشد	۴	وہ کہ درین خیال کج عمر عزیز شد تلف
من بخیال زاہدی گوشہ نشین و طرفہ آنکہ	۵	مغبچہ ز ہر طرف میزندم بچنگ و دف

ابرو دوست کی شود دست کش خیال من	۶	کس نزد ست زین کمان تیر مراد بر ہدف
بیخبرند زاہدان جام بخواہ و لا تقل	۷	مست ریاست محتسب بادہ بنوش و لا تخف
صوفی شہر بین کہ چون لقمہ شبہہ میخورد	۸	پالدمش دراز باد این حیوان خوش علف
من بجدام دل خوشی می خورم و طرب کنم	۹	کز پی و پیش خاطرم لشکر غم کشیدہ صف

(۱۰) **حافظ** اگر قدم زنی در رہ خاندان عشق
بدرقہ رہت شود ہمت شحنہ نجف (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ نصیب اگر یاری کرے تو اس کے دامن کو ہاتھ میں لاؤں۔ اگر برا ہی داپنے ساتھ کھینچوں تو زہے خوشی اور اگر وہ مجھے قتل کرے تو زہے عزت۔

(۲) ترجمہ۔ میرے امیدِ دل نے کسی کی مہربانی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اگرچہ باد صبا میرا قصہ چاروں طرف پھیلاتی رہی۔
طرف بستن تحقیق لغوی کے لیے دیکھو الف ۲/۳۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے عشق کے قصہ کو باد صبا اطراف و اکناف عالم میں پھیلاتی رہتی ہے مگر کسی معشوق سے مجھے فائدہ نہ ہوا۔

(۳) ترجمہ۔ میں سنگدل معشوقوں کے عشق کو کب تک نازستے پاؤں۔ یہ ناخلف بیٹے باپ کو بھی یاد نہیں کرتے پھر مجھے ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیرے ابرو کے خم سے مجھ کو کوئی کشائش (آسودگی) حاصل نہ ہوئی۔ واہ کہ اس ٹیڑھے خیال میں میری عزیز عمر تلف ہو گئی۔

کج اور ابرو کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے عشق سے فائدہ اٹھانے کا خیال ایک کج خیال ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں ایک گوشہ نشین زاہد کے خیال میں ہوں اور طرفہ یہ کہ مغبچے ہر طرف سے چنگ و دف بجا کر مجھے اپنی طرف راغب کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میں زاہد گوشہ نشین کا مرید بننا چاہتا ہوں اور مغبچے اپنی طرف کھینچتے ہیں ع۔

پا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے

(۶) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو میرے خیال کا دست کش کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کمان سے کسی نے مراد کا تیر نشانہ پر نہیں لگایا۔
دست کش۔ ہاتھ سے کھینچنے کی چیز۔ جیسے کمان وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی کمانِ ابرو تک کبھی خواب و خیال

میں بھی میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

(۷) ترجمہ۔ زاہد بے خبر ہیں۔ پیالہ مانگ کر پی۔ کہہ محتسب رہا، میں مست ہوں شراب پی اور بالکل نہ ڈر۔

(۸) ترجمہ۔ شہر کے صوفی کو دیکھ۔ اس شبہ کا لقمہ کس طرح کھاتا ہے۔ اس خوش خوراک جانور کے گردن کے بال اور دم لمبی ہو۔
لقمہ مشتبہ۔ حرام کا مال۔ **یال** گردن کے بال۔ گھوڑے کی گردن کے بال۔ **خوش علف**۔ اچھا چارہ کھانے والا۔ طنزاً کہا ہے۔ مراد حرام کھانے والے سے ہے۔ زاہد اور عابد عموماً دوسروں کی کمائی سے پیٹ بھرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لئے خواجہ نے ان کی خوراک کو لقمہ مشتبہ کہا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں کس طرح دل کی خوشی پر شراب پیوں اور خوشی کروں۔ کیونکہ لشکر غم نے میرے دل کے چاروں اطراف صفیں باندھی ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ خاندان عشق کے رستے میں اگر تو قدم رکھے گا۔ تو شحنۂ نجف کی دعا تیرے رستہ کا بدرقہ ہو جائیگی۔

بدرقہ۔ رہنما۔ رفیق راہ۔ **شحنۂ نجف** یا شاہ نجف۔ مراد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ نجف عراق عرب کا ایک مشہور شہر ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدفون ہیں۔

ردیف (ق)

غزل (۱)

زبان خامہ ندارد سر بیان فراق	۱	وگرنہ شرح دہم با تو داستان فراق
رفیق خیل خیالیم و ہمرکاب شکیب	۲	قرین محنت و اندوہ و ہمقران فراق
دریغ مدت عمرم کہ بر امید وصال	۳	بسر رسید و نیامد بسر زمان فراق
سری کہ بر سر گردوں بفخر مے سودم	۴	ز روی عجز نہادم بر آستان فراق

چگونه باز کنم بال در ہوای وصال	۵	که ریخت مرغ دلم پر در آشیان فراق	
بسے نماند کہ کشتے عمر غرقہ شود	۶	ز موج شوق تو در بحر بیکران فراق	
فلک چو دید سرم را اسیر چنبر عشق	۷	ببست گردن صبرم بریسمان فراق	
کنوں چہ چارہ کہ در بحر غم بگردابی	۸	فتادہ کشتی صبرم ز بادبان فراق	
چگونہ دعوی وصلت کنم بجاں کہ شدست	۹	تنم وکیل قضا و دلم ضمان فراق	
فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یارب	۱۰	کہ روز ہجر سیاہ باد و خانمان فراق	

(۱۰) بپای شوق گر این رہ بسر شدی حافظ
بدست ہجر ندادی کسی عنان فراق (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ تکلم کی زبان فراق کا حال بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ ورنہ فراق کی داستان میں تجھہ سے مفصل بیان کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ ہم خیال کی قافلہ کے رفیق ہیں اور صبر کے ہمرکاب ہیں۔ غم و اندوہ کے ساتھی ہیں اور فراق کے مونس ہیں۔
یعنے تیرے خیال میں صبر کرکے بیٹھے ہیں اور غم و اندوہ کا دل میں ہجوم ہے۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس ہے کہ میری عمر کا زمانہ وصال کی امید میں ختم ہو گیا اور فراق کے زمانہ کا خاتمہ نہ ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ سر جسے میں فخر کے ساتھہ آسمان سے ملاتا تھا۔ اب عاجزی سے فراق کے آستانہ پر رکھدیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ وصال کی آرزو میں بازو کس طرح کھولوں۔ کیونکہ میرے دل کے پرندے نے فراق کے گھونسلے میں پر گرا دیئے ہیں
یعنے آرزوی وصال میں اب اڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہوا اور بال کشادن کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ فراق کے بحر ناپیدا کنار میں تیرے شوق کی موج سے عمر کی کشتی تھوڑی مدت میں غرق ہو جائیگی

(۷) ترجمہ۔ آسمان نے جب دیکھا کہ میرا سر حلقہ عشق میں گرفتار ہے تو میرے صبر کی گردن کو فراق کی رسی سے باندھ دیا۔
چنبر۔ حلقہ۔ طوق۔ کمند۔ قید۔ دائرہ کا محیط۔

(۸) ترجمہ۔ اب کیا علاج ہے کہ بحر غم میں فراق کے بادبان سے صبر کی کشتی گرداب میں پڑ گئی۔

(۹) ترجمہ۔ میں اب جان سے تیرے وصل کا دعوی کسطرح کروں کہ میرا تن قضا کا وکیل اور میرا دل فراق کا ضامن ہو گیا ہے۔

یعنی جسم موت کا وکیل اور دل ہجر کا ضامن ہوگیا ہے صرف جان باقی ہے۔ وصل کا دعوی کسطرح کروں۔ کون مدد کریگا۔ دعوی۔ وکیل اور ضمان قانونی اصطلاحیں اکٹھی کی ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ خدا فراق اور ہجر کو جہاں میں کیوں لے آیا۔ کہ ہجر کا روسیاہ ہو اور فراق کا خانمان (برباد) ہو

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ اگر شوق کے پاؤں سے یہ رستہ طے ہو سکتا۔ تو فراق کی باگ کوئی شخص ہجر کے ہاتھ میں نہ دیتا۔ یعنے وصل و ہجر اگر شوق کے اختیار میں ہوتے۔ تو ہجر و فراق کا نام ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ شوق ہمیشہ وصال کا طالب ہوتا ہے۔

غزل (۲)

مبادکس چو من خستہ مبتلای فراق	۱	کہ عمر من ہمہ بگذشت در بلای فراق
غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگردان	۲	کشیدہ محنت ایام و درد ہای فراق
اگر بدست من افتد فراق را بکشم	۳	بہ آب دیدہ دہم باز خونبہای فراق
کجا روم چہ کنم حال دل کرا گویم	۴	کہ داد من بستاند دہد جزای فراق
ز درد ہجر و فراقم دمی خلاصی نیست	۵	مگر کہ زاد سرا مادر از برای فراق
فراق را بفراق تو مبتلا سازم	۶	چنانکہ خون بچکانم ز دیدہ ہای فراق

(۷)	بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری زند بروز و شبان خون فشان نوای فراق	(۷)

(۱) ترجمہ۔ مجھہ خستہ جان کیطرح کوئی بھی فراق میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ میری تمام عمر فراق کی مصیبت میں گذر گئی۔

(۲) ترجمہ۔ میں غریب عاشق بیدل فقیر اور سرگرداں ہوں۔ زمانہ کی تکلیف اور فراق کا درد برداشت کرتا ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ اگر میرے ہاتھہ لگے تو فراق کو قتل کردوں اور اس کے قتل کے خوں بہا میں آنسو وں کا پانی دوں۔

یعنے فراق کو قتل کرنے کے بدلے روتا رہوں۔ (مگر رونا حصولِ مراد کی خوشی کا ہوگا)

(۴) ترجمہ۔ کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کس کو کہوں۔ جو میرا انصاف کرے اور فراق کو سزا دے

(۵) ترجمہ۔ ہجر اور فراق کے درد سے مجھے اکدم بھی خلاصی نہیں۔ شاید ماں نے مجھے فراق کے لئے ہی پیدا کیا ہے

(۶) ترجمہ۔ فراق کو تیرے فراق میں ایسا مبتلا کروں۔ کہ فراق کی آنکھوں سے لہو ٹپک آئے۔

فراق کو ایک شخصیت فرض کرکے فرماتے ہیں کہ فراق کو بھی تیرے ہجر میں مبتلا کرنا چاہتے تاکہ اسکا دل بھی خون ہو۔ اور اسے معلوم ہو کہ دوسرے لوگوں کا فراق میں کیا حال ہوتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ تیرے عشق کے داغ سے بلبل سحری کیطرح رات دن فراق کے خون فشان نالے کرتا ہے۔

غزل (۳)

مقام امن و می بیغش و رفیق شفیق	۱	گرت مدام میسر شود زہے توفیق۔
جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ ست	۲	ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق
دریغ و درد کہ تا این زمان ندانستم	۳	کہ کیمیای سعادت بود رفیق شفیق
بمامنی رو و فرصت شمر غنیمت وقت	۴	کہ در کمینگہ عمرند قاطعان طریق
کجاست اہل دلے تا کند دلالت خیر	۵	کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق
فدای غمزۂ ساقی ہزار جان آن دم	۶	کہ تر کند لب لعل از شراب ہمچو عقیق
حلاوتی کہ ترا در چہ زنخدان ست	۷	بکنہ او نرسد صد ہزار فکر عمیق
اگرچہ موی میانت بچون منی نرسد	۸	خوش ست خاطرم از فکر این خیال دقیق
اگر برنگ عقیق ست اشک من چہ عجب	۹	کہ مہر خاتم چشم من ست ہمچو عقیق
بیا کہ توبہ ز لعل نگار و خندۂ جام	۱۰	تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق

(۱۱)

بخندہ گفت کہ حافظ غلام طبع توام
ببین کہ تا بچہ قدرم ہمیکند تحمیق

(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ امن کا مقام شراب صاف اور مہربان دوست۔ اگر یہ چیزیں تجھے ہمیشہ میسر آئیں تو زہے قسمت۔

(۲) ترجمہ۔ جہان اور جہان کے تمام کام بالکل ہیچ ہیں۔ میں نے ہزار دفعہ اس نکتہ کی تحقیق کی ہے۔

یعنی میں ہزار بار آزما چکا ہوں کہ دنیا اور مافیہا تمام ناپائدار اور ہیچ ہیں۔ کل من علیہا فان۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس صد افسوس! کہ اب تک مجھ معلوم نہ ہوا۔ کہ مہربان دوست کیمیائی سعادت ہوتا ہی۔
یعنے مہربان دوست کی صحبت فیوض کا چشمہ اور سعادت کا منبع ہوتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ کسی امن کی جگہ میں جا اور وقت کی متاع کو غنیمت جان۔ کیونکہ رہزن عمر کی گھات میں لگی ہوئی ہیں۔
مطلب یہ ہی کہ متاع عمر کے لوٹے جانے کا ہر وقت خطرہ ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور کوئی امن کی جگہ تلاش کر۔

(۵) ترجمہ۔ کوئی اہل دل کہاں ہی کہ نیک سنہ دکھائی۔ کہ ہم کسی رستہ سے دوست تک پہنچ سکے۔
یعنے کوئی ایسا عارف سالک مل جائے۔ جو منزل محبوب تک ہماری رہبری کرے۔ ہم خود بخود تو وہاں نہیں پہنچ سکے۔ یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس وقت ساقی کے ایک غمزہ پر ہزار جانیں قربان ہوں جب وہ اپنی لب لعل کو شراب سرخ سے تر کرتا ہی۔
لعل اور عقیق کی رعایت ظاہر۔ یہاں دونو بمعنے سرخ آئے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تیری چاہ زنخداں میں جو شیرینی ہی۔ اسکی حقیقت کو لاکھ گہری عقل ہی نہیں پہنچ سکتی۔
چاہ اور عمیق کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اگرچہ تیری بال جیسی کمر مجھ جیسوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ تاہم میرا دل اس باریک خیال کی فکر سے خوش ہی
یعنے اگرچہ ہم تیری بال جیسی باریک کمر تک نہیں پہنچ سکتے تاہم اس کے خیال میں دل کو خوش رکھتے ہیں۔ موئے میان اور دقیق کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ اگر میری آنسو عقیق کیطرح سرخ ہیں تو کیا عجب کیونکہ میری آنکھوں کی انگشتری کی مہر عقیق کیطرح ہے۔
یعنے میرے معشوق کی سرخ میگوں آنکھوں کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں میں ہوتا ہی اس لئے میرے آنسو بھی سرخ ہیں
حاصل کلام یہ کہ معشوق کے خیال میں ہر وقت خون کے آنسو روتا ہوں۔

(۱۰) ترجمہ۔ آکہ معشوق کی لب اور جام مے کے خندہ سے توبہ کرنا ایسی بات ہی جسکو عقل نہیں مانتی۔
یعنے شراب اور شاہد سے توبہ بعید از عقل ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ ہنس کر کہا کہ اے حافظ میں تیری طبع موزوں کا غلام ہوں۔ دیکھہ کہ مجھے کس قدر احمق بناتا ہی۔
یعنے میری طبیعت کیا ہی کہ معشوق اسکا غلام ہو۔ صرف مجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔

ردیف (ک)

غزل ۱

مصرع اول		مصرع دوم
اگر شراب خوری جرعہ فشاں بر خاک	۱	ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک
بزن براوج فلک خالیا سرادق عشق	۲	کہ خود برد اجلت ناگہاں بہ تیرہ مغاک
مخور دریغ و بخور می بشاہد و دف و چنگ	۳	کہ بہ بید ریغ زند روزگار تیغ ہلاک
بخاک پای تو ای سرو ناز پرور من	۴	کہ روز واقعہ پا وا مگیر از سر خاک
چہ دوزخی چہ بہشتی چہ آدمی چہ ملک	۵	بمذہب ہمہ کفر طریقت ست امساک
فریب دختر رز طرفہ میزند رہ عقل	۶	مباد تا بقیامت خراب طارم تاک

(۷) براہ میکدہ حافظ خوش از جہاں رفتی
دعای اہل دلت باد مونس دل پاک (۷)

(۱) ترجمہ ۔ جب تو شراب پئے تو ایک گھونٹ زمین پر گرا دے ۔ جس گناہ سے کسی اور کو فائدہ پہنچے ۔ اس سے کیا ڈر۔ شراب پینے والوں کا دستور ہے کہ پینے سے پہلے تھوڑی سی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں ۔ تاکہ ان شراب خواروں کو اس کا فیض پہنچے ۔ جو زیر زمین دفن ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شراب جیسی چیز کا گرانا گناہ ہے لیکن چونکہ دوسروں کا فائدہ مقصود ہے اس لئے اس گناہ سے نہیں ڈرنا چاہیے ۔ یا یہ سمجھو کہ شراب پینا اگرچہ گناہ ہے ۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی اوروں کو بھی پلائی جاتی ہے ۔ اس لئے گناہ نہیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ اس وقت آسمان کی بلندی پر عشق کا پردہ لگا ۔ کیونکہ خود موت تجھے ناگاہ تاریک گڑھے میں لیجائیگی ۔

سراوق سراپردہ ۔ خیمہ ۔ وہی مضمون ہے جو شعر نمبر ۱ میں گذر چکا ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ دریغ نہ کر اور شاہد دف و چنگ کے ساتھ شراب پی ۔ کیونکہ زمانہ بیدریغ ہلاکت کی تلوار مارتا ہے ۔

یعنے دنیا فانی ہی۔ زندگانی کا بہروسہ نہیں۔ بیدریغ شراب پی اور دف وچنگ کی آواز سن۔

(۴) ترجمہ۔ اے میرے ناز پروردہ معشوق تجہے اپنے پاؤں کی قسم ہی کہ قیامت کے دن میری خاک سے پاؤں نہ اٹہانا

واقعہ۔ سے مراد روز قیامت ہی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہی۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ٥ (سورہ واقعہ)

یعنے جسوقت قیامت آئیگی۔

(۵) ترجمہ۔ کیا بہشتی اور کیا دوزخی کیا آدمی اور کیا فرشتہ۔ تمام کے مذہب میں بخل طریقت کا کفر ہے۔

مطلب یہ ہی کہ بخل ہر ملت ومذہب میں بمنزلہ کفر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ دختر رز (شراب) کا فریب عقل کو عجیب طرح سے غارت کرتا ہی۔ خدا کرے کہ قیامت تک انگور کا طارم ویران نہو۔

طارم۔ تارم کا معرب ہے۔ لکڑی کا گہر۔ بالاخانہ۔ کوٹہہ۔ قاعدہ ہی کہ لکڑیاں کہڑی کر کے اوپر چہیت کے طور پر انگور

کی بیل چڑہا دیتے ہیں اسے طارم تاک کہتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ شرابخانہ کی راہ سے تو جہان سے خوش وخرم چلا گیا۔ اہل دل کی دعا تیرے پاک دل کی مونس ہو۔

مطلب یہ ہی کہ شراب عشق پیتے پیتے تو جہان سے رخصت ہو گیا۔ تمام اہل دل کی دعا تیرے ساتہہ ہے۔

غزل (۲)

ای دل ریش مرا با لب تو حق نمک	۱	حق نگہدار کہ من میروم اللہ معک
توئی آن گوہر یکدانہ کہ در عالم قدس	۲	ذکر خیر تو بود حاصل تسبیح ملک
در خلوص منتت ار ہست شکی تجربہ کن	۳	کس عیار زر خالص نشناسد چو محک
گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم	۴	وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم نہ یک
بگشا پستہ خندان و شکر ریزی کن	۵	خلق را از دہن خویش میندار بشک
چرخ برہم زنم ار جز بمرادم گردد	۶	من نہ آنم کہ زبونی کشم از چرخ فلک

(۷)	چون بر حافظ خویشش نگذاری باری ای رقیب از بر او یکدو قدم پیشتر ک	(۷)

(۱) ترجمہ - اے کہ میرے زخمی دل کو تیرے لب پر حق نمک ہے۔ اس حق کا خیال رکھ۔ کہ میں جاتا ہوں خدا تیرے ساتھ ہو۔

اللّٰہ معک ۔ خدا تیرے ساتھ ہو (عربی)

(۲) ترجمہ - تو وہ گوہر یکدانہ ہے کہ عالم قدس میں ۔ فرشتوں کی تسبیح کا تیرا ذکر خیر ہے ۔

گوہر یکدانہ ۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہو ۔ بہت بڑا ۔ خوبصورت اور آبدار ہوتا ہے ۔ یہاں گوہر یکدانہ سے مراد ذات باری تعالیٰ ۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ ۔

(۳) ترجمہ - میرے خلوص میں اگر تجھ کو کوئی شک ہے تو تجربہ کرلے ۔ کیونکہ کسوٹی کی برابر کوئی چیز زر خالص کے کھرا ہونے کو نہیں پہچان سکتی امتحان ایک کسوٹی ہے ۔ جس سے صدق و کذب کی تمیز ہو سکتی ہے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تجھے میرے خلوص میں کوئی شک ہے ۔ تو مجھے امتحان میں ڈال کر آزمائش کرلے ۔

(۴) ترجمہ ۔ تو نے کہا تھا کہ میں مست ہونگا اور تجھے دو بوسے دونگا ۔ اس وعدہ کو مدت ہو گئی اور ہم نے نہ ایک دیکھا نہ دو یعنے کچھ بھی نہ ملا ۔

(۵) ترجمہ - پستۂ خنداں کو کھول اور شکر ریزی کر خلقت کو اپنے دہن سے شک میں نہ ڈال

مطلب یہ ہے کہ دنیا کو ابھی تیرے دہن کے عدم و وجود میں شک ہے منہ کھول اور بات کرتا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے ۔ کہ تیرا بھی دہن ہے ۔

پستہ خنداں سے مراد دہن ۔ شکر ریزی سے مراد شیریں گفتاری ۔ پستہ و شکر کی رعایت ظاہر معشوق کی تنگی دہن کا ذکر ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ اگر آسمان میری مراد کے خلاف پھرے تو اسے درہم برہم کردوں ۔ میں وہ آدمی نہیں ہوں کہ چرخ فلک سے خواری برداشت کروں ۔

جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں	پڑا فلک کو ابھی دل جلوں سے کام نہیں

(۷) ترجمہ - جب تو اسکو اپنے حافظ کے پاس نہیں چھوڑتا ۔ تو خود بھی ایک دو قدم اس سے اور دور رہ ۔

یعنے جب تو معشوق کو حافظ کے پاس جو اس کا صادق عاشق ہے ۔ نہیں بیٹھنے دیتا ۔ تو تجھے لازم ہے کہ خود بھی دور ہو کر بیٹھے ۔

غزل (۳)

ای پیک پی خجسته چه نامی فدیت لک ۱	هرگز سیاه چرده ندیدم بایں نمک
خوبان سزد که بر درت آینده جملگی ۲	وانگاه خاک پای تو بوسند یک بیک
هم ظاهر از دو چشم تو در دیده مردمی ۳	هم روشن از دو لعل تو در دیده مردمک
آدم ز حسن روی تو گر بهره داشتی ۴	از دیدنش بسجده نپرداختی ملک
صورتگران چین اگر آن چهره بنگرند ۵	نقش نگارخانهٔ چین را کنند حک
از طرف بام روی چو ماه تو هر شبی ۶	مانند آفتاب سپهر تابد از فلک

(۷)

در دوستی حافظ اگر نیست یقین

ز ر خالص ست و باک نمیدارد از محک

(۷)

(۱) ترجمہ:- مبارک قدم قاصد تیرا کیا نام ہی میں تجھ پر قربان ہوں! میں نے کسی گندم رنگ میں یہ ملاحت نہیں دیکھی۔ یہ غزل نعت معلوم ہوتی ہے۔ سیاہ چردہ کے لیے دیکھو شعر ۲ **فدیت لک** (عربی) میں تجھ پر قربان ہوں!۔

(۲) ترجمہ معشوقوں کو چاہیے کہ تمام تیرے دروازے پر آئیں۔ اور پھر ایک ایک کرکے تمام تیری خاکِ پا کو بوسہ دیں۔

اس شعر میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام دیگر انبیاء پر فضیلت بتائی گئی ہے۔ اگرچہ تمام پیغمبر علی نبینا و علیہم السلام قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ مگر ایک کو دوسرے پر فضیلت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ) یعنی پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے ایسا بھی ہے جس سے خدا نے باتیں کیں اور بعض کے مراتب بلند کیے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ بلندی مراتب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا ہوئی اور انکو تمام دیگر انبیاء پر فضیلت ہے۔

همه انبیا در پناهِ تو اند	مقیم در بارگاهِ تو اند
تو مهر منیری همه اختر اند	تو سلطانِ ملکی همه چاکر اند

(۳) ترجمہ۔ تیری دو آنکھوں سے آنکھ میں مردمی ظاہر ہے۔ اور تیرے دو لبوں سے آنکھ میں تپلی روشن ہے۔

مطلب یہ ہی کہ تمام جہان کی آنکھ میں مروت اور وفا تیری آنکھوں کی برکت سے ہے اور تمام جہان کی آنکھوں کی بینائی تیرے لب لعل کے دیدار سے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ آدم کو اگر تیرے چہرے کی خوبصورتی سے حصہ ملا ہوتا۔ تو فرشتے اسکے دیکھنے سے سجدہ کرنے میں مشغول نہ ہوتے۔

مطلب یہ ہی کہ اگر آدم علیہ السلام کے چہرہ پر تیرے چہرے جیسی خوبصورتی ہوتی۔ تو فرشتے اس کو دیکھنے میں اسقدر مشغول ہو جاتے۔ کہ سجدہ نہ کرتے۔ کیونکہ سجدہ کی حالت میں وہ اسکے چہرے کے دیدار سے محروم رہتے۔ حاصل کلام یہ ہی کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی وہ اسکے چہرے سے آنکھیں اٹھا کر زمین کیطرف نہ جھکتے۔ اور نیچے نہ دیکھتے اور ہمہ تن اس کے دیکھنے میں ہی مصروف و محو رہتے۔ کیونکہ

در بزم وصال تو ہنگام تماشا	نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

(۵) ترجمہ۔ چین کے مصور اگر وہ چہرہ دیکھ لیں۔ تو نگارخانہ چین کے نقش کو مٹا دیں۔

یعنے چین کے مصور اگر تیرے چہرہ کو ایکدفعہ دیکھ لیں۔ تو نگارخانہ چین کے تمام نقشوں کو جہاں اعلی سے اعلی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ مٹا دیں اور صرف تیری تصویر بنا دیں۔

(۶) ترجمہ۔ محل پر سے تیرا چاند جیسا چہرہ ہر رات۔ اس طرح چمکتا ہے جسطرح آسمان سے سورج۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تجھے حافظ کی دوستی پر یقین نہیں۔ تو خالص سونا ہی کسوٹی سے نہیں ڈرتا۔

یعنے اگر تجھے میری دوستی میں شک ہے۔ تو بیشک امتحان کرے۔ خالص سونا کسوٹی سے نہیں ڈرتا۔ دیکھو شعر ک ۲/۳۔

غزل (۴)

ہزار دشمنم ار میکنند قصد ہلاک	۱	گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک
مرا امید وصال تو زندہ میدارد	۲	وگرنہ ہر دمم از ہجر تست بیم ہلاک
نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت	۳	زمان زمان کنم از غم چو گل گریبان چاک
رود بخواب دو چشم از خیال تو ہیہات	۴	بود صبور دل اندر فراق تو حاشا ک

بضرب سیفک قتلی حیاتنا ابداً	۵	فانّ روحی قد طاب ان یکون فداک
اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم	۶	و گر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک
ترا چنانکہ توئے ہر نظر کجا بیند	۷	بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک
عنان بہ ہیچ مپیچم اگر میزنی بشمشیرم	۸	سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

(۹)	بچشم خلق عزیز آنگہے شوی حافظ کہ بر درش بنہی روئے مسکنت بر خاک	(۹)

(۱) ترجمہ - اگرچہ ہزار دشمن بھی مجھے ہلاک کرنیکا ارادہ کریں تاہم اگر تو میرا دوست ہو تو مجھے دشمنوں سے کیا ڈر ہے -

یعنے - ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

(۲) ترجمہ - تیری وصال کی امید مجھے زندہ رکھتی ہے - ورنہ ہردم مجھے تیرے ہجر سے ہلاک ہوجانیکا خطرہ ہے -

ایکدم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار		پر امید وصل میں یہ سوں گوارا ہوگیا -	(ذوق)

(۳) ترجمہ - اگر ہر ایک سانس کے ساتھ ہوا سے تیری خوشبو نہ سونگھوں - تو ہردم پھول کیطرح غم سے گریبان چاک کرتا ہوں

گل و بو کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ - اگر میری دو آنکھوں کو تیری خیال کی باوجود نیند آجائی تو افسوس ہوگا میرے دل کو تیری فراق میں صبر ہو ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا -

مطلب یہ ہے کہ تیرے خیال میں مجھے کبھی نیند نہیں آئی اور تیرے فراق میں کبھی میرے دل کو صبر حاصل نہیں ہوا -

(۵) ترجمہ - تیری تلوار کی ضرب سے میرا قتل ہونا میری ابدی زندگی ہے اور بیشک میری روح اس بات میں خوش ہے کہ تجھ پر قربان ہوجائے -

یہ شعر تمام تر عربی ہے -

	ہر زمان از عشق جانے دیگر است		اے کشتگانِ خنجر تسلیم را

(۶) ترجمہ - تیرا زخم لگانا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ دوسرا مرہم لگائے - اگر تو زہر دے تو دوسرے کے تریاق دینے سے بہتر ہے -

(۷) ترجمہ - تجھے جیسا کہ تو ہے - ہر نظر کب دیکھ سکتی ہے - ہر ایک شخص اپنی اپنی بینائی کے مطابق ادراک کرتا ہے

مطلب یہ ہے کہ کنہ ذات کو کما حقہٗ کوئی شخص نہیں پاسکتا صرف اپنی اپنی عقل کی حد تک ہر ایک شخص

اسکو سمجھنا ہی حقیقت میں انسان کی محدود عقل کے لئے اس غیر محدود ذات کا پورا ادراک ناممکن ہی۔

	نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد		نہ فکرت بغور صفاتش رسد	
	تواں در بلاغت بسحبان رسید		نہ در کنہ بیچون سبحان رسید	سعدی

اسی مضمون پر مرزا عبد القادر بیدل نے کہا ہے

اگر از زمیں بہوا رسیم وگر از سمک بسمارسیم		بدل رسیدہ کجا رسیم کہ رسیم بفہم مقام او

محبوب حقیقی کی ذات کے فہم و ادراک سے بالاتر ہونے کے متعلق عرفی نے کہا ہے

	نور حیرت در شب اندیشۂ اوصاف تو		بس ہمایوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ	
	از کمان ناجستہ در چشم تحیر کردہ جا		معرفت کو تیر حکمی بر نشاں انداختہ	

اسی مضمون پر ہے۔ ماعرفناك حق معرفتك۔ یعنی ہم نے تجھ کو جیساکہ تو ہے نہیں پہچانا۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۶/۹ ۔

(۸) ترجمہ۔ اگر تو مجھے تلوار سے بھی مارے تو میں باگ نہیں موڑونگا۔ اپنے سر کو ڈھال بناؤنگا لیکن تیری فتراک سے ہاتھ نہیں اٹھاؤنگا مطلب یہ ہے کہ میں تیری سب جور و ستم برداشت کرونگا لیکن تیری عشق سے باز نہیں آؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ لوگوں کی آنکھوں میں تو اسوقت عزیز ہوگا جب اسکے دروازہ کی خاک پر تو عاجزی سے سر رکھہ دیگا۔

ردیف (ل)

غزل

اگر بکوی تو باشد مرا مجال وصول	۱	رسد ز دولت وصل تو کار من بحصول
قرار بردہ ز من آن دو سنبل مشکیں	۲	خراب کردہ مرا آن دو نرگس مکحول
دل از جواہر مہر تو صیقلے دارد	۳	بود ز زنگ حوادث ہر آئنہ مصقول

من شکستہ بدحال زندگی یابم	۴	دراں زماں کہ بہ تیغ غمت شوم مقتول
چہ جرم کردہ ام ای جان و دل بحضرت تو	۵	کہ طاعت من بیدل نمیشود مقبول
چو بر درتو من بینوا ے بے زر و زور	۶	بہیچ باب ندارم رہ خروج و دخول
کجا روم چہ کنم حال دل کرا گویم	۷	کہ گشتہ ام زغم و جور روزگار ملول
خراب تر ز دل من غمِ تو جای نیافت	۸	کہ ساخت در دل تنگم قرارگاہ نزول

(۹)	بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ رموز عشق مکن فاش پیش اہل عقول	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر مجھے تیرے کوچہ میں پہنچنے کی اجازت ہو۔ تو تیرے وصل کی دولت سے میری مراد حاصل ہو جائے۔

وُصول۔ پہنچنا کسی کا کسی دوسری چیز کے پاس۔ واصل ہونا۔

(۲) ترجمہ۔ ان دو سیاہ زلفوں نے میرا قرار چھین لیا۔ اور اُن دو سرمہ سا آنکھوں نے مجھے مست اور خراب کر دیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دل کو تیری محبت کے جوہروں سے صیقل ہوتا ہے۔ اور حادثوں کے زنگ سے ہر طرح صیقل یاب ہوتا ہے۔

ہر آئینہ۔ بیشک۔ ضرور۔ البتہ۔ تحقیق۔ ناچار۔ بے وغدغہ۔

مطلب یہ ہے کہ دل کا آئینہ تیرے عشق کی وجہ سے صاف ہے اور اس پر حوادثِ دہر کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ زنگ اور آئینہ میں صنعت ایہام ہے۔ جواہر۔ صیقل۔ زنگ۔ آئینہ کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ مجھ شکستہ دل بدحال کو زندگی ملجائے۔ جس وقت کہ میں تیرے عشق کی تلوار سے قتل ہو جاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ عشق میں مرنا دائمی زندگی حاصل کرنا ہے۔ دیکھو شعر ک ۵۔

(۵) ترجمہ۔ اے جان و دل! میں نے تیری درگاہ میں کیا جرم کیا ہے کہ مجھ بیدل کی بندگی قبول نہیں ہوتی جان و دل سے مراد معشوق۔ قریباً اسی مضمون پر غالب کا شعر ہے۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی؟		بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا	

(۶) ترجمہ۔ جب تیرے در پر مجھ بینوا بے زر اور بے زور کو کسی دروازہ سے آنا جانا نصیب نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ ۔ تو اور کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کسے کہوں ۔ کیونکہ میں زمانہ کے جور و غم سے ملول ہو گیا ہوں۔

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں ۔ مرزا بیدل کا شعر ہے ۔

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جز اینکہ بخوانیم		در دیگرے بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

(۸) ترجمہ ۔ تیرے غم نے میرے دل سے زیادہ ویران اور کوئی جگہ نہ دیکھی ۔ کہ میرے تنگ دل میں اس نے اپنی منزل اور قرارگاہ بنائی ۔

بتانِ ماہوش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں	(داغ)	کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ دردِ عشق کے ساتھ موافقت پیدا کر اور خاموش ہو جا ۔ اور عشق کے راز عقلمندوں کے سامنے ظاہر نہ کر ۔

یعنے اسرارِ عشق دیوانگانِ عشق کے سینے میں ہی رہنے چاہئیں ۔ اہلِ عقل ان اسرار کے اہل نہیں ہوتے ۔

غزل (۲)

ای بردہ دلم را تو بدین شکل و شمائل	۱	پروای کست نیست جہانی بتو مائل
گہ آہ کشم از دل و گہ تیر تو از جان	۲	پیش تو چہ گویم کہ چہا میکشم از دل
وصف لب لعل تو چہ گویم بر قیبا ل	۳	نیکو نبود معنے نازک بر جاہل
ہر روز چو حسنت ز دگر روز فزون ست	۴	مہ را نتوان کرد بروی تو مقابل
دل بر دی و جان میدہمت غم چہ فرستی	۵	چون نیک حریفیم چہ حاجت بہ محصل
(۶)	حافظ چو تو پا در حرم عشق نہادی در دامن او دست زن و از ہمہ بگسل	(۶)

(۱) ترجمہ ۔ اے معشوق تو میرے دل کو اس شکل و شمائل سے لے گیا ۔ تجھے کسی کی پرواہ نہیں اور ایک جہاں تجھ پر عاشق ہے ۔

شمائل ۔ شمیلہ کی جمع خصلتیں ۔ عادتیں ۔ فارسی والے صورت تقطیع اور وضع کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں

تو نداری سرِ سودائے عزیزاں ورنہ		یوسفے نیست کہ گشتہ بازارِ تو نیست

(۲) ترجمہ۔ کبھی میں دل سے آہ کھینچتا ہوں اور کبھی جان سے تیر تیز نکالتا ہوں۔ تیرے سامنے کیا کہوں کہ میں دل سے کیا کچھ نکالتا ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری لب لعل کی تعریف رقیبوں سے کیا بیان کروں۔ جاہلوں کے سامنے باریک نکتے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب تیرا حسن ہر روز پہلے دن سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ تو چاند کو تیرے رخسار کے مقابلہ میں نہیں لاسکتے۔

یعنے تیرا حسن روز افزوں ہے اور چاند کا حسن بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے تیرے چہرے کے مقابلہ میں چاند کو نہیں لاسکتے۔

(۵) ترجمہ۔ تو دل لے گیا ہے جان دینے کو میں تیار ہوں غم کیوں بھیجتا ہے۔ جب ہم خوش معاملہ اسامی ہیں۔ تو محصل کی کیا ضرورت ہے۔

محصل۔ عامل جو سرکاری ٹیکس وغیرہ وصول کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل تو پہلے ہی سے ہم تجھ کو دے چکے ہیں۔ باقی رہی جان وہ بھی دینے کو ہم تیار ہیں غم کا محصل بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ محصل صرف نادہند اسامیوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۲۹۔

(۶) ترجمہ۔ اے حافظ جب تو نے حرم عشق میں پاؤں رکھا ہے تو اسکے دامن کو مضبوط پکڑے اور باقی تمام سے قطع تعلق کرلے۔

یعنے عشق میں شرط یہ ہے کہ سوائے معشوق کے باقی تمام چیزوں سے عاشق قطع تعلق کرلے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱

ز ہر چہ ہست گزیر است و ناگزیر از دوست		ز دوست مگسل و از ہر چہ در جہاں بگسل	(سعدی)

غزل (۳)

ای رخت چون خلد و لعلت سلسبیل	۱	سلسبیلت کردہ جان و دل سبیل
سبز پوشان خطت بر گرد لب	۲	ہمچو مورانند گرد سلسبیل
ناوک چشم تو در ہر گوشہ	۳	ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل

یارب این آتش که در جان من ست	۴	سرد کن زانسان که کردی بر خلیل
من نمی یابم مجال ای دوستان	۵	گرچه او دارد جمالی بس جمیل
پای ما لنگ ست و منزل بس دراز	۶	دست ما کوتاه و خرما بر نخیل
حسن این نظم از بیان مستغنیست	۷	بر فروغ خور کسی جوید دلیل
آفرین بر کلک نقاشی که داد	۸	بکر معنی را چنین حسن جمیل
معجزست این شعر یا سحر حلال	۹	هاتف آورد این سخن یا جبرئیل
کس نداند گفت شعری زین نمط	۱۰	کس نیارد سفت دری زین قبیل

(۱۱)	حافظ از سرپنجه عشق نگار همچو مور افتاده زیر پای پیل	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق تیرا چہرہ بہشت کیطرح ہے اور تیرا لب سلسبیل ہے۔ تیری سلسبیل نے (ہمارے) جان اور دل کو وقف (قربان) کردیا ہے۔

سلسبیل بہشت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ ہر ایک نرم اور خوشگوار چیز کو کہتے ہیں شراب۔

سبیل (۱) راہ وطریق (۲) وقف (۳) پانی یا شربت جو راہ خدا وقف کیا جائے۔

(۲) ترجمہ۔ لب کے گرد تیرے خط کے سبزپوش اس طرح ہیں جسطرح سلسبیل کے گرد حوریں۔

یعنے تیرا سبزۂ خط تیرے لبوں کے گرد اس طرح ہے جسطرح نہر بہشت کے گرد حوران بہشت۔

(۳) ترجمہ۔ تیری آنکھ کے تیر نے ہر طرف میری طرح سو مقتول گرائے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے تیر مژگان نے ہر طرف صدہا عاشقوں کو قتل کر ڈالا ہوا ہے۔ گوشہ ادر چشم کی رعایت ملاحظہ

(۴) ترجمہ۔ اے خدا اس آگ کو جو میری جان میں ہے۔ اس طرح سرد کر جسطرح ابراہیم پر کی تھی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ تو خدا تعالےٰ کے حکم سے کہ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى إِبْرٰهِيْمَ ۔ وہ آگ سرد ہوگئی تھی۔

(۵) ترجمہ۔ اے دوستو مجھے (وصال کی) طاقت نہیں۔ اگرچہ اسکا جمال بہت خوبصورت ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہمارا پاؤں لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے۔ ہمارا ہاتھ چھوٹا ہے اور کھجور درخت پہ ہے۔

یہ شعر بہت مشہور ہے اور اکثر بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گوہرِ مقصود تک ہماری رسائی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اسباب ناکافی ہیں۔

بام بلا یا بلند اور نارسا کچھ کمند	رکھتی ہے ہم اپنی معذوری پہ پرہاں اپنے پاس

(۷) ترجمہ۔ اس نظم کی خوبی محتاج بیان نہیں۔ کیا آفتاب کی روشنی پر کسی کو دلیل کی ضرورت ہے۔

خواجہ صاحب اپنے کلام کی تعریف کرتے ہیں۔ دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ مصداق ع آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔ میرے شعروں کی خوبی ہی عیان اور ظاہر ہے۔ محتاج بیان نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اس نقاش کے قلم پر آفرین ہو جس نے معانی کی دوشیزہ کو ایسا عمدہ حسن دیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس نقاش کے قلم پر آفرین ہو جس نے نئے اور تازہ خیالات کو الفاظ کا ایسا خوبصورت اور زیبا جامہ پہنایا ہے۔ یہ بھی اپنے شعروں کی تعریف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ یہ شعر معجزہ ہیں یا سحر حلال۔ اس کلام کو ہاتف لایا ہے۔ یا جبرئیل۔

سحر حلال (۱) جائز جادو (۲) فصیح و بلیغ شعر و سخن جو جادو کی طرح اثر کرے۔ جادو حرام ہے لیکن جادو اثر کلام جائز ہے۔ اس لئے سحر حلال کہتے ہیں (۳) اہلی شیرازی کی ایک مثنوی جو دو بحروں میں پڑھی جا سکتی ہے اور قافیے مکرر ہیں لیکن معانی مختلف ہیں۔ یہ شعر بھی خواجہ حافظ رح نے اپنے کلام کی تعریف میں کہا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ کوئی آدمی اسطرح شعر نہیں کہہ سکتا۔ کوئی آدمی اسطرح موتی نہیں پرو سکتا۔

یہ بھی شاعرانہ فخر یہ شعر ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ معشوق کے عشق کے پنجہ سے حافظ اس طرح گرا ہے جسطرح چیونٹی ہاتھی کے پاؤں کے نیچے۔

غزل (۴)

بعہد گل شدم از توبہ شراب خجل	۱	کہ کس مباد ز کردار ناصواب خجل
صلاح من ہمہ جام میست و من زین بخت	۲	نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل
ز خون کہ رفت مرا دوش در سراچۂ چشم	۳	شدیم در نظر رہروان خواب خجل
تو خوبروی تری ز آفتاب شکر خدا	۴	کہ نیستم ز تو در روی آفتاب خجل

رواست نرگس مست ار فگند سر در پیش	۵	کہ شد ز شیوۂ آن چشم پر عتاب خجل
بود کہ یار نپرسد گنہ ز خلق کریم	۶	کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل
بزیر لب نہ چہ رو جام زہر خندہ زند	۷	اگر نہ از لب لعل تو شد شراب خجل
رخ از جناب تو عمر یست تا نتافتہ ام	۸	نیم بیاری توفیق ازیں جناب خجل
ازاں نہفتہ رخ خویش در نقاب صدف	۹	کہ شد ز نظم خوشش لولوی خوشاب خجل

(۱۰) حجاب ظلمت ازاں بست آب خضر کہ گشت
زنظم حافظ و ایں طبع ہمچو آب خجل (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ موسم بہار میں شراب سے توبہ کرنے سے میں شرمندہ ہوں۔ خدا کرے کوئی بری کاموں سے شرمندہ نہ ہو۔ یعنے موسم بہار میں شراب سے توبہ کی برا کیا۔ اب نادم ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میری صلاحیت صرف جام شراب ہی ہی اور میں اس نصیب پر شاہد ساقی سے کسی طرح شرمندہ نہیں ہوں مطلب یہ ہی کہ اگر شراب عشق کا ایک پیالہ نصیب ہو جائے تو سلطان عشق کے دربار میں شرمندگی نہیں اٹھانی پڑتی

(۳) ترجمہ۔ کل رات میری آنکھوں کی منزل سے اسقدر خون بہا کہ مجھے نیند کے مسافروں کی نظر میں شرمندہ ہونا پڑا نیند کے مسافر یعنے نیند۔ نیند تمام رات آنکھوں کی منزل میں آرام کرتی ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ کل رات میں خون کے آنسو روتا رہا اور ایک لحظہ بھی نیند نہ آئی۔ کیونکہ میری آنکھیں جو نیند کا مقام ہیں۔ تمام رات خون سے پر رہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تو آفتاب سے بھی زیادہ خوبصورت ہی۔ خدا کا شکر ہی کہ تیری مقابلہ میں آفتاب سے شرمندہ نہیں ہونا پڑا (اگر آفتاب تجھ سے زیادہ خوبصورت ہوتا تو مجھے آفتاب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا۔

(۵) ترجمہ۔ نرگس مست نے اگر سر جھکایا ہوا ہی تو جائز ہے۔ کیونکہ وہ معشوق کی پر عتاب آنکھ کے شیوہ سے شرمندہ ہے۔

قلم دوات و کاغذ ہمہ جمع کرد نرگس	کہ بہ وصف چشم مستت خط بندگی نویسد

(۶) ترجمہ۔ بہتر ہو اگر محبوب اپنے اخلاق کریمانہ سے گناہوں کی پرسش نہ کرے۔ کیونکہ ہم سوال سے ملول ہیں اور جواب سے شرمندہ۔

یعنے ہمارے اعمال تو اس قابل نہیں کہ سوال نکا جواب میں عہدہ برآ ہو سکیں بہتر یہی ہو گا کہ محبوب حقیقی ہمارے اعمال کے متعلق سوال و جواب بالکل نہ کرے۔

اگر فشم نپرسی بقدر گناہ		بدوزخ فرست و تراز و مخواہ	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ اگر شراب تیرے لب لعل سے شرمندہ نہیں ہو تو پیالہ زیر لب کیوں زہر خندہ کرتا ہے۔

خندہ جام مشہور ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ شراب معشوق کے لب لعل سے شرمندہ ہے اس لئے پیالہ زیر لب زہر خندہ کرتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ مدت گذر گئی ہو کہ تیری جناب سے منہ نہیں موڑا قسمت کی یاوری سے تیری جناب سے میں شرمندہ نہیں ہوں۔

یعنے خوش قسمتی سے تیرے دروازہ پر سر رکھے ہوئے عمر گذر گئی ورنہ شرمندہ ہونا پڑتا۔

(۹) ترجمہ۔ چونکہ خوش آب تی حافظ کی عمدہ نظم سے شرمندہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنے چہرہ کو صدف کے پردہ میں چھپایا ہوا ہے۔

یعنے حافظ کے شعر آب تاب میں موتیوں سے بڑھکر ہیں اس لئے موتی شرمندگی کی وجہ سے صدف میں چھپے رہتے ہیں

(۱۰) ترجمہ۔ آب حیات ظلمت کے پردہ میں اس لئے بند ہے کہ حافظ کی نظم سے اور اسکی پانی کی طرح روان طبیعت سے وہ شرمندہ ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ میرے شعر آب حیات سے بڑھکر روح افزا اور جان پرور ہیں۔ اور آب حیات ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسلئے آب حیات بوجہ شرمندگی کے ظلمات میں بند ہے مشہور ہے کہ آب حیات کا چشمہ تاریکی میں ہے صنعت حسن تعلیل ہے۔ اور شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل (۵۶)

	خوش خبر باش ای نسیم شمال	۱	کہ بما میرسد زمان وصال	
	ما بسلمیٰ و من بذی سلم	۲	این جیراننا و کیف الحال	

عرصہ بزمگاہ خالے ماند ۳ از حریفان و زطل مالا مال

عفت الدار بعد عافیۃ ۴ فاسئلوا حالہا عن الاطلال

سایہ افگند حالیا شب ہجر ۵ تاچہ بازند شبروان خیال

قصۃ العشق لا انفصام لہا ۶ وصمت ہہنا لسان المقال

ترک ما سوی کس نمی نگرد ۷ آہ ازیں کبریا و جاہ و جلال

یا بریدا لحمی حماک اللہ ۸ مرحبا مرحبا تعال تعال

(۹) **حافظا** عشق و صابری تاچند (۹)

نالہ عاشقاں خوشست بنال

(۱) ترجمہ - اے نسیم شمال خوشخبری سن (یا سنا) کہ ہمارا زمانہ وصال قریب ہے۔

شمال - وہ ہوا جو قطب شمالی کیطرف سے آتے۔

(۲) ترجمہ - سلمیٰ کا کیا حال ہے اور ذی سلم میں کون ہے۔ ہمسائے کیسے ہیں اور کیا حال ہے۔

سلمیٰ - عرب کی ایک مشہور معشوقہ - مجازاً ہر ایک معشوق کو کہتے ہیں - **ذی سلم** ایک شہر کا نام - معشوق کا مقام - عاشق باد شمال ہوا سے اپنے معشوق اور اسکے شہر کا حال پوچھ رہا ہے۔

(۳) ترجمہ - بادہ نوشوں سے اور شراب کے بھرے ہوئے پیالوں سے بزم گاہ کا میدان خالی ہو گیا۔

(۴) ترجمہ - عیش و عشرت کے بعد یہ گھر ویران ہو گیا - اب اسکا حال کھنڈرات سے پوچھو۔

اطلال جمع طلل - ویران اور پرانے مکانات کے نشان - کھنڈر - یعنی ہمارا مقام عشرت یا ہماری بزم گاہ جو پہلے آباد تھی - اب اسکے صرف کھنڈر موجود ہیں - وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں ہے۔

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت	بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

(۵) ترجمہ - اب تو شب ہجر نے تاریکی پھیلا دی ہے - دیکھئے خیال کے شب رو اب کیا کرتے ہیں۔

شب رو سے مراد رات کو چلنے والا (مجازاً چور) **شب روان خیال** سے مراد خیالات - خیالات چونکہ اکثر رات کو پیدا ہوتے ہیں اس لئے خیالات کو شب روان خیال کہا ہے - مطلب یہ ہے کہ ہجر کی اندھیری رات ہے عجیب عجیب خیالات دل میں گزرینگے۔

(۶) عشق کے قصہ کی کوئی انتہا نہیں۔ یہاں زبانِ گویائی بیکار ہو جاتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عشق کا قصہ احاطہ بیان سے باہر ہے۔ مندرجہ ذیل شعر میں بھی حکایت عشق کے بے پایاں ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حکایت بود بے پایاں بجاموشی ادا کردم		نمے گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم

(۷) ترجمہ۔ ہمارا معشوق کسی کی طرف نہیں دیکھتا۔ اس غرور اور جاہ و جلال پر افسوس!
(۸) ترجمہ۔ اے مقامِ معشوق کے قاصد خدا تیری مدد کرے۔ خوش آمدید! خوش آمدید! تعالی الله تعالی الله!
برید۔ قاصد۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ت ۳ ش حی۔ نام مقام۔ مجازاً مقام معشوق۔
تعالی۔ کلمہ تحسین در برائے اظہار خوشنودی۔
(۹) ترجمہ۔ اے حافظ عشق اور صبر تک کے۔ عاشقوں کا نالہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ نالہ و فریاد کر۔

غزل (۶)

یحییٰ بن مظفر ملک عالم و عادل	۱	دارای جہان نصرت دین خسرو کامل
بروی جہان روزنہ جان و تن و دل	۲	ای آنکہ در اسلام پناہ تو گشودہ
انعام تو بر کون و مکان فائض و شامل	۳	تعظیم تو بر جان و خرد واجب و لازم
بر روی مہ افتاد کہ شد حل مسائل	۴	روز ازل از کلک تو یک قطرہ سیاہی
ای کاش کہ من بودمی آں بندہ مقبل	۵	خورشید چو آن خال سیہ دید بدل گفت
دست طرب از دامن این سلسلہ مگسل	۶	شاہا فلک از بزم تو در رقص و سماع ست
شد گردن بدخواہ گرفتار سلاسل	۷	می نوش و جہان بخش کہ از زلف کمندت
خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل	۸	چوں دور فلک یکسرہ بر منہج عدل ست

(۹)	حافظ قلم شاہ جہان مقسم رزق ست از بہر معیشت مکن اندیشہ باطل	(۹)

یہ غزل شاہ یحیی کی مدح میں ہے۔ اپنے کلام میں اور بھی کئی جگہ خواجہ صاحب نے شاہ یحیی کی تعریف کی ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸۱۔ ۱۹ سو انحصری۔

(۱) ترجمہ۔ جہان کا بادشاہ دین کی نصرت اور کامل شہنشاہ یحیی ابن مظفر بادشاہِ عالم وعادل۔

(۲) ترجمہ۔ اے ممدوح تیری پناہ نے اسلام میں جہاں پر جان وتن اور دل کا روزن کہول دیا ہے۔

روزنہ یا روزن۔ روشندان۔ تابدان۔ مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام پر تیری سلطنت نے جان ودل اور تن کے روزن یعنی روحانی اور دنیاوی فوائد کے دروازے کہول دیئے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری تعظیم جان اور عقل پر واجب اور لازم ہے۔ تیری بخشش کون ومکان کو فیض پہنچاتی ہے اور سب شامل حال ہے **فائض**۔ فیض پہنچانے والا۔ **شامل**۔ شامل حال۔ عام۔ یہ شعر مشہور ترین شعروں میں سے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ازل کے دن تیری قلم کی سیاہی کا ایک قطرہ۔ چاند کے چہرے پر پڑا اور تمام مسائل حل ہو گئے چاند کے چہرے پر سیاہی مائل داغ ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ روز ازل میرے ممدوح کی قلم کی ایک قطرہ سیاہی کا چاند کے چہرہ پر گرا جس سے یہ داغ پیدا ہوئے۔ چونکہ قلم اور سیاہی کی تحریر سے مسائل حل کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے ممدوح کے قلم کی اس تحریر سے جو چاند پر ہوئی دنیا کے تمام مسائل حل ہو گئے۔ گویا روز ازل ہی سے میرے ممدوح کا نام دنیا کے ارباب حل وعقد میں درج ہے۔

(۵) ترجمہ۔ سورج نے جب سیاہ تِل دیکھا تو دل میں کہا۔ کاش (تِل کی بجائے) میں وہ مقبول بندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب اپنی تمام روشنی اور نور کو چھوڑ کر عارضِ جاناں کے تِل کی سیاہی قبول کرنے پر تیار ہے۔ آفتاب رشک کرتا ہے کہ رخسارِ معشوق کا تِل میں کیوں نہ ہوا۔ خال کو مقبول بندہ اس لئے کہا ہے کہ ہمیشہ چہرہ پر ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری بزم سے آسمان بھی رقص وسماع میں مشغول ہے۔ اس سلسلہ کو دامن سے دستِ طرب کو نہ ہٹا۔ یعنی بزم طرب کو قائم رکھ۔ کیونکہ آسمان بھی اس سے محظوظ ہو رہا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ شراب پی اور جہاں کو بخش کیونکہ تیری کمند کے خم سے۔ بدخواہ کی گردن زنجیروں میں گرفتار ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب پی اور بخشش عام کر۔ تیرے دشمنوں کی گردنیں زیر زنجیر ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ جب آسمان کا دور تمامتر عدل کر رستہ پر ہے۔ تو خوش رہ کہ ظالم کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچتا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا عہد کامل انصاف کا عہد ہے اس لئے خوشی سے زندگی بسر کر کہ تیرے دشمن جو ظالم ہیں۔ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جہاں کے بادشاہ کا قلم روزی تقسیم کرنے والا ہے۔ تو روزی کیلئے بیہودہ فکر نہ کر۔
صلہ و انعام کا لطیف پیرایہ میں تقاضا کیا ہے۔

غزل (۷)

رہرواں را عشق بس باشد دلیل	۱	آب چشم اندر رہش کردم سبیل
موج اشک ما کی آرد در حساب	۲	آنکہ کشتی راند در خون قتیل
اختیارے نیست بدنامی ما	۳	ضلنی فی العشق من یہدی السبیل
بی مے و مطرب بفردوسم مخواں	۴	راحتی فی الراح لا فی السلسبیل
آتش سوی بتاں بر خود مزن	۵	ورنہ از آتش گذر کن چوں خلیل
یا مکن با پیلباناں دوستی	۶	یا بنا کن خانہ در خورد پیل۔
یا منہ بر خود کہ مقصد گم کنے	۷	یا منہ پای اندریں رہ بے دلیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی	۸	یا فرو بر جامۂ تقوے بہ نیل
شاہ عالم را بقا و عز و مال	۹	باد و ہر چیزے کہ خواہد زیں قبیل

(۱۰)	حافظ ار معنی داری بیا ورنہ دعوی نیست غیر از قال و قیل	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ سالکوں کے لئے عشق ہی کافی رہبر ہے۔ میں نے اسکی راہ میں آنسوؤں کی سبیل لگادی ہے۔

سبیل۔ مسافروں کے لئے پانی جو رستہ میں رکھا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں سالک کے لئے عشق ہی کافی رہنما ہے اور کسی رہنما کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح راہِ عشق میں اور کسی سبیل کی ضرورت نہیں آنسوؤں کی سبیل کافی ہے

(۲) ترجمہ۔ ہمارے آنسوؤں کی موج کو کب حساب میں لاتا ہے۔ وہ جس نے مقتول کے خون میں کشتی چلائی ہے۔

یعنے معشوق نے ہزاروں عاشقوں کو قتل کیا ہے اور ان کے خون سے دریا بہائے ہیں میرے آنسو کس حساب میں ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہماری بدنامی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے عشق کا رستہ اسی نے بتایا ! ہے جو رستہ بتاتا ہے۔

یعنے خدا نے ۔

(۴) ترجمہ ۔ شراب و مطرب کے بغیر مجھے بہشت میں نہ بلا ۔ میری راحت شراب میں ہے سلسبیل میں نہیں ۔

یعنے مجھے بہشت کی نہریں نہیں چاہئیں شراب چاہیئے ۔ اگر بہشت میں بلاتا ہے ۔ تو شراب و مطرب بھی ضرور ہونے چاہئیں ۔

(۵) ترجمہ ۔ معشوقوں کے چہرے کی آگ اپنے آپ کو نہ لگا ۔ ورنہ آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح گذر جا ۔

یعنے آتشِ عشق اپنے جان و دل کو نہ لگا ۔ اگر لگاتا ہے تو اتنی کرامت پیدا کر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح تو آگ سے بچ کر نکل سکے ۔

(۶) ترجمہ ۔ یا تو فیل بانوں سے دوستی پیدا نہ کر ۔ یا گھر کو ہاتھی کے قد کے مطابق تعمیر کر ۔

یہ شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ہے ۔ بچوں کو بھی معلوم ہے ۔ اہل مطابع کی لاپرواہی اور غفلت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا ۔ **گلستان** باب ہشتم میں ہے ۔

پیش درویشاں بود خونت مباح	گر نباشد در میاں مالت سبیل
یا مرو با یار ازرق پیرہن	یا بکش بر خان و مان انگشت نیل
یا مکن با پیلبانان دوستی	یا بنا کن خانہ در خورد پیل ۔

ہمارے پاس ۱۲۲۴ھ کا ایک قلمی دیوان ہے ۔ جس میں کاتب کی ہمہ دانی سے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بھی درج ہو گیا ہے ۔

زیر پایت گر ندانی حال مور	ہمچو حال تست زیر پائے پیل

بعض پرانے قلمی دیوانوں میں اس شعر کی بجائے یہ شعر ہے ۔

یا رسوم پیلبانان یاد گیر	یا دہ ہندوستان بر یاد پیل

پیل را ہندوستان یاد دادن ۔ ہاتھی کو مستی اور شورش میں لانا ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے یہ ضرب المثل اہل ایران و توران کی اختراع ہے ۔ کیونکہ ایران میں ہاتھی کو ہندوستان یاد دلانا گویا اس کو مست کرنا ہے اسی قبیل سے ہے "مستان را سرود یاد دہانیدن" مطلب یہ ہے کہ یا تو ہاتھی کو مستی اور شورش میں نہ لا ۔ ورنہ فیلبانوں کیطرح مست ہاتھی کو قابو میں لانے کی ترکیب سیکھ ۔

(۷) ترجمہ ۔ یا اپنے آپ پر انحصار رکھ تاکہ تو مقصد کو گم کر دے یا اس رستہ میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھ ۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں اگر تو منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے۔ تو رہبر اور ہادی کی تلاش کر اور اگر گمراہ ہوتا ہے تو بھٹک جا اور اپنے آپ پر بھروسہ کر۔ ضرورتِ مرشد کے لئے دیکھو شعر ۳ ۔

(۸) ترجمہ:۔ یا تو چہرہ پر عشق کا رنگ لگا۔ یا تقویٰ کے جامہ کو نیل میں بہا دے۔

یعنے اگر عشق اختیار کرتا ہے۔ تو نام و ناموس اور تقویٰ کو دریا میں ڈال دے۔

نیل (۱) مشہور رنگ (۲) دریائے نیل۔ نیل اور نیل میں صنعت تجنیس ہے۔

(۹) ترجمہ۔ جہاں کے بادشاہ کو بقاء عزت اور مال نصیب ہو اور ہر ایک اس قسم کی چیز جو دی گیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا لفظ باد پہلے مصرعہ سے متعلق ہے۔ شاہِ عالم سے مراد بادشاہِ وقت جو خواجہ صاحب کا ممدوح ہے۔

(۱۰) ترجمہ:۔ اے حافظ اگر تیرے پاس معانی ہیں تو لا۔ وگرنہ تیرا دعویٰ صرف بات ہی بات ہے۔

یعنے اگر تیرے پاس معانی۔ نکات اور مضامین کا خزانہ ہے۔ تو پیش کر۔ ورنہ دعویٰ سخنگوئی فضول ہے۔

غزل (۸)

ہر نکتۂ کہ گفتم در وصف آن شمائل	۱	ہر کس شنید گفتا لِلّٰہ در قائل
دل دادہ بیاری عاشق کشی نگاری	۲	مرضیۃ السجایا محمودۃ الخصائل
تحصیل عشق و رندی آسان نمود اول	۳	جانم بسوخت آخر در کسب این فضائل
گفتم کہ کی ببخشی بر جان ناتوانم	۴	گفت آن زمان کہ نبود جان در میانہ حائل
حلاج بر سر دار این نکتہ خوش سراید	۵	از شافعی مپرسید امثال این مسائل
دردا کہ بر در خود بارم نداد دلبر	۶	چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل
در عین گوشہ گیری بودم چو چشم مستت	۷	اکنون شدم چو مستان بر ابروی تو مائل
از آب دیدہ صد رہ طوفان نوح دیدم	۸	از لوح سینہ ہرگز نقشت نگشت زائل

(۹) ای دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم است
آیا بود کہ بینم در گردنت حمائل (۹)

(۱) ترجمہ۔ اس صورت کی تعریف میں جو نکتہ مینے بیان کیا جس کسی نے سنا کہا کہ خدا کہنے والے کو جزائے خیر دے۔

شمائل ۔ صورت دیکھو شعر ل ۲۔ **للہ در قائل** کہنے والے کا اجر خدا کے پاس ہی۔ خدا کہنے والے کو جزائے خیر دے۔ یہ دعائیہ جملہ عموماً اس موقع پر لکھا یا کہا جاتا ہی جہاں کسی شاعر کا کوئی عمدہ اور دلچسپ شعر نقل کیا جاتا ہے

مطلب یہ ہی کہ معشوق کے حسن کی تعریف میں جب کبھی مینے کچھ کہا لوگوں نے للہ در قائل کہا۔

(۲) ترجمہ۔ تونے ایک حسین عاشق کش معشوق کو دل دیا ہی جسکی عادتیں عجیب ہیں اور خصلتیں پسندیدہ ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عشق اور رندی کا حاصل کرنا پہلے آسان نظر آیا لیکن آخر کار ان فضیلتوں کے حاصل کرنے میں میری جان جل گئی

تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱

(۴) ترجمہ۔ مینے پوچھا کہ میری ناتوان جان پر تو کب بخشش کریگا۔ اسنے جواب دیا کہ جب جان درمیان میں حائل نہیں رہیگی

مطلب یہ ہی کہ جب تک پردۂ خودی در پندار ہستی درمیان حائل ہی عشق میں فائز المرام ہونا ناممکن ہی۔

(امیر مینائی)	غایب جو آپ سے ہو یا ہے حضور تیرا		ہے بیخودی ہی جس سے ہوتا ہی قرب حاصل	

(۵) ترجمہ۔ منصور سولی پر یہ نکتہ بہت اچھا بیان کرتا تھا کہ اس قسم کے مسئلے شافعی سے نہ پوچھو۔

حلاج (۱) دھنیا (۲) حسین بن منصور الحلاج البیضاوی قدس اللہ سرہ سے مراد ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ وہ طبقۂ سوم کے اولیا میں سے تھے ایک روز ایک دھنیے کی دکان پر بیٹھے تھے کہ اسے کسی کام پر بھیجدیا۔ خیال آیا کہ مینے اس کو کام سے ہٹا یا ہی۔ انگلی سے اشارہ کیا تو ہوئے ایک طرف اور روئی ایک طرف ہوگئی۔ اس لئے لوگوں نے انکو حلاج کہنا شروع کر دیا۔ عراق میں رہے ہیں اور حضرت جنیدؒ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں۔ انا الحق کہنے پر ان کو سولی دی گئی اور ان کے بدن کو جلا کر دجلہ میں ڈالا گیا یہ واقعہ سنہ ۳۰۹ھ کا ہے۔ اکثر مشایخ کا ان کے معاملہ میں اختلاف ہی۔ بعض انکو رد کرتے ہیں اور بعض انکو قبول کرتے ہیں۔ متاخرین میں سے تمام نے انکو قبول کیا ہے۔

شافعی ۔ اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک کا نام۔ بڑے عالم و فاضل فقیہ تھے۔ انکا اصلی نام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھا۔ اپنے دادا شافع کیطرف منسوب ہوکر شافعی کہلائے۔ سنہ ۲۰۴ھ میں ۵۴ برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

شعر کا مطلب یہ ہی کہ منصور حلاج کے "انا الحق" کے مطالب و معانی فقہ کے مسائل سے حل نہیں ہو سکتے۔ بڑے سے بڑا فقیہ بھی "انا الحق" کے اسرار و رموز کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ ظاہری شریعت کے

مسائل اور ہیں۔ اور حقیقت کے نکات اور ہیں۔ جس مفتی نے منصور کے قتل کا فتوی دیا تہا۔ اگر انا الحق کی حقیقت کو سمجہتا تو ہرگز ایسا فتویٰ نہ دیتا۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے فتوی دینے سے انکار ہی کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شافعی ۲ کی تفصیل اس شعر میں اس لئے ہے کہ جس مفتی نے منصور کے سولی چڑہانے جانے کا فتوی دیا تہا وہ شافعی مذہب تہا۔ اس شعر کا یہ معنی بہی ہو سکتا ہے۔ کہ اس نکتہ کو منصور ہی سولی پر چڑہ کر اچہا بیان کر سکتا ہے۔ شافعی سے اس قسم کے مسائل نہ پوچھنے چاہئیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق کے دقیق نکتے عقل سے حل نہیں ہو سکتے۔ دیکھو شعر ت ۲/۳ ۔ د ۵۰/۶ د ۱۵۱/۲
ل ۸/۵ ر ۱/۲ س ۱/۲ ص ۱/۵ ۔

جاندادگانِ عشق سے پوچھو رہِ فنا		آمیں جناب خضر بہی کچہ نابلد سی ہیں	
اور علم و ادب مکتب محبت میں		کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا	

(۶) ترجمہ۔ افسوس کہ معشوق نے مجہے اپنے دروازہ میں نہ جانے دیا۔ میں نے ہر چند ادہر ادہر سے وسیلے ڈھونڈھے۔

(۷) ترجمہ۔ عین گوشہ گیری میں میں تیری مست آنکھوں جیسا تہا۔ اب ستوں کیطرح تیرے ابرو پر عاشق ہو گیا ہوں۔
آنکھوں کو گوشہ نشیں کہتے ہیں کیونکہ وہ پردہ میں ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ تہا جب میں تیری مست آنکہوں کیطرح زاویہ نشیں تہا۔ اور کاروبارِ عشق سے ناآشنا تہا۔ اب یہ حالت ہے کہ اس مستوری کو چہوڑ کر مستی اختیار کی ہے اور تیرے ابرو کا عاشق ہو گیا ہوں۔ عین (ع۔ چشم) اور چشم کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے اپنے آنسوؤں سے صد ہا طوفانِ نوح دیکہے ہیں۔ لیکن سینہ کی تختی سے تیرا نقش بالکل زائل نہ ہوا۔
یعنے میرے آنسوؤں کا سیلاب لوحِ سینہ سے تیرے نقش کو نہ دہو سکا۔ اسی مضمون اور تشریح کے لئے دیکھو شعر ت ۲۸/۲ ۔

(۹) ترجمہ۔ اے دوست حافظ کا ہاتہ نظر بد کے لئے تعویذ ہے۔ خدا کرے کہ میں اس کو تیری گردن میں حمائل دیکھوں۔

حمائل۔ وہ چیز جو گلے میں ڈالی جائے۔ نظر بد کے لئے عموماً لوگ گلے میں تعویذ ڈال لیتے ہیں۔
خواجہ صاحب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میرا ہاتہ بہی چشم زخم کے لئے تعویذ کا کام دیتا ہے اسے اپنے گلے میں ڈال لے۔

(خواجہ صاحب ہر حیلہ و بہانہ سے معشوق کے گلے میں ہاتہ ڈالنا چاہتے ہیں)

غزل (۹)

هر کس که ندارد بجهان مهر تو در دل	۱	حقا که بود طاعت او ضائع و باطل
برداشتن از عشق تو دل فکر محال ست	۲	از جان خود آسان بود از عشق تو مشکل
از عشق تو ناصح چه مرا منع نماید	۳	ای دوست مگر هم تو کنی حل مسائل
گشتیم جهان را که به بینیم و ندیدیم	۴	همچون تو کسی زیبا در شکل و شمائل
ای زاهد خودبین بدر میکده بگذر	۵	آن دلبر من بین که بود میر قبائل
از وصل تو شستند رقیبان ز طمع دست	۶	چون گشت مرا کام دل از لعل تو حاصل

(۷)	حافظ تو برو بندگی پیر مغان کن بر دامن او دست زن و از همه بگسل	(۷)

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ اور غالباً الحاقی ہے مقطع کا دوسرا مصرعہ وہی ہے۔ جو شعر ا ۱ کا دوسرا مصرع ہے۔

(۱) ترجمہ۔ دنیا میں جس شخص کے دل میں تیری محبت نہ ہو۔ خدا کی قسم ہے کہ اسکی طاعت ضائع اور بیکار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بندگی بغیر عشق الٰہی (یا بغیر حب رسول) محض بیکار اور بے سود ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق سے دل اٹھا لینا ایک ناممکن خیال ہے اپنی جان سے دل اٹھا لینا آسان ہے لیکن تیرے عشق سے دل اٹھانا مشکل ہے۔

(۳) ترجمہ۔ واعظ تیرے عشق سے مجھے کیا منع کرتا ہے۔ اے دوست ہاں اگر تو مسائل کو حل کرے۔ (تو کچھ مقصد برآئی ہو)

(۴) ترجمہ۔ ہم تمام جہان میں پھرے کہ شکل وصورت میں تجھ جیسا کوئی اور حسین دیکھیں لیکن نہ دیکھا۔

یعنے تمام دنیا میں کوئی حسین شکل وشمائل میں تیرے برابر نہیں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خودبین زاہد شراب خانہ کے دروازہ سے ہو کر گذر اور وہاں میرے اس معشوق کو دیکھ جو قبائل کا سردار ہے۔

(۶) ترجمہ۔ رقیب تیرے وصل کی امید سے ہاتھ دھو بیٹھے جب تیرے لب سے میرا دلی مقصد حاصل ہوا۔

یعنے جب مجھ کو تیرے لب لعل کا بوسہ نصیب ہوا۔ تو رقیب تیرے وصل سے مایوس ہو گئے۔

(۷) ترجمہ :- اے حافظ جا اور پیر مغاں کی بندگی کر۔ اسکے دامن کو مضبوط پکڑ اور سب سے قطع تعلق کرلے۔

دیکھو شعر ل ۸ و ۹ ۔ دوسرا مصرعہ دو نو شعروں میں مشترکہ ہے۔

غزل (۱۰)

بسحر چشم تو ای لعبت خجستہ خصال	۱	برمز خط تو ای آیت ہمایون فال
بنوش لعل تو ای آب زندگانی من	۲	برنگ و بوی تو ای نوبہار حسن و جمال
بآں صحیفہ عارض کہ گشت گلشن چشم	۳	بآں حدیقہ بینش کہ شد مقام خیال
بآں عقیق کہ مارا است مہر خاتم چشم	۴	بآں گہر کہ شمار است در بلیغ مقال
بطیب خلق تو و نفخہ نسیم گل	۵	ببوی زلف تو و نکہت نسیم شمال
بجلوہ ہای تو و شیوہ ہای رفتن چشم	۶	بعشوہ ہای تو و غمزہ ہای چشم غزال
بگرد راہ تو یعنی بسایہ امید	۷	بخاک پای تو یعنی برشک آب زلال
بسر فراز ثنایت بآفتاب بلند	۸	بآستان رفیعت بآسمان جلال

(۹) کہ بی رضای تو حافظ گر التفات کند
بعمر باز نماند چہ جاے بال و منال (۹)

بلحاظ ترکیب نحوی اس غزل کے تمام شعر مل کر ایک جملہ قسمیہ بنتا ہے پہلے آٹھ شعر قسم اور مقطع غزل جواب قسم اور جواب قسم مل کر ایک جملہ قسمیہ بنا۔ بہت بلند پایہ غزل ہے۔ اور خواجہ صاحب کی قادر الکلامی پر دال ہے الفاظ کا انتخاب۔ بندش اور ترکیب غرض ہر حیثیت سے آفرین کی مستحق ہیں۔

خواجہ صاحب کا خطاب اس غزل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیطرف ہے۔

(۱) ترجمہ :- اے مبارک خصلت والے معشوق! تیری آنکھ کے جادو کی قسم۔ اے مبارک فال والی نشانی! تیرے خط کی رمز کی قسم۔

دوسرے مصرعہ میں معشوق کو "آیت ہمایون فال" کہا ہے۔ خط سے مراد سبزہ خط یا تحریر نقش و نگار سے یعنی تیری

سن کے نقش نگارستان کی قسم۔

(۲) ترجمہ۔ اے میرے آبِ حیات! تیرے لب لعل کو آبِ حیات کی قسم۔ اے حسن جمال کی نوبہار! تیری رنگت بو کی قسم۔

بہار اور رنگ و بو کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اس مصحفِ رخسار کی قسم جو آنکھوں کے لئے بمنزلہ باغ کی ہے۔ اس باغ نظر کی قسم جو خیالات کا مبحث ہے۔

عارضِ معشوق گویا ایک باغ ہے جسے آنکھ دیکھکر محظوظ ہوتی ہے۔ اور جو ہر وقت عاشق کے خیال میں رہتا ہے گلشن چشم

اور حدیقہ بینش کا ایک ہی معنی ہیں اور دونوں عارض معشوق کی صفت میں واقع ہوئے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اس عقیق کی قسم جو ہماری آنکھ کی انگشتری کی مہر ہے۔ ان موتیوں کی قسم جو تمہارے دہن میں ہیں

عقیق سے مراد لب لعل۔ آنکھ انگشتری کی شکل ہوتی ہے جسطرح انگشتری میں لعل معشوق کی مہر لگا ہوتی

ہے۔ اسی طرح عاشق کی آنکھ میں ہر وقت معشوق کے لب لعل کا نقشہ جما رہتا ہے۔ بلیغ وہ خوش گفتار جو برمحل گفتگو کرے

بلیغ مقال سے مراد معشوق کا دہن جو گفتگو میں نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ گہر سے مراد دانت۔ حاصل کلام یہ کہ

تیرے لب اور تیرے دانتوں کی قسم۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے اخلاق کی پاکیزگی کی قسم اور پھول کے گلدستہ کی خوشبو کی قسم۔ تیری زلف کی خوشبو

کی قسم اور نسیم شمال کی خوشبو کی قسم۔

نفحہ۔ خوشبو۔ ہوا کا چلنا **شمامہ** دستنبو۔ گلدستہ۔

طیب خلق کو نفحہ شمامۂ گل اور بوئے زلف کو نکہت نسیم شمال کہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے جلووں کی قسم اور حرکات چشم کے شیووں کی قسم۔ تیرے عشووں کی قسم اور چشم غزال کے غمزوں

کی قسم۔

غزال۔ بچۂ آہو۔ ہرن کا بچہ۔ ہرنوٹا۔ استعمال فارسی میں بمعنی ہرن۔ معشوق کی آنکھ کو ہرن کی آنکھ سے تشبیہ

دیتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تیرے رستہ کی گرد کی قسم یعنی سایہ امید کی قسم۔ تیرے پاؤں کی خاک کی قسم یعنی رشک آب صاف کی قسم

معشوق کی گرد راہ کو سایہ امید اور اسکے پاؤں کی خاک کو رشک آب زلال کہا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے چاند جیسے سرو کی قسم اور تیرے بلند آفتاب کی قسم۔ تیرے بلند آستانہ کی قسم اور آستان

جلال کی قسم۔

معشوق کے قد بلند کو سرو بادنما اور آفتاب بلند کہا ہی اور اسکے بلند آستانہ کو آسمانِ جلال سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ کہ اگر تیری رضا کے بغیر حافظ عمر کہ خیرت بہی توجہ کرے تو وہ زندہ نہ رہے۔ مال و منال کا تو ذکر ہی کیا ہے خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ مجھے تمام مذکورہ بالا چیزوں کی قسم ہو کہ تیری رضا کے بغیر مال و منال تو کیا زندگی بہی مجھے درکار نہیں۔

غزل (۱۱)

شممت روح وداد و شمت برق وصال ۱ بیا کہ بوی ترا میرم ای نسیم شمال

احادیا بجمال حبیب قف و انزل ۲ کہ نیست صبر جمیلم در اشتیاق جمال

شکایت شب ہجران فرو گذار ای دل ۳ بشکر آنکہ برافگند پردہ روز وصال

چو یار بر سر صلح ست و عذر میخواہد ۴ توان گذشت ز جور رقیب در ہمہ حال

بیا کہ پردہ گل ریز ہفت خانہ چشم ۵ کشیدہ ایم بہ تحریر کارگاہ خیال

بجز خیال دہان تو نیست در دل تنگ ۶ کہ کس مباد چو من در پی خیال محال

ملال مصلحتی می نمایم از جانان ۷ کہ کس بخود ننماید بہ جان خویش ملال

مرا دلیست پریشان بدست غم پامال ۸ پیمانکہ ہیچکسش نیست واقف احوال

(۹) قتیل عشق تو شد حافظ غریب ولے (۹)
بخاک ما گذری کن کہ خون ما ست حلال

(۱) ترجمہ۔ میں نے عشق کی خوشبو سونگھی اور وصال کی بجلی ذرہ دمدار کر دیا۔ اے بادِ شمال آکہ تیری بو پر قربان ہو جاؤں (یا تیری بو کے لئے مرتا ہوں)

روح۔ بفتح۔ آسایش فرحت۔ تازگی۔ خنکی نسیم۔ خوشبو۔ لطیف ہوا۔

پہلا مصرعہ عربی ہے۔ بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ع۔ بیا کہ بوئے تو مے یابم از نسیم شمال
بادِ شمال اور بادِ صبا کو دیارِ محبوب کا قاصد کہتے ہیں مطلب یہ ہو کہ عشق کی خوشبودار اور لطیف ہوا بہی چل رہی ہو۔ جو

روح کو راحت بخشتی ہے اور جمالِ محبوبِ حقیقی کی تجلیات بھی بجلی کی طرح چمک رہی ہیں۔ لیکن ان تمام چیزوں سے پورا حظ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دیارِ محبوب کے قاصد (یعنی آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تشریف فرما ہو کر حقائق و معارف سے ہمیں آشنا کریں۔

(۲) ترجمہ۔ اے معشوق کے اونٹوں کے ساربان ٹھہر جا اور اتر آ۔ کیونکہ جمالِ محبوب کے اشتیاق میں مجھ میں صبرِ جمیل نہیں رہا۔

حدی۔ ساربانوں کی وہ خوش آئند آواز جس سے وہ اونٹوں کو ہانکتے ہیں۔ حادی حدی خواں۔ جمال۔ جمع جمل اونٹ۔ مطلب یہ ہے کہ اے محملِ محبوب کے ساربان ناقہ کو کھڑا کر اور اسی جگہ مقام کر۔ شوقِ دیدار میں مجھ اب صبر کی طاقت نہیں رہی۔ جمال اور جمیل میں تجنیس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل شب ہجر کی شکایات چھوڑ دے اس امر کے شکریہ میں کہ روزِ وصال نے پردہ اٹھا دیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب معشوق کو صلح کا خیال ہوا اور عذر خواہی کرتا ہے۔ تو بہرحال رقیب کے جور سے درگذر کر سکتے ہیں۔

عذر مے خواہد یعنے اپنی جفا کاری کا عذر خواہ ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آنکھ کے سات پردوں کے نیچے کارخانہ خیال کی تحریر سے پھول کا پردہ بچھایا ہے۔

ہفت خانہ چشم۔ یعنے ہفت پردہ چشم یا ہفت لائے چشم یا ہفت طبقۂ چشم آنکھ کے سات طبقے جو حسب ذیل ہیں (۱) ملتحمہ جو سب سے باہر ہے (۲) قرنیہ (۳) عنبیہ (۴) عنکبوتیہ (۵) شبکیہ (۶) مشیمیہ (۷) صلبیہ

کارگاہ۔ کارخانہ خصوصاً قالین اور کپڑا بننے کا کارخانہ قاعدہ ہے کہ عزیز مہمان کے لئے نہایت اعلے مکان میں نفیس فرش بچھائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کے لئے اپنی آنکھوں میں جگہ بنائی ہے اور آنکھ کے ساتویں طبقے کے نیچے پھولوں کا فرش بچھایا ہے۔ جسے کارخانہ خیال میں تیار کیا گیا ہے۔ تاکہ معشوق وہاں جا کر رہے۔

(۶) ترجمہ۔ سوائے تیرے دہن کے خیال کے میرے تنگ دل میں اور کچھ نہیں خدا کرے میری طرح کوئی شخص ناممکن خیالات کے درپے نہ ہو۔

یعنے میرے دلِ تنگ میں تیرے دہن تنگ کے خیال کے بغیر اور کوئی خیال نہیں اور چونکہ تیرا دہن ایک معدوم شے ہے اس لئے اسکا خیال ہی ایک خیالِ محال ہے۔ جسکا پورا ہونا مشکل۔

(۷) ترجمہ۔ میں معشوق سے مصلحت کے طور پر ملال ظاہر کرتا ہوں کیونکہ کوئی آدمی در اصل اپنی جان سے ملال نہیں کرتا۔

یعنے میرا معشوق میری جان ہو لہذا اگر میں اسسے ملال ظاہر کرتا ہوں تو وہ صرف برائے مصلحت ہوتا ہو کیونکہ کوئی آدمی فی الحقیقت اپنی جان سے ملال نہیں کہتا۔ جان ہر شخص کو عزیز ہوتی ہو۔ جانان اور جان کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل پریشان اور غم کے ہاتھوں سے ایسا پامال ہو کہ کسی کو اسکے حال ہو واقفیت نہیں۔

پہلے مصرعہ میں بدست غم پامال کا ترکیب میں دست و پا کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ غریب حافظ تیرے عشق کا کشتہ ہو۔ ہماری خاک پر گذر کہ ہمارا خون تجھ حلال ہے۔

یعنے اگرچہ میں تیرے عشق کا کشتہ ہوں لیکن میرا خون تجھ پر حلال ہو آ اور میری خاک کو اپنے اقدام میمنت التزام سے یمن بخش۔

غزل ۱۲

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمان گل	۱	تا بشکنیم توبہ دگر در میان گل
کوری خار خندہ زنان تا چمن رویم	۲	چون بلبلان نزول کنیم آشیان گل
در صحن بوستان قدح بادہ نوش کن	۳	کایاست خوشدلی برسید از زبان گل
گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق	۴	یار و شراب خواہ و سرا بوستان گل

(۵) حافظ وصال گل طلبی ہمچو بلبلان
جان کن فدای خاک رہ باغبان گل (۵)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی شراب لا کہ موسم بہار آ گیا ہو۔ تاکہ ایک بار پھر باغ میں توبہ کو توڑیں۔

یعنے شراب پینے سے جو ہم نے توبہ کی تھی۔ اسکو توڑ دیں اور باغ میں بیٹھ کر شراب پئیں۔

(۲) ترجمہ۔ کانٹوں کی پرواہ نہ کرکے ہنستے ہوئے باغ تک جائیں اور بلبلوں کی طرح پھول کے آشیانہ میں نزول کریں (مقام کریں)

کوری خار۔ علی الرغم خار۔ علی الرغم انف خار۔ یعنے کانٹوں کی پرواہ نہ کرکے۔ کانٹوں کی خلاف منشا کوری چشم فلاں۔ فارسی محاورہ ہو جو مقابل علی الرغم انف فلان جو عربی محاورہ ہے دیکھو ت ۱۷۔

(۳) ترجمہ ۔ باغ کے صحن میں شراب کا پیالہ پی ۔ کیونکہ پھول کی زبانی خوشدلی کی نشانیاں پہنچی ہیں ۔
یعنے پھول کا کھلنا موسم بہار کی آمد کا نشان ہی ۔ جو عیش و عشرت کا موسم ہوتا ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ پھول باغ میں پہنچ گیا ہی فراق سی بے فکر ہو جا ۔ آ ۔ شراب لا ۔ پھول کے بوستان سرا کی طلب کے
بوستان سرا ۔ پھول گھر ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر تو پھول کا وصال چاہتا ہی تو بلبلوں کی طرح باغبان کے رستہ کی خاک پر جان قربان کر دے ۔

ردیف (م)

غزل (۱)

آنکه پامال جفا کرد چو خاک راهم	۱	خاک می بوسم و عذر کرمش میخواهم
من نه آنم که بجور از تو بنالم حاشا	۲	چاکر معتقد و بندهٔ دولتخواهم
ذرهٔ خاکم و در کوی توام وقت خوش است	۳	ترسم ای دوست که بادی ببرد ناگاهم
صوفی صومعهٔ عالم قدسم لیکن	۴	حالیا دیر مغانست حوالتگاهم
بسته‌ام در خم گیسوی تو امید دراز	۵	آن مبادا که کند دست طلب کوتاهم
پیر میخانه سحر جام جهان بینم داد	۶	و اندر آن آینه از حسن تو کرد آگاهم
با من راه نشین خیز و سوی میکده آی	۷	تا ببینی که در آن حلقه چه صاحب جاهم
بر سر شمع قدت شعله صفت میلرزم	۸	گرچه دانم که هوای تو کشد ناگاهم
خوشم آمد که سحر خسرو خاور میگفت	۹	با همه پادشهی بندهٔ تورانشاهم

(۱۰)	مست بگذشتی و از حافظ اندیشه نبود آه اگر دامن حسن تو بگیرد آہم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ جس نے مجھے خاک راہ کی طرح پامال جفا کیا ہے۔ میں اسکی خاک کو چومتا ہوں اور اسکی مہربانیوں کا عذر خواہ ہوں یعنے مجھ ناچیز کو پامال کرنے کی جو تکلیف اس نے گوارا فرمائی ہے اسکا عذر خواہ ہوں اور اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ حاشا للہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ تیرے جور سے فریاد کروں۔ میں معتقد نوکر اور دولتخواہ غلام ہوں۔

دولت خواہ اردیاد دولت کے لیئے دعا کرنے والا۔

(۳) ترجمہ۔ میں خاک کا ایک ذرہ ہوں اور تیرے کوچے میں میرا وقت اچھا گذر رہا ہے۔ اے دوست میں ڈرتا ہوں کہ ہوا کا کوئی جھونکا مجھے اچانک اڑا کر نہ لیجائے

یعنے اب تو تیرے ساتھ وقت اچھا گذر رہا ہے۔ لیکن پستئی سعادت کا کچھ بھروسہ نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں عالم قدس کی عبادتگاہ کا صوفی ہوں لیکن فی الحال مجھ دیر مغان کے حوالے کیا گیا ہے۔

عالم قدس ۔ سے مراد عالم بالا جہاں ابتدائے آفرینش میں انسانی روحیں عبادت حق میں مشغول تھیں اور تعلق جسمانی سے پاک تھیں۔ **دیر مغان** سے مراد خرابات دنیا۔ جو جسد عنصری قبول کرنے کے بعد روح کا مسکن قرار پائی۔ انسان فی الحقیقت عالم قدس کا رہنے والا تھا۔ گردش ایام سے اس خراب آباد میں آگیا۔ اسی مضمون کے لیئے دیکھو حت ۱۰/۳ ۔ شعر د ۲/۴ م ۳/۳ م ۲/۸ م ۱۳/۹ م ۱۴/۹ م ۲۹/۲

سر روحانیاں داری ولے خود را اندیدستی	بخواب خود در آتا قبلۂ روحانیاں بینی	عرفی	
حسن مطلق کا ازل کے دن سے میں دیوانہ تھا دل کا حاکم جان کا مالک غم جانانہ تھا	لا مکاں کہتی ہیں جسکو وہ مرا کاشانہ تھا میرا رہنا جسکو سمجھے تھا وہ صاحب خانہ تھا		
باغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا	دیکھنا آنکھوں کا کانوں کے لئے افسانہ تھا	(امیر مینائی)	

(۵) ترجمہ۔ میں نے تیرے گیسو کے نیچے بہت سی امید باندھی ہے خدا کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری دست طلب کو کوتاہ کر دے۔

یعنے میری بہت سی امیدیں تیرے گیسوی وابستہ ہیں۔ خدا کرے کہ میرا دستِ طلب وہاں تک پہنچ جائے
گیسو اور دراز کی رعایت ظاہر۔ دراز و کوتاہ کا مقابلہ لطیف۔

(۶) ترجمہ۔ سحر کے وقت پیرِ میخانہ نے مجھے جام جہاں بیں دیا۔ اور اس آئینہ میں مجھے تیرے حسن سے آگاہ کردیا۔
یعنے پیرِ میخانہ نے مجھے شرابِ عشق کا ایک پیالہ دیا جس نے جام جہان بین کا کام دیا۔ مجھے ہر دو عالم کے اسرار سے آگاہ کیا اور تیرے حسن کا جلوہ بھی مجھے اسی جام سے نظر آیا۔ دیکھو شعر الف ۲/۴ ظاہر ہے کہ جام مے عشق کے بغیر حسنِ مطلق کا مشاہدہ ناممکن ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجھ راہ نشیں (مسکین) کے ساتھ اٹھ کر میخانہ کیطرف چل اور دیکھ کہ اس حلقہ میں میں کتنا صاحب مرتبہ ہوں
یعنے اگرچہ میں بظاہر ایک رہ نشین مسکین ہوں لیکن شرابخانہ محبت کے بادہ نوشوں میں میرا رتبہ بہت بلند ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیری قد کی شمع پر میں شعلہ کیطرح کانپ رہا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری ہوا (آرزو) مجھے ناگاہ فنا کردیگی
شمع کا شعلہ ہمیشہ لرزتا رہتا ہے۔ اور ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تیرے عشق میں ہر وقت شعلہ کیطرح جلتا اور کانپتا رہتا ہوں اور معلوم ہے کہ جنبشِ بادِ سحری کا ایک صدمہ سے فنا ہو جاؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ صبح کے وقت شاہِ مشرق کا یہ کہنا مجھے بہت پسند آیا۔ کہ باوجود اس تمام سلطنت کے میں توران شاہ کا غلام ہوں
شاہ خاور یا شاہ مشرق یعنے آفتاب۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب اگرچہ تمام عالم پر بادشاہی کرتا ہے۔ لیکن باایں ہمہ توران شاہ کا غلام ہے۔ **توران شاہ** کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ سوانحعمری۔

(۱۰) ترجمہ۔ تو مست ہو کر گذر گیا اور حافظ کا تو نے کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہوگا اگر میری آہ تیرے دامنِ حسن کو پکڑے۔
مطلب یہ ہے کہ تو مستی کی حالت میں میرے پاس سے ہو کر چلا گیا اور میرا کچھ خیال نہ کیا۔ کہ یہ عاشقِ مسکین کس حالت میں ہے۔ مسکینوں کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔ اگر میری آہ تیرے حسن کی دامنگیر ہوئی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

غزل (۲)

بارہا گفتہ‌ام و بار دگر میگویم	۱	کہ من دلشدہ این رہ نہ بخود میپویم
در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	۲	آنچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم
من اگر خارم اگر گل چمن آرائی ہست	۳	کہ ازان دست کہ می پروردم میرویم

دوستان عیب من بیدل حیران مکنید ۴ گوهری کرم و صاحب نظری میجویم

گرچه با دلق ملمع می گلگون عیب است ۵ مکنم عیب کزو رنگ ریا میشویم

خندہ و گریه عشاق زجای دگرست ۶ می سرایم بشب و وقت سحر میمویم

(۷) حافظم گفت که خاک در میخانه مبوی (۷)
گو مکن عیب که من مشک ختن میبویم

(۱) ترجمہ ۔ [illegible] اور اب پھر کہتا ہوں ۔ کہ میں بیدل اس رستہ پر خود بخود نہیں چلتا ۔

یعنے میرا مشرب ۔ اور میری روش میری مرضی پر منحصر نہیں ہے ۔ قادر مطلق جدھر چاہتا ہے لے جا رہا ہے ۔

خواجہ صاحب نے بیشک اس عقیدہ کا بارہا اظہار کیا ہے ۔ چنانچہ دیکھو شعر الف ۳ الف ۱۴ الف ۲ ت ۱۸ ت ۲۸

ت ۱۸ د ۲ ش ۱ وغیرہ وغیرہ ۔

(۲) ترجمہ ۔ [illegible] مجھے طوطی کیطرح آئینہ کی دوسری طرف سے کہا ہوا ہے ۔ جو کچھ استاد ازل نے

کہا ہے ۔ میں وہی کہتا ہوں ۔

بعض دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ع ۔ آنچہ استاد ازل گفت بگو ۔ میگویم یعنی جو کچھ استاد ازل

نے کہا کہو وہی میں کہتا ہوں ۔

قاعدہ ہے کہ آئینہ کے سامنے طوطی کو رکھکر آئینہ کے پیچھے ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور جو لفظ طوطی کو پڑھانا چاہتا ہے ۔ وہی

لفظ بولتا ہے ۔ طوطی آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دوسرا طوطی ہے جو بول رہا ہے اپنے ہمجنس کی آواز کی نقل کرنے

کی کوشش کرتا ہے اور بولنے لگ جاتا ہے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا ۔

جسطرح استاد ازل نے پڑھایا ہے ۔ اسی طرح کہتا ہوں ۔ اور مثال دیکر مضمون کو اسطرح واضح کیا ہے کہ

طوطی جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ پس پردہ جو کچھ اسکا استاد کہ رہا ہے اسکی نقل کرتا ہے ۔

اس شعر کے متعلق اکثر کہا جاتا ہے کہ طوطی کو تو آئینہ کے سامنے رکھا جاتا ہے ۔ خواجہ صاحب نے "در پس آئینہ"

کیوں کہا ؟ اور اس مشکل کو حل کرنے کی مختلف لوگوں نے مختلف کوششیں کی ہیں ۔ ہماری رائے میں یہ کوئی حل

طلب مشکل نہیں ۔ الفاظ پس و پیش نسبتاً استعمال ہوتے ہیں ۔ فرض کرو کہ ایک آدم آئینہ کے

ادھر ادھر دو آدمی بیٹھے ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہ سکتا ہے کہ "پس آئینہ نشستہ است" ۔ اسی طرح

عالمِ قضاوقدر یا استادِ ازل کے مقابلہ میں خواجہ صاحب کو بیں آئینہ کہا جاسکتا ہے۔

"پس پشت" پر غور کرو اور دیکھو کہ جو شخص تمہاری پشت کے سامنے کھڑا ہے، اسکو کہتے ہیں کہ پس پشت شما استادہ است

یا "پس" کی بجائے "در بر" پڑھ لو۔ اسی مضمون پر ہے۔

تو مپندار کہ ایں قصہ زخود میگویم	گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

ذیل کے اشعار بھی اسی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

فانی از خویشیم من و باقی بہ حق	شد لباس ہستیم یکبار شق
آرمیدم با حق و از خود رمیدہ	آں ہمہ ہیزم کہ حق در من دمیدہ
یا لبِ دمسازِ خویشیم گشتہ جفت	ہمے نیارم برلب آلا ہیچ گفتہ

نیاز کا شعر ہے۔

نیاز ایں گفت گو از من مپندار	کہ ایں گفتار از نائے راز است

(۳) ترجمہ۔ میں خواہ کانٹا ہوں خواہ پھول لیکن باغبان کوئی اور ہے کہ میں اسی ہاتھ سے جو مجھ کو پالتا ہے اُگتا ہوں۔

یعنے خواہ میں کانٹا ہوں یا پھول۔ مجھے بنانے والا کوئی اور ہے میری پرورش۔ میرا نشو و نما اسی کے ہاتھ میں ہو

یہی مضمون ہے جو غزل ہذا کے مطلع میں ہے۔

خود اگر کفر است اگر ایمان او	دست بافِ حضرتست و آنِ او
اگر نیکم و گر بدم در سرشت	قضائے تو ایں نقش بر من نوشت
اگر آسودہ ور ناتواں مے زیم	چناں کا فریدی ہماں مے زیم

(۴) ترجمہ۔ اے دوستو مجھ بیدل اور حیران کی عیب جوئی نہ کرو میرے پاس ایک گوہر ہے اور کسی صاحب نظر کی جستجو ہے۔

یعنے میرا پنے گوہرِ دل کے قدرداں کی تلاش میں ہوں۔ جو اسکی قدر و قیمت سمجھے اور اسکا خریدار ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ دلقِ ملمع کے ساتھہ شرابِ سرخ کا لگانا معیوب ہے۔ لیکن میرا فعل معیوب نہیں کیونکہ میں اس سے دریا کا رنگ دھوتا ہوں۔

دلقِ ملمع سے مراد خرقہ ریا مطلب یہ ہے کہ شرابِ سرخ جیسی اچھی چیز کو خرقہ ریا جیسے برے جامہ پر لگانا بیشک جبائز ہے

لیکن میں دلقِ ملمع کو شرابِ سرخ سے اس لئے تر کرتا ہوں کہ اس سے رنگِ ریا دھل جائے۔ لہذا میرا فعل ناجائز نہیں۔ حاصل کلام

یہ کہ خرقہ ریا پہننے سے بادہ نوشی بدرجہا بہتر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کا ہنسنا اور رونا کسی دوسری طرف سے ہے۔ رات کو وقت میں گاتا ہوں اور سحر کے وقت روتا ہوں۔

یعنے عشاق کے ہر ایک فعل کا ایک خاص سبب ہوتا ہی۔ اور انکا خندہ و گریہ معشوق کے ہاتھ میں ہوتا ہی۔ سورہ النجم میں ہی۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۔ (اور یہ کہ وہی ہنساتا ہی اور وہی رلاتا ہی) اسلیے عاشقوں کے کسی فعل کی ماہیت کو ظاہر بین نظر نہیں دیکھ سکتی۔ حضرت نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چو اول شب آہنگِ خواب آورم	بہ تسبیحِ نامت شتاب آورم
چو در نیم شب سر برآرم ز خواب	ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب

(۷) ترجمہ۔ حافظ نے مجھ کو کہا کہ درِ میخانہ کی خاک کو نہ سونگھ۔ اسے کہو کہ میری عیب جوئی نہ کرے۔ کیونکہ میں مشکِ ختن سونگھ رہا ہوں۔

یعنے میرے لئے درِ میخانہ کی خاک بمنزلہ مشکِ ختن ہی۔

غزل (۳)

باز آی ساقیا کہ ہواخواہ خدمتم	۱	مشتاق بندگی و دعاگوی دولتم
زانجا کہ فیض جام سعادت فروغ تست	۲	بیرون شدی نمای ز ظلمات حیرتم
ہر چند غرق بحر گناہم ز شش جہت	۳	تا آشنای عشق شدم ز اہل رحمتم
عیبم مکن برندی و بدنامی ای فقیر	۴	کاین بود سرنوشت ز دیوان فطرتم
می خور کہ عاشقی نہ بکسب است و اختیار	۵	این موہبت رسید ز ایوان قسمتم
گردم ز زلف طرۂ مشکین آن نگار	۶	فکری بکن ای صبا ز مکافات غیرتم
در ابروی تو تیر نظر تا بگوش ہوش	۷	آوردہ و کشیدہ و موقوف فرصتم
من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش	۸	در عشق دیدن تو ہواخواہ غربتم
دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف	۹	ای خضر پی خجستہ مدد کن بہمتم
دورم بصورت از در دولتسرای دوست	۱۰	لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم

(۱۱)	حافظ بہ پیش چشم تو خواہد سپرد جان در این خیالم ار بدہد عمر مہلتم	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی واپس آ کہ میں خدمت کا آرزو مند ہوں۔ بندگی کا مشتاق ہوں اور ازدیادِ دولت کا دعاگو ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ چونکہ تیری سعادت کے نور والے جام کا فیض (موجود) ہے۔ مجھے حیرت کی تاریکی سے باہر نکلنے کی راہ دکھا۔

حیرت۔ (۱) تعجب سے ایک حالت پر قائم رہ جانا۔ (۲) اصطلاحِ تصوف میں ایک خاص حالت کا نام جسے مقامِ حیرت کہتے ہیں ذات و اوصافِ باری تعالیٰ کے فہم و ادراک میں سالک کو ایک خاص مقام پر جا کر ایک حیرت کا سامنا ہو جاتا ہے جس سے وہ نہ ادہر ہو سکتا ہے نہ اُدہر۔ اکثر اسی مقام سے واپس ہو جاتا ہے۔ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اسی مقامِ حیرت کے متعلق عرفیؔ نے کہا ہے

نورِ حیرت در شبِ اندیشۂ اوصافِ تو | بس ہمایوں مرغِ عقل از آشیاں انداختہ

اسی حیرت کی کیفیت کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے دہشت کہا ہے۔

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم | کہ دہشت گرفت آستینم کہ قُم

اور اسی مقامِ حیرت کو نظامی گنجوی نے عقل کے لئے ایک کمند بتایا ہے۔

کہ چندانکہ اندیشہ گردد بلند | سرِ خود بروں نا در دزیں کمند

مطلب یہ ہے کہ میری عقل تو مقامِ حیرت کی ظلمات سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اگر تو مشعلِ ہدایت میرے سامنے رکھے تو اسکی روشنی سے میں اس مقام سے نکل کر تیرے نزدیک آ سکتا ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ شرابِ عشق کے جامِ نور کے بغیر منزلِ مقصود تک پہنچنا مشکل ہے اور مقامِ حیرت کی تاریکی کو طے کرنا محال ہے۔ دیکھو شعر د ۵۵/۴

پژوہندہ را یادہ زاں شد کلید | کز اندیشۂ خویشتن در تو دید
نشاید ترا جز بتو یافتن | عناں باید از ہر دری تافتن

(۳) ترجمہ۔ میں ہر چند ہر طرف سے بحرِ گناہ میں غرق ہوں لیکن جب سے تیرے عشق کا تیراک ہوا ہوں اہلِ رحمت میں سے ہو گیا ہوں۔

شش جہت (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) اوپر (۶) نیچے۔ آشنا۔ (۱) تیراک (۲) واقف

(۴) ترجمہ۔ اے فقیر رندی اور بدنامی کا مجھ پر عیب نہ لگا۔ کیونکہ دفترِ آفرینش میں میرے لئے یہی لکھا تھا۔

دیوانِ فطرت۔ لوحِ محفوظ۔ قسمت کی کتاب۔ دیکھو شعر الف ۳/۲

(۵) ترجمہ۔ شراب پی کہ عاشقی کوشش اور اختیار سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ نعمت مجھے ایوانِ قسمت سے ملی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے صبا اگر تو اس معشوق کی زلفِ معنبر کا دم مارتی ہے تو میری غیرت کے بدلے سے ڈرتی رہ۔

خواجہ صاحب بادِ صبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تو میرے معشوق کی زلفِ عنبریں کی خوشبو کو لئے پھرتی ہے اور اسکو پھیلا رہی ہے۔ دیکھ! میری غیرت جوش میں آ جائیگی۔ اس سے ڈر۔

(۷) ترجمہ۔ تیرے ابرو میں نظر کا تیر ہلاکت (کے کان) کی حد تک لایا ہوا اور کھینچا ہوا ہے۔ اب بس فرصت پر موقوف ہوں۔

ہوش ۔ (۱) عقل، (۲) ہلاکت، موت۔ ابرو کو کمان اور نظر کو تیر کہا ہے۔ قاعدہ ہے کہ تیر انداز کمان میں تیر لگا کر زور سے کھینچ کر اُسے کان تک لے جاتے ہیں تاکہ تیر دور تک نکل کرے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری ابرو میں تیر نظر اس حد تک کھینچا ہوا ہے کہ ہلاکت کی حد تک پہنچتا ہے۔ یعنی یہ تیر کمان سے نکل کر جس کو لگے گا اسے ہلاک کر ڈالے گا۔ لیس میری ہلاکت اب فرصت پر منحصر ہے۔ جس وقت تو نے یہ تیر مارا مجھے ہلاک کر دیگا۔ گوش ہوش کی رعایت اور خوبی ظاہر ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں جس نے اپنی تمام عمر وطن سے دور رہ کر افتیار [illegible] تیرے دیدار کے عشق میں مسافری کا خواہاں ہوں یعنے تیرے دیدار کے لئے وطن چھوڑنے پر تیار ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ [illegible] ضعیف ہوں [illegible]

(۱۰) ترجمہ۔ بظاہر میں دوست کی دہلیز [illegible] ہوں لیکن [illegible] ہوں۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ تیری آنکھوں کے سامنے اپنی جان دیدیگا۔ میں اسی خیال میں ہوں [illegible] یعنے میں اس خیال میں ہوں کہ تیرے پاس آ کر مروں بشرطیکہ تجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی نہ مر گیا۔

غزل (۴)

برخیز تا طریق تکلف رہا کنیم	۱	دکان معرفت بدو جو در بہا کنیم
بر دیگران نگار قبا پوش بگذرد	۲	ما نیز جامہ ہای صبوری قبا کنیم
ہفتاد زلت از نظر خلق در حجاب	۳	بہتر ز طاعتی کہ بروی و ریا کنیم
آن کو بغیر سابقہ چندین نواختت کرد	۴	ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم
گر یک شبی بدست من افتد نگار من	۵	مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم
گفتم نگشت کام دلم حاصل از لبت	۶	گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم

(۷) حافظ وفا نمیکند ایام عہد سست
این پنجروزہ عمر بیا تا وفا کنیم (۷)

یہ غزل شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی ہے اس خوانِ یغما کے لئے خواجہ صاحب کو کاتبوں کی مہربانی اور مطبع والوں کی عنایت کا مشکور ہونا چاہئے - دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵۳ - ۵۴ سوانحعمری -

(۱) ترجمہ - اللہ تعالیٰ کہ تکلف کے طریقہ کو چھوڑ دیں معرفت کی دکان کو دو جو کے بدلے مہنگا بیچ دیں -
دکانِ معرفت کو دو جو کے بدلے بھی مہنگا کہا ہے - لفظ جو میں شراب جو کی طرف بھی اشارہ ہے -

(۲) ترجمہ - قباپوش معشوق دوسروں کے پاس جاتا ہے اس غم میں ہم بھی صبر کے جامہ کو چاک کرتے ہیں -

(۳) ترجمہ - خلقت کی نظر سے پردہ میں ستر گناہ - اس طاعت سے بہتر ہیں جو ہم روی و ریا سے کریں -
یعنے لوگوں کو دکھانے کے لئے عبادت کرنے کی نسبت لوگوں سے چھپا کر گناہ کرنا بہتر ہے - حاصل کلام یہ کہ ریاکاری سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے -

(۴) ترجمہ - جس نے سابقہ حقوق کے بغیر اسقدر عنایت کی ہے ممکن ہے کہ اگر ہم خطا کریں تو معاف کر دے گا -
یعنی جب خدا بغیر ہمارے حق کے ہم پر عنائتیں کرتا ہے تو امید ہے کہ ہمارے گناہ بھی بخش دیگا -

(۵) ترجمہ - اگر میرا معشوق کسی رات میسر ہوا تب اگر صبح ہو گئی - تو پھر یہ ممکن نہیں کہ ہم اسکے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دیں -

(۶) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیرے لب سے میرے دل کی مراد حاصل نہ ہوئی - اس نے جواب دیا کہ صبر کر ہم تیری مراد پوری کرینگے -

(۷) ترجمہ - آؤ تماشا دیکھیں زمانہ وفا نہیں کرتا - آؤ اس پنجروزہ زندگی کو خوشی سے گذاریں -
یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں جو دن گزرے عیش و عشرت میں گزارنا چاہئے ؞



بقلم خاکسار محمد عبدالغنی کاتب عفی عنہ مرادآبادی